TIGHT BINDING BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222377
UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—707—25-1-81—10,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵۴۳۰۶ / Accession No. ۲۰۶۲۶

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below

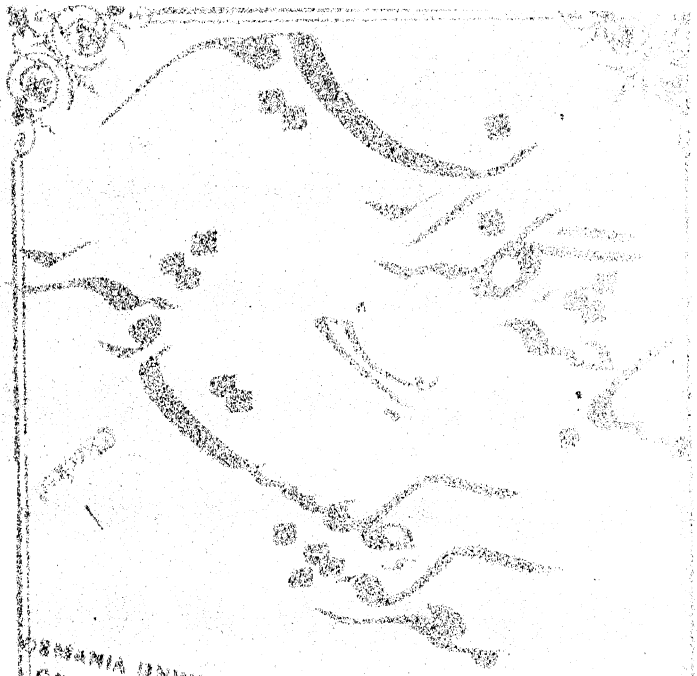

OSMANIA UNIVERSITY
COLLEGE LIBRARY

مولفہ

خلاصۃ الحکما میرزا محمد شفیع شیرازی ثم الکھنوی

باہتمام منشی نولکشور لکھنؤ

مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

اشتہار

رباعیات عمر خیام

خاص و عام پر یہ امر بخوبی واضح ہے کہ حضرت عمر خیام کا کلام معجز نظام گلشن تصوف کی ایسی روح افزا بہار ہے جیسے فصاے عالم میں ابنا اثر خاص مثل سرچشمۂ آب کے پھیلا رکھا ہے یہ ایک ایسے برگزیدۂ انام ولی اور شاعر نازک خیال پُرجوش اور اہل خرد کے لیے ہوش میں لانے والا کلام ہے جسکے پاکیزہ خیالات باطنی کمالات اور ذاتی دیانت و تجربات کا جذبہ اُنکی رباعیات کے آزاد اضافیے سے ظاہر ہے۔ اگرچہ عام طور پر آپ کے کلام میں جا بجا بادۂ گلفام ساغر و جام ساقی گل اندام بندش مضمون کے دائرے میں محدود پائے جاتے ہیں مگر حقیقت نفس الامر میں آپ نے اسی مستانہ اور جوشیلا روش کے ساتھ مخلوق کے لیے ایک اخلاقی تحفہ تیار کر دیا ہے ہر ایک رباعی خیالات دنیوی کا ایک فوٹو ہے اور اسکا نتیجہ بطور ناصح مشفق کے ہے۔ بادۂ نظم کو دیگ طبع میں اس طرح کشید کیا ہے کہ حقائق مذاق عرفان کو سرشار کر دے اور اہل دنیا کو دنیا کے مخمصوں اور فسادات سے علیحدہ رکھے اس کلام بلاغت نظام میں زیادہ تر لطف یہ ہے کہ کسی مضمون سے بو سے تعصب پیدا نہیں جس سے کسی شخص کے شیشۂ دل میں ٹھیس لگے۔ مگر اردو زبان میں اسکی تشریح بطور خلاصہ اور حل مطلب کے طور پر نہونے کی وجہ سے انھیں لوگوں کے سینوں میں بند رہ جسکو فارسی زبان میں ایک خاص تبسم کی لیاقت حاصل تھی چونکہ اب زمانہ اردو لٹریچر کا بازار گرم ہے لہذا اقتضاے حال جب رفتار زمانہ یہ ہے کہ ایسے پاکیزہ کلام کا ذخیرہ مع تشریح ضروری اس طریقہ سے پبلک کے سامنے پیش ہو کہ ہر طبقہ کے لوگ اس مشہور اور ہر دل عزیز شاعر کے کلام بلاغت نظام سے مستفید ہوں حضرت عمر خیام کی رباعیاں ایسی مقبول عام ہیں کہ اُنکے مطالب و مقاصد کو یورپ کے تمام اہل مضمون نے انگریزی زبان میں بھی قبول کیا ہے اور انگریزی ترجمے بہت سے شائع کیے گئے ہیں (اردو والوں کی سکا ہاتھوں تک نہیں پہونچے بلکہ تمام مشہور کتب خانوں کی رونق کا باعث ہوئے ہیں اسلئے دقت اور عمیق نظر سے پڑھنے کے لائق ہیں لہذا تشریح کے بغیر خاصکر اردو دان پبلک موجودہ حالت میں یہ کب فائدہ رسان ہو سکتی ہیں اور ظاہر ایسی وجہ ہے کہ اس فارسی

فہرس مباحثہ گلزار نسیم حصہ دوم ظریفانہ مضامین

نمبر	عنوان مضمون	نام مصنف	اخبار یا رسالہ	صفحہ	کیفیت
۲۶	پنڈت حیدر شنکر نتیش اور خواجہ دیا علی آتش	منشی سجاد حسین صاحب	اودھ پنچ	۲۷۷	
۲۷	جانصاحب کی وزارت جنت کی ڈاک	جانصاحب مغنی	از اودھ پنچ	۲۷۹	
۲۸	جنت کی ڈاک نمبر ۱ آتش کا خط شرر کے نام	خواجہ حیدر علی آتش	//	۲۸۱	
۲۹	جنت کی ڈاک نمبر ۲	//	//	۲۸۷	
۳۰	جنت کی ڈاک نمبر ۳	//	//	۲۹۱	
۳۱	جنت کی ڈاک نمبر ۴	//	//	۲۹۷	
۳۲	جنت کی ڈاک نمبر ۵	//	//	۳۰۲	
۳۱	جنت کی ڈاک نمبر ۶	//	//	۳۰۶	
۳۴	جنت کی ڈاک نمبر ۷	//	//	۳۱۲	
۳۵	جنت کی ڈاک نمبر ۸	//	//	۳۱۷	
۳۶	جنت کی ڈاک نمبر ۹	خواجہ حیدر علی آتش	اودھ پنچ	۳۲۲	
۳۷	جنت کی ڈاک نمبر ۱۰	//	//	۳۲۵	
۳۸	جنت کی ڈاک نمبر ۱۱	//	//	۳۳۰	
۳۹	جنت کی ڈاک نمبر ۱۲	//	//	۳۳۳	
۴۰	سال نو کا انوکھا خطاب	منشی سجاد حسین صاحب	//	۳۳۶	
۴۱	گلزار نسیم پر تازہ اعتراضات	تنگ ظرف رقم	//	۳۳۹	
۴۲	شرر کی شاعری	دندان شکن	//	۳۴۱	
۴۳	بدرالنساء اور اسکی مصیبت نمبر ۱	(در ہر جگہ ہست الخ)	اودھ پنچ	۳۴۶	
۴۴	بدرالنساء اور اسکی مصیبت نمبر ۲	//	//	۳۴۸	
۴	بدرالنساء اور اسکی مصیبت نمبر ۳	//	اودھ پنچ	۳۵۳	
۴	بدرالنساء اور اسکی مصیبت نمبر ۴	//	//	۳۵۷	
۴۷	بدرالنساء اور اسکی مصیبت نمبر ۵	//	//	۳۶۱	
۴۸	بدرالنساء اور اسکی مصیبت نمبر ۶	//	//		
۴۹	بدرالنساء اور اسکی مصیبت نمبر ۷				

فہرس مباحثہ گلزار نسیم حصہ اول

	عنوان مضمون	نام مصنف	اخبار یا رسالہ	صفحہ	کیفیت
	دیباچہ گلزار نسیم	از حکیم [illegible]		۱	
	[illegible]	از اجلال لکھنوی	اودھ پنچ	۱۱	
	دیباچہ گلزار نسیم	پنڈت جوالا پرشاد برہمن	گلزار نسیم مطبوعہ سابق	۲۶	
	گلزار نسیم پر ریویو	مولوی عبدالحلیم شرر	دلگداز جلد ۹	۵۳	1998
	گلزار نسیم	مولوی عبدالحلیم شرر	//	۶۸	
	گلزار نسیم	پنڈت جوالا پرشاد برہمن	اودھ پنچ	۷۲	
	گلزار نسیم	//	//	۱۱۶	
	گلزار نسیم	//	//	۱۳۲	
۹	نسیم کی نگین بیانی از حضرت شرر کی شرر فشانی	منشی سجاد حسین صاحب	اودھ پنچ	۱۴۰	
۱	گلزار نسیم پر قول فیصل	احمد علی شوق	اودھ پنچ	۱۵۲	
۱۱	گلزار نسیم اور مرحوم نسیم	//	[illegible]	۱۶۱	
۱۲	گلزار نسیم	نقاد لکھنوی	از رسالہ زمانہ	۱۶۵	
۱۳	گلزار نسیم	از حافظ جلال الدین صاحب	اودھ پنچ	۱۹۰	
۱۴	گلزار نسیم کا نیا اڈیشن نمبر ۱	[illegible]	[illegible]	۱۹۳	
۱۵	گلزار نسیم کا نیا اڈیشن نمبر ۲	//	//	۲۰۴	
۱۶	گلزار نسیم اور تنقید انتقاد	شمس کنتوری	رسالہ زمانہ	۲۱۴	
۱۷	گلزار نسیم	ہوا خواہ نسیم	رسالہ تہذیب	۲۲۷	
۱۸	گلزار نسیم و سحر البیان نمبر ۱	//	//	۲۳۲	
۱۹	سحر البیان و گلزار نسیم پر ریویو	مظہر الحق علوی	//	۲۳۸	
۲۰	گلزار نسیم	از حکیم برہم	اصل الاخبار گلکتہ	۲۴۶	
۲۱	گلزار نسیم اور تلمذ	از ڈاکٹر گلکرسٹ	تفریح	۲۶۸	
		فرحت مرحوم	اودھ پنچ	۲۷۸	

بسم اللہ وبہ نستعین Checked 1966

دیباچہ مباحثہ گلزار نسیم

جس وقت ۱۹۰۵ء مین گلزار نسیم کا ایک نیا اڈیشن مسٹر چک بست کے دیباچہ کے ساتھ شائع ہوا تو قدردانان سخن کو یہ خیال ضرور پیدا ہوا تھا کہ اُردو زبان کی تصانیف مین ایک ایسا نیا اضافہ ہوا ہے کہ جس سے فن تنقید کو ترقی ہو گی۔ مگر یہ خیال کسی کو نہ تھا کہ اس دیباچہ سے اُردو کی ادبی دُنیا مین ایک ہنگامہ حشر برپا ہو جائیگا اور ایک زبردست مباحثہ چھڑ جائیگا۔ جسکی یاد مشکل سے دلون سے بھولیگی۔ مگر ہوا ایسا ہی جنوری یا فروری ۱۹۰۵ء مین گلزار نسیم کا نیا اڈیشن شائع ہوا۔ مارچ اور اپریل ۱۹۰۵ء کے دلگداز مین مولوی عبدالحلیم صاحب شرر نے اس نئے اڈیشن کا ریویو شائع کیا جس مین یہ تین عنوان قائم کیے گیے تھے کہ (الف) گلزار نسیم پنڈت دیا شنکر نسیم کی تصنیف نہین ہے بلکہ آتش کی تصنیف ہے۔ (ب) گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہے (ج) گلزار نسیم کے متعدد اشعار پر اعتراضات کیے گیے تھے اس مضمون کے متعلق ۱۱۔ مئی ۱۹۰۵ء کے اودھ پنچ مین ایک مضمون منشی سجاد حسین صاحب کا شائع ہوا جسمین ظریفانہ عبارت مین یہ لکھا گیا تھا کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ گلزار نسیم آتش کی تصنیف ہے تو یہ کسطرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اسکی زبان غیر مستند ہے اسی سلسلہ مین حضرت شرر کے چند اعتراضات کا مختصراً جواب بھی دیا گیا تھا اس مضمون کے بعد ایسا معرکہ آرا مباحثہ چھڑ گیا کہ جسکا سلسلہ سال بھر تک قائم رہا اور جس مین مُلک کے تمام اہل قلم شریک ہوے

اور جسکے متعلق ابتک اکثر مضامین اخبارون یا رسالون مین نکل آتے ہین - اِس مجموعہ کے شائع کرنے سے ہماری یہ مراد نہین ہو کہ اِس مباحثہ کا جو غیر لطیف حصہ تھا اسکی یاد تازہ کرکے پرانے زخم ہرے کیے جائین یا کسی خاص فریق کی تائید مین جو مضامین شائع ہوے ہین انکی اشاعت کیجائے برعکس اسکے اِس مجموعہ کے شائع کرنے سے ہماری اصل مراد یہ ہو کہ تحقیقات زبان کے متعلق جو مضامین شائع ہوئے ہین - یا جن مین تنقید کا لطف پایا جاتا ہی یا جن مین ایسی ظریفانہ شوخی موجود ہی جو کہ بد تہذیبی کے درجہ تک نہین پہونچی ہو وہ ایک جگہ فراہم کردیے جائین اور زمانے کے ہاتھون تلف ہونے پائین -

گلزار نسیم کا مباحثہ تین حصون مین تقسیم ہو سکتا ہی - ایک حصہ ایسے مضامین کا ہی جنمین علمی تحقیقات اور تنقید کی شان موجود ہی - اور جنکے پڑھنے سے زبان اور محاورے کی بہت سی باریکیان حل ہو سکتی ہین دوسرا حصہ ایسے مضامین کا ہی جن مین ظرافت کا چٹخارہ موجود ہی مگر تہذیب وادب کو خیرباد نہین کہا گیا ہی تیسرا حصہ اُن مضامین کا ہی جنمین ناپاک اور گندے خیالات نہایت غیر مہذب طریقے سے ظاہر کیے گئے ہین اور نہایت شرمناک طریقے سے ذاتی حملے کیے گئے ہین - حتی کہ نسیم مرحوم کی شان مین بھی ایسے ناشائستہ اور بیہودہ کلمے استعمال کیے گیے ہین جنکو دیکھکر شرافت کی آنکھین خون روتی ہین - ہم نے اس مجموعہ مین یہ التزام کیا ہی کہ گلزار نسیم کی بحث کے متعلق جس قدر سنجیدہ مضامین دستیاب ہو سکے وہ شائع کردیے ہین بہرحال کوشش یہ کی گئی ہی کہ کسی اونچے سے اونچے رسالے یا اخبار کے مضمون کو اِس بحث کے سلسلہ مین نظرانداز نہین کیا گیا ہی - تاکہ کسی فریق کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ جو مضامین اُسکی تائید مین شائع ہوئے تھے وہ اس مجموعہ مین داخل نہین کیے گئے - علاوہ اسکے جو ظرافت امیز مضامین ہاو ہو پنچ مین شائع ہوے تھے اُن مین سے چند ایسے مضامین منتخب کرلیے

گیے ہین جنمین ظریفانہ لطافت کے ساتھ جا بجا تنقید کا لطف بھی موجود ہی - اب رہے تیسری قسم کے مضامین جن مین قومی مذہبی اور ذاتی حملے نہایت فحش اور گندہ الفاظ مین کیے گیے ہین اور جنکے ہر فقرہ کی بنیاد پر ازلا حیثیت عرفی کی نالش ہو سکتی ہی اُن کو اس مجموعہ مین جگہ نہین دیگئی ہی بلکہ جو ظریفانہ مضامین شائع بھی کیے گیے ہین اُن مین بھی ایک مضمون مین ایسے ایک یا دو لفظ ایک موقع پر لکھنے سے چھوڑ دیے گیے ہین جو تہذیب مضمون نگاری کے خلاف تھے - جہانتک کہ اس جھگڑے کی تاریخ کا تعلق ہی وہ حضرت طیش بلگرامی کے قلم سے لکھے ہوئے اس مجموعہ مین درج ہی اور اسکے دھرانے کی یہان ضرورت نہین - لیکن ہم اس مباحثہ کی مجموعی حیثیت پر مختصراً چند خیال ضرور ظاہر کرنا چاہتے ہین -

اس علمی جنگ مین جناب شرر اور جناب چکبست کے درمیان معرکہ درپیش تھا اب رہا یہ کہ ان دونون پہلوانان سخن مین سے کس کو فتح ہوئی اور کس کو شکست ہوئی اسکا فیصلہ کرنا ہمارا کام نہین - اسکا فیصلہ جناب احمد علی صاحب شوق منشی سجاد حسین صاحب حافظ خلیل حسن صاحب جلیل و جناب حسرت موہانی و حضرت طیش بلگرامی وغیرہ نے کر دیا ہی - ان حضرات کے مضامین کے پڑھنے سے یہ آئینہ ہو جاتا ہی کہ کون حق کی طرف ہی اور کون باطل کی طرف ہم صرف اس قدر لکھنا چاہتے ہین کہ اس مباحثے کے دیکھنے سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہی کہ اُردو زبان مین فن تنقید ابھی تک بہت کچھ اصلاح طلب ہی - یعنی یہان علمی مباحثون بھی قومی اور ذاتی جذبات جوش مین آجاتے ہین جن سے مذاق سلیم کا خون ہو جاتا ہی فحش اور گندہ مضامین کو چھوڑ کر سنجیدہ مضامین کے پڑھنے سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہی کہ لکھنے والے کے دل مین مخفی علمی تحقیقات کا شوق موجود نہین ہی بلکہ اور جذبات بھی موجزن ہین - جو انصاف کی آنکھون پر تعصب کا پردہ ڈالے ہوئے ہین - اس بحث کی ابتدا مولانا شرر سے

ہوئی مولانا موصوف کی انشا پردازی اور علمی قابلیت محتاج بیان نہین - لیکن ہم نہایت ادب سے یہ عرض کرینگے کہ آپ کے مضامین سے اکثر مقام پر بیجا غیظ و غضب کا اظہار ہوتا ہی اور ایک آدھ جگہ قومی تعصب کی بھی بو آتی ہی - مثلاً اتحاد مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۸ پر مولانا موصوف اپنے احباب کے مضامین کے متعلق تحریر فرماتے ہین کہ ان مضامین پر ہمارے احباب اور اردو مذاق کے قدردان ضرور توجہ کرین خاصۃً مسلمان پبلک کی توجہ کی ضرورت ہی - ہمکو مولوی شرر ایسے بزرگ کے قلم سے ایسے الفاظ نکلتے دیکھکر سخت تعجب ہی - برعکس اسکے انصاف ہمین یہ کہنے پر مجبور کرتا ہی کہ جناب چکبست کے قلم سے جو مضامین جناب شرر کے اعتراضات کے جواب مین شائع ہوئے ہین انھین پوری شان تنقید قائم ہی - اور اپنے مخالفین کی شان مین ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہین کیا ہی جو مذاق سلیم کے پائے سے گرا ہوا ہو سنجیدہ مضامین کے علاوہ جو مضامین اودھ پنچ مین جنتری کی ڈاک کے سلسلے مین آتش کے خطوط کے عنوان سے شائع ہوئے ہین وہ بھی لوگ جناب چکبست کی طرف منسوب کرتے ہین اور ہمکو بھی ذاتی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مضامین مذکور جناب چکبست کے لکھے ہوئے ہین ان مضامین مین بھی مولوی شرر صاحب کی زبان دانی کا مضحکہ ضرور اڑایا گیا ہی - مگر کسی مقام پر قومی یا مذہبی تعصب کا شبہ نہین ہوتا ہی ہم جناب چکبست کے معین نہین ہین اور نہ ہمکو انکی رائے سے کلیتہً اتفاق ہی اور نہ ہم مولوی شرر صاحب کے تمام اعتراضات کو بیجا سمجھتے ہین - ہمارا مطلب صرف اس قدر ہی کہ مولوی شرر صاحب نے جو لباس اپنے خیالات کو اعتراضات کرتے وقت پہنایا ہی اسمین کافی شان تنقید موجود نہین ہی - اور جناب چکبست کا انداز تحریر ایسا ہی جسکو فن تنقید کا ایک اچھا معیار خیال کرنا چاہیے - ہمارے اس بیان کی تائید وہ حضرات کرینگے جنھون نے جناب چکبست کے وہ مضامین

اُردو سے مُعلّٰے اور اودھ پنچ مین پڑھے - جو مولوی شرر صاحب کے اعتراضات کے جواب مین شائع ہوئے ہین اور جن سے حضرت چکبست کی علمی قابلیت کا سکہ دلون پر جاری ہوگیا - علاوہ ان دو حضرات کے جن حضرات کے مضامین قابل امتیاز ہین اُن مین منشی سجاد حسین صاحب و منشی احمد علی صاحب شوق و حسرت موہانی صاحب اور ضامن کنتوری صاحب حضرت جلیل کے مضامین قومی اور مذہبی تعصب سے بالکل پاک ہین - اور بیجا غیظ و غضب کے جذبات سے بری ہین - خصوصًا احمد علی صاحب شوق کے مراسلے فن تنقید کے اعلےٰ نمونے ہین گو کہ جناب چکبست نے اپنے دیباچہ مین حضرت شوق کی مثنوی ترانۂ شوق کے خلاف لکھا تھا لیکن آپ نے جناب چکبست کے اس خیال کو ذاتی حملہ نہ سمجھا اور گلزار نسیم کے متعلق اپنی رائے نہایت آزادی کے ساتھ ظاہر کردی یہی شان تنقید ہے بعض حضرات کے مضامین معیار تنقید سے گرے ہوے ہین مثلاً نقاد لکھنوی صاحب نے زمانہ مین جو مضمون اس بحث کے متعلق لکھا ہے اُس مین نسیم کو عرش پر پہونچا دیا ہے اور میر حسن کو کہین کا نہین رکھا ہے دکن ریویو کے نقاد صاحب نے نسیم کے خلاف ایسے ایسے اعتراض گڑھے ہین کہ سبحان اللہ نسیم کا شعر ہے ؎ چلکی ہوئی پیٹ سے وہ دلگیر + آئینہ کی پشت پر بھی تصویر + نقاد صاحب (چسکی ہوئی) کو چسکی ہوئی پڑھتے ہین اور جب شعر کے معنے سمجھ مین نہین آتے ہین، تو نسیم پر اختصار بیجا کا اعتراض فرماتے ہین - اسی طرح "ہوا خواہ نسیم" نے تہذیب کے طنجون کو نسیم کی بیجا تعریف مین سیاہ کیا ہے ظریفانہ مضامین جو خاص منشی سجاد حسین صاحب کے قلم سے اودھ پنچ مین شائع ہوے ہین انکو نہایت اعلیٰ درجہ کی ظرافت کا نمونہ سمجھنا چاہیئے - لیکن اودھ پنچ کے بعض نامہ نگارون نے ایسے مضامین لکھے ہین جن مین باوجود دیگر محاسن کے

مولوی شرر صاحب پر ذاتی حملے کیے گئے ہین اور اسیوجہ سے یہ مضامین[ع] اس مجموعہ مین داخل نہین کیے گئے۔

[ع] مثلاً ذیل کے قبیل ملاحظہ ہون

ذرا سُنیئے گا

پھلے پھولے گی اب خاک بدایون + کہ اُسمین کھاد کُرسی کی پڑی ہو - واللہ قلم توڑ دیے ہین اور کیا کہون زمین شعر مین ہل چلوا دیا۔ کیا روانی ہو۔ تسلیمات کی کم ریزی کرتا ہون ایک اور شعر ملاحظہ ہو ؎ حلیمن کہتی ہو بدرالنسا سے + تجھے اپنی مجھے اپنی پڑی ہو + بندہ نواز کیا شوخ طبیعت پائی ہو - واللہ داغ یاد آگئے کورنش عرض ہو دو قطعہ ملاحظہ ہون۔

قطعہ اول

اڈیٹر پنچ کا ہے خان عالی — ظرافت اُسکی گھٹی مین پڑی ہے
وہ ہے شیر نیستان فصاحت — رقیب اس کا مُجسّم لومڑی ہے

قطعہ ثانی

رفیق پنچ ہے شوخ سخن سنج — کہ جسکی دھوم عالم مین پڑی ہے
جو اس کی نثر ہے سلک جواہر — تو اس کی نظم موتی کی لڑی ہے

حضرت اعجاز ہے اعجاز کس زبان سے آپ کی تعریف کیجائے - بس ان قطعون کی لطافت کا اندازہ یہ ہے کہ حاسد کا دل بُجھ کر رہجائیگا۔ یہ آپکی قدرافزائی ہے محبت ہو حاسد کیا اور اُسکا دل کیا - اچھا لگے ہاتون ایک شعر اور سُنیے ؎ حل قائم رہے بدرالنسا کا + یہ غم آٹھون پہر جو نسٹھ گھڑی ہو + اس شعر کی تعریف ناممکن ہو۔ جانصاحب کی روح لوٹن کبوتر ہو گئی ہو - واللہ تعقید کا نام نہین — اور مضمون ایسا ((گر انبار)) حضرت آپ نے تو تعریف کے پُل باندھ دیے ہین کس زبان سے شکریہ ادا کرون ایک شعر ملاحظہ ہو اپنے رنگ مین فرد ہو ؎ پیام یار گندھی پڑھ رہا ہو + حلیمن خندہ پیشانی کھڑی ہے واللہ دماغ مہک گیا اس شعر سے سچی شاعری کی بُو آتی ہو مگر خیالات کی پاکیزگی شرط ہو۔ آداب کا کنٹر

لیکن جیسے گندہ اور ناپاک اور فحش مضامین اپریل ۱۹۰۵ء اور مئی ۱۹۰۵ء کے پیام یار مین مولوی شرر صاحب کی تائید مین شائع ہوے ہین اور جنکے اقتباسات اس مجموعہ مین حضرت طیش بلگرامی کے مضمون مین درج ہین انکا جواب چرکین کے دیوان مین بھی کھوتا ہون - اسی نازنمہ کا ایک دمربزی شعر ملاحظہ ہو ؎ بڑا بیہودش ہے بینک مین گندھی پھریری ناک مین اُلٹی اڑی ہی - بندہ نواز کیا صنعت رکھی ہی - مانا ہون اُستاد کہتا ہی ع پھریری ناک مین اُلٹی اڑی ہی - دیکھیے (ناک) کو لیٹے تو (کان) ہوجاتا ہی اور پھریری کو کان سے تعلق ہی واللہ یہ لغت تو مین بھی نہین سمجھا تھا آپ خالی سخن فہم ہی نہین ہین بلکہ معنی آفرین ہین اچھا دو ایک شعر اور سُنیے ؎ خدا رکھے حلیمن تو ہے تیار + مگر بدالنسا سوکھی سڑی ہی + واللہ اس شعر مین کیا بے تکلفی کوٹ کوٹ کر بھری ہی - اچھا ایک قطعہ اور عرض ہی -

قطعہ

شگوفہ پنچ نے کیسا یہ چھوڑا — کہ جس سے اک قیامت آپڑی ہے
ادھر بدالنسا ہے مُنھ پھولائے — حلیمن اُس طرف روٹھی کھڑی ہے

کیا کہنا دوسرے شعر کی تعریف ناممکن ہی - اس شعر کا لطف جبھی آسکتا ہی جب ذرا لطف بیان سے واقفیت ہو - تھوڑی سی زیادہ نہین بیشک ایک اور شعر سنیئے ؎ نسیم صبح برساتی ہی واں پھل جہانبر لاش آتش کی گڑی ہی - قسم ہے خاک و آتش و آب و باد کی اس شعر کا جواب نہین ہو سکتا کیا لطافت ہی اور کیا پاکیزہ خیالی ہی خیر - تسلیمات عرض ہی آخری شعر ملاحظہ ہو - ؎ شرر کہتا ہے مین چلتا گھر اہون + اگر چک بست ساون کی چھڑی ہی - واللہ کیا برابر کے مصرعے ہین شعر کیا ہے شاعری کا سانچہ ہے - تسلیمات - کورنش - آداب - سب ایک ہی مرتبہ عرض ہین - جو کچھ آپ نے فرمایا یہ محض آپکا حُسن ظن ہے - اور قدردانی ہے - بھلا شرر کے دل سے میرے اشعار کی داد لیجیے — الخبر مولانا شرر

از اودھ پنچ ۷ - دسمبر ۱۹۰۵ء

ملنا مشکل ہی ہمکو تعجب ہی تو اس قدر کہ مولوی شرر نے ان مضامین کے خلاف نعرۂ نفرین کرنے کے بدلے اپنا دامن انکی تعریف سے کیون آلودہ کیا جیسا کہ حضرت طیش کے مضمونکے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہی بہرحال باوجود جملہ عیوب کے یہ بحث ایک یادگار بحث ہی اور ر جتنے نکتے بہت سے محاورون اور اصلاحون کے متعلق اس بحث مین حل ہوگئے وہ اُردو زبان کی کسی علمی بحث مین حل نہین ہوئے ہونگے اور نہ کسی علمی بحث مین مُلک کے اتنے گرانمایہ سخن سنجون نے حصّہ لیا ہوگا۔

کورنش عرض ہے

کورنش عرض ہی بندہ نواز - مزاج مبارک - شکر ہے خُدا کا - کیئے آجکل کیا شغل رہتا ہے - حضور ایک غزل کہی ہے کہ موسن مرحوم کی روح وجد کرتی ہے - فرمائیے فرمائیے - سُنیئے بندہ پرور مطلع ہے ؎ مصیبت دیکھکر بیدلتسا کی - حلیمن نے کہا مرضی خدا کی ؎ اے سبحان اللہ کیا کہنا ہے شعر کیا ہے بیکسی کا چکارہ ہے تسلیمات کی گھونٹی کہتا ہون -

دوسرا مطلع ملاحظہ ہو

ترقی بھی شرر نے کی تو کیا کی + گھٹا کی عقل اور داڑھی بڑہا کی + واللہ کیا برمصرعے ہین - گند ھی کا دل چاہے تو بھری بھرتول لے - قسم ہے پروردگار پاک کی کیا مصرع کہا ہے ع گھٹا کی عقل اور داڑھی بڑہا کی کیا ترقی اور تنزل کی تصویر کھینچی ہے فارسی کا اُستاد بھی کہہ گیا ہے ع گوسالۂ ما پیر شود و گاؤ نشد - محبت ہے قدر افزائی ہے تیسرا مطلع ملاحظہ ہو -

رُکے آتش تو ڈاک آئی صبا کی + تلافی پنچ نے کی بھی تو کیا کی + واللہ شعر کیا کہا ہے - شاعری کی رجسٹری کردی ہے - کورنش کا لفافہ کھولتا ہون - ایک اور شعر ملاحظہ ہو - جو ٹینی مرغ سے مانگے ملی تھی + وہی اک ٹانگ گندھی کی چلا کی + آہا ہا ہا کیا معنی خیز شعر ہے - شرر کی مُرغ کی ایک ٹانگ اور گندھی کی اُسکی تائید مین ہٹ دھرمی اور ہاتھ آگئی تھی کتنی رعایتین ہین کس کس کی تعریف کیجائے اوپ کے پوٹے بیکتا ہون

ہم نے یہ کوشش کی ہو کہ گلزار نسیم کے خلاف اور موافق جس قدر سنجیدہ مضامین مولوی شرر صاحب اور جناب چکبست کی بحث کے سلسلہ مین شائع ہوئے ہین وہ سب اس مجموعہ مین شائع کر دیے گئے ہین اگر کوئی قابل اشاعت مضمون چھپنے سے رہگیا ہو تو ناظرین اُس سے ہمین مطلع فرماوین دوسرے اڈیشن مین وہ بھی شائع کر دیا جائے گا کیونکہ ہمارا مطلب یہ ہے ۔

سُنیے گا ؎ ابھی اس راہ سے گندھی گیا ہو + کہے دیتی ہی بو نقش پا کی + قسم ہو قدر دانان شرر کی دلچسپی کا کیا لحاظ رکھدیا ہے مصرع پڑھا نہین کہ انوکھے نقش پا کی تصویر آنکھونکے سامنے پھر گئی ۔ یعنی گھوے ہوئے پنجے کا نقش تو چکر گھنی ہو کر رہجاتا ہے اور ایڑی کا خدا حافظ ہے ۔ تسلیمات عرض ہو دوسرا وزن ملاحظہ ہو ۔ رہے کرسی کے خواندہ تک بھی احمق + عجب تاثیر ہے آب و ہوا کی ۔ بارک اللہ کیا روزمرہ کی صفائی ہے کیون نہو لکھنؤ کی زبان ہے حضور قدر افزا کی ہے ؎ جو ہو عطار اور گندھی کا فضلہ + اڈیٹر وہ بنے قدر خدا کی ہے بجا ارشاد ہوا حضرت یہ وہی مثل ہے چھچھو مدر لگائے چنبیلی کا تیل جناب کی فن فہمی ہو ؎ دبا ہو چول مین کرسی کے دامن خرابی ہے بدایون کے للا کی ۔ کیا کرسی اور بدایون کا اتحاد دکھایا ہے اسکا نام شاعری ہے واللہ حاسد دنکی چولین ڈھیلی کر دی ہین ؎ عجب کرسی کی مرغی مین ہے شامت + ہر ایک انڈا نگل جاتا ہے خاکی + سبحان اللہ و بحمدہ کل غزل مرصع ہے کورنش عرض ہے ۔ المخبر مولانا شرر ۔

آداب بجالاتا ہون

از اودھ پنچ مورخہ ۹ ۔ نومبر ۱۹۰۵ء جلد ۲۹ ۔

آداب بجالاتا ہون مطلع عرض ہو ؎ زلف جاناں کیطرح ہے ٹانگ بل کھائی ہوئی + اُف تری گندھی جوانی جوش پر آئی ہوئی ۔ قسم خدا کی کیا جوش ہو معلوم ہوتا ہے کہ بوتل کا کاگ اُڑا جاتا ہو تسلیمات عرض ہے اچھا اور سنیئے ؎ اسقدر گرما گیا گندھی کہ گندھک ہو گیا + رنگ لائی ہے شرر کی آگ بھڑکائی ہوئی + واللہ قلم توڑ دیے ہین ۔ مردے مردک سنا تھا مگر (گندھی) سے (گندھک) آپ نے بنایا مگر دیکھیے رنگ نہ چاٹ جائے ۔ کورنش عرض ہے یہ شرر اور گندھک کا اتحاد ملاحظہ ہو اپنے مُنھ سے

کہ یہ مباحثہ ایک مکمل حیثیت مین ہمیشہ کے لیے یادگار رہے ہمکو یہ سُنکر نہایت خوشی ہوئی کہ جناب چکبست اور مولوی شرر صاحب مین اب کوئی ذاتی رنجش باقی نہین ہو اور یقین ہو کہ جناب منشی سجاد حسین صاحب اور مولوی شرر صاحب مین بھی صفائی ہو جائے

راقم الآثم خلاصۃ الحکما میرزا محمد شفیع شیرازی ثم الکھنوی عفاعنہ

اپنی تعریف گو کہ بیجا ہے مگر اتنا کہونگا کہ اگر آتش زندہ ہوتے تو اس شعر کی داد دیتے نیز ایک اور شعر ملاحظہ ہو ؎ دیکھنا انصاف اس پروردگار پاک کا + پردہ زر کی (پردہ عصمت) سے رسوائی ہوئی ۔ اعجاز ہے اعجاز نعت قسم ہے ستار عیوب کی کیا روانی ہے اور کیا پاکزگی دلگدازی کی صادق القول چلمن اسپر صدقے ہے آداب کا پردہ اُٹھاتا ہون حضور نے چلمن اور حلیمن کی تجنیس خطی خوب پیدا کی ایک شعر اور سُنیے ؎ ہے حلیمن سرنگون بدرالنسا ہے شرمسار + اک پیام مار سے دونو کی رسوائی ہوئی + آہا ہا شعر کیا ہے ... ... بس آگے کیا کہون تعریف ناممکن ہے مین کیا اور میرا شعر کیا آپکا حُسن سماعت و قدردانی ہے ؎ چور کے داڑھی کے تنکے کی پھریری ہو بہم + آجکل گندھی کے دل مین ہے یہ دُھن آئی ہوئی + قسم خدا کی اسکا نام جدت ہے ۔ دیکھیے اس تنکے کی اوٹ مین کیا کیا نکتے پنہان ہین اور (دُھن) بھی کیا خوب کیا کیا رعایتین ہین قدر افزائی ہے ناچیز اپنے تئین کچھ سمجھا نہین بعض تخلص کی رعایت سے شعر کہ لیتا ہون ؎ بیکسی پر اپنی رو کر یہ حلیمن نے کہا + لکھنؤ کی صبح بھی مجھکو شام رسوائی ہوئی + واللہ رقت آگئی اب ایسا شعر نہ پڑھیے گا ورنہ بزم ماتم بپا ہو جائیگی اچھا دوسرا شعر ملاحظہ ہو ۔ ؎ ہوش اُڑ جائینگے گندھی کے شمال یوسے عنبر ہے اگر طبع جناب غاد گرائی ہوئی + کیا کہنا ۔ جی ہان گندھی کیا اور اُسکی ہستی کیا ۔ گو کہ باوجود پیرانہ سالی کے عقل نہ آئی ۔ عمر بھر تو تیل بیچا کیے ؎ جو ملون کے کاگ نکالتے نکالتے ۔ ایک ٹانگ پیچ کش ہو کر رہگئی ۔ اب بچپن مین فارسی پڑھی تھی اسکا خیال آیا ہے مضمون نگار بنے ان تسلیمات عرض ہے آخری شعر ملاحظہ ہو ؎ ہے بیابانی کے تکیے پر حوالی کا درخت + پھر اسی کی ایک گلہری رنگ ہے لائی ہوئی ۔ اس شعر پر حاسد تر شرو تو ضرور ہونگے مگر اسکا جواب ناممکن ہے آداب بجالاتا ہون

المخبر مولانا شرر ۷ ۔ جولائی ۱۹۱۰ء

از اودھ پنچ مطبوعہ ۸ فروری ۱۹۰۷ء جلد ۳۲ نمبر ۶

گلزار نسیم کے جھگڑے کی تاریخ

(از طیش بلگرامی)

فاش میگویم واز گفتۂ خود دل شادم بندۂ عشقم و از ہر دو جہان آزادم

جناب اڈیٹر صاحب - تسلیم اودھ پنچ کے گذشتہ نمبر مین ایک تحریر میری نظر سے گذری جسمین اس امر کے متعلق بحث تھی کہ گلزار نسیم کی بحث نے جو اسقدر طول کھینچا ہے تو اسکے لیے کون ذمہ دار ہے چونکہ مین نے بھی اس بحث کو دلچسپی کے ساتھ پڑھا ہے لہذا اسکے متعلق مین چند خیالات ظاہر کرنا چاہتا ہون -

جناب من دو ماہ پیشتر میرا خیال تھا کہ اس بحث نے جو اسقدر طول کھینچا ہے تو اسکے لیے صرف اودھ پنچ ذمہ دار ہے - اور عبدالحلیم صاحب شرر بالکل معصوم ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ مین نے شروع سے اس بحث کے متعلق مضامین نہ دیکھے تھے محض دو چار ماہ سے مین ادھر اُدھر کچھ پڑھ لیا کرتا تھا اور چونکہ زیادہ تر مضامین اودھ پنچ مین دیکھتا تھا لہذا مین خیال کرتا تھا کہ شرر بیچارے تو خاموش ہین مگر اودھ پنچ مسلسل انکے اعتراضات اور تصانیف کی دھجیان اُڑا رہا ہے - مگر حال مین میرا لکھنؤ جانے کا اتفاق ہوا تھا وہان جاکر مین نے مختلف افواہین سُنین - کوئی شرر کو ملزم قرار دیتا ہے کوئی اودھ پنچ کی زیادتی کی شکایت کرتا تھا - اس گتھی کے سُلجھانے کے لیے مین نے وہ تمام مضامین جمع کیے جو کہ اس بحث سے متعلق شائع ہوئے تھے اور سلسلہ وار پڑھے - انکے پڑھنے سے مجھپر یہ امر آئینہ ہو گیا کہ اودھ پنچ کا کوئی قصور نہین ہے - اور جسقدر حصہ اس بحث کا قابل الزام ہے اسکے لیے شرر صاحب ذمہ دار ہین - چونکہ مین خیال کرتا ہون کہ اکثر اصحاب میری طرح اس اڈیٹر پر مین

ہونگے کہ اس بحث کی ابتدا کیونکر ہوئی۔ اور اسکی خرابیونکے لیے کون واقعی ذمہ دار ہے لہذا یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ناگوار بحث کی تاریخ کی نسبت چند سطور تحریر کیجائین جن سے ہر شخص منصفانہ نتیجہ نکال سکے۔

مارچ و اپریل - دلگداز مین شرر صاحب نے گلزار نسیم پر (ریویو) شائع کیا جسمین تین عنوان قائم کیے گئے تھے -

(۱) گلزار نسیم آتش کی تصنیف ہے -

(۲) گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہے -

(۳) گلزار نسیم کے چند قابل اعتراض شعر مثلاً پیش کیے گیے تھے -

۱۱ - مئی ۱۹۰۵ء کے اودھ پنچ مین ایک مضمون ایڈیٹوریل نکلا جسمین یہ لکھا گیا تھا کہ جس حالت مین یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ گلزار نسیم آتش کی تصنیف ہے تو اسکی زبان پر اعتراض کرنا - گویا کہ لکھنؤ کے سرمایۂ ناز شاعر آتش کی زبان پر اعتراض کرنا ہے - نیز یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ شرر کو اہل لکھنؤ کا وکیل بنکر اعتراضات شائع کرنے کا منصب نہین حاصل ہے وہ اپنی ذاتی ذمہ داری پر ایسا کر سکتے تھے - علاوہ اسکے چند اعتراضات کا جواب بھی دیا گیا تھا - مین نے اودھ پنچ کا یہ مضمون دیکھا اسمین کوئی ایسی بات نہ تھی جو کہ شستہ ظرافت کے پایہ سے گری ہوئی ہو - اور دیگر حضرات یہ مضمون دیکھکر اپنا اطمینان کر سکتے ہین -

اگر شرر صاحب کے مزاج مین مصالحت پسندی کا جوہر ہوتا تو وہ یا اودھ پنچ کے مضمون کا باضابطہ جواب دیتے یا خاموش رہتے مگر انھون نے ایسا طریقہ اختیار کیا جس سے اڈیٹر اودھ پنچ کی سراسر سبکی اور علی توہین متصور تھی اور مین شرر صاحب کی اس نازیبا حرکت کو اصل بنائے فساد قرار دیتا ہون - یعنی شرر صاحب نے ۱۶ - جون ۱۹۰۵ء کے ریاض الاخبار مین ایک مضمون (بدر) کے نام سے شائع کرایا جسمین یہ لکھا تھا کہ ۱۱ - مئی ۱۹۰۵ء اودھ پنچ مین جو مضمون شرر کے خلاف شائع ہوا ہے وہ منشی سجاد حسین کا لکھا ہوا نہین ہے

بلکہ کسی اور شخص کا لکھا ہوا ہے (اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اس مضمون کا انداز عبارت شرر کے انداز عبارت سے بالکل مشابہ ہے سرمو فرق نہین) اور یہ لکھکر اودھ پنچ کے اڈیٹوریل مضمون کا خوب خاکہ اڑایا گیا تھا اور اسکے لکھنے والے کو فاتر العقل وغیرہ کا خطاب دیا گیا تھا - مین پوچھتا ہون کہ اس سے بڑھکر اڈیٹر اودھ پنچ کی کیا ذلت ہوسکتی تھی کہ اسکے مضمون کے لیے لکھا جائے کہ کسی اور شخص کا لکھا ہوا ہے - شرر صاحب بھی لکھنؤ مین رہتے ہین - شرر صاحب اُن سے دریافت کر سکتے تھے کہ آیا یہ آپ کا مضمون ہے کہ (راقم کا نام غلطی سے رہ گیا ہے - مگر شرر صاحب کا تو منشا ہی کچھ اور تھا - اسی سلسلہ مین اڈیٹر اودھ پنچ کی تردید مین ایک بیہودہ اور فحش مضمون اپریل ۱۹۰۵ء کے پیام یار غالباً یہ نمبر پیام یار کا حسب معمول دو ایک ماہ بعد شائع ہوا ہوگا) مین پھر (بدر) کے نام سے اور شرر کی تائید مین شائع ہوا جسمین مختلف بیہودہ کلمات کے علاوہ یہ بھی لکھا گیا تھا کہ منشی سجاد حسین صاحب نے کچھ ایسی گھڑی جنم لیا ہے کہ ہندو مسلمانون کا جب کوئی جھگڑا پیش ہوتا ہے تو وہ ہندوؤن کا ساتھ دیتے ہین اور اسی اصول پر گلزار نسیم کی طرفداری کر رہے ہین - یہ فقرہ بہت قابل لحاظ ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتدا ہی مین شرر اور اُنکے طرفدارون نے اس علمی بحث کو ایک مذہبی جھگڑا بنانے کی کوشش کی (مگر اودھ پنچ نے ان بیہودہ اور فحش کلمات کو تو ناقابل لحاظ سمجھکر ترکی بترکی جواب نہ دیا ۲۹ - جون ۱۹۰۵ء کے

---

۵ مثلاً شرر کا اعتراض تھا کہ جانی کا لفظ سوائے معشوقہ کے اور وہ بھی خلوت کے وقت (کسی دوسرے کی شان مین نہین استعمال ہوسکتا - اڈیٹر اودھ پنچ نے اس اعتراض کی نسبت لکھا تھا کہ ابا جانی جو لکھنؤ کا عام محاورہ ہے اسکی ماہیت کیا ہو کیا معشوق کو ابا جانی بھی کہ سکتے ہین اسکا جواب ان بیہودہ الفاظ مین دیا گیا تھا کہ آپ اپنی والدہ کو جانی کہئے تو آپ کے والد آپ کو بتا دینگے کہ (جانی) کا استعمال غلط ہے کہ صحیح ناظرین خود انصاف کر سکتے ہین کہ اودھ پنچ کے پہلے مضمون کے خلاف ایسے بیہودہ مضامین شائع کیے گئے تھے ۱۲

اودھ پنچ مین ایک مضمون مولانا (بدرالشرر) کی خاک بیزی)) کے عنوان سے لکھا اور اسمین ان گستاخانہ حملون کو سنسکرٹ ڈالدیا - یعنی یہ لکھا کہ شرر نے ہمارے ساتھ بھی وہی ظلم کیا ہی جو پنڈت دیا شنکر نسیم کے ساتھ کیا ہے یعنی ہمارے جیتے جی یہ لکھتے ہین تکلف نہین کیا کہ جو مضمون ۱۱ مئی کے پنچ مین اڈیٹوریل کالم مین شائع ہوا ہے وہ ہمارا نہین ہی - بلکہ کسی نامہ نگار کا ہے - موت کے بعد تو خدا ہی حافظ ہے - ان فقرون کے علاوہ اکثر اعتراضات کے جواب الجواب بھی لکھے تھے - اودھ پنچ کے اس مضمون کے جواب مین ایک بیہودہ اور فحش مضمون پھر پیام یار مین شائع ہوا ہے جسکے فقرے کسی مہذب تحریر مین نقل نہین ہو سکتے - اس مضمون مین منشی سجاد حسین صاحب کی شان مین متعدد گستاخانہ کلمے لکھے گئے تھے - ممکن ہے شرر یہ عذر پیش کرین کہ چونکہ ان مضامین کے نیچے انکا نام نہین لکھا تھا اسلئے وہ انکے ذمہ دار نہین ہین بیشک شرر قانوناً ان مضامین کے ذمہ دار نہین ہین - مگر اخلاقاً وہ انکے ذمہ دار ضرور ہین کیونکہ سب اہل لکھنؤ جانتے ہین کہ مضمون شرر کی مرضی سے شائع ہوتے تھے اور انکی تردید کرنے کے برعکس انھون نے اتحاد مین انکے لکھنے والے کو (یعنی) (بدر) جو کہ اسم فرضی کے بدلے ان مضامین کے نیچے لکھا رہتا تھا (مکرم) کا خطاب دیا (دیکھو اتحاد یکم اگست ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ - جب اس قسم کے بیہودہ اور فحش مضامین اودھ پنچ کے خلاف نکلے تو اسکے نامہ نگارون نے بھی کروٹ لی اور جانصاحب کی ریخچی - نکلی جسمین شستہ ظرافت کے پیرایہ مین شرر کی دیہاتی زبان کا خاکہ اڑایا گیا تھا اسکے بعد ۲۰ - جولائی ۱۹۰۵ء سے آتش کے مشہور خطوط کا سلسلہ شروع ہوا ان خطوط مین یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ شرر کے اعتراضات والے مضمون ہین - کس قدر منطقی لغزشین ہین اور شرر نے کیا کیا رنگ دیے ہین آتش کے دو خط شائع ہوئے تھے کہ جناب منشی احمد علیصاحب شوق کا لاجواب مراسلہ ۳ - اگست ۱۹۰۵ء کے اودھ پنچ مین شائع ہوا یہ لکھنے کی ضرورت نہین کہ منشی صاحب موصوف نے صاف صاف الفاظ مین لکھدیا تھا کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان ہی

اور اگر کچھ غلطیاں نسیم کے کلام مین موجود ہین تو اُن سے کسی شاعر کا کلام پاک نہین ہے چنانچہ آپ نے نظیری ظہوری وغیرہ کی غلطیان تمثیلاً پیش کردی تھین منشی سجاد حسین صاحب نے اس مراسلہ کو تو قول فیصل قرار دیا۔ جسکے معنی یہ تھے کہ گویا بحث کا خاتمہ ہوگیا۔ اور واقعی یہ ہے۔ جناب منشی احمد علیصاحب شوق کے ایسے مشہور اور مستند شاعر کا قول فیصل ہر صورت قابل وقعت تھا مگر شرر صاحب نے اپنی خفت پر جھلا کر پھر ایک ایسی نازیبا حرکت جس سے بحث تازہ ہوگئی اور جسکا خمیازہ اب وہ اُٹھا رہے ہین۔ یعنی ۳۔ اگست کو حضرت شوق کا مراسلہ شائع ہوا۔ یکم اگست ۱۹۰۵ء کے اتحاد مین جو کہ ۹۔ اگست کو شائع ہوا تھا) شرر نے اڈیٹر اودھ پنچ کو (شہدا) قرار دیا۔ اور اودھ پنچ کو بحیثیت مجموعی بدنام اور ذلیل کرنا چاہا اور یہ لکھا (کہ اودھ پنچ نے اس بحث کو) گلزار نسیم کی بحث) بہت ناپاک اور گندے طریقہ سے اُٹھا لیا) ہر منصف مزاج اس اودھ پنچ کے فائل اُٹھا کر دیکھ سکتا ہے کہ یکم اگست مین جو مضامین اڈیٹر اودھ پنچ اور منشی احمد علیصاحب شوق کے نکلے ہین۔ یا آتش کے خطوط شائع ہوئے ہین اُنمین۔ اُنمین کس مین شہدین کا اظہار کیا گیا ہے اور کس مین پاک اور گندہ طریقہ بحث کا اختیار کیا گیا ہے۔ کیا طریقہ اختیار کیا جاتا تو قابل معافی تھا۔ کیونکہ یا فاضل الاریب (بدر) والے مضمون مین اور پیام یار کے گندے اور ناپاک آرٹین بلاوجہ سخت و سست کہا گیا تھا۔ اصل یہ ہے کہ منشی سجاد حسین صاحب نے منشی احمد علیصاحب شوق کے مراسلہ کو قول فیصل مانکر بحث کو ختم کردیا تھا۔ مگر شرر صاحب نے یہ دیکھ کر کہ حضرت شوق کے محققانہ مراسلہ نے انکے اعتراضات کی وقعت کھودی اپنی جھینپ مٹانے کے لیے۔ دوسرا طریقہ اختیار کیا یعنی اس تعلیمی مباحثہ کو مذہبی اور قومی جھگڑا بنانا چاہا۔

اور لوگون کو اودھ پنچ کے خلاف یہ لکھکر برانگیختہ کرنا چاہا کہ اودھ پنچ ایک ہندو شاعر کی طرفداری کر رہا ہے جیسا کہ پیام یار مین بیشتر ہی لکھا جا چکا تھا کہ منشی سجاد حسین صاحب نے ایسی گھڑی چنیم لیا ہے کہ جب ہندو مسلمانون کا جھگڑا ہوتا ہے تو وہ ہندوون کا ساتھ دیتے ہین

لہذا اس موقع پر بھی گلزار نسیم کے مؤید ہین - نیز شرر کی تائید مین اور نسیم مرحوم کی خدمت مین جو فحش ناپاک اور گندے مضامین مسلسل نکل رہے ہین اور جنکی بدولت (اتحاد و دلگداز بند ہے) انھین ناپاک مضامین کی نسبت حضرت شرر اپنے قلم مبارک سے اتحاد مین تحریر فرماتے ہین کہ ان مضامین پر ہمارے احباب اور اُردو مذاق سخن کے قدردان ضرور توجہ کرین خاصتہً مسلمان پبلک کی توجہ) کی ضرورت ہی (دیکھو اتحاد یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۸) ہم شرر اور اُنکے معاونین سے پوچھتے ہین کہ اگر شرر نے اس علمی مباحثہ کو قومی یا مذہبی جھگڑا نہین بتادیا ہے تو اس جملہ کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی (کہ خاصتہً مسلمان پبلک کی توجہ کی ضرورت ہی)

اب تو شرر صاف صاف گلزار نسیم کی بحث کو مذہبی اور قومی جھگڑا بتا رہے ہین - مگر ہم دیکھتے ہین کہ شروع ہی سے انکا دیرہ یہی مطلب تھا کہ گلزار نسیم کی بحث مین قومی و مذہبی تعصب سے کام لیا جائے - کیونکہ گلزار نسیم کے نئے ایڈیشن پر جب انھون نے ریویو کیا تو ایسے الفاظ نسیم مرحوم کی شان مین استعمال کیے جن سے قومی و مذہبی تعصب کی تو انائی تھی) کہین نسیم کو دریدہ جاہل و بدتمیز قرار دیا ہے - کہین گلزار نسیم کی زبان کو لکھنؤ کی بازاری زبان سے بدتر کہا ہے - جن صاحب کو شک ہو وہ مارچ و اپریل ۱۹۰۵ء کے دلگداز دیکھکر میرے بیان کی تصدیق کرسکتے ہین - اور سب سے زیادہ شرمناک حرکت شرر صاحب کی یہ ہے کہ انھون نے نسیم کے چال چلن پر حملہ کیا ہے - یعنی آپ نے مارچ کے دلگداز مین لکھا ہے کہ کوئی تعجب کی بات نہین اگر آتش نے (اس دلبستگی کی بنیاد پر جو انھین نوعمر شاگرد (یعنی نسیم) سے تھی اس مثنوی (گلزار نسیم کو) تفنن طبع کے طور پر کہا ہو اور . . . . . پھر بجائے اپنے اسی کی طرف منسوب کردیا ہو (دلگداز مارچ ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۴) جب یہ اعتراض کیا گیا کہ آخر آتش کو نسیم کے ساتھ کیا دلبستگی تھی تو اسکا جواب ریاض الاخبار کے (بدر) والے مضمون مین یون دیا گیا - کہ مولانا شرر نے . . . خود تو یہ فیصلہ کیا ہے کہ اسی گلزار نسیم) کو کیا عجب آتش نے تفنن طبع کے لیے کہا ہو اور غلطیان دیکھ کے (نوعمر خوبصورت شاگرد کیطرف منسوب کردیا ہو

(دیکھو ریاض الاخبار ۶ جون ۱۹۰۵ء صفحہ ۵) اسکے بعد مئی ۱۹۰۵ء کے پیام یار مین
جو حسب معمول دیر سے شائع ہوا تھا) مولانا شرر کے اس وعدے کی یون تشریح کی گئی کہ
(آتش . . . نے پنڈت جی (نسیم کو بنایا تھا . . . کیونکہ کشمیری حسن نے وہان تو
من شدی من تو شدم کا مضمون پورا کر رکھا تھا خالی بنانے کے لیے مثنوی کی وضع مین
کچھ غلط سلط شعر کہہ دیے تھے پنڈت جی) (نسیم) نے خوشی مین آکے اسے شائع کر دیا
اور یہ نہ سمجھے کہ مین اُستاد کا شاگرد نہین مسخرا ہون) بجاے اسکے کہ شرر ان نئے اور
بیہودہ مضامین کی ظاہرا تردید کرتے انھون نے (اتحاد مین اس شخص کی بہت تعریف کی
جسکا نام ان مضامین کے نیچے لکھدیا جاتا تھا۔ یعنی (بدر) کی۔ چنانچہ انھین مضامین
کی نسبت شرر صاحب فرماتے ہین کہ اعتراضون کے جواب مین اودھ پنچ کے صفحون پر
کچھ لکھا گیا ہے وہ خود بتائے دیتا ہے کہ ان اعتراضات کے اُٹھانے کی کوشش کہانتک
کامیاب ہوتی ہے۔ اگر کسی صاحب کے دل مین کچھ شبہ رہگیا ہو تو اسکا فیصلہ
. . جناب بدر نے کردیا" (دیکھو اتحاد یکم جولائی ۱۹۰۵ء صفحہ ۳) شرر صاحب
ہر ایک سے کہتے پھرتے ہین کہ مسٹر چکبست نے۔ گلزار نسیم کے نئے ایڈیشن کے
دیباچہ مین نسیم کو اکثر شعراے لکھنؤ پر ترجیح دی ہے اور قومی جوش سے کام لیا ہے
اس لیے دلگداز مین نسیم کی خبر لیگئی۔ اگر یہ مان لیا جاوے کہ چکبست نے واقعی اور
شعراے لکھنؤ کے ساتھ ناانصافی کی ہے تو اسکے ذمہ دار چکبست ہین نہ کہ نسیم۔ اگر شرر کو
اعتراض کرنا تھا تو وہ چکبست کے دیباچہ پر اعتراض کرتے۔ بقول حضرت جلیل (مہتمم
دبدبہ آصفی) یہ کہانکا انصاف ہے کہ چکبست کے مقدمہ کے جواب مین گلزار نسیم کے
بھول روندے جاتے ہین بلکہ نسیم مرحوم) کی شان مین فحش کلمے استعمال کیے جاتے ہین اس سے
بڑھکر بد تہذیبی اور بد اخلاقی کیا ہو سکتی ہے مین نے خود چکبست کا دیباچہ پڑھا ہے نہ
خود مسٹر چکبست کے اکثر خیالات سے اتفاق نہین ہے۔ مثلاً یہ ماننے کو تیار نہین ہون کہ

نسیم کی غزلین رند و صبا کی غزلون کے پایہ کی ہین - مگر اسکے معنی یہ نہین ہین کہ مین نسیم مرحوم کی شان مین فحش کا استعمال کرنے پر آمادہ ہو جاؤن یا چک بست کو گالیان دینے لگون ہر شخص ایک خیال کی پرستش نہین کر سکتا - دیکھا تو یہ جاتا ہے کہ خیالات کا اظہار کس صورت سے کیا جاتا ہے - چک بست کی رائے سے اتفاق ہو کہ نہو مگر کوئی یہ نہین کہ سکتا کہ چک بست نے رند و صبا کی توہین کی ہے (برعکس اسکے رند و صبا و نسیم کا موازنہ نہایت تہذیب و متانت کے ساتھ کیا گیا ہے امانت مرحوم کی شاعری کی نسبت جو کچھ کہا گیا ہے بہت صحیح کہا گیا ہے اس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا - اور اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ چک بست نے آتش و ناسخ و رند و صبا کی توہین کی ہی تو اس سے یہ نتیجہ کیونکر نکلتا ہے کہ چک بست کو جواب دینے کے بدلے نسیم مرحوم کی شان مین بیہودہ الفاظ استعمال کیے جائین - اور گلزار نسیم پر بے تکے اعتراض محض اس امید پر جڑے جائین کہ مسلمان تو سب اعتراضات تسلیم ہی کر لین گے اور اگر کوئی انصاف پسند مسلمان ان اعتراضات کی تردید کرے تو اُسے گالیان دیجائین - جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہین - کہ تین چار ماہ سے برابر جناب اڈیٹر صاحب اودھ پنچ و جناب منشی علی احمد صاحب شوق - پروفیسر شہباز حضرت صبا دہلوی جناب مُنّے آغا صاحب ہوش لکھنوی مولوی ممتاز حسین صاحب عثمانی - جونیر اڈیٹر الحکم وغیرہ کی شان مین فحش اور بیہودہ مضامین نکل رہے ہین - اور اسی قسم کے مضامین کی نسبت شرر صاحب لکھتے ہین کہ مسلمان پبلک کی توجہ کی خاص ضرورت ہے -

اصل یہ ہے کہ اسوقت تو شرر صاحب نے متعصبانہ حمایتونکی معذرت کے لیے (بہانہ بسیار مین سے) یہ بہانہ ڈھونڈھ لیا ہے کہ چونکہ چک بست نے نسیم کی تعریف کی تھی اور انکو رند و صبا کا مدمقابل ٹھہرایا تھا لہذا بحیثیت ایک مسلمان کے میرا فرض یہ تھا کہ نسیم کی دھجیان اُڑا دون مگر جو لوگ شرر صاحب سے واقف ہین وہ بخوبی جانتے ہین کہ اس قسم کی ہنگامہ آرائیان آپ کی عادت مین داخل ہین - جب شرر صاحب نے منصور موہنا" لکھکر

ہندو مسلمانون مین - آتش تعصب شتعل فرمائی - تو اُسوقت کونسا دیباچہ لکھا گیا تھا - یا جب (سکینہ بنت حسین) پر آپ نے ایک بیہودہ مضمون لکھکر شیعہ سُنیون مین جنگ - آدائی کرادی اور خود بھی حیدر آباد مین سخت خفت اُٹھائی تو اُسوقت کس نے آپ کو پکڑا تھا مین کہتا ہون کہ جو شخص اپنے مذہب کی ایک مقدس خاتون کی شان مین بیہودہ اور گستاخانہ کلمے لکھنے مین تکلف نکرے اسکے لیے غیر مذہب کے کسی شاعر کی توہین کرنا کیا بات ہے - اسیطرح جب آب حیات (مصنفہ آزاد دہلوی) شائع ہوئی تو اسکا خیر مقدم دلی لکھنؤ کے اساتذہ نے نہایت کشادہ پیشانی سے کیا - کیونکہ یہ سب جانتے تھے کہ جو کچھ حالات شعرائے لکھنؤ و دلی کے اس کتاب مین قلمبند کیے گئے ہین وہ دس برس اگر اور نہ لکھے جاتے تو کسی کو یاد بھی نہ رہتے - مگر شرر صاحب نے اپنے اُردو لٹریچر والے مضمون مین محمد حسین صاحب آزاد مصنف آب حیات کو بھی تعصب کا ملزم ٹھہرایا اور یہ لکھا کہ آزاد نے دہلی کے تو بہت سے شعرا کا ذکر کیا مگر لکھنؤ کے صرف دو ہی شاعر (ناسخ) تذکرے کے لیے منتخب کیے اور رند و صبا و جلیل و رشک وغیرہ کو چھوڑ دیا جو کہ اکثر باتون سے آتش و ناسخ سے بڑھکر تھے اس مضمون کا صرف یہ مطلب تھا کہ دہلی اور لکھنؤ کی پرانی معرکہ آرائیون کا زخم تازہ ہو جائے ورنہ جس شخص کو اُردو تاریخ سے کچھ بھی واقفیت ہے وہ جانتا ہے کہ محمد حسین آزاد نے اپنا تذکرہ پانچوین دور پر ختم کردیا ہے اور چونکہ لکھنؤ مین آتش و ناسخ و دبیر و انیس اس پانچوین دور کے باکمال شعرا تھے - لہذا انکا ذکر کیا ہے رند و صبا و رشک وغیرہ چھٹے دور کے شعرا تھے - جنکا ذکر پانچوین دور مین نہین ہو سکتا تھا - لہذا انکا ذکر نہ کرنا محمد حسین آزاد کے تعصب کا ثبوت نہین خیال کیا جا سکتا تھا - ان شانون کے پیش کرنے سے یہ غرض ہے کہ شرر صاحب نے اپنی قدیم عادت کے مطابق دگلزار نسیم کے متعلق یہ ہنگامہ برپا کیا تھا اور یہ سمجھے تھے کہ سب اہل اسلام اس علمی تعصب مین میرے شریک رہینگے مگر اڈیٹر صاحب اودھ پنچ و منشی احمد علیصاحب شوق کے دندان شکن مضامین نے شرر صاحب کے حواس گم کردیے - گو کہ مسٹر چک بست نے منشی احمد علیصاحب شوق کے

خلاف لکھا تھا مگر منشی صاحب کی عالی ظرفی اور بلند نظری نے یہ نہ گوارا کیا کہ چک بست کو خواہ مخواہ گالیاں دینے لگیں یا گلزار نسیم کو پامال کرنا شروع کردیں بلکہ برعکس اسکے آپ نے جو حق بات تھی وہ لکھدی شرر یاد رکھیں کہ اسلام کا نام ایسی ہی انصاف پسندی سے روشن ہوتا ہے جسکا ظہور جناب شوق سے ہوا ہے - نہ کہ بیہودہ ہٹ دھرمی سے خیر کچھ ہو شرر صاحب اپنی ان حرکتوں کی بدولت کئی مرتبہ خفت اُٹھا چکے ہیں مگر اس مرتبہ اُدھیڑ بُن سے سابقہ پڑا ہے جسکا ازالہ نہیں مانگتا - حضرت شرر اکثر مضامین میں یہ بھی شایع کراتے ہیں کہ تمام اساتذہ حال اور تمام اخبار اور رسالہ میری طرف ہیں اور میرے اعتراضات تسلیم کرتے ہیں مگر یہ محض غلط ہے آج تک ایک مستند شخص نے بھی شرر کی تائید میں ایک حرف نہیں لکھا اور نہ کسی باوقعت اخبار یا رسالہ نے انکی تائید کی ہے اس بحث کے متعلق جو قابل لحاظ مضامین نکلتے ہیں ان سے اقتباس درج ذیل ہیں جناب مفتی احمد علی صاحب شوق تحریر فرماتے ہیں -

(الف) میں تو یہی کہونگا کہ یہ مثنوی نسیم مرحوم ہی کی ہے اسکے خلاف صرف قصہ اور کہانیوں سے کوئی دلیل اس بات پر نہیں قائم ہو سکتی کہ یہ مثنوی کسی اور کی ہے اگر گلزار نسیم حضرت نسیم کی نہیں ہے تو گلستان شیخ سعدی کی نہیں ہے - اور خمسہ نظامی کا نہیں ہے اس کے لیئے بھی حضرت نسیم کی جانب سے چند قصہ تصنیف ہو سکتے ہیں -

(ب) نسیم مرحوم لکھنؤ کے رہنے والے تھے اہل زبان تھے جب باہر والے لکھنؤ میں رہ کر زبان دان ہو سکتے ہیں تو وہ شخص جسنے لکھنؤ میں پیدا ہو کر یہیں آنکھیں کھولی ہوں یہیں زبان کھولی ہو اُسکا فصیح البیان ہونا کیا تعجب کی بات ہے -

(ج) نسیم مرحوم سے اگر کہیں چوک ہوئی ہو تو اس سے انکی فصاحت اور شاعری پر حرف نہیں آسکتا . . . . . مثل ہے کہ شہسوار ہی گرتا ہے - اس سے میری غرض یہ ہے کہ شاعر ہی سے خطا ممکن ہے - نہ کہ اُس سے جو شعر ہی نہ کہے آپ شعرائے فارس کے دیوانوں کو

ملاحظہ فرمائیے کتنے شعرا ایسے ملین گے جنھون نے الف کے دھوکے مین عین کو تقطیع سے گرا دیا ہے تو کیا اس سے اُنکی اُستادی اور فصاحت بیانی مٹ گئی تو یہ البتہ اسقدر ہم کہین گے کہ دھوکا ہوا۔ خطاے انسانی کی مثالین مین پیش کرتا ہون شاید میرے اُن دوستونکی جو نسیم مرحوم پر نکتہ چینی فرما رہے ہین ان مثالون سے تسکین ہوجائے اس موقع پر جناب شوق نے محتشم کاشی کلیم اسمعیل اصفہانی ظہوری وغیرہ کی غلطیان دکھلائی ہین۔ مضمون شوق مطبوعہ ۳۔ اگست ۱۹۰۵ء دوسرے مضمون مین جناب شوق فرماتے ہین مین اپنے معزز دوست حضرت چکبست سے رشک کرون تو درست ہے۔ غالبًا میرے معزز دوست بابو جوالا پرشاد صاحب برق کو یہ بات یاد ہوگی مین نے قیام لکھنؤ کے زمانہ مین ایکبار قصد کیا تھا کہ نسیم مرحوم کی لائف لکھون اور اسکا ذکر بھی کیا تھا مجھے زمانہ کی گردش نے لکھنؤ سے دور پھینک دیا اور حضرت چکبست میرے دل کی تمنا کو اُڑا لیگئے۔ خیر تمنا تو نکل گئی وہ میرے قلم سے نہین حضرت چکبست کے قلم سے سہی . . . . نسیم کی لائف لکھکر اگر حضرت چکبست نے اُردو کی شاعری اور زبان پر احسان کیا ہے تو انکا شکر گذار ہونا مناسب ہے تاکہ حوصلے بڑھین اور لائف سے مُردون کے نام زندہ ہون۔ آخر مین اور حضرت شرر سب مرنے کو آئے ہین اگر مین زندگی مین یہ خیال کرون کہ مرنے کے بعد مجھے لوگ گالیونسے یاد کرینگے۔ تو کس قدر میری روح کو زندگی مین تکلیف ہو (مضمون شوق مطبوعہ ۱۷۔ اگست ۱۹۰۵ء اودھ پنچ)

حضرت حسرت موہانی اڈیٹر اُردوے معلّٰے تحریر فرماتے ہین —

(۱) (گلزار نسیم) کی تصنیف کو طریقہ آتش کے ساتھ منسوب کرنا خطا ہے بلکہ ہمارے نزدیک اس قسم کی بے بنیاد روایتونکو درحقیقت صحیح سمجھنا اپنے تئین۔ مذاق صحیح سے بیگانہ ثابت کرنا ہے —

(۲) گلزار نسیم کی زبان بیشک لکھنؤ کی زبان ہے اگرچہ اسمین بعض غلطیان موجود ہین

لیکن ساتھی اسکے ان چند غلطیونکی بنا پر یہ کہنا غایت درجہ کی کوتہ نظری ہی - کہ نسیم کی زبان لکھنؤ کی زبان نہین ہی - یا یہ کہ ان غلطیون نے (گلزارنسیم) کو مٹا دیا -

(۳) حضرت شرر کے اعتراضون مین سے اکثر اعتراضات موجودہ زبان کے لحاظ سے صحیح ہین اور غالباً مسٹر چکبست کا مضمون (جواب) دیکھنے سے پہلے بہت سے لوگون کا یہ خیال ہوگا کہ انکا کوئی جواب ہو ہی نہین سکتا لیکن مسٹر چکبست نے جس محنت اور قابل تعریف تلاش کے ساتھ اساتذہ کے اشعار سے مثالین اور سندین بہم پہونچائی ہین اسکی داد انکے حریفونکو بھی دینا پڑیگی اور اگر انصاف سے کام لیا جائے تو اکثر غلطیونکے الزام سے نسیم کو مجبوراً بری کرنا پڑیگا (اُردوے مُعلّٰے بابت ماہ اگست ۱۹۰۵ء و دسمبر حضرت جلیل (مہتمم دبدبۂ آصفی) تحریر فرماتے ہین کہ مولانا حالی کے مقدمہ کا جواب یون دیا گیا تھا کہ انکی زبان و بیان اور دیوان کی دھجیان اُڑا دیگئی تھین یہان مقدمہ (چکبست) کے جواب مین گلزارنسیم کے پھول روندے جاتے ہین -

اگر مثنوی سحر حسن دہلی کے لیئے سرمایۂ فخر ہے تو گلزارنسیم لکھنؤ کے لیئے وجہ ناز ہی اور یہ کچھ آج کی تصنیف نہین اسپر کئی دور گذر چکے ہین اور ہر دور مین دونون مقبول رہین - اب اگر اہل دہلی سحر البیان کی بُرائی کرین یا اہل لکھنؤ گلزارنسیم کی ہجو فرمائین تو یہ کہا جائیگا کہ اپنے عیوب آپ کھولتے ہین . . . . . اغلاط سے پاک کوئی تصنیف نہین ہوسکتی - کہا جاتا ہی کہ گلزارنسیم مین بہت زیادہ نقصانات ہین ممکن ہے کہ ایسا ہو - اور ممکن ہے کہ مثنوی سحر حسن مین بھی اسیقدر نقصانات ہون - مگر اسوقت ان مضامین کی تنقید کی حاجت نہین ہے - اور نہ انسے انکی مقبولیت کو کچھ ضرر پہونچ سکتا ہے - (گلزارنسیم) کے متعلق طرح طرح کے مباحث در پیش ہین - گلزارنسیم مین شاعری کیسی ہی -

زبان لکھنؤ کی ہی یا نہین - نسیم کا شعر امین کیا رتبہ ہے حقیقت اتنی ہی کہ مثنوی گلزارنسیم لکھنؤ کے ایک کہنہ مشق قادر سخن کی تصنیف ہے - آتش نے کہی ہو یا کسی نے

ہم کو اس سے بحث نہین - جناب مولوی عبدالحلیم شرر سے اسکی ابتدا ہوئی کہ انھون نے گلزار نسیم پر ریویو فرمایا اور نقائص کو چن چن کر دکھایا انکی بحث بڑی قابلیت کے ساتھ ہے . . . . مگر مسٹر چکبست نے جو جواب کہ اُردو سے مُعلّٰی مین دیا ہے وہ بھی دیکھنے کا ہے خصوصًا سند کے اشعار بہم پہونچائے ہین انکی تلاش حیرت انگیز ہے - سب اعتراضات کا بجا ہونا جسطرح دشوار ہے اسیطرح ہر ایک جواب کا باثواب ہونا بھی مشکل ہے - دبدۂ آصفی مطبوعہ ۹ - رجب المرجب ۱۳۲۳ھ ہجری نقاد لکھنؤی رسالہ مین تحریر فرماتے ہین - گلزار نسیم اس قبیل کی ایک نظم ہے کہ جیسے جیسی مرتبہ اور جتنے غور سے پڑھیے ایک نیا لطف ملتا ہے - اور جب ذہن اسکے دقائق اور نزاکت فن تک پہونچتا ہے تو ایک وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے درحقیقت اسمین ایسے نازک استعارہ اور بلند خیالی کے مُوتی موجود ہین جو اُردو شاعری کی انتہاے ترقی کا پتہ دیتے ہین اور مجموعی حیثیت سے اسمین اعلیٰ شاعری کے اتنے ارکان جمع ہوگئے ہین جو دوسری مثنویون مین بلکہ اُردو کی کل تصانیف مین کمیاب کا حکم رکھتے ہین (زمانہ ۷ - جون ۱۹۰۵ء اخبار قلقل رقم طراز ہے - اس بے لطف جھگڑے کی ابتدا شرر صاحب نے کی ہے - نہین معلوم کہ انکو کیا ضرورت داعی ہوئی تھی کہ نسیم ایسے شاعر کا جنکی شاعری اپنا نقش جما چکی ہے آج یہ اعتراضات تذکرہ کیے جائین - جبکہ حضرت حافظ فرما گئے ہین -

بہ مستان نوید سرودے فرست بہ یاران رفتہ ورودے فرست

نسیم - آج نہین - انکی مثنوی زیر تصنیف ما ابتدا زیر طبع نہین ہے - بہار شمار اعتراضات سے وہ کیا اصلاح ہو جو منظور تھی - وغیرہ وغیرہ - (قلقل مطبوعہ - نومبر ۱۹۰۵ء حکیم برہم صاحب لکھتے ہین کہ جو اعتراضات شرر نے کیے ہین گو موجودہ زمانے مین انکا حرف حرف صحیح ہے - مگر جس زمانے مین نسیم نے اسوقت کی زبان اور طرز کلام اور تصرفات کو دیکھتے ہوئے ہم نسیم کی کوئی خطا نہین دیکھتے - ریاض الاخبار مطبوعہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۵ء

ان اخبارون اور رسالون کے علاوہ رسالہ زندہ دل اودھ اخبار تفریح وغیرہ نے شرر صاحب کی لغویت کا خاکہ اُڑایا ہے۔ اب ہم اس مضمون کے آخر مین شرر صاحب سے اور انکی معاونین سے چند سوالات پوچھتے ہین اور ناظرین پر انکا انصاف چھوڑتے ہین

(۱) اودھ پنچ مین جو پہلا مضمون (۱۱ مئی ۱۹۰۵ء گلزار نسیم سے متعلق نکالا تھا اس پر ایسا بیہودہ اور پردہ جلہ (بدر) والے مضمون مین (مطبوعہ ۱۶ جون ۱۹۰۵ء رہنمائے الاخبار کیون لکھا گیا۔ اور واقعی یہ بنائے فساد ہے کہ نہین۔ اور نیز اودھ پنچ کے اس مضمون کے جواب مین پیام یار مین فحش اور گندہ مضمون اسلیے شائع کیا گیا۔

(۲) یکم اگست تک جو مضامین اڈیٹر اودھ پنچ کے حکم سے گلزار نسیم کے متعلق نکلے تھے اُن مین کوئی حرف یا جلہ ایسا تھا جسکے لیے یکم اگست کے اتحاد مین اڈیٹر صاحب موصوف کو متشہدے کا خطاب دیا گیا۔ آیا یہ شرر کی زیادتی ہے کہ نہین اور وہ سرزنش کے مستحق تھے کہ نہین۔

(۳) مسٹر چک بست کے قلم سے کون جلہ بدتہذیبی کا نکلا ہے کہ انکے خلاف فحش اور گندے مضامین شائع ہو رہے ہین۔

(۴) اگر شرر اس علمی جھگڑے کو مذہبی جھگڑا بنانا چاہتے ہین تو گلزار نسیم کے خلاف جو فحش مضامین نکل رہے ہین انکی نسبت انھون نے یہ جلہ کیون لکھا کہ اُنپر مسلمان پبلک کی توجہ کی خاصکر ضرورت ہے۔ اور اودھ پنچ کے پہلے ہی مضمون (مطبوعہ ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء) کے جواب مین یہ کیون لکھا گیا کہ منشی سجاد حسین نے کچھ ایسی گھڑی جنم لیا ہے کہ جب ہندو مسلمانون کا جھگڑا درپیش ہوتا ہے تو وہ ہندو نکا ساتھ دیتے ہین۔

(۵) ان سب حرکات نازیبا کے بعد آیا شرر اس بات کے مستوجب تھے کہ نہین۔ کہ نامہ نگاران اودھ پنچ کافی طور سے انکی خبر لین تاکہ آئندہ وہ ایسے ناشائستہ افعال سے باز رہین۔

(۶) شرر جو بار بار اس قسم کے فقرے شائع کراتے ہین کہ لنکے اعتراضات سب اسا ندہ حال نے تسلیم کرلیے ہین تو یہ محض بے بنیاد دعوے ہے کہ نہین۔

(۷) آخر مین یہ سوال ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ اودھ پنچ اور مسٹر چکبست نے شرر کے ساتھ زیادتی کی تو یہ کہانکی شرافت اور تہذیب ہے کہ نسیم مرحوم کی شان مین فحش اور گندے مضامین برابر شائع کیے جائین۔

(۸) کسی مرے ہوے بزرگ کی توہین کرنا انتہا درجہ کا کمینہ پن ظاہر کرتا ہے کہ نہین

راقم ب ع طیش بلگرامی۔

اودھ پنچ کے گو کہ ایسے بے نمک مضامین کا چھاپنا اودھ پنچ کی وضع کے خلاف ہے۔ مگر چونکہ اکثر احباب کی سفارش کے ساتھ یہ مضمون آیا ہی لہذا شائع کیا جاتا ہے۔ جو لوگ ابتدا سے اس بحث کا رنگ دیکھ رہے ہین اُنکے لیے اس مضمون کی ضرورت نہین۔ بیشک جو ناواقف حضرات تھوڑے عرصہ سے اس بحث مین دلچسپی لینے لگے ہین وہ اس مضمون کے پڑھنے سے اُن مغالطونکے جال مین پھنسنے سے محفوظ رہینگے جو شرر نے پھیلا رکھا ہے حضرت طیش نے شرر کی انھین گستاخیون اور بدعنوانیون کا ذکر کیا ہے جو اخبارون مین اشاعت حاصل کرنے کی وجہ سے طشت از بام ہوگئی ہین۔ نہ ابتدا سے جو جو نازیبا و ناشائستہ حرکات شرر سے ثابت ہوے ہین برابر پہونچے ہین جو اودھ پنچ کی نسبت کے خطوط کے ذریعہ سے مشہور کی گئی ہین اُنمین سے اکثر کا تحریری ثبوت موجود ہے اور اُنکا خیال کرکے جو کچھ شرر کی نسبت ابھی تک لکھا گیا ہے وہ کافی نہین ہے۔

دیباچہ گلزار نسیم

(از پنڈت برج نرائن چکبست)

پنڈت دیا شنکر صاحب کول متخلص بہ نسیم ۱۸۱۱ء مین پیدا ہوے تھے آپ کے والد بزرگوار کا نام پنڈت گنگا پرشاد کول تھا۔ لکھنؤ آپ کا وطن تھا۔ بزرگون سے سنا جاتا ہے کہ وجاہت جسکے لئے عموماً اہل کشمیر مشہور ہین آپ کا حصہ نہ تھی پختہ قامت گندمی رنگ سیہ چشم اور چہرے بدن کے آدمی تھے۔ سلسلۂ معاش یہ تھا کہ شاہی فوج مین وکیل تھے جیسا کہ اُس زمانہ کا دستور تھا۔ اُردو فارسی کی تعلیم عالم صغرسنی مین پائی۔ شعر اے اُردو و فارسی کا کلام نظر سے گذرتا رہا۔ خلقی طبیعت داری اور ذہانت نے شاعری کا شوق دلایا غرضکہ بیس برس کی عمر مین شعر و سخن کا خاصہ اچھا مذاق پیدا کر لیا خواجہ حیدر علی آتش کی گرمی سخن اور آتش بیانی نے ایسا فریفتہ کیا کہ انکی شاگردی اختیار کی۔ شروع مین غزل گوئی کا شوق رہا۔ لیکن جو دل کا ولولہ تھا وہ غزل مین نہ نکل سکا جدت طبع نے کہا ؎

بقدر شوق نہین اپنے تنگنائے غزل کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیان کے لیے

مگر وسعت کہان ملے اُردو شاعری کی کائنات کیا۔ غزل۔ قصیدہ۔ رباعی یا مثنوی۔ میر حسن کی مثنوی سحر البیان کا اُس زمانہ مین ہر طرف چرچا تھا اصناف سخن مین مثنوی کا رنگ ایسا پسند آیا کہ خود بھی اس کوچہ مین قدم رکھنے کی کوشش کی۔ مناسب طبع نے آمین کہا۔ غرضکہ گل بکاؤلی کا قصہ جو کہ نثر مین تھا اُسکو نظم کے سانچے مین ڈھالا پچیس برس کی عمر مین یہ مثنوی تیار ہوئی۔ چونکہ گلہاے مضامین سے پُر تھی لہذا نام گلزار نسیم رکھا

واقعی اس گلزار کا کیا کہنا تھا ع سینچا تھا جسکو خونِ جگر سے وہ باغ تھا + لیکن جسوقت یہ مثنوی تیار ہوئی اسکا حجم بہت زیادہ تھا - جب آتش کے پاس اصلاح کے لیے گئے تو اُنھون نے کہا - ارے بھئی اتنی بڑی مثنوی کون پڑھے گا - یا تم پڑھوگے کہ تم نے تصنیف کی ہو یا مین اصلاح کے خیال سے ایک مرتبہ دیکھ جاؤنگا - اُوستاد کی بات دل پر اثر کر گئی - مثنوی کی نظر ثانی کی جتنے بھرتی کے شعر تھے نکال ڈالے بلکہ جو مطلب چار شعرون مین ادا ہوتا تھا اُسکو اختصار کے ساتھ ایک ہی شعر مین ادا کیا اس صورت پر گلزار نسیم کو خس و خاشاک سے پاک کیا اور آتش کے پاس لے گئے - اُستاد نے شاگرد کی محنت پر آفرین کہی اور اصلاح کا قلم اُٹھایا - لیکن اکثر اصلاحین نسیم نے نہ مانین اور اشعار کو اپنی اصلی حالت پر رہنے دیا مثلاً مثنوی کا ایک شعر تھا ؎ قلیان پیے مشکبو دھوان دہار + بیڑے چھپے پان کے مزیدار - آتش نے اس شعر کا دوسرا مصرعہ اسطرح بدلنا چاہا ع بیڑے چبھٹے بہت مزیدار + لیکن نسیم کو یہ اصلاح پسند نہ آئی اور مصرعہ کی تبدیلی مناسب نہ سمجھی[1] غرضکہ آتش کی نظر ثانی کے بعد یہ مثنوی ایک مشاعرے مین پڑھی گئی جسمین کہ لکھنؤ کے تمام سربرآوردہ شعرا جمع تھے بعد ازان طبع ہوئی شائع ہوتے ہی ہاتھون ہاتھ بک گئی زمانہ نے پورے طور سے قدر کی - ابھی تک مثنوی کے رنگ مین یکتائی کا سہرا میر حسن کے سر تھا - اب گلزار نسیم کے بھی جابجا چرچے ہونے لگے - جواہر سخن کے پرکھنے والے سمجھ گئے کہ مثنوی کیا کہی ہے موتی پروے ہین - نسیم کو بھی شہرت عام کا خلعت نصیب ہوا اور بقاے دوام کے دربار مین میر حسن کے برابر کرسی ملی اور واقعی حق یہ ہو کہ جبتک اردو شاعری کا مذاق قائم ہے اُسوقت تک گلزار نسیم کی شادابی مین فرق نہین آسکتا - گرافسوس کہ نسیم کے ساتھ عمر نے وفا نہ کی - گلزار نسیم کو طبع ہوئے ایک برس گذرا تھا کہ باغ جوانی پر اُوس پڑ گئی

[1] یہ واقعہ حکیم میر رضا حسین صاحب سُہا کی زبانی محکو معلوم ہوا - یہ بزرگ آتش کے شاگرد رشید اور میر وزیر علی صبا کے داماد اور شاگرد تھے - یہ اُن معدودے چند بزرگون مین سے تھے جنھون نے بُرانے اُستادون کی آنکھین دیکھی تھین اور جنکی وضع کے بزرگ لکھنؤ مین اردو شاعری کا نام زندہ ہے - نہین یا سال کا عرصہ ہوا کہ قضا کی ع کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

ہیضہ کی بیماری نے دفعتہً خاتمہ کردیا۔ اپنے شعر کے آپ ہی مصداق ہوے ؎

روح روان وجسم کی صورت مین کیا کہون جھونکا ہوا کا تھا اد ھر آیا اُد ھر گیا

۱۸۴۳ء مین تخمیناً بتیس ۳۲ سال کی عمر مین وفات پائی سخن شناس جانتے ہین کہ نسیم نے گو کہ میر حسن کے مقابلہ پر مثنوی کہی۔ لیکن بالکل دوسرے رنگ مین کہی۔ کوئی نسیم کو میر حسن کے خرمن کا خوشہ چین نہین کہہ سکتا۔ اگر وہ اپنے رنگ مین فرد ہین تو یہ اپنے طرز مین یکتا ہین اگر کلام کی سادگی اور بے تکلفی کا لطف اُٹھانا ہی تو میر حسن کی مثنوی دیکھو اگر باریک بینی اور معنے آفرینی کا رنگ پسند ہے تو گلزار نسیم کی سیر کرو دیکھو فراق یار مین صدمہ گذرنے کا مضمون ایک ہی ہے۔ دونون اُستادون کی طبیعت اس مضمون پر برابر لڑی ہو۔ گر دونون کے انداز سخن پر خیال کرو۔

میر حسن

روانی سی ہر سمت پھرنے لگی درخون مین جا جا کے گرنے لگی
ٹھہرنے لگا جان مین اضطراب لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب
خفا زندگانی سے ہونے لگی بہانے سے جا جا کے رونے لگی
جہان بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اُسے محبت مین ذلت کھٹنا اُسے
کسی نے اگر بات کی بات کی یہ دن کی جو پوچھی کہی رات کی
کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے کہا خیر بہتر ہے منگوائیے
جو پانی پلانا تو پینا اُسے غرض غیر کے ہاتھ جینا اُسے

نسیم

سنبھلتی وہ دم بخود تھی رہتی کہتی تو ضبط سے تھی کہتی
کرتی تھی جو بھوک پیاس بس مین آنسو پیتی تھی کھا کے قسمین
جامہ سے جو زندگی کے تھی تنگ کپڑونکے عوض بدلتی تھی رنگ

کچھ جو گذرے بے خور و خواب — زائل ہوئی اُسکی طاقت و تاب
صورت مین خیال رہ گئی وہ — ہیئت مین مثال رہ گئی وہ
آنے لگے بیٹھے بیٹھے چکر — فانوس خیال بن گیا گھر

دونون نے اپنے اپنے رنگ مین حق سخنوری ادا کیا ہے میر حسن کے اشعار کا بیساختہ پن اور سادہ پن دل مین عجیب کیفیت پیدا کرتا ہے۔ شب ہجران بیقراری کی تصویر آنکھون کے سامنے پھر جاتی ہے۔ نسیم کے اشعار ایک دوسری ہی حالت پیدا کرتے ہین۔ الفاظ کی شوکت۔ بندش کی چستی۔ اشعار مین کی نزاکت۔ تشبیہون کی نیچگی سے مصنف کا زور طبیعت معلوم ہوتا ہے۔ نازک خیالی اور بلند پروازی اس عالم کا اشارہ کرتی ہے جہان ہوسنجتے ہوئے ہمارے طائر خیال کے پر جلتے ہین۔ غرضکہ اگر صورت حال کا بیان میر حسن پر ختم ہے تو کلام کا معنی خیز ہونا نسیم پر۔ میر حسن کہتے ہین ؎

سب اعضا بدن کے موافق درست — ہر ایک کام مین اپنے چالاک و چست
قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام — قیامت کرے جسکو جھک کر سلام

نسیم اسی مضمون کو اپنے رنگ مین ادا کرتے ہین ؎

دن دن اُسے ہو گیا قیامت — بوٹا سی بڑھی وہ سرو قامت
چلتی تو زمین مین سرو گڑتے — باتین کرتی تو پھول جھڑتے

یا حسن تعمیر کا مضمون دونون نے اپنے اپنے طرز پر نظم کیا ہے۔

میر حسن

عمارت کی خوبی درونکی وہ شان — گلے جسمین زیبت کے سائبان
چکین اور پردے بندھے زرنگار — درون پہ کھڑی دست بستہ بہار

نسیم

گول اُسکے سمتون تھے ساعد حور — چلمن مژگان چشم مخمور

دکھلاتا تھا وہ مکان جادو محراب سے در سے چشم و ابرو

شاہزادے کے غائب ہو جانے پر سیر حسن نے پس ماندہ نوگونی پریشانی کا حال اس صورت پر نظم کیا ہے ؎

کھلی آنکھ جو ایک کی واں کہیں جو دیکھا تو واں شاہزادہ نہیں
کوئی دیکھ یہ حال رونے لگی کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی
کوئی بلبلاتی سی پھرنے لگی کوئی ضعف کھا کھا کے گرنے لگی
کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دلگیر ہو گئی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو

. . . . . .

ہوا گم وہ یوسف پڑی جو یہ دھوم کیا خادمان محل نے ہجوم
کہا شہ نے واں کا بھجے دو پتا عزیز و جہان سے وہ یوسف گیا
گئیں سے وہ شہ کو لب بام پر دکھایا کہ سوتا تھا یاں سیمبر
جو دیکھی جگہ وہ جہاں سے گیا کہا اے بیٹا تو یاں سے گیا
سیر سے نوجوان اب کدھر جائے پیر نظر تو نے مجھ پر نہ کی بے نظیر
عجب بحر غم میں ڈبویا مجھے غرض جان سے تو نے کھویا مجھے

پھول کے غائب ہو جانے پر بکاؤلی کے اضطراب کی تصویر نسیم نے اپنے رنگ میں یوں کھینچی ہے ؎

دیکھا تو وہ کل ہوا ہوا ہے کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہے
گھبرائی کہ ہیں کدھر گیا گل جھنجھلائی کہ کون دیگیا جل
ہے ہے مرا پھول لے گیا کون ہے ہے مجھے مار دے گیا کون
ہاتھ اس پہ اگر پڑا نہیں ہے بو ہو کے تو گل اڑا نہیں ہے
نرگس تو دکھا کدھر گیا گل سوسن تو بتا کدھر گیا گل

سُنبل مرا تاز یانہ لانا — شمشاد انھین سُولی پر چڑھانا
تھرّائین خواصین صورت بید — ایک ایک سے پوچھنے لگی بھید

. . . . . .

بولی وہ بکاؤلی کہ افسوس — غفلت سے یہ پھول پر پڑی اوس
آنکھون سے عزیز گُل مرا تھا — پُتلی وہی چشم حوض کا تھا
نام اُس کا صبا نہ لیتی تھی مین — اِس گل کو ہوا نہ دیتی تھی مین
گلچین کا جو ہاے ہاتھ ٹوٹا — غنچے کے بھی مُنھ سے کچھ نہ پھوٹا
اور خار بڑا نہ تیرا جنگل — مُشکین کس لین نہ تونے سُنبل
او باد صبا ہوا نہ بتلا — خوشبو ہی سُنگھا پتا نہ بتلا
بُلبل تو چہک اگر خبر ہے — گل تو ہی نہک بتا کدھر ہے

میر حسن کے اشعار کا اثر بجلی کی طرح دل مین دوڑ جاتا ہے جو حالت وہ بیان کرتا ہے اُسکے تصویر آنکھون کے سامنے کھنچ دیتا ہے۔ نسیم کے اشعار زبان کی پاکیزگی اور ترکیب الفاظ کی چستی کے لحاظ سے تاثیر کا طلسم بنے ہوے ہین ایک کی زینت حُسن صورت سے ہے دوسرے کی شان لطف معنے سے قائم ہے۔ میر حسن سخن آفرین ہین نسیم معنی آفرینی ہین میر حسن محاورہ اور روزمرہ کے بادشاہ ہین استعارہ و تشبیہ نسیم کا حصہ ہے مگر اتنا کہنا ناانصافی نہین کہ جو سوز و گداز میر حسن کے کلام مین ہو وہ نسیم کے کلام مین نہین ہے اور حقیقت یہ ہو کہ جو درد عموماً شعراے دہلی کے کلام مین پایا جاتا ہو وہ اہل لکھنؤ کے کلام مین نہین پایا جاتا مگر یا اینہمہ جیسا کہ پیشتر عرض کیا گیا ہے۔ نسیم کی مثنوی اپنے رنگ مین لاجواب ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب اُسکے ہمعاصر شہرت نے پر پرواز نکالے تو یہ کسی کے خرمن کے خوشہ چین نہ خیال کیے گئے بلکہ خود صاحب طرز کہلائے۔

(گلزار نسیم کے محاسن)

گلزار نسیم کا ایک خاص جوہر جو کہ نسیم کا حصہ ہے تناسب لفظی ہو تناسب لفظی کی صفت

(تناسب لفظی)

ہمیشہ اردو شاعرون کے پسند خاطر رہی ہو لیکن کسی نے اسکو اسدرجہ کمال پر نہین پہونچایا جیساکہ گلزار نسیم مین ہم دیکھتے ہین چند اشعار تمثیلاً لکھے جاتے ہین ؎

پردہ سے نہ دایہ نے نکالا ۔۔۔ پتلی سا نگاہ رکھ کے پالا
ایک مرغ ہوا اسیر صیاد ۔۔۔ دانا تھا طائر چمن زاد
پالا تو مفارقت ہے انجام ۔۔۔ دانا ہے تو مجھ سے لے مرے دام
مجنون ہوا گر تو فصد لیجئے ۔۔۔ سایہ ہو تو دوڑ دھوپ کیجئے
سودا ہے میری بکاولی کو ۔۔۔ ہے چاہ بشر کی باولی کو
سختی سہی یا کڑی اٹھائی ۔۔۔ اُفتادھی جو پڑی اُٹھائی

اس رنگ کے اشعار گلزار نسیم مین کثرت سے ملین گے ۔۔ واقعی اس رنگ کو خوب بناہا ہی اور طرہ یہ کہ نہایت خوبصورتی کے ساتھ تناسب لفظی کی صنعت کا لطف یہ ہی کہ کسی مقام پر نہ معلوم ہو کہ فلان لفظ خواہ مخواہ شعر مین اسلیے بھر دیا گیا ہے کہ دوسرے لفظ سے تناسب رکھتا ہے اور یہ لطف گلزار نسیم مین ہی مثلاً کیا خوب مصرع ہی ع سایہ ہو تو دوڑ دھوپ کیجئے اس مصرع مین سایہ دھوپ کے ساتھ عجیب کیفیت دکھا رہا ہے لیکن دونون لفظ اس خوبصورتی سے آئے ہین کہ بالکل ایک دوسرے سے ملے ہوے بھی ہین اور الگ بھی حالانکہ ایک کی رونق دوسرے کی وجہ سے دوبالا ہے لیکن یہ کوئی نہین کہہ سکتا ہے کہ سایہ کا لفظ خواہ مخواہ دھوپ کے لیے لایا گیا ہے ۔ اسمین شک نہین کہ اس صنعت کا خوبی کے ساتھ نباہنا آسان نہین ہے یہ راہ بڑی کٹھن ہے قدم قدم پر ٹوکرین کھانے کا اندیشہ ہے مثلاً امانت کے تناسب لفظی کا شوق جنون کے درجہ تک پہونچ گیا ہے ۔ لیکن چونکہ زبان پر قدرت کاملہ حاصل نہین ہے اور طبیعت مین شستگی کا جوہر نہین لہذا جو شعر اس رنگ مین لکھا ہے اسے پڑھکر ہنسی آتی ہے ۔ فرماتے ہین ؎

پانی نہ آبرو پہ پھرے بہر حرص مال ۔۔۔ موتی ملین تو دانت نہ اپنے نکالیے

ایک اور شعر اسی رنگ مین ہے ؎

قبر پر میری لگا یا نیم کا اُس نے درخت ۔۔۔ بعد مرنے کے مری تو قیر آدھی رہگئی

سُبحان اللہ کیا تناسب الفاظ ہی ۔ نیم حکیم اور نیم مُلّا سُنتے تھے اِس شعر کا مصنف نیم شاعر ہے ایک صاحب نے گلزار نسیم کا جواب کہا ہے اور چونکہ تناسب لفظی گلزار نسیم کا خاص جوہر ہے لہذا اُنھون نے بھی اس رنگ کے شعر کہے ہین ۔ مگر لطافت سخن قائم نہ رکھ سکے ۔ ایک شعر اُنکا بھی تمثیلاً لکھا جاتا ہے ؎

پاجی ہین شہر بھر کے سب اُجڑ جائین ۔۔۔ بیڑی ہوے بیر کیڑے پڑ جائین

اپنے نزدیک ان صاحب نے یہ شعر نسیم کے ذیل کے شعر کا جواب کہا ہے ؎

سُنبل مرا تازیانہ لانا ۔۔۔ شمشاد اسے سُولی پر چڑھانا

لیکن سخن شناس جانتے ہین دونون شعرون مین اندھیرے اُجالے کا فرق ہی خلیل کا بھی ایک شعر اس رنگ مین یاد آگیا ہی ؎

وہ شمع رو پتنگ اُڑاتا ہے شاید آج ۔۔۔ کچھ پیچ پڑ گیا ہے جو آنے مین ڈھیل کی

یار لوگ کہتے ہین ؎

مِیلا ہی چاند گنج مین سورج گہن کا آج ۔۔۔ تم کس لیئے نہ غیرت شمس و قمر گئے

قلق بھی خلسم الفت مین کہتے ہین ع قندلب پی رہے تھے کڑ کڑ یان ۔ ان اشعار کے تمثیلاً پیش نظر کرنے سے یہ مراد ہے کہ تناسب الفاظ کا لطافت کے ساتھ نباہنا اک امر دشوار ہے نسیم کو اس رنگ مین یدطولےٰ حاصل ہے الفاظ کے اُلٹ پھیر سے وہ کام لیتے ہے کہ کلام کی رونق دوبالا ہوگئی ہے ۔ آتش کا شعر ان کی شاعری پر صادق آتا ہی ؎

بندش الفاظ جڑنے سے نگون کے کم نہین ۔۔۔ شاعری بھی کام ہی آتش مرصع ساز کا

اس سلسلہ مین یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ اکثر جگہ نسیم سے بھی تناسب الفاظ کے ساتھ لطافت سخن قائم نہین رہ سکی ہے مثلاً کہتے ہین ؎

(۱) نسیم کے ہم عصر شاعر

ان مختصرون نے جب دیا طول — بولی وہ بکاؤلی کہ معقول
پانی کے جو بلبلون مین تھا گل — پہونچا لب حوض سے نہ جنگل

لیکن اس قسم کے اشعار کل مثنوی مین دوفیصدی سے زیادہ نہ ملین گے لہذا قابل معافی ہین۔ اختصار جیسا کہ بیشتر لکھا گیا ہے اس مثنوی کا عجیب جوہر ہے واقعی دریا کو کوزہ مین بند کیا ہے کل مثنوی مین ایک شعر بھرتی کا مشکل سے ملے گا۔ بعض مقامات پر طول طویل مضامین کو چند شعرون مین اس خوبصورتی سے ادا کردیا ہے کہ کسی قسم کی کوتاہی کا شبہہ نہین ہو سکتا مثلاً صحرا طلسم کی داستان مین مندرجۂ ذیل دو شعر کتنے پر معنے ہین اور کسقدر اختصار سے پُر ہین ؎

طوطا بن کر شجر پہ جا کر — پھل کھا کے بشر کا روپ پا کر
پتے پھل گوند چھال لکڑی — اس پیڑ سے لیکے راہ پکڑی

یا ایک مقام پر تین چار داستانون کا خلاصہ کس خوبی سے نظم کیا ہے ؎

وہ جنگل وہ ہار وہ غلامی — وہ گھات وہ جیتنا تمامی
وہ دسترس اور وہ پلے ڈھی — وہ بیکسی اور وہ دشت گردی
وہ دیو کی بھوک اور وہ تقریر — وہ حلوے کی چاٹ اور وہ تحریر
وہ سعی وہ دیو کی صحبت — محمودا کی وہ آدمیت
تجویز کی وہ سرنگ کی راہ — اور موش دوانیان وہ دلخواہ
وہ سیر چمن وہ پھول لینا — وہ عزم وطن وہ داغ دینا
وہ کور کے حق مین خضر ہونا — وہ غولون سے ملکے بھول کھونا
وہ بال کو آگ پر دکھانا — وعدے پہ وہ دیو کی آنا
وہ تربت گلشن نگارین — وہ دعوت بادشاہ وہ تمکین
گذرا تھا جو کچھ بیان کیا سب — پنہان تھا جو کچھ عیان کیا سب

یا اکثر جگہ دو تین شعر کا مطلب ایک شعر مین ادا کردیا ہے ؎

(۱۰ انتظار)

تیورا کے وہین وہ بار بردوش بیٹھا تو گرا گرا تو بیہوش

. . . . . .

مفلس زردار امیر قلاش نوکر تاجر فقیر خوش باش

. . . . . .

اقرار مین تھی جو بیحیائی شرمائی لجائی سکرائی

. . . . . .

پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت پوچھا کہ طلب کہا قناعت

میر حسن کی مثنوی مین معاملہ برعکس ہے اُسمین ہر مضمون کو ضرورت سے زیادہ طول دیا ہے اور یہی اس مثنوی کا بہت بڑا عیب ہے علاوہ برین نسیم کے کلام مین وہ پختگی اور ترکیب مین وہ متانت ہے کہ اکثر اشعار کی بندش ملا مین فیضی کا دبدبہ یاد دلاتی ہے واقعی کیا پُرشوکت کلام ہے ؎

پر بحر سخن سدا ہے باقی دریا نہین کا رہند ساقی

مرغان ہوا تھے ہوش راہی نقش کف پا تھے ریگ ماہی

. . . . . .

سایہ کو بیتا نہ تھا شجر کا عنقا تھا نام جا نور کا

. . . . . .

جاگی مرغ سحر کے غل سے اُٹھی نکہت سی فرش گل سے

. . . . . .

بالچون سر نیچہ وفا تھے یا مطلع خرصفا تھے

. . . . . .

اے آئنہ دار خود نمائی وے سرمہ چشم آشنائی

اک شب تھی کہ خال روئے شب تاب یا مردمِ دیدۂ قیامت

خورشید بصد گہن سے چھوٹا خیرات کے در کا قفل ٹوٹا

انسان سے جھکی پری کی گردن کانٹے سے رُکا ہوا کا دامن

نسیم نے عموماً مضامین کو تشبیہ و استعارہ کے پیرایہ میں ادا کیا ہے اور نہایت لطافت کے ساتھ۔ مثلاً ذیل کے دو اشعار تشبیہ کامل کا نمونہ ہیں ؎

آنے لگے بیٹھے بیٹھے چکر فانوسِ خیال بن گیا گھر

محرم جو ہٹی تھی اُس قمر کی برجوں پہ سے چاندنی تھی سرکی

(۴) تشبیہات کامل

لیکن اکثر مقامات پر طبیعت نے تکلف کا پردہ اُٹھا دیا ہے اور سادگی سے کام لیا ہے ایسے اشعار جو ہیں وہ لاجواب ہیں اور ضرب المثل ہو گئے ہیں۔ مثلاً ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

غم راہ نہیں کہ ساتھ دیجے دُکھ بوجھ نہیں کہ بانٹ لیجے

سمجھانے سے ہٹا ہیں سروکار اب مان نہ مان تو ہے مختار

ہوتا ہے وہی خدا جو چاہے منظور ہے جسطرح نباہے

پانی تہ خاک گو روان ہے　　لو شعلہ کی سوے آسمان ہے

انسان و پری کا سا منا کیا　　مٹھی مین ہوا کا تھا منا کیا

آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجے　　جاتا ہو تو اُس کا غم نہ کیجے

درویش روان رہے تو بہتر　　آب دریا بہے تو بہتر

نسیم کی زبان بھی نہایت سلیس و پاکیزہ ہے اور اسے لکھنؤ کی ٹکسالی زبان سمجھنا چاہیے واقعی کیا خوب کہا ہے۔ ؎

لپٹی تھی جو زلف کروٹون مین　　بل کھا گئی تھی کمر لٹون مین

نور آ گیا چشم آرزو مین　　آیا پھر آب رفتہ جو مین

گُل ہون تو کوئی چمن بتاؤن　　غربت زدہ کیا وطن بتاؤن

بیچا تو ٹکے کا جانور ہون　　گر ذبح کیا تو شتر پر ہون

اس نام کے اس لقب کے صدقے　　اس نامے کے اس طلب کے صدقے

کیون منھ پہ شفق خوشی سے پھولی　　کیا شام وصال راہ بھولی

مُنھ پھیر کے ایک مُسکرائی آنکھ ایک نے ایک کو دکھائی

. . . . . .

چتون کو ملا کے رہ گئی ایک ہونٹھون کو ہلا کے رہ گئی ایک

. . . . . .

کیا رنگ زمانے نے دکھائے گل لینے گئے تھے داغ لائے
راتون کو جو گنتی تھی ستارے دن گننے لگی خوشی کے مارے

گلزار نسیم کی زبان مین اور آج کی زبان مین کچھ فرق نہین ہو صرف اکثر محاورے جو کہ نسیم کے وقت مین رائج تھے اب متروک ہو گئے ہین مثلاً نسیم کہتے ہین ؎

پل مارنے کی ہوئی جو دیری سبحان اللہ شان تیری

اب (دیری) متروک ہے دیر جو زیادہ فصیح ہے رائج ہے یا ایک شعر ہے ؎

ٹھہری یہ غرض کہ آج کی رات فیروز شہ آگے چھیڑیے بات

اب یون کہین گے فیروز شہ کے آگے چھیڑیے بات غرضکہ تناسب لفظی ۔ کے ساتھ اختصار پختگی کلام ۔ چستی بندش ۔ شوکت الفاظ ۔ پاکیزگی زبان اُس مثنوی کے خاص جوہر ہین ۔ اور استعارون اور تشبیہون سے جو مینا کاری کی ہے اس نے اور حسن دوبالا کر دیا ہے اس مثنوی کے مقبول ہونے کا راز یہی ہے کہ باوجود اس اختصار کے یہ اتنے محاسن کا مجموعہ ہے اور حق یہ ہے کہ زمانے نے جیسی اسکی قدر کی اُس پر ہر مصنف کو ناز ہو سکتا ہے پسند عام کے ساتھ قبول خاص کا شرف گلزار نسیم کو حاصل ہے نقادان سخن کا سرتاج اور اردو زبان کا مستند مورخ محمد حسین آزاد لکھتا ہے "پنڈت دیا شنکر صاحب نسیم نے گلزار نسیم لکھی اور بہت خوب لکھی اسکی عام و خاص سب مین شہرت ہے اُسکے نکتے اور باریکیون کو سمجھین یا نہ سمجھین مگر سب لیتے ہین اور پڑھتے ہین جتنی سمجھ مین آتی ہے اُسی پر خوش ہوتے ہین اور لوٹے جاتے ہین . . . . . ہمارے ملک سخن مین سیکڑون مثنویان لکھی گئین مگر ان مین فقط دو نسخے

ایسے نکلے جنھون نے طبیعت کی موافقت سے قبول عام کی سند پائی ایک "سحر البیان دوسری گلزار نسیم در آب حیات ، مگر طبائع کا رنگ مختلف ہے جہان منصف مزاجون نے گلزار نسیم کی قدر دانی سے آبیاری کی وہان اکثر نگاہون مین اس باغ کی شادابی کانٹا بنکر کھٹکی - ان حضرات نے اپنی اپنی ہمت کے موافق نسیم کی شہرت پر خاک ڈالنے کی فکر کی ہی - چنانچہ ابتک اکثر لوگ کہتے ہین کہ آتش نے یہ مثنوی کہکر نسیم کو دیدی تھی - لیکن میری راے مین اس دعوے بے دلیل پر چین بجبین ہونا بیکار ہی ایک معنی مین یہ بیان قدردانان نسیم کے لیے باعث فخر ہے اس سے بڑھکر نسیم کی شاعری کی تعریف کیا ہو سکتی ہی کہ اسکا کلام آتش ایسے زبردست اُستاد کی طرف منسوب کیا جائے حالانکہ سخن شناس جانتے ہین کہ جس رنگ مین گلزار نسیم کہی گئی ہے اس رنگ مین آتش نے اپنی زندگی مین ایک شعر نہین کہا -

ایک تذکرہ نویس صاحب فرماتے ہین کہ نسیم مشرف باسلام تھے اسکا جواب مجھے نہین آتا خیر یہ تو پُرانے زمانے کے لوگونکی طباعی ہے - اِس زمانے مین مولانا حالی نے گلزار نسیم کو اپنے اشہب قلم سے پامال کرنا چاہا ہے آپ فرماتے ہین کہ مثنوی لکھنے والے کا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ بیتون اور مصرعون کی ترتیب ایسی سنجیدہ ہو کہ ہر مصرع دوسرے مصرع سے اور ہر بیت دوسری بیت سے چسپان ہوتی چلی جاے مصنف گلزار نسیم نے اسکا لحاظ نہین رکھا ہی گلزار نسیم مین دو شعر اس صورت پر ہین ؎

خوش ہوتے تھے طفل مہ جبین سے ثابت یہ ہوا ستارہ بین سے
پیارا یہ وہ ہی کہ دیکھ اِسی کو پھر دیکھ نہ سکیگے گا کسی کو

جو مطلب کہ مصنف ادا کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ تو اس طفل مہ جبین کو دیکھکر خوش ہوتے تھے مگر نجومیون نے بادشاہ سے یہ کہا کہ لڑکا آپکو پیارا تو ہے مگر یہ ایسا پیارا ہی کہ اسکو دیکھکر پھر کسی کو نہ دیکھ سکیگے گا کیونکہ اسکو دیکھکر بینائی جاتی رہیگی - ظاہر ہے کہ ان دونون بیتون مین جبتک کئی لفظ بڑہائے اور جبتک کئی لفظ بدلے نہ جائین تب تک یہ

(۱) آتش نے نسیم کو مثنوی کہدی تھی (۲) نسیم مسلمان تھے (۳) نسیم کی مثنوی پر حالی کا اعتراض

یہ مطلب جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے ان بیتوں سے سیدھی طرح نہیں نکل سکتا اور پہلا مصرع دوسرے مصرع سے اور دوسرا مصرع تیسرے مصرع سے چسپاں نہیں ہو سکتا (مقدمہ دیوان حالی صفحہ ۱۹۵ سطر ۴-۱۶) اسکے جواب میں صرف اسقدر لکھنا کافی ہے کہ اگر مولانا حالی گلزار نسیم کا کوئی صحیح نسخہ ملاحظہ فرماتے تو مولانا موصوف کو اس اعتراض کی تکلیف نہ گوارا کرنی پڑتی آجکل گلزار نسیم کے بیشمار نسخے شائع ہوے ہیں جنمیں سیکڑوں جگہ کاتب کی اصلاحیں ہوتی ہیں - اور تو اور اکثر اشعار ان نسخوں سے غائب ہیں اور جو ہیں انکی ترتیب میں غلطی ہے چنانچہ یہ دو شعر بھی جو مولانا حالی کی طبع گرامی کے بار خاطر ہوے صحیح نسخہ[۱] میں اس صورت پر ہیں

خوش ہوتے ہی طفل مہ جبیں سے ثابت یہ ہوا ستارہ بیں سے
پیارا یہ وہ ہے کہ دیکھ اسیکو پھر دیکھ نہ سکیگا کسی کو

اب مطلب صاف ہوا اور مصرعوں میں کامل ربط ہے یعنی طفل مہ جبیں سے خوش ہوتے ہی ستارہ بیں سے یہ ثابت ہوا کہ یہ لڑکا پیارا تو ہے مگر اسکو دیکھ کر پھر کسی کو نہ دیکھ سکیگا -

(حاشیہ کی غلطی پر اعتراض)

(حسن نسخہ کی شناخت)

[۱] یہ نسخہ کیاب ضرور ہے لیکن لکھنؤ میں پرانے بزرگوں کے پاس بہت ملیگا اس نسخہ کی شناخت یہ ہے کہ اسکے آخر میں یہ عبارت درج ہو - پنڈت دیانشنکر تخلص بہ نسیم کہ در فن شاعری کمالے بہم رسانیدہ اند . . . . قصہ تاج الملوک و بکاؤلی را از نثر بہ نظم آوردہ و بگلزار نسیم موسوم ساختہ بودند . . . . در بیت السلطنت لکھنؤ محلہ عمودنگر متصل اکبری دروازہ در مطبع حسینی سیدی سندی میر حسن رضوی والد میر حسین عرف میر کامل مرحوم و مغفور بہ تصحیح و مقابلہ مصنف حلیہ طبع پوشید - اس نسخہ میں مصنف کی طبع زاد تاریخ طبع مثنوی بھی درج ہے جو آجکل کے نسخوں میں نہیں ملتی یہ نسخہ حال ہی میں ملا ہے نسخہ کی نقل ہے گو اس پرانے نسخہ میں بھی اکثر چھاپے کی غلطیاں موجود ہیں تاہم کم ۱۲

اے خالق کردگار شکراً شکراً ہزار شکراً
کین جملہ ز ابتدا خبر داد شاخ قلم چنین ثمر داد
در عہد خلافت شہنشاہ امجد علی شاہ خلد اللہ
سید حسن آنکہ طبع پاکش چون مطبع او ست خوب دلکش
از سمع رضا شنیدہ بشنود در مطبع خویش طبع فرمود ۴۴

دوسرا اعتراض ملاحظہ ہو نسیم کا شعر ہے ؎

نور آنکھ کا کہتے ہین پسر کو　　چشمک تھی نصیب اس پدر کو

مولانا حالی فرماتے ہین کہ بیٹا باپ کی آنکھ کا نور ہوتا ہے مگر یہ بیٹا باپ کی آنکھون کے لیئے ظلمت تھا پس جبتک دوسرے مصرع کے الفاظ نہ بدلے جائین کلام مربوط نہین ہو سکتا (مقدمہ دیوان حالی صفحہ ۱۶) مین اس اعتراض کی تہ کو بالکل نہین پہونچا مجھکو یہ شعر کسی صورت پر بے ربط نہین نظر آتا جو مضمون مولانا حالی نے نثر مین بیان کیا ہے وہی نظم کے پیرایہ مین ظاہر کیا گیا ہے۔ نسیم کے اس شعر پر اعتراض کرنا ہوا سے اڑنا ہے ۔

تیسرا اعتراض مولانا حالی کا یہ ہے کہ نسیم کا ذیل کا شعر اصلاح طلب ہو ؎

آتا تھا شکارگاہ سے شاہ　　نظارہ کیا پدر نے ناگاہ

آپ فرماتے ہین کہ اس شعر کے دونون مصرع مربوط نہین ہین کیونکہ ظاہرًا الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ (شاہ) اور شخص ہے اور پدر اور شخص ہے حالانکہ پدر اور شاہ سے ایک ہی شخص مراد ہے (مقدمہ دیوان حالی صفحہ ۱۹۶ سطر ۴-۱-(اس اعتراض کی نسبت صرف اسقدر عرض کرنا کافی ہے کہ اصل شعر اس صورت پر ہے ۔ ؎

آتا تھا شکارگاہ سے شاہ　　نظارہ کیا پسر کا ناگاہ

ابھی لکھنؤ مین ایسے بزرگ موجود ہین جنکو قریب قریب کل مثنوی حفظ ہے ۔ اُنکی زبان سے یہ شعر اسی صورت پر سُنا گیا نسیم نے بکاولی کے اضطراب کے بیان مین چند شعر کہے ہین ؎

کرتی تھی جو بھوک پیاس بس مین　　آنسو پیتی تھی کھا کے قسمین

جامہ سے جو زندگی کے تھی تنگ　　کپڑون کے عوض بدلتی تھی رنگ

کچھ چند جو گذرے بے خور و خواب　　زائل ہوئی اسکی طاقت و تاب

چون زیور طبع نیک پوشید　　بہر تاریخ طبع کوشید

گلزار نسیم شد چو مسموع　　گل گفت کہ تازہ گشت مطبوع

۱۲۶۰ھ

صورت مین خیال رہ گئی وہ ہیئت مین مثال رہ گئی وہ

مولانا حالی فرماتے ہین کہ ان اشعار مین تیسرے شعر کے سوا باقی تین شعرون کا مطلب کچھ نہین معلوم ہوتا اور ظاہر امصنف نے کوئی مطلب رکھا بھی نہین ہو مصنف کو تو فقط یہ لطیفہ بیان کرنا مقصود ہے کہ کھانے کی جگہ قسمین کھاتی تھی پینے کی جگہ آنسو پیتی تھی اور کپڑون کے عوض رنگ بدلتی تھی (مقدمہ دیوان حالی صفحہ ۲۱۵ سطر ۲-۹) —

مجھکو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مولانا حالی کا ان اشعار کو بمعنی قرار دینا اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ مولانا موصوف اصول شاعری سے بیخبر ہین . نازک خیالی اور بلند پروازی جو کہ اعلیٰ درجہ کی شاعری کے جوہر ہین ان اشعار مین موجود ہین - پھر انکو بے معنی کہنا چہ معنی دارد وجہ یہ ہو کہ مولانا حالی مغربی شاعری کی پیروی کی فکر مین انگریزی نظمون کے ترجمے پڑھتے ہین اور چونکہ غیر زبان مین ترجمہ ہونے سے ان نظمونکی نازک خیالی اور بلند پروازی کے جوہر تشریف نیجاتے ہین اور استعارون اور تشبیہون کی پیچیدگیان قائم نہین رہتین لہذا آپ خیال کرتے ہین کہ مغربی شاعری کا اصول یہ ہے کہ عبارت سادہ نظم کردیجائے اور اس خیال کے موافق اردو کے جن اشعار مین آپ نازک خیالی اور باریک بینی کی وجہ سے کسی قسم کی پیچیدگی پاتے ہین اسکو بے معنی اور مہمل قرار دیتے ہین - لیکن یاد رہے کہ محض عبارت سادہ نظم کرنا شاعری نہین ہو - شاعری کی عام تعریف یہ ہے کہ نثر سے زیادہ دلکش اور پُر تاثیر ہو - نثر کا مدار یہ ہے کہ جو مضمون بیان کیا جائے وہ نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے اور الفاظ کی بندش ایسی ہو کہ انسے ایک خاص معنی صاف طور پر پیدا ہون برخلاف اس کے شاعری مین یہ اصول مدنظر رہتا ہے کہ جو مضمون باندھا جائے اختصار کے ساتھ باندھا جائے اور محض ایک حالت کا اشارہ کرے ترکیب الفاظ ایسی ہو کہ اس حالت کی نسبت مختلف رنگ پڑھنے والے کی آنکھون کے سامنے گذر جائین - اگر اس اصول کو پیش نظر رکھکر اشعار مرقومہ بالا کی وقعت کا اندازہ کیا جائے تو وہ بے معنی نہ نظر آئینگے - بلکہ ایک کوزہ

دریافوش کی کیفیت نمایان کرینگے - مثلاً پہلے شعر کے معنی یہ ہین کہ اسکے دل پر فراق یار کا صدمہ ایسا تھا کہ کھانے پینے کی اُسکو مطلق فکر نہ تھی اگر کوئی شخص اس قسم کا ذکر بھی کرتا تھا تو ٹال دیتی تھی بس دن رات ضبط گریہ کیے پڑی رہتی تھی اگر کوئی کھانے پینے پر اصرار کرتا تھا تو قسمین کھاتی تھی کہ مین نہ کھاؤن گی - یہ ظاہر ہے کہ شعر مین یہ مضمون اس وضاحت کے ساتھ وہ لطف نہین دیتا جو لطف کہ نظم مین اختصار کے ساتھ پیدا کرتا ہے - اسیطرح دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی سے تنگ تھی اپنی آسائش کا اُسکو مطلق خیال نہین رہتا تھا یہانتک کہ کپڑے بھی نہین بدلتی تھی بیشک طرح طرح کے صدمے جو اس کے دل پر گذرتے تھے تو اُسکے چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا چوتھا شعر بھی شاعری کی تصویر ہے اسمین مصنف نے اپنی قوت خیال کا کمال دکھایا ہے اسکے معنی یہ ہین کہ وہ ایسی نحیف و زار ہوگئی تھی کہ اُسکی شکل دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ بس اک تصویر خیالی - و برو ہی جسمین کہ نہ دم ہے نہ تاب و توان اُسکی عجیب ہیئت ہوگئی تھی بس اک سکتے کا عالم طاری تھا عالم اجسام کے رہنے والون کی اسمین کوئی بات باقی نہین رہی تھی وہ اپنی اگلی ہستی کا محض اک شبہہ ہو کر رہ گئی تھی" ان اعتراضات کو دیکھکر انیس مرحوم کا ایک قطعہ یاد آتا ہے

مزہ یہ طرفہ کہ مضمون تو دستیاب نہین ۔۔۔ مقابلہ پہ چڑھاتے ہین آستینون کو
غلط یہ لفظ وہ بندش نہ وہ مضمون سست ۔۔۔ ہنر عجیب ملا ہے یہ عیب ہینون کو

لیکن ان نکتہ چینیون سے نسیم کی شہرت مین فرق نہین آسکتا جبتک اردو شاعری کا مذاق قائم ہے اور طبیعتون مین جوہر شناسی کی قابلیت باقی ہے گلزار نسیم کی تازگی قدر دانان سخن کے دماغ کو فرحت بخشتی رہیگی - ہان جن لوگون کے دماغ مین تعصب کی ہوا بھری ہو وہ اس گلزار مین پھول ہٹا کر کانٹے چنا کرینگے صرف اکثر احباب کے اصرار نے مجھکو مجبور کیا ورنہ مین ان

(۱) مولانا حالی کے اعتراضات کی نسبت صرف میری ہی یہ رائے نہین - میرے ایک دوست اور مولانا شبلی سے گلزار نسیم کی نسبت کچھ خط و کتابت ہوئی تھی - مولانا شبلی نے اپنی ایک تحریر مین صاف الفاظ مین لکھا ہے کہ گلزار نسیم کی تنقید مین مولانا حالی نے سخت بیرحمی اور ناانصافی سے کام لیا ہے - ۱۲

اعتراضات کا ذکر بھی نکرنا - کیونکہ ایسے بے بنیاد اعتراضون کو زمانہ خود فنا کر دیتا ہے انکی تردید کرنا فعل عبث ہے -

علاوہ مثنوی کے نسیم کا غزلون کا چھوٹا سا دیوان بھی ہے لیکن نا تمام بہت سی غزلین جو تلف ہوگئین الکا نام و نشان بھی اس دیوان مین نہین ملتا - سنا ہے سیدہ حضرات نے معلوم ہوا کہ چند غزلین اکثر احباب نے اپنی تصنیف کی اس دیوان مین لکھدی ہین جو سخت کرم داشتہ کا نازیبا مضمون ہے - مگر یہ غزلین صاف نسیم کے کلام سے الگ معلوم ہوتی ہین - چونکہ نسیم کی وفات کے بہت روز بعد یہ دیوان شائع ہوا لہذا لوگون کو اس دست اندازی کا موقع ملا - بہرحال جو ذخیرہ اشعار کا نسیم کے زود طبیعت کا یادگار ہے وہ واقعی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل ہے - اکثر مقامات طبیعت کی بلند پروازی اور معنی آفرینی قیامت کرتی ہے مثلاً ؎

بجز گور غریبان نقش پاتے پھر نہین آگے
یہین تک ہر مسافر نے پتا پایا ہے منزل کا

نسیم اپنے ہی اعمالون سے گردش ہے زمانہ کی
روان کشتی پہ آتا ہے نظر ہر نخل ساحل کا

اے مرغ دل تو شاخ نشیمن سے گر پڑا
حیف آشیان بلند ہے پرواز پست ہے

تھے محو زلف دیدۂ تر دل بھی آ پھنسا
مچھلی کو کیا خبر تھی کہ پانی مین شست ہے

گر یہی ہے اس گلستان کی ہوا
شاخ گل اک روز جھونکا کھائیگی

جان نکل جائیگی تن سے اے نسیم
گل کو بوے گل ہوا بتلائیگی

طریق شعر و سخن مین اگر نہین اعجاز
قلم کی طرح سے ہر اک شکستہ پا چلتا

ذرہ کا بھی چمکے گا ستارہ
قائم جو زمین و آسمان ہے

معنی روشن جو ہو تو سو سے بہتر ایک شعر
مطلع خورشید کافی ہے پے دیوان صبح

اسمین شک نہین کہ نسیم کا کلام آتش و ناسخ و ذوق و غالب کے کلام کا ہم پلہ نہین ہے یہ لوگ آسمان سخن کے تارے ہین انکے برابر کسی کو عروج نہین حاصل ہوا - لیکن غزل گوئی کے میدان مین نسیم زندہ و صبا و غیرہ سے پیچھے نہین ہین تینون اُستادون کی ہمطرح غزلون کے انتخاب

درج ذیل ہین - جن غزلون مین ایک ہی مضمون کے شعر ہین وہ بھی پہلو بہ پہلو لکھدیے گئے ہین - سخن شناس نگاہ انصاف سے دیکھین -

نسیم صبا کشو نکی خاک ہی ہر اک مقام پر ساقی لنڈھا شراب کو مستونکے نام پر
صبا لائی ہی بھکو وحشت دل اس مقام پر ہنسنے کی جا ہی قیس کے سوائے خام پر
رند پڑتی ہی آنکھ جب میری مینا و جام پر سو سو درود پڑھتا ہون ساقی کے نام پر
نسیم دل سے ہر دم ہین آواز بکا آتی ہی بند کانون کو بھی گریہ کی صدا آتی ہے
رند تیرہ و تار دھوان دھار گھٹا آتی ہے میکشو! فصل مے ہوش ربا آتی ہے
نسیم گل ہوا کوئی چراغ سحری او بلبل ہاتھ ملتی ہوئی پتون سے صبا آتی ہے
رند جا ب خانۂ خمار سے کیا آتی ہے لڑکھڑاتی ہوئی جو باد صبا آتی ہے
نسیم چھو لیا دھوکے سے دامان صبا تو نے کیا غنچۂ گل کہین مٹھی مین ہوا آتی ہے
رند یہ پتا کوچہ کا اس حور کے سن کر قاصد لون نہین جلتی ہی جنت کی ہوا آتی ہے
نسیم خم نہ بنکر خود غرض ہو جائیے مثل ساغر اور کے کام آئیے
رند دھوپ دنکی اوس شب کی کھائیے آستان یار پر مر جائیے
نسیم آپ آہو چشم ہین آہو نہین ہم سے وحشت کی نہ لیجے آپ نے
رند مجھ سے بیہودہ نہ گرمی کیجیے ٹھنڈے ٹھنڈے آپ گھر کو جائیے
نسیم ابر رحمت سنتے ہین نام آپ کا خاکساروں پر کرم فرمائیے
رند دن کو تو تشریف تم لاتے ہو روز شب کو بھی اک دن کرم فرمائیے
نسیم جو ہر تیغ نگہ کھل جائے گا منھ نہ میرے زخم کا کھلوائیے
رند کچھ کرون گا مین بھی اب خدمتین عرض چپکے رہیے منھ نہ اب کھلوائیے
نسیم لائے اس بت کو التجا کرکے کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے
رند کیا ملا عرض مدعا کرکے بات بھی کھوئی التجا کرکے

(نسیم و صبا کا موازنہ)

نسیم جب ہو بیکی شراب تو مین مست مر گیا — شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا
صبا واعظے مین ضرور ڈرانے سے ڈر گیا — جام شراب لائے تو ساقی کدھر گیا
نسیم رنج روان جسم کی حالت مین کیا کہون — جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا اُدھر گیا
صبا مثل حباب بحر جہان مین نہ دم لیا — اک موج تھا کہ مین ادھر آیا اُدھر گیا
نسیم گذرا جہانسے مین تو کہا سُن کے یار نے — قصہ گیا فساد گیا دردِ سر گیا
صبا اچھا ہوا جو ہو گئے وحدت پرست ہم — فتنہ گیا فساد گیا شور و شر گیا
نسیم ہو رنج عشق مجھ سے لیے میرے رنج — خود بھی مٹے یقین ہے جو مجھکو مٹائے رنج
صبا دل ہو نذرے رنج جگر ہے غذاے رنج — پیدا کیا ہے ہمکو خدا نے برائے رنج
نسیم باقی کی تھا رہی یا اب فشار قبر — وہ ابتداے عیش تھی یہ انتہاے رنج
صبا آدم سے تا خلد چھٹا ہمسے کوے یار — وہ ابتداے رنج ہے یہ انتہاے رنج
نسیم ہم شیشہ شکستہ ہین تم کیف موج مے — بنیاد عیش تمسے ہے ہمسے بناے رنج
صبا اے صبا دل مری مٹی خراب کی — کیا چاہیے تھی خانۂ دل مین بناے رنج
نسیم زار و زبون سے تو لیے بھولیے زر پر زور پر — کیجے نگاہ حال سلیمان و مور پر
صبا اک عمر سے وظیفہ ہو صاحب کے نام کا — ناخن کے خط مین انگلیونکی پور پور پر
صبا اب کی برس جنون جو رہا زور و شور پر — زنجیر ہم چڑھائینگے مجنون کی گور پر
نسیم دنیا تمام بازی شطرنج بازہے — مہرون کی طرح ایک کے ہو ایک زور پر
نسیم کسی کے دل سے نہ یارب کوئی خراب گرے — نہ شیشہ طاق سے نہ شیشے سے شراب گرے
صبا تمھارے دور مین گر خاک پر شراب گرے — پڑے زمین پہ اُفتاد آفتاب گرے
نسیم کہون مین اپنی جو اُفتاد بزم ساقی مین — سُبو سے بادہ گرے سیخ سے کباب گرے
صبا بغیر یار ہوئی بزم مے عدو بالا — شراب خم سے بہی سیخ سے کباب گرے
نسیم منت دلا کیسکی نہ اصلاً اُٹھایئے — مر جایئے نہ ناز مسیحا اُٹھایئے

صبا اُفتادگی سے خاک سر اپنا اُٹھائیے — ممکن نہین کہ نقش کف پا اُٹھائیے
نسیم چاہ اپنی مانتا نہین وہ بے یقین اگر — قرآن کا جامہ پہنئے گنگا اُٹھائیے
صبا اُس بت کو اعتبار کسی بات کا نہین — قرآن سر پہ رکھئے کہ گنگا اُٹھائیے
نسیم فراق دیدہ ہون مین وصل یار باقی ہے — خزان رسیدہ چمن کی بہار باقی ہے
// ہوا تو کہتی ہے صاف آمد بہار چمن — صدائے غنچہ و صوت ہزار باقی ہے
// جنون و عقل کے قصے سے چھوٹے بعد فنا — نہ پردہ در ہے نہ وہ پردہ دار باقی ہے
// بتون کے قہر سے ہمکو مقام یاس نہین — امید رحمت پروردگار باقی ہے
صبا نہ جیب کا ہے نہ دامن کا تار باقی ہے — جنون کا جوش ہے فصل بہار باقی ہے
// خدا کیوا سطے کلمہ تونکا پڑھ واعظ — زبان تر ہے ابھی اختیار باقی ہے
// ہزار حیف اسے بھی فلک مٹا دیگا — کہین کہین جو یہ نقش و نگار باقی ہے
// پھنسائیگا مجھے دشت جنون کے کانٹون مین — یہ ایک آدھ وجود امن کا تار باقی ہے
نسیم کیون خفا رشک حور ہوتا ہے — آدمی سے قصور ہوتا ہے
// جس کو دیکھو وہ اس زمانہ مین — اپنے نزدیک دُور ہوتا ہے
// خاکساری وہ ہے کہ ذرّون پر — روز باران نُور ہوتا ہے
صبا بندہ اب با صبور ہوتا ہے — عفو ہووے قصور ہوتا ہے
// پر تو رُخ سے اُلکا جیب قبا — دامن کوہ طور ہوتا ہے
// اے صبا جب بہار آتی ہے — ہمکو سودا ضرور ہوتا ہے

(نسیم کے کلام پر ناسخ کی رائے)

اس موقع پر یہ لکھنا غیر مناسب نہین کہ گو یہ آتش کے شاگرد تھے لیکن آتش کی گرمی سخن انکے کلام مین نہین پائی جاتی انکی شگفتہ پسند طبیعت نے ناسخ کا رنگ پسند کیا مگر باوجود اس تصنع کے جو کہ اس رنگ کا خاص جوہر ہے نسیم کا کلام بالکل بے نمک نہین ہے طبیعت مین ایک خداداد کیفیت ہے جو کلام کو مزیدار بنا دیتی ہے۔

طبیعت کا رنگ

شاعری کا رنگ تو دیکھ چکے اب طبیعت کا رنگ ملاحظہ ہو سنا جاتا ہے کہ بڑے ظریف و بذلہ سنج آدمی تھے تیزی ذہن و ذکاوت طبع کا عجب عالم تھا حاضر جوابی تیغ زبان کا جوہر تھی انھین صفات خاص نے انکا وقار ہمعصر شعرا مین قائم کیا۔ اگر یہ جوہر نہ ہوتے تو کون پوچھتا اُس زمانے مین لکھنؤ کل ہندوستان کی تہذیب و تربیت کا مرکز بنا ہوا تھا۔ گو کہ اُردو شاعری کے زوال کا زمانہ قریب آ چکا تھا۔ لیکن جیسے چراغ کی روشنی بجھنے کے پیشتر تیز ہو جاتی ہے اسیطرح اس زمانے نے شعر و سخن کا ایسا عروج دیکھا کہ باید و شاید۔ آتش و ناسخ کی جادو کا طبیعتین اپنا زور دکھا رہی تھین انیس و دبیر فن مرثیہ گوئی کو عرش پر پہونچا رہے تھے خواجہ وزیر تعبا زند و خلیل وغیرہ کی نوجوان اور شوخ طبیعتین ایک طرف قیامت برپا کر رہی تھین۔ اس زمانہ مین ایک ہندو شاعر کے لیئے شعرا کے زمرہ مین اپنا وقار قائم کرنا آسان کام نہ تھا۔ لیکن نسیم نے اپنے گلہائے مضامین کا سب کو ہزار جان سے شیدا بنا لیا۔ ایسے ایسے معرکہ چھڑے کہ دھاک بیٹھ گئی ایک مشاعرہ مین نسیم نے مطلع پڑھا ؎

مت دلا کسیکی نہ اصلا اُٹھائیے مر جایئے نہ ناز مسیحا اُٹھائیے

آتش بھی اس مشاعرے مین موجود تھے اُنھون نے نسیم کی بہت تعریف کی اور کہا کہ میرا مطلع اسکے آگے گرد ہے۔ مطلع آتش ؎

(آتش کی تعریف)

جان بخش لب کے عشق مین ایذا اُٹھائیے بیمار ہو کے ناز مسیحا اُٹھائیے

خصوصاً نسیم کی حاضر جوابی اور موزونی طبع کے سب قائل تھے ایکمرتبہ کا ذکر ہے کہ کہین مشاعرہ کی صحبت تھی یہ بھی وہان موجود تھے قبل مشاعرہ شروع ہونے کے شیخ ناسخ نے ایک مرتبہ انکی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ پنڈت جی ایک مصرع کہا ہے دوسرا مصرع نہین سوجھتا کہ پورا شعر ہو جائے۔ انھون نے جواب دیا فرمایئے ناسخ نے مصرع پڑھا ع شیخ نے مسجد بنا مسمار بتخانہ کیا۔ انکے مُنھ سے یہ مصرع نکلنے کی دیر تھی کہ یہان دوسرا مصرع تیار تھا ع تب تو اک صورت بھی تھی اب صاف ویرانہ کیا۔ اس مصرع کا سُننا تھا

(ناسخ سے معرکہ)

کہ حاضرین جلسہ پھڑک اُٹھے اور ہر طرف سے نعرہائے تحسین و آفرین بلند ہوئے۔ شیخ ناسخ نے شاعری کی آڑ مین مذہبی چوٹ کی تھی۔ لیکن نسیم نے ٹھنڈا کر دیا۔ اسیطرح ایک شخص نے مشاعرہ مین ایک شعر پڑہا جسکا دوسرا مطلع یہ تھا ع جانب ظلمات ہرگز آفتاب آتا نہین پہلا مصرع کچھ مہمل سا تھا نسیم کے مُنھ سے بیساختہ نکل گیا کہ دوسرا مصرع تو خوب ہی لیکن پہلا مصرع ٹھیک نہین وہ صاحب بھی کچھ جلے تن تھے اُنکے کان تک یہ بات پہونچی تھی کہ جھلا کر بولے کہ اچھا اس سے بہتر مصرع کہہ دیجیے۔ یہان تو مضامین ہر وقت ہاتھ باندھے سامنے کھڑے رہتے تھے اُسیوقت مصرع موزون کرکے سُنا دیا ع تیرہ دل کی بزم مین جامِ شراب آتا نہین + جانب ظلمات ہرگز آفتاب آتا نہین۔ نسیم کی مشاعرہ مین دھاک بیٹھ گئی وہ بیچارہ ذلیل ہوگیا ایک روز آتش کے یہان شاگردون کا جمگھٹا تھا رند صبا۔ خلیل۔ وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے نسیم بھی موجود تھے۔ صبح کا سُہانا وقت برسات کا موسم مینھ برستا ہوا۔ عجیب کیفیت تھی موسم بہار سے کچھ ایسی طبیعتین مست ہوئین کہ شاگردون نے آتش سے فرمائش کی کہ اُستاد اسوقت ایک غزل کہنا چاہیے گو کہ آتش کا دل بجھا تھا لیکن طبیعت مین جوانی کا زور بھرا تھا فی البدیہہ اشعار موزون کرنے شروع کردیے اور کہا کہ لکھتے جاؤ جس غزل کا مطلع ہو ؎

دہن پر ہین اُنکے گمان کیسے کیسے ۔۔۔ کلام آتے ہین درمیان کیسے کیسے

وہ اسی موقع کی کہی ہوئی ہو۔ نسیم کی طبیعت بھی جوش بہار سے لہرائی ہوئی تھی اُنھون نے ان اشعار کی تخمیس کرنی شروع کردی۔ جتنی دیر مین آتش دوسرا شعر سوچتے تھے۔ یہ اس عرصے مین اُنکے پہلے شعر پر تین مصرعے لگا چکتے تھے اور بعض بعض مصرع تو وہ تھے اس انداز سے لگائے ہین کہ اگر کوئی برسون فکر مین سر بگریبان رہے تو اس سے بہتر مصرع نہین لگا سکتا آتش کے دو شعرون کی تخمیس تمثیلاً لکھی جاتی ہو ؎

نہ خونی کفن ہین نہ گھائل ہوے ہین ۔۔۔ نہ زخمی بدن ہین نہ بسمل ہوے ہین
لہو مل کے کشتون مین داخل ہوے ہین ۔۔۔ تمھارے شہیدون مین شامل ہوے ہین

(۱۲ کلیہ اور نفس مضمون کی تحریر)

گل و لالہ وار غوان کیسے کیسے

کوئی جانتا ہو کسی کو خبر ہے — کہ پردہ مین کون اے صنم جلوہ گر ہے
کہین کچھ خیال اور کہین کچھ نظر ہے — دل و دیدۂ اہل عالم مین گھر ہے
تمھارے لئے ہین مکان کیسے کیسے

(صبا سے پہلے)

اسی طرح چودہ پندرہ شعر کی غزل پر مصرع لگائے ہین - آتش کے شاگردون مین صبا سے انسے بہت یارانہ تھا انکے مرنے پر صبا نے ایک شعر کہا جو کہ واقعی درد دل کی تصویر ہے ؎

اُٹھ گئے ہین نسیم جسد سے — اے صبا وہ ہوے باغ نہین

(زند سے چشمک)

لیکن زند سے چشمک تھی چنانچہ ایک مشاعرہ مین نسیم نے زند کی ایک مشہور غزل پر خمسہ پڑہا جس کا مطلع یہ تھا ؎

وصل انسان کو پریزادونکا ہو ہی دشوار — فائدہ کچھ نہین تم مفت مین کیون ہوتے ہو خوار
کہتے کہتے تو ہوے تمکو نسیم اب ناچار — عشق کو ترک کرو یا نہ کرو ہو مختار
نیک و بد ہم ہین تمھین زند سمجھاتے جاتے

اس مصرع کا زبان سے نکلنا تھا کہ ع کہتے کہتے تو ہوے تمکو نسیم اب ناچار - کہ زند نے سر مشاعرہ تلوار کھینچ لی اور نسیم سے برسر پیکار ہونے کا ارادہ کیا - نسیم کے مزاج مین بھی بانکپن تھا یہ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ تلوار پر نہ بھولنا یہان تھپڑون سے تلوار چھین لیتے ہین لیکن آفتاب الدولہ قلق وغیرہ اس مشاعرہ مین موجود تھے اُنھون نے بگڑی ہوئی طبیعتونکو سنبھالا اور بھڑکتی ہوئی آگ پر پانی ڈالا - اور زند سے کہا کہ بندہ نواز یہ تلوار کا مقام نہین یہان زور قلم سے کام لیجئے - اس ہنگامہ آرائی کی وجہ یہ تھی کہ زند جو کہ ایک رنگین مزاج اور عاشق تن آدمی تھے اس زمانہ مین اک بارگاہ حسن کے امیدوارون مین تھے لیکن قسمت کی نارسائی سے منزل مقصود تک رسائی نہین ہوتی تھی - تو ان مزاجی نے اس مایوسی کی حالت کو غیظ و غضب سے بدل دیا تھا نسیم نے اس خمسہ مین در پردہ اسی کیفیت کا اشارہ کیا تھا —

رند کے چوٹ کھائے ہوئے دل پر یہ طعن آمیز نصیحت گران گذری اور اس معرکہ کا باعث ہوئی۔ علاوہ بریں اسی غزل مین رند کا ایک شعر ہے ؎

راستہ روک کے کہہ لونگا جو کہنا ہوگا بھے کیا ملوگے نہ کبھی راہ مین آتے جاتے

نسیم نے ایک صحبت مین اس شعر کا دوسرا مصرع پڑہا تو مذاقاً (ملوگے) تانیث کے ساتھ پڑہا بنے ؎

راستہ روک کے کہہ لونگا جو کہنا ہے بھے کیا ملوگی نہ کبھی راہ مین آتے جاتے

اس پر بڑا قہقہہ پڑا اور اس شعر کو لوگ اسی صورت پر پڑھنے لگے۔ اُڑتے اُڑتے یہ خبر رند کے کانون تک بھی پہونچی حریفون نے اصل واقعہ پر اپنی طرف سے اور حاشیے چڑہائے غرضکہ رند کے دل مین اس واقعہ کی وجہ سے بھی ایک کاوش موجود تھی یہ بھی انکے لیے نسیم سے بگڑنے کی وجہ ہوئی۔ ایک موقع پر رند نے ایک شعر پڑہا ؎

کیا ملا عرض مدعا کرکے بات بھی کھوئی التجا کرکے

نسیم نے پہلا مصرع یون بدل کر پڑہا ع فائدہ عرض مدعا کرکے۔ اور کہا اب شعر بہتر ہوگیا اور لوگ بھی جو بیٹھے تھے اُنھون نے بھی نسیم ہی کی ایسی کہی۔ یہ امر بھی رند کو ناگوار گذرا۔ نسیم کی جو وقعت شعرائے لکھنؤ کے زمرہ مین تھی اسکا اندازہ مندرجۂ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ ایک مرتبہ دہلی سے تین مصرعے امتحاناً لکھنؤ بھیجے گئے کہ شاعران لکھنؤ ان پر مصرعہ لگاکر بھیجین تینون مصرعہ ملاحظہ ہون۔

(۱) ناتوان ہون کفن بھی ہو ہلکا (۲) اس لیے قبر مین رکھا انھین زنجیر سمیت

(۳) من میروم بکعبہ و دل میرود بدیر۔

اب اہل لکھنؤ کی یہ کوشش ہوئی کہ ایسے مصرعہ کہکر بھیجے جائین کہ دہلی والون کو بھی یہانکی شاعری کا قائل ہونا پڑے۔ اگر مصرعے سست ہوے تو کرکری ہو جائیگی غرضکہ تین شخصونکو جو ہر طرح اس کام کے لیے موزون خیال کیے گئے ایک ایک مصرعہ پر مصرع

لگانے کا کام سپرد ہوا پہلا مصرعہ ناسخ کو دیا گیا دوسرا آتش کو اور تیسرا نسیم کو گو کہ اُسوقت اور بڑے بڑے شاعر موجود تھے مگر آتش و ناسخ کے ساتھ لکھنؤ کی آبرو قائم رکھنے کا شرف نسیم ہی کو حاصل ہوا - تینون اُستادون نے جی توڑ کر مصرع لگائے ہین -

ناسخ کا مصرع ہے - ڈالدے سایہ اپنے آنچل کا - ناتوان ہون کفن بھی ہو ہلکا)

آتش کا مصرع ہے - حشر مین حشر نہ برپا کرین یہ دیوانے - اسلیے قبر مین رکھا انھین زنجیر سمیت)

نسیم کا مصرع یہی لاجواب ہے - دارم زدین و کفر ہر یک قدم دو سیر - من سیرم مکعبہ و دل میرود بدیر)

نسیم کے مزاج مین آزادی اور بیباکی کوٹ کوٹ کر بھری تھی کبھی دنیا کے مال و دولت کی تمنا نہ کی گو کہ بہت اہل کمشیر اس زمانہ مین عہدہاے جلیلہ پر ممتاز تھے اور دربار شاہی مین ان لوگون کی رسائی تھی ان حضرات نے کئی مرتبہ نسیم سے خواہش ظاہر کی کہ وہ انکو دربار شاہی تک پہونچائین اور انکے منصب و جاگیر کی فکر کرین - مگر شہنشاہ سخن نے دوات و قلم کو طبل و علم پر ترجیح دی اور دنیا کی شان و شوکت کی طرف رُخ نکیا - اور یہ کیا اکثر اہل کمال اسی رنگ کی طبیعت رکھتے ہین انیس مرحوم فرماتے ہین ؎

در پہ شاہون کے نہین جاتے فقیر اللہ کے ۔۔۔ سر جہان رکھتے ہین سب ہم وان قدم رکھتے نہین

ایک مرتبہ امجد علیشاہ کے سامنے ایک طوائف نے نسیم کی وہ لاجواب غزل گائی جسکا مطلع ہے

؎ جب نہ جیتے جی مرے کام آئیگی ۔۔۔ کیا یہ دنیا عاقبت بخشائیگی

جب اس مرصع غزل کا مقطع گایا - جان نکل جائیگی تن سے اے نسیم ۔ گل کو بوے گل ہوا بتلائیگی +

تو سخن شناس بادشاہ نے کہا کہ کیا یہ غزل اسی نسیم کی ہے جو گلزار نسیم کا مصنف ہے - اُس نے کہا ہان یہ سننا تھا کہ ارشاد ہوا کہ اس سخنور باکمال کو دربار شاہی مین حاضر کرو - حریفون نے کہا کہ مصنف نسیم کا تو انتقال ہوگیا خدا جانے وہ کیا وقت تھا اور یہ منحوس کلمہ کیسی زبان سے نکلا تھا ادھر یہ بات مُنھ سے نکلی اُدھر قدر انداز قضا کی ترکش سے تیر نکلا جسنے کہ تھوڑی ہی مدت مین نسیم کا خاتمہ کر دیا - مرنے کے دو تین گھنٹے پیشتر یہ شعر کہا تھا ؎

پہونچی نہ راحت ہم سے کسیکو بلکہ اذیت کو شی ہوئے ۔۔۔ جان پڑی تب بار شکم تھے مرکے بال دوش ہوئے

از دلگداز بابت ماہ مارچ ۱۹۰۵ء نمبر ۳ جلد ۹۔

گلزار نسیم پر ریویو

(از مولوی عبد الحلیم

ہمارے ہم شہر بلکہ ہم محلہ
گلزار نسیم کا ایک نیا ایڈیشن
دیا شنکر نسیم مرحوم کی
ساتھ ایڈیٹر
پنڈت برج
شائستہ مذاق
کوشش اگر

اسکے کر
اردو
نظمو
نثر
ع

مثنوی ہے جسمین اور آمین باعتبار مذاق شاعری وخوبی زبان کے کوئی نسبت نہین ہو۔ مگر
اُسکے مقابلہ مین ہمیشہ اسکا نام لیا گیا۔ اور اُن دو شعرا کے کلام کا موازنہ کیا گیا جن کا مذاق ایک
دوسرے کی ضد واقع ہوا ہے گلزار نسیم کو جو مقبولیت عام حاصل ہوئی حیرت انگیز ہے۔ لیکن اگر
اُسکی خوبیونکا اندازہ کیا جائے تو یہ بے انتہا شہرت بھی اسکے مرتبے سے کم ہے۔ اُردو ہی نہین
اکثر زبانونمین اس پایے کی نظمین کم ملین گی لیکن اسکے ساتھ یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ ایسے عیوب سے
بھری ہوئی نظم بھی کوئی نہین جسوقت اسکے محاسن پر نظر ڈالی جائے تو اس قدر لطف آتا ہے
[illegible] پڑتا ہے۔ کہ اس سے اچھی نظم نہین ہوسکتی۔ اور جسوقت اسکی غلطیونکی
[illegible] کسی شاعر کے کلام مین اتنی غلطیان نہونگی جتنی کہ
"مثنوی ہے کہ [illegible] زیادہ تر لفظی بحثون مین
[illegible] اسکا کلام بالکل مسٹ
دیجاتی ہین۔ لیکن
[illegible] اور مقبول
ان کس پائے کی
[illegible] ہمیشہ لفظی بحثو

[illegible] کرکے
[illegible] ہی۔ مگر
[illegible] رتا ہے
[illegible] مصنف
[illegible]
[illegible] ی

تیار ہوئی اسکا حجم زیادہ تھا جب آتش کے پاس اصلاح کے لیے لیگئے تو اُنھون نے کہا ارے بھئی اتنی بڑی مثنوی کون پڑھے گا - یا تم پڑھوگے کہ تمنے تصنیف کی ہی - یا مین اصلاح کے خیال سے ایک مرتبہ دیکھ جاؤنگا - اُستاد کامل کی بات دل پر اثر کر گئی مثنوی کی نظر ثانی کی جتنے بھرتی کے شعر تھے نکال ڈالے - مگر معتبر ذرائع سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انتخاب و اختصار کا یہ آخری عمل اور تصرف خواجہ آتش کے قلم سے ہوا - منشی اشرف علی اشرف مرحوم جو نسیم دہلوی کے شاگرد تھے اور اُس سے پہلے دور کے یادگاروں مین تھے اس واقعہ کو خود مجھ سے بیان کرتے تھے بلکہ اُنکا بیان تھا کہ پنڈت دیا شنکر کی لکھی ہوئی اصل مثنوی کے بہت سے اوراق بھی مین نے اپنی آنکھ سے دیکھے تھے جو بیت ہی عام مذاق کے تھے اور ایسے تھے کہ سوا ایک مبتدی شخص کے کسی کہنہ مشق شاعر کی جانب نہین منسوب کیے جا سکتے ،، اسی بیان کی تصدیق میر وزیر علی صبا نے بھی ہمارے بعض بزرگوں کے سامنے کی تھی - اور اسی کی بدولت یہ خبر مشہور ہوگئی کہ یہ مثنوی اصل مین آتش کی ہی - اُنھون نے پنڈت دیا شنکر کو کھ کے دیدی ،، جسکی بنیاد پر چودھوین[14] صفحہ مین مسٹر چاپ بست نے پہلے تو اس شہرت کی بدولت مصنف کو اعلیٰ ناموری کا تاج پہنایا ہے اور پھر لکھا ہے سخن شناس جانتے ہین کہ جس رنگ مین گلزار نسیم کہی گئی ہی اس رنگ مین آتش نے اپنی زندگی مین ایک شعر نہین کہا ،، مگر مجھے تعجب ہے کہ مصنف کے دیوان کا جو انتخاب مسٹر چاپ بست نے اسی مثنوی کے آخر مین چھاپا ہے اُس مین بھی اس رنگ کا کوئی شعر نہین ہی - ہمارے روشن خیال دوست نے اسبات کا لحاظ نہین کیا کہ غزل اور چیز ہے اور مثنوی اور چیز - انسان کی طبیعت جو رنگ غزل مین دکھاتی ہے - ضرور نہین کہ مثنوی مین بھی وہی رنگ دکھائے - آتش وہ شخص تھے جو غزل کے سوا کسی اور صنف سخن مین کہنا اپنی شان شاعری سے ادنے خیال کرتے تھے - اگر اُنکی کوئی اور مثنوی موجود ہوتی تو بیشک مقابلہ کیا جا سکتا تھا کہ جو رنگ اُس مثنوی مین تھا اسمین کیون نہین ہے لیکن دیوان کے رنگ کو پیش کرکے مثنوی کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا اس بات کا

ثبوت دیتا ہی کہ مسٹر چک بست کو اسکی خبر ہی نہین کہ شاعرانہ مذاق ہر صنف سخن مین جداگانہ رنگ دکھایا کرتا ہے۔ کوئی تعجب کی بات نہین۔ اگر آتش نے اُس دلبستگی کی بنیاد پر جو اُنھین نوعمر شاگردون سے تھی اُسی کی تحریک سے یا اُسکی مشق اولین دیکھ کے اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر کہا ہو۔ پھر اُسمین متعدد لغزشین دیکھ کے اُسے بجائے اپنے اُسی کی طرف منسوب کر دیا ہو۔

جن دنون یہ مثنوی کہی گئی ہی اُن دنون شاعری کا یہ رنگ تھا کہ معائب محاسن پر غالب خیال کیے جاتے تھے۔ اور شعرا کو کلام مین خوبیان پیدا کرنے سے زیادہ فکر اسبات کی ہوتی تھی کہ کلام عیوب سے پاک ہو۔ لہذا یہ خیال اس بات کا پورا محرک ہو سکتا تھا کہ آتش اس مثنوی کو کہین پورا اپنے کمسن شاگرد کو دیدین مصنف کا مختصر لائف کو ختم کرتے ہی مسٹر چک بست نے مثنوی سحر حسن اور گلزار نسیم کا موازنہ شروع کر دیا ہے اسکے متعلق مجھے کچھ نہین کہنا ہے۔ ہان اتنا ضرور کہون گا کہ موازنہ سے پیشتر ضرورت تھی کہ گلزار نسیم پر بلالحاظ کسی اور نظم کے ایک مفصل اور معقول ریویو کیا جاتا۔ اور ہر قسم کی خوبیان اُسمین سے نکال کے دکھائی جاتین اس کام کو مسٹر چک بست نے کیا ہے مگر بہت ہی ناقص اور ناتمام درجہ تک۔

مسٹر چک بست کے اس خیال کی مین تائید کرتا ہون کہ اس مثنوی کا مصنف کسی کی خرمن کا خوشہ چین نہین بلکہ خود صاحب طرز ہے۔ اسکے بعد قابل ریویو نگار نے تناسب لفظی کی بحث شروع کی ہی اور اس صنعت مین نسیم لکھنوی کا اعلیٰ کمال دکھایا ہے۔ رعایت لفظی کا خیال چاہیئے اُسے حسن کہیئے خواہ عیب کہیئے۔ بعض شعرائے لکھنؤ مین مرض کے درجے تک پہونچا ہوا تھا۔ حتےٰ کہ اس دھن مین مبتلا ہو کے بعض اوقات وہ جادۂ اعتدال سے گذر گئے ہین۔

مسٹر چک بست نے امانت۔ خلیل۔ رند۔ اور قلق۔ کا ایک ایک شعر یا مصرع نقل کر کے سب کی شاعری مین دھبہ لگایا ہے۔ چنانچہ امانت کی نسبت لکھتے ہین۔ تناسب لفظی کا شوق جنون کے درجہ تک پہونچ گیا ہے لیکن چونکہ زبان پر قدرت کاملہ حاصل نہین ہے اور طبیعت مین شستگی کا جوہر نہین لہذا جو شعر کہا ہے اس رنگ مین کہا ہے کہ اُسے پڑھکر ہنسی آتی ہی

مگر دیگر شعرا کے حال پر صرف اتنی ہی مہربانی کی ہے کہ تناسب الفاظ کا لطافت کے ساتھ نباہنا ایک امر دشوار ہے اور آخر مین جب دیکھا کہ ایسے ہی معیوب اشعار گلزار نسیم مین بھی موجود ہین تو تسلیم کر لیا - کہ "اکثر نسیم سے بھی تناسب الفاظ کے ساتھ لطافت سخن قائم نہین رہسکی" پھر جب دیکھا کہ اس اقرار کے گناہ سے اوپر کا دعوے بالکل منسوخ ہوا جاتا ہے تو اس دشواری کو یہ کہکے ٹالا کہ "اس قسم کے اشعار کل مثنوی مین دو فیصدی سے زیادہ نہین ملین گے لہذا قابل معافی ہین" مگر ہمارے دوست کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ جن شعرا کو انھون نے ملزم ٹھہرایا ہے اُنکے کلام مین بھی ایسے معیوب اشعار فیصدی دو سے زیادہ نہ نکلین گے اور کوئی تعجب نہین کہ اتنے بھی نہ نکل سکین سچ یہ ہے کہ امانت نے تناسب الفاظ کی فکر مین اپنے تئین بدنام تو بہت کیا - مگر اس صنعت کے پیچھے پڑکے ٹھوکرین بہت کھائین تو کامیاب بھی سب سے زیادہ وہی ہوے -

گلزار نسیم کے اختصار - اسکی ترکیبون کی پختگی تشبیہات کا کل کلام کی سادگی وروانی اور پاکیزگی زبان کی نسبت جو کچھ لکھا گیا ہے بہت صحیح ہے بلکہ اس سے بڑھکے ہے - ہم لکھتے تو اس سے کچھ زیادہ ہی لکھتے اسلیئے کہ ہم ہمیشہ سے گلزار نسیم کے بہت بڑے معترف ہین مگر افسوس اس بات کا ہے کہ اسکے دوسرے رُخ یعنی مثنوی گلزار نسیم کے عیوب کی طرف سے مسٹر چک بست نے بالکل چشم پوشی کی ہے اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ اس ایڈیشن مین گلزار نسیم پر ایک منصفانہ (ریویو) کیا جاتا اسلیئے کہ جس قدر یہ مثنوی ایک عمدہ (ریویو) کی محتاج تھی اُردو کی اور کوئی نظم نہین - مگر افسوس کہ (ریویو) نویسی مین ہمارے یہان یا تو مروت و دوستی کے جذبات ظاہر کیے جاتے ہین یا بغض وعناد کے - اور اگر معاصرین سے واسطہ نہو تو ہمارے ریویو نگار قوم پرستی کرتے ہین اور اپنی قوم و گروہ مین ہیرو پیدا کرنے کی ایسی ہوس ہوتی ہے کہ انصاف کو بالکل ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتے ہین اس مرض سے انگلستان کے ریویو نگار بھی پاک نہین ہین - مگر زمانے کی مساعدت سے مغرب والے اپنی اس ہوس مین کامیاب ہو جاتے ہین اور ہم اپنی قسمت

اور کم کردیتے ہین - وجہ یہ کہ وہان ایک ہی قوم ہے اور سب کے جذبات یکسان ہین بخلاف اسکے یہان باہمی اختلاف ہی لہذا ایک گروہ کسی شخص کو زبردست ہیرو بناکے بڑھاتا ہے تو دوسرا گروہ اُسکے گرانے کی کوشش کرتا ہی اور اسی سبب سے ہمکو ریویو لکھنے مین جسقدر اعتدال اور منصف مزاجی سے کام لینے کی ضرورت ہے اہل یورپ کو نہین ہے - واقعی یہ افسوس کی بات ہے کہ اس ریویو مین نسیم کے مقابل مین لکھنؤ کے بعض مشہور و معروف اور مستند شعرا کے مٹانے کی کوشش کی گئی ہے اور محض اُن غیر معتبر کہانیون کی بنیاد پر جس سے یہان کے تمام شعراے حال ناآشنا ہین - ممکن ہے کہ وہ کسی خاص حلقہ مین شہرت رکھتی ہون مگر محققین کے نزدیک بالکل بے بنیاد ہین اور اتنی وقعت ہرگز نہین رکھتین کہ تحریر مین لائی جائین

اس سلسلے کو ہمنے ابھی ختم نہین کیا ہے دلگداز کے آیندہ نمبر مین ہم اصل مثنوی گلزار نسیم پر ایک (ریویو) لکھینگے جسکے لیئے اس نمبر کے صفحات کافی نہین ہین ہم گلزار نسیم کے محاسن کو نہین بتائینگے اسلیئے کہ وہ سب کے نزدیک مسلم ہین اور اُنکے حیطۂ تحریر مین لانے کے لیئے ضرور ہے کہ ایک ضخیم کتاب لکھی جائے ہم صرف اُن اشعار کو درج کرینگے جن پر عام اہل سخن معترض ہین اور جنکا اسوقت تک جواب نہین دیا گیا ہے گلزار نسیم مین ایسے اشعار بہت ہین جنکی بنا پر صرف یہی نہین کہا جاتا کہ نسیم کی زبان مین غلطیان ہین بلکہ یہ بھی دعویٰ کیا جاتا ہی کہ پنڈت دیا شنکر نسیم زبان پر اتنی حکومت نہین رکھتے کہ ہر ایسے مضمون کو جو خیال مین آئے ادا کرتے جائین - کیا اچھا ہوتا کہ مسٹر چکبست بجاے مولوی حالی کے اعتراضات کا جواب دینے کے اُن عیوب کے مٹانے کی کوشش کرتے ـــــ

دلگداز بابت ماہ اپریل ۱۹۰۵ء نمبر ۴ جلد ۹

مسٹر چکبست نے شمس العلما مولنا حالی کا جواب دینے کے لیئے خاص اہتمام کیا ہے اور اُس بحث کو کر چھیڑ دیا ہے جو پیشتر او دھ پنچ مین چھڑ چکی تھی ہمارے مہربان کو حالی کو جواب دینے سے پہلے اُن اعتراضون کے اُٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے تھی جو خود اسامدہ

لکھنؤ کی جانب سے وارد کیے جا رہے ہین - باہر والونکو یقین کامل ہے کہ گلزارِ نسیم کی زبان خاص لکھنؤ کی زبان ہو جسکے باعث سارے ہندوستان مین لکھنؤ کی زبان کا نہایت ہی غلط اندازہ کیا جاتا ہے - دہلی والے گلزارِ نسیم پر اعتراض کرتے ہین اور سمجھتے ہین کہ وہ اعتراض عام اہل لکھنؤ اور لکھنؤ کی مستند زبان پر ہے اسلیئے ضرورت بھی ہو کہ عام پبلک پر ظاہر کر دیا جائے کہ گلزارِ نسیم مین اہل لکھنؤ کے نزدیک صدہا غلطیان ہین اور اس مثنوی کی زبان اہل لکھنؤ کی زبان نہین ہے - میرا مقصد اعتراض کرنا نہین ہے بلکہ صرف دو مقصد ہین -

(۱) یہ کہ عام غلط فہمی دور ہو کہ گلزارِ نسیم کی زبان لکھنؤ کی مسلم و مستند زبان ہے -

(۲) یہ کہ چک بست کی توجہ اس جانب مائل کیجائے کہ ان شبہات سے جو اس مثنوی کی نسبت اکثر اہل لکھنؤ اور عام شعراے اُردو کو ہین وہ واقف ہو کے اُنکو دور کرین اور اس مثنوی کو ویسا ہی پاک و بے عیب ثابت کر دکھائین جیسا کہ میرے نزدیک اسے ہونا چاہیئے لہذا اب مین مثنوی کے اشعار نقل کر کے لوگونکے شبہات و اعتراضات کو پیش کیئے دیتا ہون مسٹر چک بست کو اختیار ہے چاہین اُنھین تسلیم کرین یا اُنکی تردید فرمائین - گلزارِ نسیم ایسی مثنوی ہے کہ ان اعتراضون اور شبہون سے اُسے کسی قسم کا نقصان نہین پہونچ سکتا نہ اُسکی خوبیان کم ہو سکتی ہین اور نہ اُسکی شہرت مٹ سکتی ہے - اسلیئے کہ وہ باوجود ان غلطیونکے اعلیٰ درجہ کی اور بے مثل اور بے نظیر مثنوی ہے مگر، ن اتنا ضرور ہو گا کہ لوگ دھوکے سے بچ جائین گے اور اُن غلطیون سے محفوظ رہین گے جو دکھائی جاتی ہین -

بعض اشعار کا مطلب ہی نہین سمجھ مین آتا ممکن ہے کہ میری ہی فہم کا قصور ہو - ایسی صورت مین جن صاحبون کی فہم رسائی کرتی ہو وہ مجھے سمجھا دین ؎ صاد آنکھونکی دیکھکر سپ کی بینائی کے چہرے پر نظر کی + بینائی کے چہرے پر نظر کرنے سے کیا مراد ہے ؎

اک بلّی جو چھپٹی چوہے کو بھاگا یہ نیولے نے دیکھا سانپ

سانپ کو نیولا مار ڈالا کرتا ہے - مگر یہ دکھا سانپ کیا - آخر نیولے نے ذرا سی کا تماشا کیون دکھایا

سُن کے قیدی کے زار نالے ۔ زنجیر کے پنجے سے نکالے + مانا کہ زنجیر کے ایسے پنجے نکال ڈالے ،، مگر اس سے یہ مطلب کیونکر نکلا کہ بکاؤلی کے پانوٗن مین سے زنجیر نکال لی ؟ سچ یہ ہے کہ یہ شعر وین ہے ۔ سُن کے قیدی کے زار نالے + زنجیر کے پنجے سے نکالے + زار نالے چاہے غلط ہو مگر مصنف نے اُس سے رونے دھونے کے معنے لیئے ہین اور دوسرے مصرع مین وہی ترکیب رکھی ہے ۔ جو اُس کے کلام مین عام ہے ۔ یعنی زنجیر کے پنجے سے نکالے ۔ بجائے زنجیر کے پنجے سے اُسے نکالا ۔ وان پھانسی چھُٹی ہے اُسکو غم کی + یان سانس نہین ہے ایک دم کی + ایک دم کی سانس نہ ہونا ،، اس محاورے کے معنی مجھے نہین معلوم ۔

بعض جگہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے کسی مضمون کے ادا کرنے کی کوشش کی ہے مگر ضروری الفاظ کے چھوڑ دینے سے مطلب خبط ہو گیا ہے اور کامیابی نہین ہوئی یا کچھ اور مطلب ہو گیا ۔ چاہا نگینین کا امتحان لے + پوچھا کہ نگین جوے کہان لے + جبتک کہ کسی خاص نگین کو دکھا کے یہ نہ کہا جائے کہ اس نگین کو لے تو کہان لے اُسوقت تک اس عام سوال کے کوئی معنی نہین ہو سکتے ۔ رُکنا ہوا اُس پری کا مشکل + یہ دل لگی اب لگائے گی دل + پہلے مصرع کے ذریعے سے مصنف نے تو یہ مضمون ادا کرنا چاہا ہے کہ اُس پری (روح افزا) کے ٹھہر جانے سے دشواریان پیش آئین مگر زبان پر قدرت نہ ہونے سے مطلب یہ ہو گیا کہ اُس کا ٹھہرنا مشکل ہوا یعنی ٹھہر نہ سکی ۔ شہزادے نے ایک دن پھر آکر + شادی کو کہا حیا اُٹھا کر + پردہ حیا اُٹھا کر ،، کی جگہ صرف ،، حیا اُٹھا کر ،، موزون تو کر دیا گیا ہے مگر معنی کچھ نہین رہے ع دختر جو پسند مہ لقا ہے ۔ صرف ترکیب کی خرابی نے مطلب خبط کر دیا ۔ کہنا یہ تھا کہ مہ لقا دختر جو پسند ہے ۔ بہت سے اشعار مین لفظی غلطیان ہین یا تو لفظ کے حرکات غلط ہو گئے ہین یا اُنکے معنے غلط لیئے گئے ہین یا بے محل اُنکا استعمال ہو گیا ہے یا اُن مین تذکیر و تانیث کی یا اور کسی قسم کی غلطی ہے ۔ بولا کہ چکھون گا مین یہ انسان ،، یا ور بیڑے چکھے پان کے مزیدار + میرے خیال مین ناسخ و آتش کے زمانے سے لیکے اسوقت تک چکھون گا اور چکھے کی جگہ

"چکھونگا اور رچکے غیر فصیح ہی نہین بلکہ غلط ہے دوسرے مصرع مین صرف بیڑے کا فی تھا پان کے بیڑے محاورے مین اچھا نہین ۔ مسٹر چک بست نے آتش کی جو اصلاح نقل کی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُستاد نے یہ دونون غلطیان نکال دی تھین مگر نسیم نے بلا لحاظ اسکے کہ اسی غلطیو نکا اعتراف کرتے اپنا وہی ناقص مصرع قائم رکھا ۔ خیر اُنکی خوشی ۔ مگر زبان یہ کہ ذمہ دار لکھنؤ قرار دیا جاتا ہے " کھاتے ہی حمل کا ڈھنگ پایا + اور وہ بانچ تھی جب حمل تھی ان دونون مصرعون مین حمل کی جگہ حمل نظم کر دیا گیا ہے جو قطعًا غلط ہے " بادل سادہ بحر آسمانی جوش بجلی سی لہر سے تھا ہم آغوش + قطع نظر اسکے کہ پہلا مصرع بہت بھونڈا ہے " لہر " کی جگہ " لہر " یعنے ہائے متحرک کے ساتھ موزون کر دیا گیا ہے جو اُردو مین غلط ہے وہ جاگی تو سب اُسکے جوڑ کی تھین اندر کے اکھاڑے کی پری تھین ۔ اس مین " پری " کی جگہ " پریان " چاہیے جو نہایت ذلیل قسم کی غلطی معلوم ہوتی ہے " خوش لہجہ بہت بکاؤلی تھی + گاتی اور ناچتی بڑی تھی + اول مصرع مین خوش گلو یا خوش آواز کی جگہ غلطی سے " خوش لہجہ " کا لفظ استعمال ہو گیا اور دوسرے مصرع مین " بڑی " کا لفظ سراسر غلط اور بہت ہی بُرا ہے ۔ یا تو بڑی ناچنے گانے والی چاہیئے یا یون کہنا چاہیئے کہ " خوب گاتی ناچتی تھی " یہ " ناچتی گاتی بڑی " کیا ؟ یہان " بڑی " کا لفظ صرف اس سبب سے بگڑ گیا کہ مسٹر چک بست نے بے سمجھے تصرف فرمایا ہے ۔ نامی پریس لکھنؤ کی چھپی ہوئی مثنوی مین اس شعر کا آخری مصرع یون ہے ۔ گاتی اور ناچتی بڑی تھی ۔ یعنی بڑی گانے اور ناچنے والی تھی ۔ گو اُس پر بھی یہ اعتراض ہوتا کہ " گائن کی جگہ " گاتی اور ناچنے والی کی جگہ " ناچتی " غلط ہے ۔ مگر شعر کے معنی پیدا ہو جاتے اور ایسا مہمل نہ رہتا جیسا کہ اسے مسٹر چک بست نے بنا دیا ہے " چنگل اور جنگال " کا لفظ تین جگہ استعمال ہوا ہے اور تینون جگہ بے موقع اور غلط " پہونچا لب حوض سے نہ چنگل " یعنی ہاتھ نہین پہونچا شہزادے پر اُس نے مارا جنگال " یہان اگر یہ کہا جائے کہ پرون کی طرح پری کے پنجے بھی تھے تو شاید صحیح ہو جائے " یا اسے یہ نہین خائی جنگال " یہان تاج الملوک اپنے مہندی سے لگے ہاتھون کو

"حنائی چنگال" کہتا ہے لکھنؤ کی تو یہ زبان نہین ہو ہان نیرنگ نسیم باغ کشمیر ہو تو اور بات ہے
بیجا وہ ہوا کہا کہ جا جا - کیسی رانی کہان کا راجا - ہر ہم ہوا کی جگہ پر "وہ بیجا" ہوا کہنا میرے
خیال مین بہت ہی مبتذل بازاری زبان ہو اور بازار بھی لکھنؤ نہین کہین اور کا ۵
جھنجھلا کے ڈرا کے غل مچا کے - سمجھا کے بجھا کے دست پا کے + اُردو مین دسترس پانا
کہہ سکتے ہین مگر دست پانا قابو پانا کی جگہ پر ہرگز نہین جائز ہے -
اُردو مین جانی کا لفظ سوا معشوقہ کے اور کسی کی شان مین اور وہ بھی خلوت کے سوا
دیگر موقعون پر استعمال کرنا بدتمیزی ہی نہین غلطی ہو مگر گلزار نسیم مین تاج الملوک اپنی معشوقہ
نہین بلکہ روح افزا سے پہلی ہی ملاقات مین کہتا ہے کہ "وجی بجھا نہ جانی" اور وہ جواب
دیتی ہے "تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی" اس آخر الذکر مصرع مین "تجھ پاس" کا لفظ بھی
"تیرے پاس" کے محل پر معلوم نہین کہان کی زبان ہے سے نکلا جیسے ہی مٹھ کے باہر +
پتھر اگئی چشم حلقۂ در + حلقۂ در فارسی مین کنڈی کو کہتے ہین اور یہان جب ہی معنی درست
ہو سکتے ہین کہ حلقۂ در سے دروازے کا پورا چوکھٹا مراد لیا جائے اگر صرف چشم در کہا گیا ہوتا
تو یہ خرابی نہ پیدا ہوتی - اک دن پنجرا اُڑا کے لائی + حسن آرا کو وہ گل بھائی + یہ تدبیر
بتائی کہ کیونکر یہ آدمی قمری بنایا گیا ہے - اُردو مین صرف مادی مشتقون کی نسبت کل کا
لفظ مستعمل ہے طلسم جادو اور عمل وغیرہ کی نسبت اسکا استعمال ہرگز جائز نہین کہا جا سکتا ۵
دن بھر تو وہ فاختہ پڑھاتی + شب کو اُسے آدمی بناتی + طوطا پڑھایا جاتا ہو - مینا پڑھائی
جاتی ہے - فاختہ کا پڑھایا جانا بالکل نئی بات ہے - سوچا تو نہ تھا صلاح اُلجھنا
دانائی تھی بات کا سمجھنا - وہ دانائی تھی" کتنا بُرا اور بھونڈا معلوم ہوتا ہے - رعایت لفظی کے
التزام کو دور کرنے کے بعد بھی مسٹر چکبست نے تسلیم کر لیا ہے مگر فرماتے ہین کہ اور دن سے
کم ہے - شاید ایسا ہی ہو اس لیے کہ ہم اسکا موازنہ کرنے کے لیئے تیار نہین ہین - مگر اتنا
جانتے ہین کہ اس رعایت کے شوق نے نسیم لکھنوی کے کلام مین بہت سے بدنما عیوب ہی

نہین پیدا کیے بلکہ بعض موقعون پر اُنھین ابتذال اور فحش گوئی پر بھی آمادہ کر دیا ہے
داغا تو چلے تفنگ سے وہ + چھوٹے قید فرنگ سے وہ + تفنگ کے چلنے سے انسان کی
چال کو کیا علاقہ مگر صرف اسوجہ سے کہ بندوق بھی چلا کرتی ہے اُسے موزون کر دیا گیا ہے
وہ پوربی کر کے جو گیا بھیس + جنگلے کی راہ سے چلا دیس + اور سب راستے چھوڑ کے
تاج الملوک جنگلے کی راہ سے صرف اسلیے بھیجا گیا ہے کہ مصنف گلزار نسیم کو اس لفظ کی ضرورت
تھی ہے نقش اُسکو ہوا کہ بس وہی ہے + ان سادون سے کندہ کب ہوئی ہے + رعایت نے
کیا کیا خرابیان پیدا کی ہین (۱) اُسکے دل پر نقش ہوا - نہین بندھ سکتا تھا - مگر "نقش"
کے لفظ کی ضرورت تھی "نقش اُسکو ہوا" گو بے معنی ہے مگر لکھ دیا گیا ہے (۲) اصل تو
سادہ مزاج سادہ لوح "وے" "سادے آدمی" اور سادے لوگ بھی سہی مگر محض
"سادون" کا لفظ تو ٹھیک نہین معلوم ہوتا - مگر اسکے بعد - (کندہ کب ہوئی ہے) تو فحش
بازاری اور انتہا درجے کا ابتذال ہے ہے دیوون نے اُدھر محل بنایا + کشتی سے وہ دخت رز کو لایا
مطلب تو یہ ہے کہ محل کے بنتے ہی وہ کشتی سے اپنی معشوقہ عورتون کو لایا اور بغیر خیال کیے
دخت رز کہہ دیا - اور یہ یاد ہی نہ رہا کہ دخت رز شراب کو کہتے ہین - اسکے معنی شاید یہ کہے
جائین کہ محل کے بنتے ہی جام شراب کا دور چلنے لگا - مگر سیاق کلام بتا رہا ہے کہ مصنف کا مقصد
یہ نہین ہو کیونکہ اسکے بعد ہے حالہ اُسکی مادر پیر + محمودہ سے ہوئی بغلگیر + اگر دخت رز کا
آنا محمودا کا آنا نہین تھا تو پھر حالہ اُس سے کیونکر ملی کیونکہ وہ تو کشتی مین ہے اور ابھی نہین آئی ہے
وہ گندم جو نما تھی بالی" ملاحظہ ہو کہ رعایت لفظی نے مضمون کی کیا مٹی خراب کی ہے ! اب
اس سے بھی زیادہ شرمناک اور فحش رعایت لفظی دیکھیئے ہے حوض اُسکی ہوئی یہ دیکھتے ہی
فوارہ تو گم خزانہ باقی + بھلا فحش اور ابتذال کی کوئی حد ہے ہے باہم زن و مرد نے کیا میل کی
دریا سے ملا وہ قطرہ زن سیل + یہان سیل کے معنی ہی کچھ نہین باقی رہے ہے
غربت مین وطن کی دھن سمائی + اُس فیل کو یاد ہند آئی + فیل سے تشبیہ صرف ہند کی

ضرورت سے دیگئی ہو - مگر کسقدر بُرا معلوم ہوتا ہے ؎ خواہش جو بلائے جان ہوئی وہ + بالکا ہوا یہ گران ہوئی وہ + خیر بکاؤلی تو آدھی پتھر کی ہوگئی تھی اس لیئے گران ہوئی مگر ایسی حالت مین تاج الملوک صاحب کیونکر ہلکے ہوے -

بہت سے شعرون مین افعال کا استعمال ایسی طرح ہوا ہے کہ جو نہ لکھنؤ والون کے نزدیک جائز ہے اور نہ دہلی والون کے نزدیک - اس قسم کے افعال عموماً حیدرآباد دکن والون کی زبان مین مگر فصحا و بلغا بھی بھولے جاتے ہین ؎ خاتم کے نگین بتائے ہوتے = بجائے خاتم کے نگین انھون نے بتائے ہوتے دیا) خاتم کے نگین کو بتایا ہوتا = حیلہ کرکے چھپائی یکچند = بجائے اُسکے چھپایا - مردانہ لباس سے نکالی = بجائے اُسکو نکالا = بھرکائی جمیلہ مادر اُسکی = کنایہ چاہیے کہ بھڑکایا اُسکی مادر جمیلہ کو = چھینٹے سے جلی ہوئی جلائی = بجائے جلی ہوئی کو جلایا - ؎

اُس شب کو بغل مین آکے جاگا + پر دوسری شب وہ جاکے جاگا + مطلب یہ کہ اس رات (تاج الملوک) جب وہ آئی تب جاگا - مگر دوسری رات کو جب وہ جاچکی تب جاگا ؎

دائین دیکھا نظر نہ آئی + بائین دیکھا کہین نہ پائی + یعنی کہین نہ پایا یہ جلکے ہوئی وہ فتنہ بیدار یعنی اسکے جانے کے بعد وہ بیدار ہوئی - (بیدار کیا وہ ماہ پیکر) یعنے اُس ماہ پیکر کو بیدار کیا - روح افزا سے بکاؤلی کو + اُلفت تھی رو کے دلگی کو + بجائے رو کا مُنھ بولی بہن بنائی اُس کو = بجائے بنایا اُسکو - وہ جالی کہا یہ پردہ پوشی + گندم کے بہانے جو فروشی - بجائے وہ وہ جالی تو ہے یا اُسکے جانے کے بعد کہا - شتر گربہ کے عیب سے بھی مثنوی پاک نہین ہے ؎ ہے یا نہین یہ خطا تمھاری + فرمایئے کیا سزا تمھاری + افسوس معلوم ہوتا ہے کہ اس نقصان نے کیسے اچھے شعر کو مٹا دیا دو ایک جگہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا سے چھپنے مین غلطی ہوگئی اور وہ ابتک چلی آتی ہے - مسٹر چاپ بست نے ان غلطیون کی طرف بھی توجہ نہین کی ؎

رہرو کو دیا یہ لطف واکرام + آتے آرام جاتے پیغام + صاف ظاہر ہے کہ پیغام کی جگہ اصل مین رہ انعام، کا لفظ ہوگا - دیکھا تو تمام دشت گلزار + دائین بائین دور رستہ بازار

اسمین مین سمجھتا ہون دورستہ کی جگہ (دو دستہ) ہو گا اس ایڈیشن مین جو اس اہتمام سے شائع کیا گیا ہے ایسی فروگذاشتین ہرگز قابل معافی نہین مگر خرابی تو یہ ہے کہ اصلاح در کنار اس ایڈیشن مین جہان کہین تصرف کیا گیا ہے اور کسی قسم کی تصحیح کی کوشش کی گئی ہے وہان بجائے بنانے کے شعر غارت کر دیا گیا ہے ۔

مسٹر چک بست صاحب نے اس نئے ایڈیشن کو خود مصنف صاحب کے اصلی ایڈیشن کے مطابق درست کر کے شائع کیا ہے مین نے اس کا اندازہ کرنے کے لیے مطبع نامی لکھنؤ کے آخر ۱۹۰۳ء کی چھپی ہوئی مثنوی گلزار نسیم منگوائی اور اُس سے مقابلہ کر کے دیکھا امید تو یہ تھی کہ اُنکی اس کوشش سے بہت سی فروگذاشتون کا جواب ملجائیگا اور جو اعتراضات وارد ہوتے تھے دور ہو جائینگے ۔ مگر حالت یہ نظر آئی کہ غلطیان پیشتر سے بتائی جاتی تھین اُنکا مٹنا تو درکنار ہمارے دوست نے بہت سی اور نئی غلطیان پیدا کر دین ۔ چنانچہ ان تصرفات کی حالت بھی ملاحظہ ہو ۔ گلزار کی سیر خوب جمائی + برسون سے نہین تو گھر بھی آئی اسکے پہلے مصرع مین تصرف کر کے گلزار کی سیر کیا خوش آئی ،، بنایا گیا ہے اہل زبان سے پوچھیے کہ اس اصلاح سے شعر بنایا بگڑا اسکا جو ہو دیکھی جمیلہ + روشن ہے چراغ اور فتیلہ اسمین روشن ہے کی جگہ روشن تھے بنا دیا گیا اور اسکا خیال نہین کیا گیا کہ جو ٹنس پہلے مصرع مین ہو وہی دوسرے مین بھی رہنا چاہیئے علاوہ برین یہان فعل واحد ہی محاورہ مین فصیح ہے دو دل جو ہون چاہنے پہ راضی + یہ جان لے کیا کرے گا قاضی + اسمین (چاہنے پہ) مین تو سمجھتا ہون کہ اس اصلاح نے شعر کی مٹی خراب کر دی (جانبین) کے ساتھ جبتک کوئی اور حرف ربط نہ لایا جائے مطلب ہی نہین نکل سکتا (جانبین سے دل راضی ہون) جانبین کے دل راضی ہون) خالی جانبین تو کوئی چیز نہین ہے (بولی وہ جمیلہ پھر کرون کیا ،، کی جگہ ،، کہہ کرون کیا) بنا دیا گیا ہے ۔ جس سے اصل مصرع کی فصاحت بے تکلفی و سادگی جاتی رہی ہے ۔ ایک ایک سے رات بھر نہ چھوٹا + پو پھٹتے ہی جھگ اُنکا ٹوٹا +

مسٹر چپک بست نے دوسرے مصرع کو (پو پھٹتے جگ اُٹھون کا ٹوٹنا) بنا دیا ہے
ایسی تصحیح کرکے کیا ہمارے دوست ہمین باور کرانا چاہتے ہین کہ اس مثنوی مین جتنی غلطیان
ہمین نظر آتی ہین اصلی ایڈیشن مین ان سے بھی زیادہ تھین ؟ تو یہ کہنا چاہیئے کہ بازاری
پریس نے مثنوی کو بگاڑا نہین بلکہ بنا دیا ہے شبنم کے سوا جو لانے والا + تھا اوپری کو ن آنے والا
اسکی تصحیح یہ کیگئی ہے کہ (اوپر کا تھا کون آنے والا + دونون کا فرق اُن لوگون سے پوچھیے
جنکی زبان کو ثر کی دھوئی ہوئی کبھی جاتی ہے ۵ تھا داغ پر مقدر اُسکو جتنی تھی ہمیشہ دختر اُسکو
اسکی تصحیح یہ کیگئی ہے کہ (جتنی تھی ہمیشہ دختر اُس کو) شاید مسٹر چپک بست نے یہ خیال فرمایا
ہے کہ (جتنی تھی اُسکو) کے معنی یہ ہین کہ (وہ لڑکی جنا کرتی تھی) جو اصل مثنوی کا مقصود ہے
مگر اس اصلاح سے تو اب صاف یہ معنی پیدا ہو گئے کہ ہمیشہ دختر اُسکو جنا کرتی تھی ۵
قاصد نے جو رُخ پری دکھایا + دھیان اُسکو بکاؤلی کا آیا + اسمین یہ اصلاح دیگئی ہو کہ
(رُخ پری) کے تو یہ معنی ہین (پر یا چہرہ) وہ چہرہ جو پری تھا) یعنی خوبصورت تھا
اضافت کے ساتھ (رُخ پری) کے یہ معنی ہوے کہ (پری کا چہرہ) لسلیئے کہ اضافت توصیفی
نہین ہو سکتی - وہ جب ہوگی جب (رُخ پری وش) کہا جائے فارسی مین (پری) کے معنے
(خوبصورت) کے نہین آئے ہین - اب سُنیئے کہ یہ قاصد سمن پری تھی اور اُس نے اپنا چہرہ دکھایا
تھا لہذا (پری کا چہرہ) کہنے کا محل نہین بلکہ (پری سا) چہرہ کہنے کا محل ہے فرض کیجئے کہ
کوئی پری کسی کے سامنے آئے تو آپ کہین گے کہ (پری نے اپنا چہرہ دکھایا) یا یہ کہین گے
کہ (پری سا) چہرہ دکھایا یہ ہرگز نہین کہین گے کہ (پری کا چہرہ دکھایا - اور (پری سا چہرہ)
اُسی صورت مین سمجھا جائیگا جب (رُخ پری) بغیر اضافت کے کہا جائے غرض اس اصلاح مین
بھی نا سمجھی سے مثنوی پر ظلم ہوا ہے - قسمت سے مفر ہے اب نہ مامن + پتھر کے تلے دبا ہے دامن
اصلاح مین مفر کا لفظ مقرر بنا دیا گیا ہے - مفر کے معنے بھاگنے کی جگہ اور جائے پناہ ہین -
اور مقر کے معنی جائے قرار ہین - یہ محل اس بات کے کہنے کا ہو کہ قسمت سے بھاگ کے بھی

کہین پناہ نہین مل سکتی اور یہی اہل زبان کے محاورے مین بھی ہو - مگر خدا جانے کس مصلحت سے یہ لفظ اصلاح دیکر مقرر بنا دیا گیا - وہ مست محو فسانہ گوئی ۔ مہتابی یہ چاندنی سی سوئی - اصلاح یہ دیگئی ہو کہ (چاندنی مین سوئی) کہان (چاندنی سی) جسمین مصنف ایک نہایت ہی پر لطف تشبیہ دیتا ہے اور معشوقہ کو خود چاندنی قرار دیتا ہے - اور کہان (چاندنی مین) جو بالکل معمولی اور بے مزہ بات ہوگئی ۔ صیاد نی لائی پھانس کر صید ۔ کرسی پہ بٹھائے نقش امید ۔ (صیاد نے) کو بدل کے (صیاد تھی) بنایا گیا ہے - افسوس کہ (صیاد نی) کتنا بے تکلف اور پیارا لفظ تھا - مگر اپنی اپنی سمجھ ہے اور اپنا اپنا خیال ہے چلیئے گا تو ساتھ ہین بلا عذر - رہیئے گا تو بندگی مین کیا عذر ۔ اسمین یہ اصلاح ہوئی ہو کہ (ساتھ ہین) بنا دیا (ساتھ ہین) مین کس قدر بیساختہ پن اور کیسی صحیح و بے تکلف زبان تھی اور (ساتھ مین) نے اس بے تکلفی کو خاک مین ملانے کے بعد شعر کو کیسا غارت کر دیا جاتے تھے اُدھر سے دو جواری ۔ ایک ایک کی کر رہا تھا خواری (جاتے تھے) کی جگہ (چلتے تھے) بنایا گیا ہے - افسوس ان اصلاحون سے مثنوی کو بہت بڑے اور گہرے زخم لگے ہین - گو انکے علاوہ اس مثنوی مین اور بھی بہت سے شبہات ہین مگر اسی قدر لغزشون کا ظاہر کر دینا کافی سمجھتا ہون اور انکے پیش کرنے کے بعد معذرت خواہ ہو کے رخصت ہوتا ہون بعض حضرات کو یقیناً یہ تحریر ناگوار گذرے گی اور مین بھی خدا سے چاہتا ہون کہ انھین سخت ناگوار گذرے - کیونکہ ایسی صورت مین شاید وہ زیادہ جوش سے جواب لکھین گے اور اُنکا جوش ممکن ہے کہ ان شبہات کو میرے دل سے مٹا دے جس سے بڑھ کے مجھے کسی بات مین خوشی نہین ہو سکتی - کیونکہ مجھے اس خیال سے نہایت ہی تکلیف ہوتی ہو کہ (افسوس گلزار نسیم غلطیون سے پاک نہین ہے)۔

از، اگلدان نمبر، جلد ۹ بابت ماہ جولائی ۱۹۰۸ء

گلزار نسیم پر ریویو

(از مولوی عبد الحلیم صاحب شرر)

جو اعتراضات ہم نے پیشتر کئے تھے وہ ایک خاص جماعت کو نہایت ناگوار گذرے اور بجاے اسکے کہ تہذیب و شائستگی سے جواب دیا جاتا یا کوئی بھی قابل لحاظ جواب دیا جا سکتا نہایت بے عنوانی اور بد تہذیبی سے بحث ہونے لگی۔ ہم ایڈیٹر صاحب ریاض الاخبار کے شکر گذار ہین جنھون نے ہماری تحریر کو غور و انصاف کی نظر سے دیکھا اور صاف کہدیا کہ اعتراض صحیح اور کسی کے اُٹھائے نہین اُٹھ سکتے ہمارے خیال مین اُنکا فیصلہ کافی ہے اسلئے کہ شاعری کی دنیا مین اور کسی خیال کو وہ وقعت و اشتہار نہین نصیب ہی جو انھین حاصل ہو اعتراضون کے تسلیم کرنے کے ساتھ اُنکے اس ارشاد کی نسبت کہ (جو اعتراضات شرر نے کیے ہین گو موجودہ زمانے مین اُنکا حرف حرف صحیح ہے مگر جس زمانے مین نسیم تھے۔ اُسوقت کی زبان اور طرز کلام اور تصرفات کو دیکھتے ہوے ہم نسیم کی کوئی خطا نہین دیکھتے نہ ہم کچھ کہنا چاہتے ہین) نسیم کو اس زمانہ نہین گذرا کہ اُنکی طرف سے ایسی غدرداری جائز سمجھی جائے زہر عشق۔ بہار عشق اور طلسم اُلفت اُنھین کے زمانے کی یادگار ہیں اُنسے پہلے اُنھون آن۔ اور وزیر۔ رند۔ حبا اور خلیل وغیرہ کا جو دور تھا اسکے آخری شخص نسیم ہین غزل سرائی مین آجکل کے شعرا کی قریب قریب وہی زبان ہے جو ان اساتذۂ کامل فن کی تھی ایسے تصرفات اور ایسی لغزشین اگر اُس زمانے مین جائز تھین تو ضرور تھا کہ اُنکے معاصرون اور دیگر شاگردان ناسخ و آتش کے کلام مین بھی پائی جاتین حالانکہ ان سب کا کلام ان عیوب سے

پاک ہے پھر نسیم کو جو ان غلطیوں مین منفرد ہین کیونکر معذور رکھا جا سکتا ہے۔ اتنا عرض کرنے کے بعد ہم اپنے وعدے کے موافق نسیم کی کچھ اور غلطیان سخن فہمونکے سامنے پیش کرتے ہین —

(جس گل کی ہوا لگی تھی لائی) (شوق تھا) یا (ہوس تھی) کے محل پر) (ہوا لگی تھی) غلط محاورہ ہے (لازم ہے گل اپنے ہاتھ رکھے) (اپنے ہاتھ مین رکھیے) ہونا چاہئے تھا — اس محل پر لفظ (مین) کو حذف کر دینا جائز ہے (پالا اپنے ہاتھ رہا) بولین گے مگر یہ نہ کہین گے کہ (گل اپنے ہاتھ رکھا) (معروض کیا کہ یا شہنشاہ) (معروض کیا) غلط ہے (عرض کیا) چاہئے — اسمین محاورہ ہی نہین غلط ہے بلکہ نحو صرف کی جا بجا نہ غلطی ہے (دیکھ آجو تجھے دہل نہ ہووے) (ڈر نہ ہووے) کی جگہ (دہل نہ ہووے) خدا جانے کہان کی زبان ہے — اہل لکھنؤ تو نہ بولتے تھے اور نہ بولتے ہین (قاصد سے کلام لطف بولا) (کلام بولنا) شاید آجکل صاحب لوگونکے بنگلونکے آس پاس بیرا اور خانسامان لوگونکی زبان ہے نسیم نے واقعی بڑی ترقی کی تھی کہ پچاس ساٹھ برس کی زبان بھی بول کے دکھادی (ہوش اسکے ہوا ہوے کے تو) (یہ کہے تو) فارسی کے (بگوئی) کا ترجمہ ہے لوگ اسے اردو کے ابتدائی دور مین بیشک لکھ جاتے تھے — اس لیئے کہ اسوقت تک فارسی و ہندی محاورون نے مل جل کے اچھا مزاج نہین پکڑا تھا چنانچہ مثنوی میر حسن مین بھی جا بجا موجود ہے — گو بیسخ و آتش کے وقت سے یہ الفاظ متروک ہین — اور نسیم کے لیے انکا موزون کرنا ہرگز جائز نہین تھا — (مشہور ہے ضد انس و جانی) ممکن نہین کہ (ضد انس و جان) کی جگہ پر (ضد انس و جانی) جاہل کے سوا کسی پڑھے لکھے کی زبان سے نکلے (مشتاق کو خوش خبر سنائی) جس اصول سے (انس و جانی) مین حرف یا بڑھایا گیا اسی اصول کے مطابق (خوش خبری) مین گھٹایا گیا ہے — بھلا کوئی بھی (خوش خبری) کی جگہ (خوش خبر) کہہ سکتا شاید کہا جائے گا کہ (خوش خبر) (خبر خوش) کی ترکیب مقلوب ہے مگر یہ اردو مین اس سے بدتر ہے —

جہان شب عروسی کی صبح کو تاج الملوک اور بکاؤلی کی حالت دکھائی ہو فرمایا ہے ؎
وان جوڑا چست تنگ بدلا + یان جوڑے کے مُنھ کا رنگ بدلا + دوسرے مصرع مین (جوڑے) سے مراد بکاؤلی ہے اسمین اگر (جوڑے) کے عوض (مادہ) کا لفظ استعمال کیا جاتا تو مین خیال کرتا ہون کہ زیادہ فصیح ہوتا (دیکھا تو وہ دونون کرتے تھے خواب) (خواب کردن) فارسی کا محاورہ ہے اُردو مین سونے کے محل پر (خواب کرنا) کہنا غلط ہے اور اگر اسمین کسی صاحب کو عذر ہو تو ناسخ و آتش کے زمانے سے اسوقت تک کسی مستند شخص کے کلام سے ثبوت پیش کرین (اُس نقش مراد کو جگایا) یعنی بکاؤلی کو - مگر جب اُسے نقش قرار دیا تھا تو فعل بھی اُسکے مناسب لاتے - حالانکہ جگایا صرف جادو جاتا ہے نقش نہین جگایا جاتا (وہ نقش و فا عمل مین پائی) چاہیئے تو یون تھا کہ (اس نقش و فا کو عمل مین پایا) لیکن خیر اگر خلاف محاورہ زبان اختیار کی تھی تو تذکیر و تانیث کا لحاظ رکھتے بکاؤلی کو قرار تو دیا (نقش) اور پھر اُسکے ساتھ فرماتے ہین - (پائی) زبان کو یہ کسقدر ناگوار گذرتا ہے -

بکاؤلی راجہ اندر کی محفل مین جل جانے کے بعد پھر زندہ ہوئی اور ناچنے کو کھڑی ہوئی تو چونکہ کثافت سے پاک و صاف ہوگئی تھی لہذا اسکی تعریف کرتے ہین (شعلے سے زیادہ پاک دامان) بھلا یہ پاک دامانی کا کونسا محل تھا) کہنا چاہتے تھے (پاک و صاف) اور کہہ گئے (پاک دامان) یہ کتنا مقبول تصرف شاعرانہ ہے (معمول سے بزم مین جسے جمع) (حسب معمول یا) (معمول کے موافق) کی جگہ (معمول سے) نسیم کی اُن فصاحتون سے ہے جنسے سارا لکھنؤ محروم ہے

اس سے زیادہ خوبی رعایت ملاحظہ ہو فرماتے ہین (جام اُس نے بھرا کہا پیالے) سُبحان اللہ (پیالے) کیا خوب! رعایت تو اچھی ہے مگر یہ بکاؤلی ہے یا تاج الملوک کے گھر مین کوئی گنوارن پڑ گئی ہے ؎ کف مین نمکین کباب لیکر + چھڑکا نمک اُن جراحتون پر کیون صاحب اگر باورچیخانہ سے خاص اس ضرورت کے لئے نمک منگوایا تھا تو کباب کیون ہاتھ مین لیئے؟ کیا یہ بھی کوئی ٹوٹکا تھا - ؟ اور اگر اُنھین کبابونکا نمک تھا تو چھڑکا کیونکر -

(پہونچا اس بزم مین سمان پر) اگر سمان) یہان (وقت) کے معنون مین ہو تو خلاف محاورہ ہے - اور اگر یہ مطلب ہے کہ جسوقت سمان بندھا ہوا تھا پہونچا تو یہ خیال ان الفاظ مین ادا کرنا کہ (سمان پر پہونچا) بالکل ہی غلط محاورہ ہے ۵

(ہی آنکھ جو شہ نے رونمائی + چشمک سے نہ بھائیون کو بھائی + کیا چیز نہ بھائی (بادشاہ کا رونمائی مین آنکھ دینا) تو پھر (بھایا) چاہیئے - مگر نسیم کہ یہان تو بھائیون کی رعایت سے (بھائی) کا لفظ چاہیئے تھا مطلب چاہے خبط ہو جائے کوئی مضائقہ نہین -

آئندہ انشاء اللہ اور اعتراضات بھی پیش کیے جائینگے -

از اُردوے معلّے جلد ۵ بابت ماہ جولائی ۱۹۰۶ء نمبر ۶ مرتبہ سید فضل حسین صاحب حسرت موہانی بی۔ اے۔

گلزار نسیم

(جواب اعتراضات شرر)

(از پنڈت برج نرائن دتاتریہ چکبست)

اُلجھ پڑوں کسی دامن سے میں وہ خار نہیں وہ پھول ہوں جو کسی کے گلے کا ہار نہیں

گذشتہ مارچ اور اپریل کے دلگداز میں میرے عنایت فرما عبدالحلیم صاحب شرر کے دو مضمون گلزار نسیم کے متعلق شائع ہوے ہیں جو کہ قدردانان نسیم کے لیے کسیقدر دلخراش ثابت ہونگے حال میں گلزار نسیم کا ایک نیا ایڈیشن شائع ہوا ہے جسکے ترتیب دینے کی خدمت میں نے اپنے ذمہ لی تھی۔ یہ اس نئے ایڈیشن کی اشاعت ہی جسنے حضرت شرر کی روشنی طبع کو اشتعال ناک دی ہے حضرت موصوف نے جو کچھ گلزار نسیم کی نسبت تحریر فرمایا ہے اسکا مناسب جواب خاموشی ہے کیونکہ جیسا کہ ذیل کی تحریر سے ثابت ہوگا آپ کے مضامین خود زبان حال سے آپ کے دلائل کی تردید کرتے ہیں لیکن ان مضامین سے ناواقفان سخن کے دلمیں اکثر غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں اس خیال نے مجھکو ذیل کی چند سطریں لکھنے پر مجبور کیا ؎

منظور ہے گزارش احوال واقعی اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے

حضرت شرر نے اپنے پہلے مضمون کی تمہید میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر اس مثنوی (گلزار نسیم) کو محاسن کے لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ اُن نظموں میں ہے جیسی کہ اُردو شاعری کو اپنی اسّی سی کی عمر میں دو ہی بار نصیب ہوئی ہوگی لیکن اسکے ساتھ ہی اسکے معائب پر نظر ڈالی جائے تو

اس سے زیادہ عیوب کسی اُردو نظم مین نہین ہین - یا اسی سلسلہ مین آپ پھر تحریر فرماتے ہین کہ جسوقت اسکے محاسن پر نظر ڈالی جائے تو اسقدر لطف آتا ہو کہ بمجبور ہو کر تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ اس سے اچھی نظم نہین ہو سکتی اور جسوقت اسکی غلطیون کی طرف توجہ کیجائے تو خیال گذرتا ہے کہ شاید کسی شاعر کے کلام مین اتنی غلطیان نہونگی کہ نسیم لکھنوی مرحوم کے کلام مین ہین میری سمجھ مین نہین آتا کہ حضرت شرر نے ان الفاظ کے پردے مین کیا معنی پوشیدہ رکھے ہین ظاہر اطور پر جو معنی ان الفاظ سے پیدا ہوتے ہین وہ اصولاً قابل اعتراض نظر آتے ہین یعنی جس نظم کی نسبت یہ کہا جائے کہ محاسن کے اعتبار سے اسکا شمار اُن نظمون مین ہو کہ جیسے اُردو شاعری کو وہی چاند نصیب ہوئی ہونگی اسی نظم کی نسبت یہ کیونکر یقین کیا جا سکتا ہے کہ اسمین اس قدر غلطیان ہین جنکا پتا کسی اُردو شاعر کے کلام مین نہ ملتا ہو - مگر چونکہ اصل واقعات سے اس دعوی کی تردید ہوتی ہو - لہذا مین اسکے متعلق اصول کی بحث کو زیادہ طول دینا نہین چاہتا حضرت شرر نے اپنے دوسرے مضمون مین گلزار نسیم کے جن اشعار پر اعتراض کیا ہو انکی تعداد چالیس پچاس سے زیادہ نہین ہو - گلزار نسیم مین تقریباً ڈیڑھ ہزار اشعار ہین اب اگر فرض محال یہ مان لیا جائے کہ حضرت شرر کے سب اعتراض بجا ہین اس حالت مین بھی گلزار نسیم مین تین یا چار فیصدی اشعار قابل اعتراض ثابت ہونگے - چونکہ حضرت شرر نے یہ بھی تحریر فرمایا ہی کہ آپ کو علاوہ ان اعتراضات کے اس مثنوی مین اور بھی بہت سے شبہات ہین اسلیے یہ بھی فرض کر لیا جاتا ہی کہ جسقدر اعتراضات حضرت شرر نے تحریر فرمائے ہین وہ حضرت کے مشتے نمونہ از خروارے ہین اور اصل مین حضرت شرر ان اعتراضات کے جو گنے اعتراضات پیش کر سکتے ہین اس حساب سے بھی گلزار نسیم مین بارہ یا تیرہ فیصدی سے زیادہ اشعار قابل اعتراض نہ نکلین گے - لہذا جسوقت حضرت شرر یہ فرماتے ہین کہ گلزار نسیم سے زیادہ عیوب کسی اُردو نظم مین نہین ہین تو کیا حضرت موصوف کا یہ مطلوب ہی کہ کسی اُردو شاعر کے کلام مین بارہ فیصدی یا تیرہ فیصدی شعر بھی قابل اعتراض نہ نکلین گے مین اسکا انصاف سخن شناسونکی رائے پر چھوڑتا ہون - کیونکہ جس شخص کی

نظر سے دس پانچ اُردو شعرا کا کلام بھی گذرا ہوگا وہ اس امر کا فیصلہ نہایت آسانی سے کر لیگا کہ حضرت شرر کے اس دعوی کی تائید واقعات سے کس حد تک ہوتی ہے یوں تو کہنے کو جس کا جو جی چاہے کہہ سکتا ہے۔ میر حسن ہی کی مثنوی کی نسبت ایک بزرگ کا قول ہے (بدر منیر کی مثنوی نہیں کہی گویا سانڈے کا تیل بیچتے ہیں۔ بھلا اسکو شعر کیونکر کہئے سارے لوگ دلی کے لکھنؤ کے رنڈی سے لیکر مرد تک پڑھتے ہیں ؎ چلی وان سے دامن اٹھاتی ہوئی۔ کڑے سے کڑے کو بچاتی ہوئی (آب حیات مصنفہ محمد حسین صاحب آزاد) ظاہر ہے ان بزرگون نے کچھ سمجھ ہی کے یہ فرمایا ہوگا جسطرح ان بزرگوار میر حسن کی مثنوی کے مقبول ہونے پر حیرت ہے۔ اسیطرح حضرت شرر فرماتے ہیں کہ (گلزار نسیم کو مقبولیت عام حاصل ہوئی ہے حیرت انگیز ہے) ان دونون بزرگون کا جواب فصیح شیراز کئی سو برس پیشتر دیگیا ہے ع قبول خاطر و لطف سخن خداداد است۔ ہان اس موقع پر مین اسقدر ضرور عرض کرونگا کہ گلزار نسیم کی شہرت کا ایک بہت بڑا راز یہ بھی ہے کہ اس مین محاسن کے مقابلے مین معائب بہت ہی کم ہین یا برابر ہونے کے ہین اور اُردو زبان مین بہت کم نظمین ہین جو اس صورت مین اسکا مقابلہ کر سکتی ہین۔

حضرت شرر کی مضمون کے اس تمہیدی حصے کے انداز تحریر سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ حضرت موصوف پنڈت دیا شنکر نسیم ہی کو گلزار نسیم کا مصنف تسلیم کر لیتے ہین اور جیسا کہ دکھلایا جائیگا اس مضمون کے آخری حصہ مین بھی شرر نے یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے لیکن مضمون کے درمیانی حصے مین آپ نے اس پرانے حصے کو کہ گلزار نسیم آتش کی کہی ہوئی ہے اس پردہ مین تازہ کیا ہے کہ گلزار نسیم کا بہترین حصہ آتش کے زور فکر کا نتیجہ ہے چنانچہ آپ فرماتے ہین کہ معتبر ذرائع سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انتخاب و اختصار کا (یہ) آخری عمل و تصرف خواجہ آتش کے قلم سے ہوا۔ منشی اشرف علی اشرف مرحوم۔ جو نسیم دہلوی کے شاگرد تھے اور اُس سے پہلے دور کے یادگاروں مین تھے۔ اس واقعہ کو خود مجھ سے بیان کرتے تھے بلکہ اُن کا بیان تھا

کہ پنڈت دیا شنکر کی لکھی ہوئی اصل مثنوی کے بہت سے اوراق بھی مین نے اپنی آنکھ سے دیکھے تھے - جو بہت ہی عام مذاق کے تھے اور ایسے تھے کہ سوا ایک مبتدی شخص کے کسی کہنہ مشق شاعر کی جانب نہین منسوب کیئے جا سکتے - اس بیان کی تصدیق میر وزیر علی صبا نے بھی ہمارے بعض بزرگون کے سامنے کی تھی - قبل اسکے کہ حضرت شرر کے اس بیان کی نسبت کچھ عرض کرون اتنا ضرور کہونگا کہ منشی اشرف علی مرحوم کی اس زبانی شہادت سے مجھکو عبد الغفور خان نساخ کی شہادت زیادہ پُر زور معلوم ہوئی ہے جنھون نے صاف الفاظ مین لکھدیا ہے کہ نسیم لکھنوی مشرف بہ اسلام تھے - حضرت نساخ بھی آخری دور کے یادگارون مین تھے اور بقول غالب شیخ ناسخ تو محض طرز کے ناسخ تھے وہ بعینہٖ مسابقہ نساخ تھے لہذا اگر اُنکی شہادت پر اعتبار کیا جائے اور انھین کی تائید مین دلائل پیش کیئے جائین تو گلزار نسیم کا نقاد اُن کاوشون سے نجات پا سکتا ہے جو حضرت اشرف کی زبانی شہادت کی پیروی کرتے مین پیدا ہو سکتی ہین مثلاً مخالف کہہ سکتا ہے کہ یہ امر کہانتک قابل اعتبار ہے کہ حضرت اشرف نے گلزار نسیم کا مسودہ دیکھا تھا کیونکہ مبتدی شعرا کا یہ عام دستور ہے کہ جبتک اُستاد سے اصلاح نہین لیتے وہ اپنی ایک معمولی غزل بھی کسیکو نہین دکھاتے اس حالت مین نسیم مرحوم نے ایسی مثنوی کا مسودہ کسی شخص کو دکھانے کی جرأت کیونکر کی جسمین کہ باوجود آتش کی زبردست اصلاح کے اسقدر معائب موجود ہین کہ اسکے دیکھنے سے یہ خیال گذرتا ہے کہ شاید کسی اور شاعر کے کلام مین اتنی غلطیان نہ ہونگی جتنی کہ نسیم لکھنوی مرحوم کے کلام مین ہین علاوہ اسکے یہ بھی سب جانتے ہین کہ نسیم دہلوی سے اور شعرار لکھنؤ سے عموماً معرکہ آرائیان ہوا کرتی تھین اور یہ بھی سُنا ہے کہ نسیم لکھنوی اور نسیم دہلوی سے خصوصاً چوٹ چلا کرتی تھی ان باتون کو لحوظ خاطر رکھکر عقل سلیم اس امر کو قبول نہین کرتی کہ نسیم لکھنوی نے اپنی مثنوی کا مسودہ نسیم دہلوی کے ایک شاگرد کو دکھایا ہو - اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اشرف علی اشرف مرحوم نے گلزار نسیم کا مسودہ دیکھا بھی تب بھی یہ امر غور طلب ہے کہ ان کی رائے نسیم لکھنوی کے کلام کی نسبت کس قدر منصفانہ ہو سکتی ہو کہ اردو شاعرون کا یہ عام دستور رہا ہے

کہ وہ اپنے اُستاد کو سچا فروغ دینا اپنا ایمان سمجھتے ہین اور اپنے اُستاد کے مقابل کے شعرا کو مسا
اپنا ایمان نہین تو اپنا فرض ضرور سمجھتے ہین - آتش و ناسخ اور انیس و دبیر کے شاگردونکی معرکہ
آرائیان ضرب المثل ہوگئی ہین - اس صورت مین اگر اشرف مرحوم نے گلزار نسیم کے مسودہ کو
عام مذاق کا بتلاکر حق شاگردی ادا کیا ہو تو اُس زمانہ کی روش کے لحاظ سے بہت بجا کیا ان باتونسے
قطع نظر کرکے اشرف مرحوم کی تنقید کے نسبت یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ خدا جانے حضرت اشرف نے
عام مذاق سے کیا مراد دلی ہے - ممکن ہے کہ حضرت اشرف کے مذاق شاعری کا معیار غیر معمولی
طور سے بلند ہو اور گلزار نسیم کا مسودہ اس خاص معیار کے لحاظ سے (عام مذاق) کا خیال کیا
گیا ہو - اور کون جانتا ہے کہ اگر گلزار نسیم کی موجودہ حالت کی نسبت اشرف سے راے پوچھی
جاتی تو وہ اب بھی اسکو عام مذاق) کا نہ بتلاتے غرضکہ جیسا کہ پیشتر عرض کیا گیا ہے حضرت
اشرف مرحوم کی زبانی شہادت ایسی مجمل ہے کہ اسمین سیکڑون شاخسانے پیدا ہو سکتے ہین
عبدالغفور خان نسّاخ کی تحریری شہادت اس سے زیادہ صاف اور زیادہ قابل اعتبار ہے
مجھکو اس سلسلے مین ایک اور روایت یاد آئی جو کہ ان دونون روایتونسے زیادہ دلچسپ ہے
لکھنؤ کے ایک بزرگ اور کہنہ مشق شاعر جو کہ اس آخری دور کے یادگارون مین تھے اور اساتذہ
مین شمار کیے جاتے تھے - میرے عنایت فرما پنڈت بشن نرائن صاحب دَر سے یہ روایت
بیان کرتے تھے کہ گلزار نسیم اصل مین حضرت پروانہ کی تصنیف ہے - حضرت پروانہ آتش کے
ہمعصر تھے آتش کو پروانہ کی یہ تصنیف کسی طرح ہاتھ لگ گئی اُنھون نے اصلاح وغیرہ دیکر
نسیم سے ایک مشاعرے مین پڑھوادی ان بزرگون نے بھی غالبًا یہ روایت معتبر
ذرائع سے سُنی تھی یہ مختلف روایتین سُنکر میرے دل مین یہ خیال گذرتا ہے
کہ گلزار نسیم مین باوجود اس قدر عیوب کے جس سے (زیادہ عیوب کسی اُردو نظم مین
نہین ہین یہ عجب تاثیر ہے کہ اسکو کوئی آتش کی طرف صاف طور پر منسوب کرتا ہے کوئی
بھی روایت دبی زبان سے بیان کرتا ہے - کوئی اس کو حضرت پروانہ کی پرواز فکر کا نتیجہ

بتاتا ہے کوئی اسی مثنوی کی بدولت نسیم لکھنوی کو اسلام کی دولت سے مالا مال کیئے دیتا ہے
غرضکہ گلزار نسیم مین کتنے ہی عیب کیون نہون مگر اسکے مصنف کے نور طبع کا یہ طرفہ ثبوت ہے کہ
ع بس ہمایون مرغ عقل از آشیان انداختہ - پھر سوچتا ہون کہ ممکن ہو کہ ان روایتون کے
گھروندے محبت کی بنا پر قائم ہون - ان روایتونکے لکھنے والون کا یا بیان کرنے والون کا
یہ منشاء ہو کہ پنڈت دیا شنکر نسیم کا نام ایسی مثنوی کے ساتھ نہ وابستہ رہے (جس سے زیادہ
عیوب کسی اُردو نظم مین نہین ہین) اور جس سے لازمی طور پر نسیم مرحوم کی بدنامی متصور ہے
بیشک مجکو تعجب ہے تو اس قدر کہ مجکو جو کچھ اس مثنوی کی تصنیف و تالیف کے مطابق معلوم ہوا
کہ وہ ان روایتون کے خلاف معلوم ہوا - حکیم رضا حسین صاحب شہامر حوم میر وزیر علی صبا کے
داماد تھے اور شاگرد بھی تھے اُنکی خدمت مین مجھے برسون نیاز حاصل رہا اور بہت مرتبہ
گلزار نسیم کا ذکر بھی آیا اُنھون نے مجھ سے کبھی یہ نہ کہا کہ گلزار نسیم مین آخری تصرف و اختصار کا
عمل خواجہ آتش کے قلم سے ہوا تھا یا آتش نے تفنن طبع کے طور پر یہ مثنوی کہکر نسیم کو
دیدی تھی بلکہ وہ کہتے تھے کہ میر وزیر علی صبا ہمیشہ ایسی روایتونکی تردید فرماتے تھے اور کہتے تھے
کہ گلزار نسیم خاص پنڈت دیا شنکر نسیم کی تصنیف ہے بیشک حسب دستور اسمین کہین کہین آتش کی
اصلاحین موجود ہین اور میر وزیر علی صبا پر کیا منحصر ہے تمام سخن شناس اور انصاف پسند
اہل اسلام کو اس سے انکار نہین کہ گلزار نسیم نسیم ہی کی تصنیف ہے بقول اڈیٹر اودھ پنچ کے
لکھنؤ کے بھنگڑ خانونکے سوا اب یہ روایت کہین نہین سُنی جاتی کہ گلزار نسیم آتش کی تصنیف
کی ہوئی مثنوی ہے چنانچہ یہ باتین ملحوظ خاطر رکھ کر مین نے اس روایت کی نسبت صرف
اسقدر لکھ دینا کافی سمجھا تھا کہ سخن شناس جانتے ہین کہ جس رنگ مین گلزار نسیم کہی گئی ہے
آتش نے اپنی زندگی مین اس رنگ مین ایک شعر نہین کہا - اس دلیل کی تردید مین حضرت
شرر تحریر فرماتے ہین کہ غزل اور چیز ہے اور مثنوی اور چیز - انسان کی طبیعت جو رنگ غزل مین
دکھاتی ہے ضرور نہین کہ وہی رنگ مثنوی مین بھی دکھائے . . . . دیوان آتش کو دیوان سمجھ

رنگ کو پیش کرکے مثنوی کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا اسبات کا ثبوت دیتا ہے کہ مسٹر چکبست کو اسکی خبر ہی نہین کہ شاعرانہ مذاق ہر صنف سخن مین جداگانہ رنگ دکھایا کرتا ہے کوئی تعجب کی بات نہین اگر آتش نے اس دلبستگی کی بنیاد پر جو اغین نوعمر شاگردون سے تھی (اس دلبستگی کی وجہ آپ نے نہ بتلائی) اسکی تحریک سے یا اسکی مشق اولین دیکھکے اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر کہا ہو پھر اسمین متعدد لغزشین دیکھکے اسے بجائے اپنے اسی کی طرف منسوب کر دیا ہو۔ مجھکو افسوس ہے کہ حضرت شرر نے شاعرانہ مذاق کی رنگا رنگی کی نسبت جو سبق سیکھے ہیں اسکو قبول نہین کرسکتا اور مین کیا جو شخص اصول شاعری سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے وہ میرے ہی خیال کی تائید کرے گا یہ یاد رہے کہ شاعر کی طبیعت کا قدرتی رنگ ایک ہی ہوتا ہے یہی رنگ مختلف پیرایون مین اپنا جلوہ دکھاتا ہے پیرلے بدلتے رہتے ہین شاعر کا کلام ایک آئینہ ہے جسمین اسکی نورانی طبیعت کا عکس پڑتا ہے آئینہ کی ساخت مین تبدیلیان واقع ہوسکتی ہین مگر عکس کی ہیئت نہین بدلتی۔ غزل ہو یا مثنوی ہو یا مسدس ہو ہر پیرایہ مین شاعر کی طبیعت کا قدرتی رنگ نظر آتا ہے۔ مثلاً جس شاعر کی طبیعت مین روانی اور آمد ہے وہ ہر صنف سخن مین مذاق بنا ہے گا اگر اسکے مزاج مین آورد کو دخل ہے تو اسکی غزل ہو یا مثنوی یا مسدس سب مین اسی مذاق کا پتا ملے گا۔ میر کی غزلونمین جو سوز و گداز ہے وہی آنکی مثنویون مین موجود ہے۔ داغ کی غزلون مین جو شوخی اور بیباکی کا رنگ ہے وہی اسکی مثنوی فریاد داغ کا رنگ خاص ہے یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ کسی شاعر کی مثنوی اس پایے کی نہو جیسی کہ اسکی غزلین ہین لیکن دونون مین (مذاق سخن) کا رنگ ایک ہی ہوگا مثلاً فریاد داغ کا پایہ داغ کی تصانیف مین ادنے ہے لیکن یہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ فریاد داغ کا مذاق شاعرانہ گلزار داغ سے جداگانہ ہے اب دیکھنا چاہیے کہ آتش کی طبیعت کا رنگ خاص کیا ہے۔ مین جانتا ہون کہ حضرت شرر کو بھی اس سے انکار نہوگا کہ آتش کی طبیعت کا رنگ خاص آمد ہے۔ اسکی زبان سے شعر اسطرح نکلتا ہے۔ جیسے کمان سے تیر۔ برعکس اسکے گلزار نسیم مین ہر شعر شروع سے آخر تک

آورد کے رنگ مین ڈوبا ہوا ہے جسطرح سنگ تراش پتھرونکو تراش کر بت تیار کرتے ہین اسیطرح نسیم نے اپنے تیشۂ فکر کی مدد سے مضامین کے گل بوٹے تراشے ہین گلزار نسیم کی نیت ہے چاہے یہ رنگ بُرا ہو یا اچھا - مگر اس سے انکی طبیعت کو خاص مناسبت ہے چنانچہ یہی رنگ انکی غزلونکے گلہاے مضامین سے بھی شبنم کیطرح ٹپکتا ہے مجکو سخت حیرت ہے کہ حضرت شرر کے قلم سے ذیل کے الفاظ کس طرح نکلے کہ (تعجب ہے کہ مصنف (یعنی نسیم) کے دیوان کا انتخاب جو اس مثنوی (گلزار نسیم) کے آخر مین چھپا ہے اُسمین بھی اس رنگ (یعنی گلزار نسیم کے رنگ) کا کوئی شعر نہین ہے اس موقع پر مین چند شعر انتخاب دیوان نسیم سے تنقیلاً لکھے دیتا ہون سخن شناس خود فیصلہ کرلین گے کہ حضرت شرر کا بیان مندرجہ بالا کسقدر درست ہے -

اشعار

جب ہو چکی شراب تو مین مست مر گیا — شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا
شوریدگی سے میری بیاباتک وہ تنگ تھی — رو ٹھا جو مین تو خیر منائی کہ شر گیا
بوے گل غنچے سے کہتی ہے نسیم — بات نکلی مُنھ سے افسانہ چلا
چمن مین دھر کے آگر مین کیا نہال ہوا — برنگ سبزۂ بیگانہ پائمال ہوا
کہانی کھ کے سلاتے تھے یار کو سو اب — فسانہ عمر ہوئی خواب وہ خیال ہوا
کوچۂ جانان کی ملتی تھی نہ راہ — بند کین آنکھین تو رستہ کھل گیا
بلبل کے مُنھ پہ اڑنے لگی ہین ہوائیان — صیاد کو بتا کہین او باغبان ہوا
جلد او ماہ تو گھر سے نکلا — شکر ہے چاند کدھر سے نکلا
معنی روشن جو ہون تو سو سے بتر ایک شعر — مطلع خورشد کافی ہے پے دیوان صبح
جب ملے دو دل مخل پھر کون ہے — بیٹھ جاؤ خود حیا اُٹھ جائیگی
گر یہی ہے اس گلستان کی ہوا — شاخ گل ایک روز جھونکا کھائیگی
داغ سودا ایک دن دیگا بہار — فصل اس گل کی شگوفہ لائیگی

کچھ تو ہوگا ہجر مین انجام کار — بیقراری کچھ نہ کچھ ٹھہر جائیگی
صندلی رنگونسے مانا دل ملا — درد سر کی کس کے ماتھے جائیگی
خاکسارون سے جو رکھیگے غبار — او فلک بدلی تری ہو جائیگی
صبر رخصت ہو تو جانے دیجئے — بیقراری آئے تو ٹھہرایئے
دل مین ہو دکھلایئے تاثیر عشق — ٹھنڈی سانسون ہی انھین کو مایئے
گل ہوا کوئی چراغ سحری او بلبل — ہاتھ ملتی ہوئی پتو نسے صبا آتی ہے
جسکو دیکھو وہ اس زمانے مین — اپنے نزدیک دور ہوتا ہے
خاکساری وہ ہے کہ ذرون پر — روز باران نور ہوتا ہے

اس رنگ کے نوّے فیصدی اشعار نسیم کے دیوان مین مل سکتے ہین ان اشعار مین بھی وہی ترکیب کی چستی وہی تناسب لفظی وہی آورد کا رنگ چوکھا ہو جو کہ مثنوی کا رنگ خاص ہے آتش کا مذاق شاعرانہ اس رنگ سے اعلےٰ تر ہے لیکن اس سے بالکل جُداگانہ ہے۔ اگر وہ تفنن طبع ہی کے طور پر کوئی مثنوی کہتے تو یہ ممکن تھا کہ وہ مثنوی اس پائے کی نہوتی جیسے انکی غزلین ہین۔ لیکن اُس مثنوی مین انکی رنگ طبیعت کا ضرور پتا ملتا علاوہ اسکے یہ کہنا کہ شاعر نے گلزار نسیم کو محض تفنن طبع کے طور پر تصنیف کیا ہے کسقدر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ یہ تو ویسا ہی ہے جیسا کہ آجکل کوئی شخص کہے کہ جاپان روس سے (تفنن طبع) کے طور پر لڑ رہا ہے قطع نظر ان سب باتونکے ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے جو کہ کسیقدر غور طلب ہے یعنی حضرت شرر نے اس مضمون کے ایک حصّے مین تو یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ گلزار نسیم مین محض انتخاب و اختصار کا آخری عمل و تصرف خواجہ آتش کے قلم سے ہوا لیکن آپ ہی صاف الفاظ مین یہ بھی تحریر فرماتے ہین کہ کوئی تعجب کی بات نہین اگر آتش نے اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر کہا ہو پھر اسمین متعدد محشین دیکھکے اسے بجائے اپنے نسیم کیطرف منسوب کر دیا ہو یہ دونون دعوے ایک دوسرے سے بالکل جُداگانہ ہین چونکہ حضرت شرر کے اس مضمون کا رنگ خاص یہی ہے کہ ایک دعوی اسی

تردید دوسرے دعوی سے کیجائے لہذا اسکی نسبت زیادہ لکھنا فضول ہے حضرت شرر کا یہ قول صحیح ہو یا نہو کہ (شاعرانہ مذاق ہر صنف سخن مین جُداگانہ رنگ دکھاتا ہے) مگر اسقدر ضرور صحیح ہے کہ حضرت موصوف کو مذاق تنقید ہر صفحے پر نیا رنگ دکھاتا ہے ۔

دیباچہ مین تناسب لفظی کی بحث کے سلسلہ مین مین نے اس بات پر زور دیا تھا کہ صنعت مذکور کا لطافت کے ساتھ بنا ہنا اک امر دشوار ہے ۔ اور یہ دکھانے کے لیئے کہ کس صورت پر تناسب لفظی بجائے حُسن کے عیب ہو جاتا ہے مین نے مثال کے طور پر آمانت ۔ رند ۔ خلیل ۔ قلق ۔ وغیرہ کا ایک ایک شعر یا مصرع لکھدیا تھا اس سلسلے مین گلزار نسیم کے بھی دو ایک شعر لکھدیے تھے اس بنا پر حضرت شرر تحریر فرماتے ہین کہ مسٹر چکبست نے آمانت ۔ رند ۔ اور قلق کا ایک ایک شعر یا مصرع نقل کرکے سب کی شاعری مین دھبا لگایا ہے ۔ مجھکو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مین اس الزام بیجا کا مستحق نہ تھا صرف نحو کی کتابون مین یا کتب عروض مین اکثر غلطیون کی تشریح کے لیے بڑے بڑے اساتذہ کے شعر لکھے ہوے ملین گے ان اشعار کے پیش کرنے سے لکھنے والے پر یہ الزام نہین کیا جاسکتا کہ اُسکا منشاء یہ تھا کہ ان اُستادون کی شاعری مین دھبہ لگایا جاے آخر کسی کے کلام سے مثال دینا پڑیگی ۔ لہذا ایک صنعت خاص کا ذکر کرتے ہوے اگر مین نے رند و خلیل و قلق وغیرہ کے کلام سے ایک ایک مصرع یا شعر نقل کردیا تو میری مُراد اس سے یہ نہ تھی کہ مین اُنکی شاعری کو بحیثیت مجموعی قابل نفرین قرار دون اگر ان مثالون کے پیش کرنے سے کوئی معنی پیدا ہو سکتے ہین تو وہ یہ تھے کہ جہانتک تناسب لفظی کی صنعت کا تعلق ہے رند و خلیل و قلق وغیرہ نسیم کا مقابلہ نہین کرسکتے اگر حضرت شرر ذرا بھی غور و فکر سے کام لیتے تو میرے سر سہو کا الزام نہ دھرتے ؎

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست ۔۔۔ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

بیشک آمانت کے لئے مین نے صاف الفاظ مین یہ لکھدیا تھا کہ ان حضرت کے لیے تناسب لفظی کا شوق جنون کے درجہ تک پہونچ گیا ہے حضرت شرر کا یہ خیال نہین ہے آپ کے نزدیک

گلزار نسیم کیطرح آمانت کے کلام مین بھی ایسے معیوب اشعار جنمین تناسب لفظی کے ساتھ لطافت سخن نہ قائم رہی ہو دو فیصدی سے زیادہ نہ نکلین گے اور حضرت موصوف کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ تناسب لفظی کے نباہنے مین آمانت ہی سب سے زیادہ کامیاب بھی ہوے اِس لیے حضرت نثر کی اس تنقید کی نسبت زیادہ عرض کرنا نہین چاہتا جس شخص نے امانت کا کلام ایک سرسری نظر سے بھی دیکھا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ حضرت نثر نے امانت کی مدحت سرائی مین جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ ایک شاعرانہ مبالغے سے زیادہ وقعت نہین رکھتا چند اشعار امانت کے درج ذیل ہین سخن شناس تفنن طبع کے طور پر ملاحظہ فرمائین اور دیکھین کہ امانت نے تناسب لفظی کی صنعت کو کیا معراج دی ہے ؎

چھولون جو کانپور مین وہ زلف حلقہ دار — پھانسی کا حکم چھوٹتے ہی کوتوال دے
دُر دُر کرے صدف کو جو وہ گوہر مُراد — موتی ہر ایک دانت خوشی سے نکالدے
سُوراخ در کے بند کرو چھوڑو جھانکنا — روزن تمھاری شرم مین رخنہ نہ ڈالدے
کھلاتا ہے ہوا اُس شکر دو برف خانے کی — رقیب روسیہ کو فکر ہے نقشہ جمانے کی
ملائی اِس نے شہنا سے جو دہن اپنے ترانے کی — ندامت سے بُری نوبت ہوئی نقار خانے کی
یہ گیسو کو اِس کے سانپ پن کہتی ہی شانے کو — میری طبع رسا کرتی ہے باتین مار کھانے کی

خط بہت بڑھ گیا ہے بنواؤ — گلشن حُسن ہے کہ جنگل ہے
طائر دل کو میرے صدقے کر — بت بے پیر آج مشکل ہے
عاشق زلف کیون نہ سر ٹکرائے — مانگ وار اِس پری کی کاجل ہے
نظم کرتا ہون خط سبز کا وصف — مُرغ مضمون جو ہو وہ ہرول ہے

سے کہتے ہین تکلف اسے نازک طبعی — گھاس کے مکان پر اس شوخ نے گھوڑا باندھا
بندا نگیا کا کم و بیش جو پایا اِس نے — ہنس کے خیاط کو چڑیا کا بنایا اِس نے

ہین قدر دانان امانت کا مشکور رہون گا اگر وہ امانت کے دیوان مین دو فیصدی شعر بھی ایسے

نکالدین جنمین تناسب لفظی کے ساتھ لطافت سخن بھی قائم رہی ہو یون دعوی بے دلیل کرنا
تو بہت آسان ہے - حضرت شرر نے مجھکو اسبات کا بھی ملزم ٹھہرایا ہے کہ مین نے جو نسیم کے
معرکے لکھے ہین اُنکے پردہ مین لکھنؤ کے بعض مشہور و معروف و مستند شعرا کے مٹانے کی
کوشش کی ہے - مین نے جو کچھ لکھا ہے وہ اُن بزرگون کی شہادت پر لکھا ہے جو نسیم کے ساتھ
مشاعرون مین شریک تھے اور جنکے سامنے یہ معرکے پیش آئے - اگر حضرت شرر کو اسمین شک ہو تو یہ
اُنکا حسن ظن ہے اور چونکہ اس بحث سے اور نفس مضمون سے زیادہ تعلق نہین لہذا مین اسکی
نسبت زیادہ عرض کرنا نہین چاہتا -

حضرت شرر نے مجھ غریب پر یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ بجاے مولوی حالی کے اعتراضات کا
جواب دینے کے میرا فرض یہ تھا کہ گلزار نسیم کے اُن عیوب کے مٹانے کی کوشش کرتا جن پر عام
اہل سخن معترض ہین اور جن کا اسوقت تک جواب نہین دیا گیا ہے - اس اعتراض کی نسبت مین
یہ عرض کرونگا کہ مولانا حالی کے اعتراضات چاہے واجب ہون یا غیر واجب اُنھون نے
اُنکو نقادان سخن کے سامنے تحریری حیثیت مین پیش کیا ہے لہذا اعتراضات مذکورہ سے
ہر شخص پورے طور سے واقف ہو سکتا ہے چنانچہ وہ اعتراضات میری نظر سے بھی گذرے
اور جو کچھ میری سمجھ مین آیا مین نے انکی نسبت لکھا ہے علاوہ ان اعتراضات کے اور ایسے اعتراضات
گلزار نسیم پر میری نظر سے نہین گذرے جو کسی مستند شخص کی طرف سے پیش کیے گئے ہون - جو
اعتراضات حضرت شرر نے اساتذہ لکھنؤ کا وکیل بنکر پیش کیے ہین اُنکی نسبت مین صرف
اسقدر لکھنا کافی سمجھتا ہون کہ ان اعتراضات سے اساتذہ لکھنؤ کا دامن آلودہ کرنا سخت
بیرحمی ہے - میرے خیال مین کوئی لکھنؤ کے رہنے والے جسکو شعر و سخن کا مذاق ہے اور
جس نے گلزار نسیم کے علاوہ اور شعرا اُردو کا کلام بھی پڑھا ہے اسکے قلم سے ایسے اعتراضات
کل ہی نہین سکتے ہین چنانچہ انھین اعتراضات کے متعلق ۱۱ - مئی کے اودھ پنچ مین لکھنؤ کے
مستند اور مسلم الثبوت زبان دان منشی سجاد حسین صاحب تحریر فرماتے ہین کہ ہمارے خیال مین

اساتذہ لکھنؤ کی اس سے بڑھکر ذلت نہین ہوسکتی کہ اُنکی جانب یہ اعتراض (یعنی حضرت شرر کے اعتراض) منسوب کیئے جاوین جنسے فارسی محاورون سے عموماً اور لکھنؤ کی زبان اور شاعری سے خصوصاً عدم واقفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر حضرت شرر خود غور سے کام لین تو وہ یہ دیکھ سکتے ہین کہ اساتذہ لکھنؤ کی جانب یہ اعتراض منسوب کرنا کہ نسیم نے (حیا اُٹھاکر) خلاف محاورہ نظم کیا ہے (پردہ حیا اُٹھاکر) چاہیئے ایسا فعل ہے کہ جس کے جرأت کی تو ضرور اظہار ہوتا ہے مگر دور اندیشی کا نہین یا یہ کہنا کہ (تجھ پاس) کہانکی زبان ہے اور پھر کہنا کہ یہ اعتراض اساتذہ لکھنؤ کی جانب سے ہو لکھنؤ کو بدنام کرنا ہے۔ مجھکو خود اکثر اساتذہ لکھنؤ کی خدمت مین باریابی حاصل ہے۔ مین نے انکی زبان سے کبھی ایسے اعتراضات نہین سُنے اب رہے اُن حضرات کے اعتراضات جو گلزار نسیم پر اعتراض کرنا ثواب سمجھتے ہین۔ وہ اکثر میرے گوش گذار ہوتے رہے۔ مگر اُنکے جواب مین مین کسی فارسی اُستاد کا یہ شعر دل ہی دل مین پڑھ لیا کرتا ہون ؎ بسیار زخمہا ست کہ خاک است ہمش ؛ نتوان بہ تشنہ دوخت نامۂ دیدہ را ایسے اعتراضات کا کسی سنجیدہ تحریر مین ذکر کرنا حماقت ہے اور ایسی حماقت ہے کہ جسکی کبھی انتہا نہین ہوسکتی۔ اسی خیال سے مین نے بعض مولانا حالی کے اعتراضات کا ذکر کرنے پر قناعت کی اب چونکہ حضرت شرر نے اپنے رسالہ مین چند اعتراضات پیش کیئے ہین انکی نسبت آگے چلکر جو کچھ میری سمجھ مین آئیگا لکھونگا۔

اس مضمون کے آخری حصے مین حضرت شرر فرماتے ہین کہ (گلزار نسیم مین ایسے اشعار بہت ہین جنکی بنا پر صرف یہی نہین کہا جاتا کہ نسیم کی زبان مین غلطیان ہین بلکہ یہ بھی دعوے کیا جاتا ہے کہ پندت دیا شنکر نسیم زبان پر اتنی حکومت نہین رکھتے کہ ہر ایسے مضمون کو جو خیال مین آئے ادا کر جائین۔ اس سلسلے مین حضرت موصوف فرماتے ہین کہ الحاصل مقصد گلزار نسیم پر اعتراضات پیش کرنے سے یہ ہے کہ عام پبلک پر ظاہر کردیا جائے کہ گلزار نسیم مین اہل لکھنؤ کے نزدیک صدہا غلطیان ہین اور اس مثنوی کی زبان اہل لکھنؤ کی زبان نہین ہے۔ اس اعلان کی

نسبت دو امور دریافت طلب ہین اولاً یہ کہ یہ اعلان حضرت شرر کے پہلے مضمون کے اس حصے کی تردید کرتا ہے جسمین آپ نے اس امر کا اقرار کر لیا ہے کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان ہے - یعنے میرے دیباچے پر رائے زنی کرتے ہوئے حضرت شرر تحریر فرماتے ہین کہ گلزار نسیم کے اختصار اسکی ترکیبونکی بےتکلفی کلام کی روانی اور سادگی اور پاکیزگی زبان کی نسبت جو کچھ لکھا گیا ہے بہت صحیح ہے بلکہ اس سے بڑھ کے ہے (دلگداز بابت ماہ مارچ ۱۹۰۵ء) اس سے صاف ظاہر ہے کہ پاکیزگی زبان کی نسبت جو کچھ مین نے لکھا ہے اس سے حضرت شرر کو پورا اتفاق ہے بلکہ آپ لکھتے تو اس سے کچھ زیادہ ہی لکھتے - اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ (پاکیزگی زبان) کی نسبت مین نے کیا لکھا ہے - دیباچے کے بارھوین صفحے کے حاشیہ پر (پاکیزگی زبان) کی سُرخی قائم کر کے گلزار نسیم کی زبان کے متعلق صاف الفاظ مین مین نے یہ لکھا ہے کہ نسیم کی زبان بھی نہایت سلیس و پاکیزہ ہے اور اسے لکھنؤ کی ٹکسالی زبان سمجھنا چاہیئے میری سمجھ مین نہین آتا کہ حضرت شرر نے پیشتر نسیم کی زبان دانی کو کیون تسلیم کیا اور پھر اپنے ہی بیان کی تردید اس زور سے کیون کی - دوسرا سوال اس بیان کی نسبت یہ پیدا ہوتا ہے کہ پیشتر حضرت شرر اپنا عقیدہ یہ ظاہر کر چکے ہین کہ گلزار نسیم کے اصل مسودے کے ورق نہایت ہی عام مذاق کے تھے اور جو کچھ محاسن اس مثنوی مین پیدا ہے وہ اس سبب سے ہوے کہ انتخاب و اختصار کا آخری عمل و تصرف خواجہ آتش کے قلم سے ہوا - یا یہ کہ حضرت شرر کے دوسرے عقیدے کے مطابق آتش نے یہ مثنوی خود تفنن طبع کے طور پر کہی اور پھر اسکے اشعار مین متعدد لغزشین دیکھکر نسیم کو دیدی گو پانسیم سے اور اسکی تصنیف و تالیف سے کوئی تعلق ہی نہین - ان دونون صورتون مین عقل سلیم یہ کیونکر قبول کر سکتی ہے کہ گلزار نسیم کی زبان اہل لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہے یہ ظاہر ہے کہ چاہے خواجہ آتش نے اس مثنوی کی اصلاح مین آخری انتخاب و تصرف کی زحمت اپنے سر لی یا حضرت شرر کے دوسرے عقیدے کے رو سے آتش نے خود یہ مثنوی (تفنن طبع) کے طور پر کہی اور پھر نسیم کو دیدی ان دونون صورتون مین اس مثنوی کے

ترتیب دینے مین آتش نے اس قدر غور و فکر سے ضرور کام لیا کہ اسمین ایسے محاسن پیدا ہو گئے جنکی وجہ سے حضرت شرر بھی یہ کہنے پر مجبور ہین کہ باعتبار خوبیٔ نکے گلزار نسیم کے مقابل کی دوسری نظمین نکلین گی - اس حالت مین گلزار نسیم مین ایسے شعر کہانسے آگئے جنکی نسبت آج حضرت شرر تک کو یہ کہنے کی جرأت ہوتی ہے کہ انکی زبان نہایت ہی مبتذل اور بازاری زبان ہے اور بازاری بھی کہین اور کا لکھنؤ کا نہین - یہ ممکن تھا کہ آتش کے کلام کے مقابلہ مین یہ مثنوی پھیکی ہوتی مگر جہانتک زبان کا تعلق ہے یہ ضرور مستند خیال کیجاتی - آتش کی بہت سی غزلین ہین جن مین ایک شعر بھی قابل تعریف نہین ہے یا بہت سے شعر مہمل ہین - ان غزلو کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ آتش نے انھین محض تفنن طبع کے طور پر تصنیف کیا ہو گا یعنی زیادہ غور و فکر سے کام نہ لیا ہو گا مگر با اینہمہ یہ مہمل شعر بھی زبان کی بحث مین اسی وثوق کے ساتھ سند کے طور پر پیش کیے جا سکتے ہین جیسے کہ آتش کے اعلےٰ سے اعلےٰ شعر - ان اشعار مین شاعری کے اور جوہر نہون لیکن انکی زبان کی نسبت یہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ مبتذل بازاری زبان ہے اور بازاری زبان بھی کہین اور کی لکھنؤ کی نہین - مثلاً اگر یہ بحث درپیش ہو کہ آیا (حلال کرنا) لکھنؤ کا محاورہ ہے کہ نہین تو آتش کا ذیل کا شعر - لہذا سند کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کہ ؎

آتی جو عید قربان خنجر کو لال کرتے ۔۔۔ دنبے کے بدلے فربہ عاشق حلال کرتے

اس شعر مین چاہے اور صدہا عیوب ہون مگر اسکی زبان مستند ہے کیونکہ یہ شعر آتش کا ہے افسوس ہے کہ حضرت شرر نے اس پہلو پر غور نہین کیا کہ کوشش تو یہ ثابت کرنے کی کر رہے ہین کہ گلزار نسیم مین نسیم کا کلام برائے نام ہے یا برابر نہونے کے ہے اور جو کچھ اسکو فروغ حاصل ہے وہ اسوجہ سے ہے کہ یا تو اسپر آتش کی زبردست اصلاح ہے یا آتش نے خود اسے (تفنن طبع) کے طور پر تصنیف کیا ہے اور پھر یہ اعلان بھی شائع کرتے ہین کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہے - جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آتش نے نہ اسکی اصلاح مین غور و فکر سے کام لیا ہے اور نہ وہ اسکے مصنف ہو سکتے ہین - حضرت شرر کی اس تنقید پر "ما چہ می سرائیم و بتنوک ما چہ می سرائید"

مثل صادق آتی ہے - کیا حیرت کا مقام ہے کہ حضرت شرر کا طائر خیال ایک شاخ پر بیٹھتا ہی
نہین شروع سے آخر تک کل مضمون متضاد بیانات سے پُر ہے جنکی وجہ سے حضرت موصوف کے
دلائل کا سلسلہ تار عنکبوت سے زیادہ مضبوط نہین نظر آتا جسوقت آپکا خیال گلزار نسیم کے محاسن
کیطرف جاتا ہے تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہین کہ اس مثنوی کا بہترین حصہ آتش کے
زور قلم کا نتیجہ ہے اور اپنے دعوے کی تقویت کے لیئے نقادان سخن کے دربار مین اُن بزرگونکی
شہادت پیش کرتے ہین کہ جو موت کی میٹھی نیند سو رہے ہین اور جنکو اسبات کی مطلق خبر نہین کہ
آج انکی نسبت کیا کہا جارہا ہے جب حضرت شرر کو گلزار نسیم مین معائب تلاش کرنیکی فکر ہوتی ہے
تو اسوقت آپ یہ فرض کرلیتے ہین کہ یہ نسیم کی تصنیف ہے اور اس لیئے اسکی زبان لکھنؤ کی
مستند زبان نہین ہے اس سے صرف ایک ہی منطقی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ چالیس پچاس شعر
جو حضرت شرر کے نزدیک قابل اعتراض ہین وہ نسیم کے ہین باقی ڈیڑھ ہزار شعر آتش کے ہین
اصل یہ ہے کہ اکثر حضرات کا خیال یہ ہے کہ چونکہ پنڈت دیا شنکر نسیم ہندو تھے اسلیئے ان کی
زبان مستند نہین ہے گو کہ حضرت شرر نے کسی مصلحت سے اس خیال کو جلباب خفا مین
رکھا ہے مگر آپ کے اعلان کے پردہ مین اسکی جھلک صاف نظر آتی ہے مگر اس خیال کے
لوگون کو اس امر پر غور کرلینا چاہیئے کہ نسیم کے وقت کا لکھنؤ وہ لکھنؤ تھا کہ جسکا ذرہ ذرہ
تہذیب و ترتیب کے نور سے معمور تھا بقول امیر احمد صاحب بی - اے - کے اُس زمانے
مین لکھنؤ مین شاعری اور سخن سنجی کا وہ دریائے مواج جوش زن تھا اور زبان دانی اور مضمون
آفرینی کا یہ شہر ایسا مرکز ہو رہا تھا کہ اسکی دلکش سیر گاہون اسکے دلچسپ منظرون اور اس کے
دلفریب میلون ٹھیلون کی بہار دیکھنا بھی انسان کو تہذیب سکھانے اور شاعر بنانے کے لیے
کافی تھا اور پھر نسیم کی ایک خاص حالت تھی - ایک تو وہ خود ہی قدرتی طور پر غیر معمولی طور سے
ذہین اور طباع شخص تھے - دوسرے انکا تمام وقت آتش و صبا وغیرہ ایسے زبان دانون کی
صحبت مین صرف ہوتا تھا جنکی زبان آجتک محاورۂ اردو کی دستور العمل سمجھی جاتی ہے

قطع نظر اسکے یہ سب جانتے ہین کہ گلزار نسیم آتش کی اصلاح کے بعد اُنکی زندگی مین شائع ہوئی اس صورت مین یہ کہنا کہ چونکہ گلزار نسیم کا مصنف ہندو تھا اس لیئے اسکی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہی انصاف کی آنکھو مین خاک ڈالنا ہی۔ جس مشاعرے مین یہ مثنوی رات بھر پڑھی گئی وہ مشاعرہ آتش ہی کے نام سے کیا گیا تھا لہذا اسمین شہر کے تمام سربرآوردہ شعرا جمع تھے۔ اکثر بزرگ اب بھی زندہ ہین جو اس مشاعرے مین شریک تھے کیا ایسا مشاعرہ کرنے سے آتش کی مراد یہ تھی کہ سخن سنجان لکھنؤ کے سامنے اپنے شاگرد سے ایسی مثنوی پڑھوا کر اپنی ہنسی کرائین جسمین اسقدر غلطیان ہین کہ شاید کسی اُردو نظم مین نہونگی اور جسمین ایسے شعر موجود ہین (جنکی زبان لکھنؤ کی بازاری زبان بھی نہین ہی) یہی وجہ ہے کہ لکھنؤ کے اصح الخیال اور منصف مزاج اہل سلام گلزار نسیم کی زبان کو لکھنؤ کی ٹکسالی زبان سمجھتے ہین۔ حضرت شرر نے جو اعلان شائع کیا ہے کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہی وہ کسیقدر دیر سے شائع ہوا ہے کیونکہ اس اعلان کی اشاعت کے قبل اساتذہ لکھنؤ اسبات کو تسلیم کر چکے ہین کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی ٹکسالی زبان ہی۔ لکھنؤ کے مشہور و معروف شاعر منشی امیر احمد صاحب مینائی نے امیر اللغات مین زبان و محاورہ کی بحث مین گلزار نسیم کے سیکڑون شعر سند کے طور پر پیش کیئے ہین اب اس سے بڑھ کر گلزار نسیم کی زبان کے مستند ہونے کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے ظاہر ہے کہ لغت مین اُسی شاعر کا کلام سند کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جسکی زبان مستند سمجھی جاتی ہی میرا خیال ہے کہ حضرت شرر امیر مرحوم کو اُن (عام اساتذہ لکھنؤ) کے زمرے سے خارج نہ سمجھتے ہونگے جنکا وکیل بنکر آپ نے یہ اعلان شائع کیا ہے کہ (گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہے) علاوہ امیر مرحوم کے لکھنؤ کے سرمایۂ ناز انشا پرداز اور مسلم الثبوت زباندان منشی سجاد حسین صاحب نے حضرت شرر کے اعلان مذکور کی نسبت جو کچھ ۱۱ مئی کے اودھ پنچ مین لکھا ہے وہ شائقین سخن کی نظر سے گذرا ہی ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ گلزار نسیم کی زبان کو غیر مستند ثابت کرنے کا زمانہ گذر گیا اب تو اسکے سیکڑون شعر زبان اُردو کا حصہ ہو گئے ہین اور زباندان اسکی زبان کو مستند تسلیم کر چکے ہین

اب اگر کسی کا دل چاہے تو وہ یہ خیال کرکے اپنا دل خوش کرے کہ یہ مثنوی نسیم کی کہی ہوئی نہین ہے اور اگر قلم مین زور ہو تو اس دعوی کی تائید مین دلائل بھی پیش کرے اور میرے خیال مین قدر دان نسیم کو ایسے مضامین سے ناخوش نہین ہونا چاہیئے مین تو یہ مان لینے کو تیار ہون کہ نسیم لکھنؤ کی اس عالم ایجاد مین وجود ہی نہین ہوا تھا (پنڈت دیا شنکر نسیم) محض اک اہم فرضی ہے یہ مثنوی کسی بندۂ خدا کی تصنیف ہے جسنے اسکو اس فرضی نام سے شائع کر دیا اب یہ بندۂ خدا چاہے آتش ہو یا پروانہ یا مصحفی (اگر منشی سجاد حسین اودھ پنچ کے معتبر ائی کی روایت صحیح ہو) یا کوئی اور شخص ہو جو مشرف باسلام تھا مجھکو تو مثنوی گلزار نسیم سے مطلب ہے نہ کہ اسکے مصنف کے مذہب سے ہان اگر (گلزار نسیم) مین لفظ نسیم کھٹکتا ہو تو اسکو (قصۂ گل بکاولی) منظوم کہو مگر خدا کے لئے اسکے جوہر و نیر تو خاک نہ ڈالو۔

خاص اعتراضات کے متعلق کچھ تحریر کرنے سے پیشتر یہ لکھ دینا مناسب ہے کہ اس مضمون مین انھین شعرا[1] کے کلام سے مثالین دیگئی ہین جنکے اشعار امیر اللغات اور بہار ہند[2] مین بھی زبان اور محاورے کی بحث مین سند کے طور پر پیش کیے گئے ہین حضرت شرر نے گلزار نسیم کے اکثر اشعار کو بے معنے قرار دیا ہے۔ ایسے اشعار سلسلہ وار لکھے جاتے ہین۔ ؎

۱ صاد آنکھون کی دیکھ کر بسر کی بینائی کے چہرے پر نظر کی

اعتراض ہے کہ بینائی کے چہرے پر نظر کرنے سے کیا مراد ہے (چہرے پر نظر کرنا) شاہی دفاتر کی اصلاح ہے (چہرہ) نام کے معنی مین استعمال ہوتا تھا۔ اور یہ اسلئے کہ جس شخص کا نام دفتر مین لکھا جاتا تھا اُسی کے ساتھ اسکا خط و خال بھی لکھ لیا جاتا تھا (نظر کرنا) دوسری اصلاح ہے اگر کسی شخص کا نام دفتر سے کاٹ دیا جاتا تھا تو اصطلاحاً یہ کہا جاتا تھا کہ اسکے چہرے پر نظر کر دیگئی۔ آب۔ ع۔ (بینائی کے چہرے پر نظر کی) کے معنی صاف ہین یعنی (بینائی کا چہرہ کاٹ دیا گیا) جسکا

---

[1] آتش ناسخ صبا۔ رند۔ واجد علیشاہ (اختر) آنیس۔ جانصاحب۔ نواب مرزا شوق۔ محمد حسین آزاد۔ آب حیات وغیرہ [2] حضرت شرر کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ صاحب امیر اللغات کی طرح مؤلف بہار ہند نے بھی پنڈت دیا شنکر نسیم کے اشعار سند کے طور پر پیش کیے ہین!

مطلب سادہ الفاظ مین یہ ہوا کہ (بینائی کو کھو دیا) نسیم کے علاوہ مختلف شعرائے اُردو نے اس اصطلاح کو نظم کیا ہے - خواجہ وزیر ؎

نرگس پہ نظر کیجئے دو بارا کہ وہ کٹ جائے ہو جائے نظر ثانی مین اس کی نظر ی آنکھ

قلم نے چہرے حسینونکے لوح پر لکھکر آتش کچھ یون کو کیا خط و خال سے واقف

پھر آئے رنگ رفتہ جو خیر عجب نہین " اکثر ہے چہرۂ نظری صاف ہو گیا

ہر طرف غم کر دیا دکھلا کے اسنے صاف چشم صبا چہرۂ عشاق کو حکم بحالی ہو گیا

غیاث اللغات صفحہ ۸۲ نظری - انچہ بدان نظر کنند و منظور بنود - لفظ نظر برائے بطلان باشد این اصطلاح اہل دفتر است (مجھکو حیرت ہے کہ حضرت شرر نے ایک عام اصطلاح سے کیون ایسی بیخبری ظاہر کی اور گلزار نسیم کی لاجواب فرد کو کیون نظری بنا دیا -

۲ اک بلی جو جھپٹی چوہے کو بھانپ نیولے کو بھگا دیا دکھا سانپ

اعتراض ہے کہ سانپ کو نیولا مارڈالتا ہے - مگر یہ دکھا سانپ کیا - آخر نیولے نے مداری کا تماشا کیون دکھایا - اگر بفرض محال یہ اعتراض تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی گلزار نسیم کا مصنف اسکا ذمہ دار نہین ہو سکتا نسیم نے گل بکاولی کا وہ قصہ نظم کر دیا ہے کہ پیشتر نثر مین موجود تھا اگر یہ اعتراض ہے تو اس غریب پر جسنے قصے کے واقعات کو ترتیب دیا ہے نسیم نے تو شروع ہی مین کہہ دیا ہے ؎

۲ ہر چند سُنا گیا ہے اس کو اُردو کی زبان مین سخنگو

وہ نثر تھا داد نظم دون مین اس مے کو دو آتشہ کرون مین

لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو حضرت شرر کا یہ اعتراض کسی حالت مین جائز نہین ہے کیونکہ اس شعر کے بعد دوسرے شعر کا پہلا مصرع ع دیکھا تو یہ ہے شگون نرالا - اس بات کا اشارہ کرتا ہے کہ مصنف قصہ نے اس واقعہ کو خود (نرالا) یعنی حیرت انگیز مانا ہے - یعنی وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ (نیولے کا سانپ دکھانا) خلاف واقعات ہے - پس اس حالت مین

سیاق کلام کو نظر انداز کرکے درمیان سے اک شعر چن لینا اور اُسپر اعتراض کرنا آئین تنقید کے خلاف ہے اور لفظی شعبدہ پردازی سے زیادہ وقعت نہین رکھتا۔

۳ سُن کے قیدی کے زار نالے زنجیر کے بیچ سے نکالے

اعتراض ہے کہ (مانا کہ زنجیر کے ایسے بیچ نکال ڈالے۔ مگر اس سے یہ مطلب کیونکر نکلا کہ بکاولی کے پاؤن مین سے زنجیر نکال لی۔ صحیح ہے یہ شعر یون ہے ؎

سُن کے قیدی کے زار نالے زنجیر کے بیچ سے نکالے

(زار نالے چاہے غلط ہو مگر مصنف نے اس سے رونے دھونے کے معنی لیئے ہین یا ے معروف کے بدلے یاے مجہول یا اسکے برعکس لکھدینا کاتبونکی عام غلطی ہے۔ چنانچہ یہ شعر بھی کاتب کی تیغ اصلاح کا زخمی ہے۔ واقعی اصل شعر یون ہے ؎

سُن کے قیدی کے زار نالی زنجیر کے بیچ سے نکالی

چونکہ اس حالت مین حضرت شرر دبی زبان سے فرماتے ہین کہ (زار نالی چاہے غلط ہو) اس لئے حضرت موصوف کے اطمینان کے لیئے ذیل کی مثالین غالبًا کافی ہونگی۔

درد والم مین سب جاتے ہین روز و شب یان میر دن اشک ریزیان ہین شب زار نالیان

فقرہ۔ میر تقی میر اور خواجہ میر درد نے زار نالی افسردہ دلی . . . . کے مضامین کو خوب ادا کیا (آب حیات مصنفہ آزاد

۴ وان پھانس چبھی ہو اسکو غم کی یان سانس نہین ہے ایکدم کی

اعتراض ہے کہ (ایکدم کی سانس نہونا) ایسا محاورہ ہے کہ جسکے کوئی معنے نہین سمجھکو اس اعتراض کے معنی سمجھ مین نہین آتے اس مصرع (یان سانس نہین ہے ایکدم کی) کے معنی چشمۂ آفتاب کی طرح روشن ہین اگر کسی کی سمجھ مین نہ آئین تو یہ نسیم کا گناہ نہین۔ غالبًا حضرت شرر نے اس مصرع مین (دم) سے بھی (سانس) مراد لی ہے اس صورت مین واقعی یان سانس نہین ہے ایک سانس کی) کے کچھ معنی نہین ہوئے۔ لیکن (دم) یہان

(لمحے یا لحظے) کے معنون مین استعمال ہوا ہے۔ نسیم کا یہ مطلب ہے کہ (یان ایک لمحہ کی سانس نہین باقی ہے۔ یعنی موت کا وقت قریب ہے ممکن ہے حضرت شرر کہین کہ (دم) سے لمحے کے معنے لینا کہانتکی زبان ہے (اسلیئے اشعار ذیل سنداً درج ہین آتش ؎

سوائے رنج کچھ حاصل نہین ہے اس خرابے مین غنیمت جان جو آرام تو نے کوئی دم پایا

ایکدم فرصت نہین مجھکو بتوتکی یاد سے ناسخ کہتے ہین زاہد خدا کی یاد ہر دم چاہیئے

۵ چاہا گلچین کا امتحان لے پوچھا کہ نگین جوے کہان ہے

اعتراض ہے کہ (جبتک کسی خاص نگین کو دکھا کے یہ نہ کہا جائے کہ اس نگین کو لے تو کہان ہے اُسوقت تک اس عام سوال کے کوئی معنی نہین ہو سکتے اس مقام پر بھی حضرت شرر نے سیاق کلام پر غور نہین کیا ورنہ آپکو اس اعتراض کی تکلیف گوارا نہ کرنی پڑتی۔ بکاولی نے (فرخ کے بھیس مین) عمداً یہ سوال ایک مبہم طریقے پر پیش کیا تھا اسکا مطلب یہ تھا کہ اگر ان چارون شہزادون مین سے کوئی اسکا گلچین ہوگا تو وہ اسکی انگوٹھی ہی اپنے پاس رکھتا ہوگا۔ لہذا ممکن ہے کہ اسکی زبان سے نکل جائے کہ اگر نگین لینا ہو تو بکاولی کی انگوٹھی کا نگین لے اگر ایسا ہوا یعنی ان چارون شہزادون مین کوئی اسکا گلچین نہوا تو اس عام سوال کا ایک عام جواب بھی ملجائیگا کہ نگین خریدے تو فلان شہر مین خریدے چنانچہ ایسا ہی ہوا ؎

بتلانے لگے وہ چارون نادان کوئی یمن اور کوئی بدخشان

اس جواب سے بکاولی نے یہ نتیجہ نکالا کہ انمین سے اسکا گلچین کوئی نہین ہے۔ کیونکہ ؎

جانا کہ جو گل یہ لائے ہوتے خاتم کے نگین بنائے ہوتے

۶ رُکنا ہوا اس پری کا مشکل یہ دل لگی اب لگائے گی دل

اعتراض ہے کہ (مصنف تو یہ مضمون ادا کرنا چاہتا تھا کہ اس پری (روح افزا) کے ٹھہر جانے سے دشواریان پیش آئین مگر زبان پر قدرت نہونے سے مطلب یہ ہوگیا کہ اسکا ٹھہرنا مشکل ہوا یعنی ٹھہر نہ سکی (حضرت شرر کا غالباً یہ خیال ہے کہ رمشکل) سے صرف کسی امر کا غیر ممکن ہونا

مراد لیا جاتا ہے - مگر ایسا نہین ہے لفظ مشکل سے وہ حالت بھی مراد لیجاتی ہے جس سے بحیثیت مجموعی کوئی پیچیدگی پیدا ہو جائے جیسا کہ خواجہ حافظ کے ذیل کے مصرع سے ثابت ہے - مشکل این ست کہ ہر روز بتر می بینم ظاہر ہے کہ اس مصرع مین (ہر روز بتر دیدن) جس حالت کا اشارہ کرتا ہے وہ حالت (مشکل) ہے یعنی باعث پیچیدگی ہے - اسی طرح نسیم کا مطلب ہے کہ اس بری کا ترکنا باعث پیچیدگی ہوا - عام گفتگو مین بھی لفظ مشکل اس معنی مین استعمال ہوتا ہے - مثلاً کہتے ہین اگر (وہ چلے جاتے تو سب بات بن گئی تھی مگر مشکل یہ ہے کہ وہ لوگ رک گئے) چونکہ زبان کا رنگ بدل گیا ہے لہذا نسیم کے مصرع کی بندش اس زمانے مین کسیقدر الجھی ہوئی نظر آتی ہے - لیکن نسیم کے زمانے مین اس قسم کی ترکیب جائز سمجھی جاتی تھی آتش کا شعر ہے ؎

عشق نے حال کیا مردہ بے وارث کا میرے اوپر ہے یقین قبضۂ سلطان ہونا

اس شعر مین (یقین) کا لفظ بالکل اسیطرح استعمال ہوا ہے جیسے کہ نسیم کے شعر مین (مشکل) کا لفظ اب اس ترکیب متروک سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آتش و نسیم کو زبان پر قدرت نہ تھی انصاف کا خون کرنا ہے - میر حسن کا شعر ہے ؎

جو اس کے طویلے کے اونی تھے خر اُنھین نعلبندی مین ملتا تھا زر

اس شعر کا مطلب تو یہ ہے کہ نعلبندون کو اُجرت مین زر ملتا تھا - لیکن زبان کا رنگ بدل جانے سے اب یہ معنی نظر آتے ہین کہ خرون کو زر ملتا تھا اس بنا پر اگر کوئی کہے کہ میر حسن کو زبان پر قدرت نہین تھی تو اسکا جواب سوائے خاموشی کے کیا ہے -

۵ شہزادے نے ایکدن پھر آکر شادی کو کہا حیا اُٹھا کر

اعتراض ہے کہ (پردہ حیا اُٹھا کر) کی جگہ (اُٹھا کر) نظم تو کر دیا گیا ہے مگر کوئی معنی نہین رکھتا یہ اعتراض کسیقدر تشریح طلب ہے لکھنؤ اور دہلی مین تو اس قسم کے فقرے زبان زد عام ہین کہ فلان شخص نے حیا اُٹھا دی یا فلان شخص کی حیا اُٹھ گئی چنانچہ لکھنؤ کے مستند زبان دان مرزا محمد مرتضیٰ عاشق (عرف مرزا بھوبیگ) شاگرد جناب نسیم دہلوی نے اسی مشہور لغت

بہار ہند مین صاف الفاظ مین لکھا ہے کہ (حیا اُٹھانا) بے حجابی کے معنون مین استعمال ہوتا ہے بہار ہند مطبوعہ ۱۸۸۸ء صفحہ ۲۶۷ (حیا اُٹھانا) پر کیا موقوف ہے (حیا اُڑا دینا) (حیا اُٹھ جانا) آنکھو نسے (حیا ٹپکنا وغیرہ) بولا بھی جاتا ہے اور نظم بھی ہوتا آیا ہے اس موقع پر مجھے مومن خان کا ایک شعر یاد آگیا ہے

۵ آنکھون سے حیا ٹپکتی ہی انداز تو دیکھو ہے بوالہوسون پر بھی ستم ناز تو دیکھو

حضرت شرر نے خیال کے مطابق (شیرۂ حیا ٹپکی) ہونا چاہیئے محض حیا ٹپکنا کوئی معنی نہین رکھتا

۵۹ ع دختر جو پسند مہ لقا ہے - اعتراض ہے کہ (حرف ترکیب کی خرابی سے مطلب خبط کر دیا کہنا یہ تھا کہ مہ لقا دختر جو پسند ہے) جس شخص کی نظر سے گلزار نسیم کے علاوہ کسی اور شاعر کا کلام بھی گذرا ہے وہ اس اعتراض کی وقعت کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہے ہر زبان کی شاعری مین ترتیب الفاظ مین اس قسم کا اُلٹ پھیر جائز سمجھا گیا ہے اُردو شعرا کے کلام مین بھی اس طرز کی سیکڑون بندشین ملینگی چند شعر تمثیلاً لکھے جاتے ہین آتش ۵

صبح تک دیدۂ تر سے نہین آنسو تھمتے پانی کرنے کو شب ہجر لہو آتی ہے
دم اخیر تصور بند ھا ترے رُخ کا طرف کو کعبے کے کروٹ مجھے قضا نے دی
ہماری آنکھ سے دریاے اشک جاری ہی ناسخ خیال ہی ترے بازو کی یار مچھلی کا
ذبح وہ کرتا ہے پر یہ چاہیئے اے مرغ دل دم پھڑک جاے تڑپنا دیکھ کر صیاد کا

ان اعتراضات کے بعد حضرت شرر نے گلزار نسیم کے وہ اشعار لکھے ہین جنہین آپ کے نزدیک لفظی غلطیان ہین ۵۰ ع بولا کہ چکھونگا مین یہ انسان) بڑے سے چکھے پان کے مزدار اعتراض ہے کہ (ناسخ و آتش کے زمانے سے لیکے اسوقت تک (چکھونگا) اور (چکھے) کی جگہ (چکھونگا) اور (چکھے) غیر فصیح ہی نہین غلط ہے) مین حضرت شرر سے نہایت ادب سے پوچھتا ہون کہ اس موقع پر آپنے لفظ (غلط) کن معنی مین استعمال کیا ہے

۵ تعقید لفظی بہر صورت عیوب شاعری مین سے ہی خصوصاً ایسی حالتون کہ معنی مین خبط پیدا ہوتا ہو جیسا کہ اس شعر مین ہی ۱۲ ردا ڈیٹر

ظاہر ہے کہ سودا[1] وغیرہ نے (چکھّا) کی جگہ (چکھا) برابر نظم کیا ہے - اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ نسیم کے طبقے کے شعرا نے (چکھّا) نہین نظم کیا ہے - اس صورت مین نسیم پر یہ اعتراض ہو سکتا ہو کہ اُنھون نے ایک ایسا قدیم محاورہ نظم کیا جو اُنکے زمانے مین غیر فصیح سمجھا جاتا تھا اور ایسا کرنا کوئی تعجب کی بات نہین مثلاً شیخ ناسخ نے سودا اور میر کی طرح لفظ (زور) بہت کے معنی مین استعمال کیا ہے[2] آتش نے اس محاورۂ قدیم کو متروک قرار دیا ہے لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ناسخ نے ایک غیر فصیح محاورہ نظم کیا ہے - لیکن یہ کہنا کہ لفظ (زور) کو بہت کے معنون مین استعمال کرنا غلط ہے کوئی معنی نہین رکھتا - خیر اس اعتراض سے زیادہ مزیدار اعتراض حضرت شرر کا (پان کے بیڑے) پر ہے آپ فرماتے ہین کہ دوسرے مصرع (بیڑے چکھے پان کے مزیدار) مین صرف بیڑے کافی تھا (پان کے بیڑے) (محاورہ مین اچھا نہین) اس اعتراض کا انصاف بھی مین سخن شناسون پر چھوڑتا ہون دو شعر درج ذیل ہین ناظرین (تفنن طبع) کے طور پر ملاحظہ فرمائین - جانصاحب ؎

چُھٹکی میری کھائیگی ہرے پانکا بیڑا منجھلی کا نہ سنجھلی کا نہ ہے بیاہ بڑی کا

بسملون کی دم رخصت ہو مدارات ضرور امیرنائی یا بیڑا یا تیری تلوار مین ہو پانی کا

علاوہ برین شرفاے لکھنؤ مین یہ فقرہ مثل کے طور پر بولا جاتا ہے کہ (ایسی شادی تھی کہ کسی کو پان کا بیڑا بھی نہ ملا) غالبًا حضرت شرر کو آتش کی اصلاح دیکھکر یہ اعتراض کرنے کا خیال پیدا ہوا مگر آپکو اس امر پر بھی غور کر لینا تھا کہ نسیم نے جو یہ اصلاح نہ مانی تو کچھ سمجھ کر نہ مانی ہوگی اور آتش ایسے نازک مزاج شخص نے اپنے شاگرد کا یہ اختلاف گوارا کیا تو کوئی وجہ معقول ضرور ہوگی[3] ع کھاتے ہی حمل کا ڈھنگ پایا) (۲) وہ بانج تھی جب حمل قبولی -) اعتراض ہے کہ (ان مصرعون مین حمل کی جگہ حَمل نظم کر دیا گیا ہے جو قطعًا غلط ہے) یہ اعتراض اس اصول سے

[1] چکھا اُنھون نے جو اے یار دوستی کا شہد ۔ وہ تلخ کام کبھی نہ دشمنان کرے + بجاے سرمہ کروں میل گرم مین اس مین + نمک سے اشک کے جس چشم نے مزا نہ چکھا ۱۲ [2] ع ابتو ناسخ زور رند لوٹھلی ہو گیا ۱۲ -

بیخبری ظاہر کرتا ہے کہ شاعر الفاظ اسی صورت پر نظم کرتا ہے جس صورت سے کہ وہ اہل زبان کی زبان پر جاری ہوتے ہین محض لغت کی پیروی شاعر کے لیئے ضروری نہین ہوتی یہ مانا کہ لغت کی رو سے حمل درست ہے لیکن شرفاے لکھنؤ کی زبان پر اس لفظ کا یہی تلفظ جاری ہے ۔

واجد علیشاہ (آخری فرمانروا ے اودھ) سے ایک مثنوی موسوم بہ دریاے تعشق یادگار ہے اس مثنوی کی تصنیف کا زمانہ گلزار نسیم کی تصنیف کے زمانے سے بہت قریب ہے (دریاے تعشق) مین بھی حمل ہی نظم ہے ؎

گھر مین میرے بھی اے خوش اطوار آثار حمل کے ہین نمودار

اس مثنوی مین چاہے اور شاعرانہ محاسن نہون لیکن جہانتک زبان اور محاورے کا تعلق ہے اس کا ہر شعر سند کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کیونکہ اُس زمانے مین واجد علیشاہ سے بڑھ کر کس کی زبان مستند ہو سکتی تھی علاوہ برین جانصاحب نے بھی حمل نظم کیا ہے جسکا کہ ذیل کے شعر سے ظاہر ہے ع دائی یقین دل کو ہے گر جائیگا حمل + ننھا سا لڑکا خواب مین کل پیٹ پل گیا

متقدمین کے یہان بھی حمل ہی نظم ہوا ہے چنانچہ سودا کہتے ہین ؎

اسقاط حمل ہو تو کہین مرثیہ ایسا جو کوئی نہ پوچھے میان مسکین کہان ہے

لفظ حمل پر کچھ موقوف نہین متعدد الفاظ ایسے ہین جن کا تلفظ لغت کے رو سے کچھ اور ہے اور نظم عام محاورے کے مطابق کیا جاتا ہے ۔ مثلاً اصل لفظ کلہ ہے یعنی لام بالکسر ہے ۔ لیکن محاورے مین چونکہ بسکون لام بولتے ہین اس لیئے شعرا نے اسی طرح نظم کیا ہے ۔

۱۳ بادل سا بحر آسمان جوش بجلی سے لہر سے تھا ہم آغوش

اعتراض ہے کہ (لہر کی جگہ) لہر یعنی ہاے متحرک کے ساتھ نظم کر دیا گیا ہے جو اردو مین غلط ہے

دبیر ؎ ارے خدا کا غضب تیری جان پر ٹوٹے + تو کلمہ پڑھ کے رسول خدا کا گھر لوٹے + ضیا ؎ خدا کے واسطے کلمہ تو کا پڑھ واعظ + زبان تر ہے ابھی اختیار باقی ہے + ؎ جرأت ؎ کلمہ بھرے تیرا تجھے دیکھے جو اک نظر + کافر اثر ہے یہ تیری کافر نگاہ مین ہے ۔

اس اعتراض کے لیئے بھی ایک حد تک وہی جواب ہے جو اس سے پیشتر کے اعتراض کے بارے مین لکھا گیا ہے اور دو شعر نسیم کی تائید مین سنداً اور درج ذیل ہین میر ؎

شب نہاتا تھا جو وہ رشکِ قمر پانی مین ۔۔۔ کہئے مہتاب سے اُٹھتی تھی لہر پانی مین

نواب مرزا شوق

تھی لہر چڑھ رہی ہے کالون کی ۔۔۔ بُو سُنگھا دو تم اپنے بالون کی

۵۱ جاگی تو سب اسکے جوڑ کی تھین ۔۔۔ اندر کے اکھاڑے کی پری تھین

اعتراض ہے کہ (اسمین پری کی جگہ) (پریان) چاہیئے جو نہایت ہی ذلیل قسم کی غلطی معلوم ہوتی ہے) بیشک اس زمانے مین یہ ترکیب کانون کو غیر مانوس معلوم ہوتی ہے لیکن نسیم کے وقت مین اسکا رواج ضرور تھا۔ آتش ؎

کیا کیا پری اُتاری ہین تشبیہ مین آہ نے ۔۔۔ جن کون ہے جو نالے سے اپنے نہین جلا[1]

کس کے چار ابرو کے نظارے نے دم بھر کا دیا ۔۔۔ درمیان پاتا ہون دل کو چار سو تلوار کو

شراب کیون نہ چلے فصل گل مین اے زاہد ۔۔۔ ناسخ کہ نہر جاری ہوئین موسم بہار آیا

۵۲ خوش لہجہ بہت بکاولی تھی ۔۔۔ گاتی اور ناچتی پڑھی[2] لکھی تھی

پہلا مصرعہ یہ اعتراض ہے کہ (خوش گلو یا خوش آواز کی جگہ غلطی سے خوش لہجہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے (خوش لہجہ) خوش گلو اور خوش آوا نے کے معنون مین برابر استعمال ہوتا ہے حافظ ؎

دلم از پردہ بشد حافظ خوش لہجہ کجا ست ۔۔۔ تا بقول و غزلش ساز و نوائے بکنیم

گل و گلچین کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر ۔۔۔ تو گرفتار ہوئی اپنی نوا کے باعث

---

[1] سند صحیح نہین ہے کیونکہ اس شعر مین (پری) مذکر ہے اور اس لیئے (اُتارے) بیائے مجہول لکھا گیا ہے لفظ پری محبوب اور حسین کے معنون مین مذکر بھی آتا ہے باقی دو شعرون کی سند بھی کمزور ہے ۱۲ اڈیٹر [2] یہ مصرعہ گلزار نسیم کے اس نئے اڈیشن مین غلط چھپ گیا ہے یعنے کاتب نے لکھا تے کے بدلے گانے اور ناچنے کے بدلے ناچتی) بنا دیا ہے کو کہ ایک نقطے کا بڑھا دینا اور گھٹا دینا کاتبون کی معمولی سی غلطی ہے - مگر حضرت شرر نے اس قرین قیاس بات کو نظر انداز کر کے مجھکو تصرف بیجا کا ملزم ٹھہرایا ہے - خیر اسکا جواب اس مضمون کے آخری حصہ مین دیا جائیگا ۱۲ —

دوسرے مصرع کی نسبت شرر کا اعتراض ہے کہ (گانے) کی جگہ گانی اور (ناچنے) والی کی جگہ ناچتی غلط ہے اس موقع پر پھر حضرت شرر نے ایک قدیم محاورے کو (غلط) ٹھہرانے مین تکلف نہین کیا ہے - گلزار نسیم کی زبان وہ زبان ہی جو کہ لکھنؤ مین ۶۶ سال پیشتر مروج تھی - گانی اور ناچنی کی ترکیب اس زمانے مین ضرور غیر فصیح معلوم ہوتی ہی مگر نسیم کے زمانے کے شعرا کے کلام مین اسکی مثالین مل سکتی ہین مثلاً میر انیس صاحب فرماتے ہین ؎

دنیا بھی عجب سرائے فانی دیکھی ہر چیز یہان کی آنی جانی دیکھی
جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

اس رباعی کے دوسرے مصرع مین آنیوالی کی جگہ (آنی) اور جانے والی کی جگہ (جانی) نظم کیا گیا ہے یہ ویسا ہی ہی جیسا کہ (گانے والی) اور (ناچنے والی) کے بدلے (گانی) (ناچنی) استعمال کرنا دونون کی ترکیب مین سرمو فرق نہین ہی - حضرت شرر کا ایک اعتراض یہ ہی کہ گلزار نسیم مین چنگل اور جنگال کا لفظ تین جگہ استعمال ہوا ہے - اور تینون جگہ بموقع اور غلط - اس اعتراض کی تشریح کے لیئے ذیل کے تین مصرعے لکھے گئے ہین (۱) پہونچا لب حوض سے یہ چنگل - (۲) شہزادے پہ اس نے مار چنگال (۳) پیارے یہ نہین حنائی چنگال - پہلے مصرع کے معنے حضرت شرر نے لکھدیئے ہین یعنی (ہاتھ نہین پہونچا) اسکے علاوہ اور کچھ نہین تحریر فرمایا ہے دوسرے مصرع کی نسبت یہ لکھا گیا ہے کہ (یہان اگر یہ کہا جائے کہ پرون کی طرح پری کے پنجے بھی تھے تو شاید صحیح ہو جائے تیسرے مصرع پر یہ اعتراض ہے کہ مہندی لگے ہاتھ کو حنائی چنگال کہنا لکھنؤ کی زبان نہین ہے ان اعتراضات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت شرر کا یہ خیال ہے کہ چنگل اور جنگال محض پنجہ جانور کے معنون مین استعمال ہوتے ہین مگر ایسا نہین ہے جس شخص نے فارسی کی درسی کتابین بھی پڑھی ہین وہ جانتا ہے کہ فارسی شعرا نے (چنگال) ہاتھ کے معنون مین برابر استعمال کیا ہے شیخ سعدی بوستان مین کہتے ہین ؎

مرا در صفاہان یکے یار بود کہ خنگ آور و شوخ و عیار بود

پلنگانش از زور در سر پنجہ زیر فرو بردہ چنگال در مغز شیر

تیسرے مصرع پر جو اعتراض ہے وہ بالکل خارج از آہنگ ہے (حنائی چنگال) فارسی کا محاورہ ہے اسکے نسبت یہ کہنا کہ یہ لکھنؤ کی زبان نہین ہو کوئی معنی نہین رکھتا اگر یہ کہا جائے کہ دست حنائی کے بدلے حنائی چنگال کہنا درست نہین تو اعتراض کے کچھ معنے ہو بھی سکتے ہین مگر یہ اعتراض بھی بجا ہے ملا شہیدی فرماتے ہین ؎

بستہ رنگ حنا بر چنگل خود اے نگار یا بخون عاشقان تر کردۂ چنگال را

غیاث اللغات صفحہ ۳۶۱ (چنگل و چنگال - پنجۂ آدمی وغیرہ از موئید و بہار عجم و جہانگیری وغیرہ)

۱۲ بیجا وہ ہوا کہا کہ جا جا کیسی رانی کہان کا راجا

اعتراض یہ ہے کہ (برہم ہوا کی جگہ پر بیجا ہوا کہنا بہت ہی مبتذل بازاری زبان ہے) ہمین نے دیباچے مین خود تسلیم کر لیا ہے کہ نسیم سے بھی اکثر موقعون پر تناسب لفظی لطافت کے ساتھ نہین نبھ سکا ہے اور تمثیلاً دو تین شعر بھی لکھدیے ہین چنانچہ یہ شعر بھی اسی طرز کا ہے اسمین (جا جا) کے لئے (بیجا) نظم کر دیا ہے - حالانکہ برہم نہایت آسانی سے نظم ہو سکتا تھا اب رہا یہ کہ (بیجا) بازاری زبان ہے اسکی نسبت مین صرف اسقدر کہونگا کہ بیشک اس زمانے کے لحاظ سے حضرت شرر کا کہنا بیجا نہین ہے لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا نسیم کے زمانے مین بھی (بیجا) بازاری مین داخل سمجھا جاتا تھا کہ نہین - میر تقی کا شعر ہے ؎

جنگ[۱] زمانے مین تو بحث ہے عشق ہی کا بیجا ہوا دل اپنا جب وہ مقام نکلا

بیجا کے علاوہ اکثر الفاظ ایسے ہین جو زمانہ گذشتہ مین ضرور فصیح سمجھے جاتے ہونگے - الحال وہ بازاری زبان مین داخل ہو گئے ہین - مثلاً میر انیس صاحب نے (جگہ) کے بالعوض (جاگہ[۲]) نظم کیا ہے جسکی مثال انکے معاصرین کے کلام مین مشکل سے ملیگی اور اس زمانے مین تو (جاگہ) بالکل

---

[۱] کلیات میر تقی صفحہ ۳۲۴ دیوان چہارم ۱۲ [۲] دسواں اس کا مقام ہے جاگہ قلق کی ہے + پہچانتی ہون مین یہ صدا شیر حق کی ہے + جلد اول صفحہ ۹۸ بند ۱۲ -

(مبتذل بازاری) زبان مین داخل ہے جسکا استعمال قصباتی لوگ بھی معیوب سمجھتے ہین اس بنا پر یہ کہنا کہ میر انیس صاحب بے بازاری اور مبتذل زبان نظم کی ہے بالکل بیجا ہے ؎

۱۵ جھنجھلا کے ڈرا کے غل مچا کے سمجھا کے بجھا کے دست پا کے

اعتراض ہے کہ (اردو مین دسترس پانا کہہ سکتے ہین مگر (دست پانا) قابو پانا کی جگہ ہرگز جائز نہین ہے) حضرت شرر کو غالبًا معلوم ہو گا کہ (دست یافتن) فارسی کا محاورہ ہو اور قابو پانیکے معنی مین استعمال ہوتا ہے نسیم نے اس محاورہ کا ترجمہ کر دیا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہین ہی نسیم کے زمانے اس صورت پر فارسی محاورون کا ترجمہ کر دینا جائز سمجھا جاتا تھا مثلاً دوش دادن فارسی کا محاورہ ہے زندہ نے اس محاورہ کا ترجمہ بالکل نسیم کی طرح کیا ہے ؎

تیرے کوچے سے بڑھے گانہ خانہ ویرا بعد مُردن نہ دیا تو نے اگر دوش مجھے

ظاہر ہے کہ جسطرح آجکل کوئی قابو پانے کے بدلے (دست پانا) نہین کہتا اسیطرح (کاندھا دینے) کی جگہ (دوش دینا) نہین استعمال کرتا اسی طرح کی اور بہت سی مثالین مل سکتی ہین اردو مین انعام دینا محاورہ ہے مگر چونکہ (انعام کردن) فارسی کا محاورہ ہے لہذا آتش نے یہ کہنے مین تکلف نکیا ؎

باغبان خیر چمن کا بھی کوئی کام کرین سرو قمری کو عنادل کو گل انعام کرین

علاوہ برین سودا وغیرہ نے تو (دست) قدرت کے معنی مین اکثر استعمال کیا ہی سودا ؎

کون ایسا ہے جسے دست ہو دلسازی مین شیشہ ٹوٹے تو کرین لاکھ ہنر سے پیدا

۱۶ ع تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی - اس مصرع پر دو اعتراض ہین اول یہ کہ (اردو مین جانی) کا لفظ سوائے معشوقہ کے اور کسی کی شان مین اور وہ بھی خلوت کے سوا دیگر موقعون پر استعمال کرنا بدتمیزی ہی نہین غلطی ہے مگر گلزار نسیم مین تاج الملوک اپنی معشوقہ

---

۱۵ ظہیر فاریابی ؎ شبی کہ وسوسۂ عقل دست یافت ظہیر ۔ بنوش بادہ کہ این رفع آن طال کند ۔

سعدی ؎ چو اقبالش از دوستی سر بتافت ۔ بنا کام دشمن بر و دست یافت ۱۲ ۔

نہین بلکہ روح افزا سے پہلے ہی ملاقات مین کہتا ہے (جی بجھا نہ جانی) اور وہ جواب دیتی ہے کہ (تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی) اس نیم اخلاقی اور نیم شاعرانہ اعتراض کے جواب مین مین صرف اسقدر عرض کرنا چاہتا ہون کہ حضرت شرر نے اس کلمہ شفقت (جانی) کے استعمال کے لیئے جو حدود قائم رکھے ہین ممکن ہو کہ انکی پیروی آئیندہ نسلین کرین - لیکن نسیم کے زمانے مین شرفا لکھنؤ (جانی) کا لفظ سوائے معشوقہ کے دوسرون کی شان مین بھی استعمال کرتے تھے محض خلوت مین نہین بلکہ دوچار کے سامنے بلکہ اب بھی جو بزرگ اُس زمانے کے یادگار باقی ہین انکا یہی دستور ہے (جانی) کا لفظ بلا کسی کیف خیال کے محض پیار اور محبت کے اظہار کے لیئے بولا جاتا تھا ذیل کی مثالین سنداً درج ہین (دریاے تعشق) مین ماں لڑکے سے کہتی ہے ؎

یہ تمسے امید تھی نہ جانی دے جاؤگے داغ دل نشانی

طلسم اُلفت (قلق) مین جب شہزادہ سفر کو جاتا ہے تو ماں کہتی ہے ؎

کیا یہی دل مین ٹھان لی جانی ماں کی ہوتی ہے خانہ ویرانی

پھر آخری رخصت کے وقت دعا دیتی ہے ؎

جانی اللہ کی پناہ تمھین ہو نہ کہیں رنج راہ تمھین

(زہر عشق مین) بھی ماں لڑکے سے کہتی ہے ؎

پالا کس کس طرح تمھین جانی کون منت تھی جو نہین مانی

علاوہ برین اگر اس زمانے مین (جانی) کا مفہوم کسیقدر بھی غیر تہذیب سمجھا جاتا یہ تو لفظ مرثیون مین ہرگز استعمال نہوتا مگر ایسا نہین ہے انیس ؎

عباس نے رو کر کہا کیا چاہیئے جانی شرما کے سکینہ نے یہ کی عرض کہ پانی

جلد اول صفحہ ۲۱۳ بند ۳۵ دبیر ؎

اکبر نے یہ کی عرض بصد اشک فشانی نرغے مین گھرا ہے وہ ید اللہ کا جانی

جلد دوم صفحہ ۱۹۷ ہندسہ ۵

یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مندرجۂ بالا مثالین ان موقعون کی ہین جہان ہجوم عام تھا اور خلوت کا ذکر نہ تھا مجھکو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حضرت شرر نے اس محاورے کے استعمال پر بدتمیزی کا الزام لگا کر کتنے بزرگون کی روح کو صدمہ پہونچایا ۱۵

اس مصرع (تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی) پھر دوسرا اعتراض ہے (تجھ پاس) کا لفظ بھی تیرے پاس کی جگہ کہان کی زبان ہے (تیرے) کے بدلے (تجھ) اور (میرے) کے بدلے مجھ استعمال کرنا آجکل ضرور ناجائز سمجھا جاتا ہے لیکن سودا اور میر کے زمانے سے لیکر آتش و رند و نسیم و نواب مرزا شوق کے زمانے تک یہ محاورہ عام تھا میر ؎

اب اشک خناسے جو ترکے آنکھین وہ تجھ کف رنگین کا مارا نہ ہوا ہو گا

نگر آباد ہین سب بسے ہین گا نون سودا تجھ بن اُجڑی پڑی ہے اپنی ٹھانون

شام سے تا صبح نیند آئی نہ اک دم تجھ بغیر آتش آگ نالون نے لگائی اشک نے طوفان کیا

آنکھ تجھ بن جو کسی پر بت عیار پڑے رند عوض سبحہ گلے مین میرے زنار پڑے

عاشق روے حسینان ہو نہین بیمار اوا جل بن کے صورت حور کی مجھ پاس آیا چاہیئے

پھر یہ منھ لیکے آئے ہو مجھ پاس دُور ہو سامنے سے نفرت ہے

چین دل کو نہ آئے گا تجھ بن نوراللغات ابکے بچھڑے ملین گے حشر کے دن

کیا افسوس کا مقام ہے کہ (تجھ پاس) کی ایسی عام ترکیب پر حرف رکھا جاتا ہے اور ایسے اعتراض سے اساتذہ لکھنؤ کا دامن آلودہ کیا جاتا ہے ؎

۵۲۰ نکلا جیسے ہی مٹھ کے باہر بیٹھ رہی چشم حلقۂ در

اعتراض ہے کہ (فارسی مین) (حلقۂ در) کنڈی کو کہتے ہین اور یہان جب ہی معنے صحیح ہو سکتے ہین کہ حلقۂ در سے دروازے کا پورا چوکھٹا مراد لیا جائے غالباً حضرت شرر نے ہندؤن کا وہ قدیم ساخت کا شیوالہ نہین دیکھا ہے جسے (مٹھ) کہتے ہین ورنہ آپ ایسا

اعتراض نکرتے (مٹھ) کی ساخت گنبد نما ہوتی ہے - اسمین دروازے کے چوکٹھے وغیرہ یا کنڈے کو مطلق دخل نہین ہوتا اسکے تین جانب ایک گول دیوار ہوتی ہے اور ایک جانب ایک محراب دار در ہوتا ہے - نسیم نے حلقۂ در سے محراب در مراد لی ہے - فارسی شعرانے بھی حلقۂ در کو محراب در کے معنون مین استعمال کیا ہے - چنانچہ بدر چاچ نے قلعے دہلی کی تعریف مین جو قصیدہ لکھا ہے اُسکا ایک شعر محراب در کی تعریف مین درج ذیل ہے ؎

چہ حلقۂ ایست کہ قوسے ز حلقۂ دراُو خیط ترز نص ہفت طارم اعلےٰ است

یہ بھی خیال رہے کہ فارسی شعرانے (کنڈی) کے لئے حلقۂ بیرون در) زیادہ تر استعمال کیا ہے اور حلقۂ در سے عموماً محراب در مراد لی ہے ؎

۱۲۵ اکدن پنجر اُڑا کے لائی حسن آرا کو وہ کل سجائی

حضرت شرر نے پیشتر اس شعر کی تشریح اسطرح کی ہے کہ یہ (تدبیر بتائی کہ یہ آدمی کیونکر قمری بنایا گیا ہے) مگر باوجود اصلی مطلب سمجھ جانے کے آپ نے ایک ایسا اعتراض کیا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس شعر کا مفہوم نہین سمجھے ہین آپ فرماتے ہین کہ (اُردو مین صرف مادی مشینون کی نسبت کل کا لفظ مستعمل ہے - طلسم اور جادو اور عمل کی نسبت اس کا استعمال ہرگز جائز نہین ہے) گو کہ حضرت شرر نے یہ کلیہ قائم کر دیا ہے کہ اُردو مین کل کا لفظ صرف مادی مشینون مین استعمال ہوتا ہے[1] چنانچہ (ترکیب) کے معنی مین بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے نسیم نے اس شعر مین (کل) سے (ترکیب) مراد لی ہے یعنی حسن آرا کو وہ ترکیب بتائی) اور چونکہ پنجرے مین بھی کل ہوتی ہے - لہذا تناسب لفظی کا بھی لطف پیدا ہو گیا ہے اس سلسلے مین لکھنا بھی ضرور ہے کہ حضرت شرر کا یہ دعوےٰ کہ جادو اور عمل کی نسبت (مشین) کے معنی مین کل کا استعمال جائز نہین ہے بالکل بے دلیل ہے - میر حسن کی (مثنوی اعلیٰ اور مقبول عام اُردو مثنوی) مین بدر منیر جب بے نظیر کو جادو کا گھوڑا پرستان مین دیتی ہے تو کہتی ہے ؎

[1] جیسا کہ ذیل کے فقرے سے ثابت ہوتا ہے (مین کل جاؤنگا) (اونٹ کس کل بیٹھتا ہے) (انکو کسیطرح کل نہین پڑتی) وغیرہ وغیرہ

یہ گھوڑا مین دیتی ہون کل کا تجھے ولیکن یہ دے تو چلکا مجھے

یا دوسرے موقع پر کہتی ہے ؎

جو اُترے تو کل اسکی یون موڑیو جو برعکس چاہے تو وون موڑیو

۵۲۲ دن بھر تو وہ فاختہ پڑھاتی شب کو اُسے آدمی بناتی

حضرت شرر کا طوطی فکر اس شعر کی نسبت یون نغمہ زن ہے (طوطا پڑھایا جاتا ہے) مینا پڑھائی جاتی ہے) فاختہ کا پڑھایا جانا ایک بالکل نئی بات ہی) - حضرت شرر کو معلوم ہو گا کہ یہ (طلسمی فاختہ) تھی اور اسکو پڑھانے والی ایک پری تھی جو کہ جادو کے زور سے بہت سی ایسی نئی باتین کر سکتی تھی جو حضرت شرر کے خیال کے مطابق قابل اعتراض تصور کیجا سکتی ہین علاوہ برین فقیر اکثر فاختہ پالتے ہین اور اُسے پڑھاتے بھی ہین اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت شرر کا اعتراض صحیح ہی تب بھی اسکا الزام اُس شخص کے سر ہے جسنے قصہ کے واقعات کو ترتیب دیا ہے نہ کہ نسیم کے سر آخر مین مین یہ عرض کرونگا کہ کسی (نئی بات) کو قابل اعتراض قرار دینا واجب نہین ہے عام طور سے کبوتر اُڑائے جاتے ہین مگر خلیل خان فاختہ اُڑا گئے یہ (بالکل نئی بات ہی) خدا جانے یہ اعتراض (اساتذہ لکھنؤ) مین سے کن صاحب کی پرواز فکر کا نتیجہ ہے - مجھکو تعجب ہے تو اسقدر کہ اس زمرے مین حضرت شرر نے گلزار نسیم کی اس حکایت پر کیون نہ اعتراض کیا جسمین یہ ذکر ہے کہ ایک طائر نے اپنے صیاد سے جواب و سوال کیے یہ (بالکل نئی بات ہے) ؎

۵۲۳ ہونچا تو نہ تھا صلاح اُلجھنا دانائی تھی بات کا سمجھنا

اس شعر پر ایک بہت مختصر سا اعتراض ہے کہ (دانائی تھی) کتنا بُرا اور بھونڈا معلوم ہوتا ہے) چونکہ اس اعتراض کی زیادہ تشریح نہین کی گئی ہے لہذا چند اشعار (اساتذہ لکھنؤ کے کلام سے لکھے جاتے ہین - جنکی بندش اس مصرع (دانائی تھی بات کا سمجھنا) کی بندش کے مطابق ہے

طلسم اُلفت قلق

شب نہ تھی دود آہ عاشق تھا جلوۂ نور صبح صادق تھا

عمر بھر مضمون طلائی رنگ کے بندھتے رہے آتش سرنوشت اپنی بھی نسخہ تھا کوئی اکسیر کا

مسجد سے میکدے مین مجھے نشہ لیگیا محو شراب جادہ تھی راہ صواب کا

وادیے ایمن مین تھی برق تجلی بیحجاب ایمنیائی حیرت موسے تھی پردہ جلوۂ دیدار کا

اب اس عام بندش کو کسطرح جھونڈا کہتے۔ مین نے گلزار نسیم کے دیباچے مین یہ خود تسلیم کر لیا ہو کہ نسیم سے بھی اکثر تناسب لفظی لطافت کے ساتھ نہین نبھ سکا ہے اور تمثیلاً دو تین شعر بھی لکھدیے ہین لیکن حضرت شرر نے غالباً اعتراضات کی تعداد بڑھانے کے لیئے اس قسم کے شعر بھی اپنے مضمون مین لکھے ہین جنمین آپ کے نزدیک نسیم سے تناسب لفظی اچھی طرح نہین نبھ سکا ہے مگر جن اشعار پر آپ نے اس پہلو سے اعتراض کیئے ہین وہ ایسے اعتراضات سے بری ہین اب اس رنگ کے اعتراضات ملاحظہ ہون ؎

۵۲۴ داغا تو چلے تفنگ سے وہ چھوٹے قید فرنگ سے وہ

اعتراض ہے کہ (تفنگ کی چال سے انسان کی چال کو کیا علاقہ ہے) اول تو مین عرض کرونگا کہ (تفنگ چلنے) سے گولی کا چلنا مراد لیا جاتا ہے۔ لہذا انسان کی چال کو تیزی کے لحاظ سے گولی کی (چال) سے تشبیہ دی ہے اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ (تفنگ چلنا) گولی کے چلنے کے معنون مین نہین استعمال کیا جاتا تب بھی حضرت شرر کے اعتراض کا جادو چلنا نہین نظر آتا ذو معنی الفاظ کو اسطرح استعمال کرنا جسطرح نسیم نے اس شعر مین (چلے) کو نظم کیا ہے نزاکت شاعرانہ مین داخل ہے اور شعرائے لکھنؤ نے اس قسم کے تکلفات کو بہت رواج دیا ہے چند مثالین درج ذیل ہین آتش ؎

ایسی وحشت نہین دل کو کہ سنبھل جاؤنگا صورت پیرہن تنگ نکل جاؤن گا

ظاہر ہے کہ پیرہن نے نکلجانے سے آدمی کے نکلجانے کو منطقی طور پر کوئی علاقہ نہین ہو۔ مگر شاعری مین ایسا کرنا جائز ہے اس رنگ کی اور مثالین بھی ہدیۂ ناظرین ہین وزیر ؎

ضعف ہو جائیگی کیا خون کی چھینٹین اڑکر آستین کا ہو تیری کوس اُنھین منزل قاتل

ساقی ہو لے عشق کسی خانہ جنگ کا مانگون گا میکشی کو پیالہ تفنگ کا

(حضرت شرر کہین گے کہ میکشی کے پیالہ سے اور تفنگ کے پیالہ سے کیا علاقہ) قلق ؎

اسکی تلوار کے رومال کا بھایا تو نہین آپ شمشیر کی تاثیر جو پیراب مین ہے

ایسا کانٹا ہے خار مژگان کا وزن کر لیتا ہے زر جان کا

دور ہو تا روح طائر سے کثافت جسم کی رند گھاٹ پر اسکی سروہی کے نہانا چاہیئے

۴۲۵ وہ پوربی کر کے جو گیا بھیس جنگلے کی راہ سے چلا دیس

اعتراض ہے کہ سب راستے چھوڑ کر تاج الملوک جنگلے کی راہ محض اسلیئے بھیجا گیا کہ مصنف گلزار نسیم کو اس لفظ کی ضرورت تھی) حضرت شرر نے اس مقام پر بھی سیاق کلام سے چشم پوشی کی ہے۔ یہ شعر اس موقع کا ہے کہ جبکہ تاج الملوک گل اپنے وطن کی طرف کشتی پر چلا ہے اور جب (وطن کے متصل) آگیا ہے تو اس مقام پر یہ صورت پیش آئی ؎

سوچا کہ مین خود ہون خانہ برباد کیا جانیئے کیا پڑیگی اُفتاد

لازم ہے گل اپنے ساتھ رکھیئے موقع نہین بھیڑ ساتھ رکھیئے

لنگر کا کیا انھین اشارا خود کشتی سے کر گیا کنارا

وہ پوربی کر کے جو گیا بھیس جنگلے کی راہ سے چلا دیس

اس سلسلے مین آخری شعر کے پڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ تاج الملوک کو بھیڑ ساتھ رکھنا منظور نہ تھی اسلیئے وہ دریا کی راہ چھوڑ کر فقیرونکے لباس مین جنگل کے راستے سے وطن کیطرف چلا۔ نیز وہ بھیس بدلکر چلا تھا اور یہ نہین چاہتا تھا کہ اسے کوئی پہچانے اسلیئے وہ بھی شاہراہ سے کنارہ کشی کر کے جنگلو مین ہوتا ہوا وطن کی طرف سدھارا ؎

۴۲۶ نقش اُسکو ہوا کہ بس وہی ہے ان سادون سے کندہ کب ہوئی ہے

اس شعر پر دو اعتراض ہین اول یہ کہ (اسکے دل پر نقش ہوا) (کے بدلے) نقش اسکو ہوا کہنا کوئی معنی نہین رکھتا اس زمانے کے لحاظ سے حضرت شرر کا اعتراض بہت بجا ہے

لیکن نسیم کے وقت مین یہ اختصار جائز سمجھا جاتا تھا شیخ ناسخ فرماتے ہین ؎

سارے نقشے سامنے آنکھ کے ہین نقش ہین نقش و نگار لکھنؤ

(یعنے دل پر نقش ہین ہمارے) ۔ دوسرا اعتراض حضرت شرر نے (سادون پر جڑا ہے آپ فرماتے ہین) (اصل تو سادہ مزاج) (سادہ لوح) ہے) سادے آدمی) اور سادے لوگ بھی سہی) مگر مخض (سادہ دن کا) لفظ تو ٹھیک نہین معلوم ہوتا اس اعتراض کے لیئے وہی جواب ہے جو اس کے پیشتر کے اعتراض کے لیئے لکھا گیا ہے اور دو شعر سنداً پیش ہین ترک کرو اتاے عشق سادہ رو ناسخ زاہد بے دین بھی کتنا سادہ ہے

(یعنے سادہ لوح ہے یا سادہ آدمی ہے) جانصاحب ؎

کتنے سادہ ہو کہ مین بھبو کا لعل منگوا دون تمھین دو چار سُرخ

جس زمانے مین (محض سادہ) سادہ لوح کے بدلے بولا جاتا تھا تو اُسکی جمع سادون بھی ضرور فصیح سمجھی جاتی ہو گی ؎

۲۷ دیوُون نے اِدھر محل بنایا کشتی سے وہ دختِ رز کو لایا

اعتراض ہے کہ نسیم نے محمود اکو (بغیر خیال کیئے دختِ رز کھدیا اور یہ یاد نہین رہا کہ دختِ رز شراب کو کہتے ہین۔

حضرت شرر کا غالباً یہ خیال ہے کہ (دخت رز) سے کوئی معشوقہ عورت مراد لینا جائز نہین ہے۔ لیکن ایسا نہین ہے آتش کا شعر ہے ؎

دخترِ رز میری مونس ہے میری ہمدم ہے مین جہانگیر ہون یہ نورجہان بیگم ہے

یا قلق کہتے ہین ؎

لبالب بادہ گلرنگ سے دل کا پیالہ ہے وہ مہکش ہون کہ مین نے دخت رز کو گھر مین ڈالا ہے

ظاہر ہے کہ نہ آتش محض (شراب کو) نورجہان بیگم کہہ سکتے تھے نہ قلق یہ کہہ سکتے تھے کہ (مین نے شراب کو گھر مین ڈالا ہے لیکن (دخت رز) نورجہان بیگم بن سکتی ہے۔ تو محمود اکیون نہین

بن سکتی اور چونکہ محمود اکشتی پر تھی اور کشتی درخت رز سے بھی خاص تعلق رکھتی ہی اسلیئے تشبیہ اور پختہ ہوگئی۔ جس شخص کو شعر و سخن کا کچھ بھی مذاق ہی وہ اس قسم کی شاعرانہ نزاکتین بخوبی سمجھ سکتا ہی

۲۸ وہ گندم جو نما تھی بالی ۔ حضرت شرر اس مصرع کی نسبت فرماتے ہین کہ (رعایت لفظی نے مضمون کی مٹی خراب کی ہی) میری سمجھ مین نہین آتا کہ اس مصرع مین کیا عیب ہے بہتر ہوگا اگر حضرت موصوف کسی آیندہ موقع پر اپنے اس مختصر مگر ناموزون اعتراض کی تشریح فرمائین ۲۹ فوارہ تو کم خزانہ باقی ۔ اس شعر کی نسبت حضرت شرر نہایت حیرت سے فرماتے ہین کہ بھلا فحش و ابتذال کی کوئی حد ہے) جسطرح حضرت شرر نے گلزار نسیم کی زبان پر بحث کرتے ہوے تمام قدیم محاورون کو جو کہ اب متروک ہو گئے ہین غلط کہنے مین تکلف نہین کیا ہے اسیطرح اس موقع پر تنقید سخن کے اس اصول اولین سے بے خبری ظاہر کی ہے کہ کسی شاعر کے کلام کے اخلاقی پہلو پر اس زمانے کی تہذیب کا معیار پیش نظر رکھ کر بحث کرنی چاہیئے ۔ جس زمانے مین کہ وہ شاعر پیدا ہوا تھا ۔ نسیم کے زمانے مین ان فحش محاورون کا نظم کرنا ناروا نہین سمجھا جاتا تھا جن کا زبان پر لانا اب خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے چونکہ شاعر کا کلام اسکے زمانے کی تہذیب کا آئینہ ہوتا ہے ۔ اسلیئے گلزار نسیم بھی فحش کے کانٹونسے پاک نہین ہے ۔ نسیم اس حالت مین ضرور قصوروار تھے جبکہ اُنکے کلام مین فحش محاورے ملتے اور اُنکے معاصرین کا کلام ایسے محاورون سے پاک ہوتا مگر ایسا نہین اُس زمانے کے اکثر شعرا کے کلام مین فحش محاورے موجود ہین ؎

۳۰ باہم زن و مرد مے کیا میل دریا سے ملا وہ قطرہ زن سیل

اعتراض ہے کہ (یہان سیل کے معنی ہی کچھ نہین باقی رہے) غالبًا حضرت شرر (قطرہ زن) کے معنی (قطرہ بار) سمجھے ہین جبھی آپ فرماتے ہین کہ (یہان سیل کے کچھ معنی باقی نہین رہے) مگر ایسا نہین ہی (قطرہ زن) فارسی کی ایک خاص اصلاح ہے جسکے معنے (شتابندہ) کے ہین ۔ یہان قطرہ زن سیل سے (شتابندہ سیل) مراد ہے جو کسی صورت مین

بے معنی نہین ہے (قطرہ زن) کے معنون کی نسبت حضرت شرر کوئی لغت دیکھکر اپنا اطمینان کر سکتے ہین ؎

۳۱ غربت مین وطن کی دُھن سمائی اس فیل کو یاد ہند آئی

اعتراض ہے کہ (فیل) سے تشبیہ صرف ہند کی ضرورت سے دیگئی ہے - مگر کس قدر بُرا معلوم ہوتا ہے - حضرت شرر کا اس مصرع کی نسبت کچھ ہی خیال کیون نہو مگر اسکو قبول عام کی سند مدت ہوئی مل چکی ہے - یہ مصرع ضرب المثل ہوگیا ہے کہ ع اس فیل کو یاد ہند آئی -

۳۲ خواہش جو لائی جان ہوئی وہ ہلکا ہوا وہ گران ہوئی وہ

اعتراض ہے کہ خیر بکاؤلی تو چونکہ آدھی پتھر کی ہوگئی تھی اسلئے گران ہوئی مگر ایسی حالت مین تاج الملوک صاحب کیونکر ہلکے ہوئے - تعجب ہے کہ حضرت شرر لکھنؤ کے اس معمولی محاورے سے واقفیت نہین رکھتے کہ (ہلکا ہونا) ذلیل ہونے کے معنون مین بولا جاتا ہے نسیم نے (ہلکا ہوا) سے یہ مراد لی ہے کہ وہ بھری محفل مین ذلیل ہوا اور شعرائے اُردو نے بھی یہ محاورہ نظم کیا ہے - قلق ؎

بتا بی اُلفت نے کیا ہے سُبک ایسا خاطر پہ گران یار کی نظرون مین ہون ہلکا

جانصاحب کی دوگانہ جیائی کیا کہون جانصاحب کر دیا ہلکا مجھے منجھلی ہوا کے سامنے

حضرت شرر اس شعر مین (گران ہوئی) کے معنی بھی غلط سمجھے ہین (گران ہوئی) کے معنے اس مقام پر یہ ہین کہ بکاؤلی اہل محفل کی طبیعت پر گران ہوئی - حضرت شرر یہی فرماتے ہین کہ (گلزارِ نسیم) کے بہت سے اشعار مین افعال کا استعمال ایسی بُری طرح سے ہوا ہے کہ جو نہ لکھنؤ والونکے نزدیک جائز ہے نہ دہلی والونکے نزدیک اس اعتراض کی تائید مین حضرت موصوف اس قسم کے مصرعے پیش کرتے ہین ع خاتم کے نگین بتائے ہوتے - (خاتم کے نگین انھون نے بتائے ہوتے) (یا خاتم کے نگین کو بتایا ہوتا) ع حیلہ کرکے چھپائی یکچند (بجائے) (اسکو چھپایا) ع اس شب کو بغل مین آکے جاگا (یعنی اس رات جب وہ آئی تب جاگا) -

ع بیداری کا وہ ماہ پیکر (یعنی اس ماہ پیکر کو بیدار کیا وغیرہ وغیرہ بیشک آجکل جو زبان کا رنگ ہے اسکے لحاظ سے افعال کا استعمال اس صورت پر غیر فصیح معلوم ہوتا ہے - لیکن نسیم کے معاصرین کے کلام مین اس قسم کی ترکیبین عام نظر آتی ہین ذیل کی مثالین ملاحظہ ہون ناسخ ؎

کیا اتحاد ہے کہ سوہ پیٹا جو گاڑ کر مدفن مین ہو گیا ہے ہمارا بدن سفید

(یعنے اُس نے اپنے تئین پیٹا) کے بدلے وہ پیٹا استعمال ہوا ہے) ناسخ ؎

کیون نہو وہ نوجوان برسات مین رنگین لباس پیر گردون تک شفق کا لال جوڑا چاہیئے

(یعنی پیر گردون تک کو شفق کا الف) ناسخ ؎

گھر مین ترے پاس سے جاتا نہین اب تو سکھا ہے میرے ڈھنگ آئنہ

(یعنے اب تو آئینہ نے میرے ڈھنگ سیکھے ہین) ناسخ ؎

بوسہ مانگا مین نے وہ بولے گھر سے نکل جو کہ سائل ہو وہ دروازے کے باہر چاہیئے

(یعنے اس کو دروازے کے باہر ہونا چاہیئے - آتش ؎

بوسش دشت مین جولی رہا ہے مجنون اور دشت کو دکان مجھکو خدا حافظ پکارے شہر سے

(یعنی کو دکان نے مجھکو خدا حافظ پکار کر کہا - آتش ؎

باغ عالم مین یہی میری دعا ہے روز و شب خار خار عشق گل رُخسار توڑا چاہیئے

(خار خار عشق گل رُخسار کو توڑا چاہیئے - آتش ؎

ہو گیا ہے ایک مدت سے دل نالان خموش باغ مین جاکر اسے بلبل سُنانا چاہیئے

(اسے نغمۂ بلبل سنوانا چاہیئے - رند ؎

حاضر اگر ہے دنکو تو غائب ہے رات کو غمزہ یہ کس حسین سے سیکھا ہے آفتاب

(یعنے آفتاب نے یہ غمزہ کس حسین سے سیکھا ہے) رند ؎

رند ہجرت مین ہوے ہین تنگ اپنے اللہ کو پکارتے ہین

(یعنی ہم نے اپنے اللہ کو پکارا ہے -

دریائے تعشق (واجد علی شاہ)

پایا نہ مگر وہ ماہِ طلعت پوشیدہ رہا بہ رنگِ نکہت

(یعنی اس ماہِ طلعت کو نہ پایا) یہ بجنسہٖ ویسے ہی ہے جیسے کہ بیدار کیا وہ ماہِ پیکر قلق ؎

خواہش جستجوئے یار حد سے بھی کچھ ہے بیشمار بعد فنا میرا غبار ڈھونڈھ پھرا گلی گلی

(یعنی اُسے ڈھونڈھتا پھرا گلی گلی) ہے۔ اُس زمانہ مین نظم کے علاوہ نثر مین بھی افعال کا استعمال اس صورت پر جائز سمجھا جاتا تھا۔ فسانۂ عجائب سے ذیل کا اقتباس تمثیلاً درج ہے (دولھا نے سر سے لپیٹ دولھن کو دامن مین اُٹھائی الخ (یعنی دُلھن کو گود مین اُٹھایا) حضرت شرر نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ شترگربہ کے عیب سے بھی یہ مثنوی خالی نہین اور اس اعتراض کی تائید مین ایک شعر پیش کیا ہے جو کہ ذیل ہے ؎

۳۴ ہے یا کہ نہین خطا تمھاری فرمائیے کیا سزا تمھاری

افسوس ہے کہ حضرت شرر اس شعر کی نزاکت کو نہین سمجھے ورنہ یہ اعتراض نکرتے۔ یہ شعر اس موقع کا ہے جبکہ کاولی تاج الملوک پر اپنے غصہ کا اظہار کر رہی ہے اور یہ سب پر روشن ہے کہ جسوقت کوئی شخص عالم غیظ مین کسیکو خطاب کرتا ہے تو وہ یہ نہین سوچتا کہ میری تقریر اسوقت (شترگربہ) کے عیب سے پاک رہے وہ کبھی (تم) کہتا ہے کبھی طنزاً (آپ) کہتا ہے چنانچہ اس شعر مین نسیم نے کاولی کے غصے کی تصویر کھینچی ہے اور وہ کبھی (تم) کہتی ہے کبھی طنزاً فرمائیے) کہتی ہے الفاظ سے اس قسم کی مصوری کرنا کمال شاعری مین داخل ہے۔ اگر اس شاعرانہ نزاکت کے خیال کو بالائے طاق رکھکر اس شعر کو محض ایک ملائے مکتبی کی نگاہ سے دیکھیئے تب بھی حضرت شرر کا اعتراض بیجا نظر آتا ہے کیونکہ نہ تو فارسی شعرا نے (شترگربہ) سے پرہیز کیا ہے نہ قدیم اساتذہ اُردو نے محض طبقۂ حال کے شعرا نے (شترگربہ) کو ناجائز قرار دیا ہے۔ نسیم کے معاصرین کے کلام مین (شترگربہ) کی بچاسون مثالین مل سکتی ہین طوالت مضمون کے خیال سے ہر شاعر کے کلام سے دو ایک مثالین دینے پر اکتفا کیا ہے

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را حافظ بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را
بسرت گر ہمہ عالم بسرم نجر و شند رر نتوان بردہ آے تو بردن از سرما
ہر لباس آپکو ہے زیبندہ آتش جامہ زیبی کے بادشاہ ہو تم
تم تو غریب خانہ مین آئے نہ ایکروز فرمائیے تو شب کو کسیوقت آؤن مین
مین جان بلب ہون گلا کاٹ لیگے سے تو ناسخ جو اسمین آپ کو منظور ہو وہ جھٹ پٹ ہو
ہاتھ سے رند کو کھوتے ہو عبث رند کہین ایسا نہو پچھتائیے آپ
آپ کو کچھ نہین خیال اپنا قلق دیکھو کمینے مین تو حال اپنا
تیز دستی کی پائیے گا سزا قلق شامت آجائیگی تمھاری بجا
شکل دکھلاؤ کبریا کے لیئے نواب مرزا شوق بام پر آذرا خدا کے لیئے

پڑی ہین سر مین جو مین اب ایسی کہ زخم ہے جنیدی ہمارا جانصاب ممانی مان مین سر مڑی لونگا دو تھوڑا سا مجکو یارا
اس اعتراض کے بعد حضرت تسرر فرماتے ہین کہ دو ایک جگہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا سے چھپنے مین غلطی ہوگئی ہے اور وہ ابتک چلی آتی ہے مسٹر چک بست نے ان غلطیون کی طرف بھی توجہ نہین کی - اس دعوی کی تائید مین آپ ذیل کے دو شعر پیش کرتے ہین ؎

۳۵ رہرو کو دیا یہ لطف و اکرام آتے آرام جاتے پیغام
۳۶ دیکھا تو تمام دشت گلزار دائین بائین دور رستہ بازار

پہلے شعر کی نسبت آپ فرماتے ہین کہ صاف ظاہر ہے کہ پیغام کی جگہ انعام کا لفظ کیون ہوا ہے سرا مین جو مسافر ٹھہرتے ہین انکو سرا کا مالک کسی قسم کا پیغام تو دیسکتا ہے مگر وہ انعام کیون دینے لگا کیا اچھا ہوتا کہ اس اعتراض کی تشریح کر دیجاتی - دوسرے شعر کی نسبت تحریر ہے کہ (دور رستہ) کی جگہ (دو دستہ) ہو گا ممکن ہے کہ اہل عرفان اس اصلاح کا منشا سمجھ لین - سر انہم تو اس تصرف کا مطلب سمجھنے مین قاصر ہے شاید حضرت تسرر کا یہ خیال ہو کہ دور رستہ لکھنؤ یا دہلی کا محاورہ نہین اس شبہہ کے مٹانے کے لیئے دو شعر تمثیلاً درج ذیل ہین ؎

طلسم الفت (قصلق)

سب دوکانین دورستہ ہون رنگین حد سے افزون ہو شہر کی تزئین
گھر سے نوشہ کے تا مکان عروس یون دورستہ تھے جھاڑ اور فانوس
دورستہ جو روشن چراغان ہوئے مسرت سے مغنی خوشی سے غزل خوان ہوئے

مضمون کے آخری حصے مین حضرت شرر کا شہپ قلم بالکل بے قابو ہو گیا ہے چنانچہ بلا وجہ آپ نے اکثر ذاتی حملے مجھ پر کیے ہین - مثلاً متعدد جگہ آپ نے مجھے تصرف بیجا کا ملزم ٹھہرایا ہے اور اس رنگ کے فقرے لکھے ہین کہ "ہمارے دوست نے بہت سی اور نئی غلطیان پیدا کردین" "اہل زبان سے پوچھیے کہ اس اصلاح سے شعر بنا یا بگڑا اس اصلاح نے شعر کی مٹی خراب کردی" "غرض اس اصلاح مین بھی ناسمجھی سے مثنوی پر ظلم ہوا ہے" "بے تکلفی کو خاک مین ملانے کے بعد شعر کو کیا غارت کر دیا" "افسوس ان اصلاحون سے مثنوی کو کیسے گہرے اور بڑے زخم لگے ہین اور جس بنیاد پر آپ نے ان ہوائی تیرون کا نشانا بنانا چاہا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو - آپ فرماتے ہین کہ (مسٹر چیک بست صاحب نے اس نئے ایڈیشن کو خود مصنف صاحب کے اصلی ایڈیشن (یعنی وہ ایڈیشن جو نسیم کی زندگی مین مطبع حسینی مین ۱۸۴۳ء شائع ہوا تھا) کے مطابق درست کرکے شائع کیا ہے مین نے اسکا اندازہ کرنے کے لیے مطبع نامی کی آخر ۱۹۰۳ء کی چھپی ہوئی گلزار نسیم منگوائی اور اس سے مقابلہ کرکے دیکھا واقعی تحقیق اور تنقید کے معنی یہی ہین مین کہتا ہون کہ اگر حضرت شرر اور کسی مطبع کی چھپی ہوئی مثنوی سے اس نئے ایڈیشن کا مقابلہ کرتے تو اُن کو بہت سی اُردو اصلاحین اور تصرفات ملجاتے - خیر جو کچھ حضرت شرر نے میری نسبت تحریر فرمایا ہے اسکا تر کی بتر کی جواب دینا مین تہذیب مضمون نگاری کے خلاف سمجھتا ہون میرا جواب صرف اسقدر ہے ع بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی - جن اشعار مین حضرت شرر کو تصرف بیجا کا شک پیدا ہوا ہے اُن مین سے اکثر مین واقعی کتابت کی غلطیان موجود ہین

ے جس حالت مین کہ حضرت شرر نے ایک نقطہ یا خوشے کے گھٹجانے یا بڑھ جانے کو تصرف بیجا قرار دیا ہے ۱۲

صحیح	غلط
بولی وہ جمیلہ پھر کرون کیا	بولی وہ جمیلہ کہہ کرون کیا
پوچھتے ہی جگ اُن کا ٹوٹا	پوچھتے ہی جگ اُنھون کا ٹوٹا
جنتی تھی ہمیشہ دختر اس کو	جنتی تھی ہمیشہ دختر اس کو
قاصد نے جو رخ پری دکھایا	قاصد نے رخ پری دکھایا
قسمت سے مقرر ہے اب نہ ٹلن	قسمت سے مقرر ہے اب یہ ٹلن
صیاد تھی لائی پھانس کر صید	صیاد تھی لائی پھانس کر صید
چلیے گا تو ساتھ ہین بلا عذر	چلیے گا تو ساتھ مین بلا عذر

(ان مصرعون کے علاوہ اور جن اشعار پر حضرت شرر کو (اصلاح) (با تصرف) کا شک ہوا ہے وہ اسی حالت پر ہین جس حالت مین کہ وہ اصلی ایڈیشن مین پائے گئے تھے۔ انمین ایک لفظ کا تغیر یا تبدل نہین کیا گیا ہے۔ مین نے اصلی ایڈیشن پر اگر کہین تصرف کیا ہے تو صرف اس قدر کہ یائے معروف کے بدلے یائے مجہول یا اکثر یائے مجہول کے بدلے یائے معروف بنا دیا ہے کیونکہ پرانے زمانے کے کاتب یائے معروف اور یائے مجہول کا فرق نہین مانتے تھے۔ نامی پریس کی مثنوی کو جس شخص نے ترتیب دیا ہے اُس نے اکثر قدیم محاورون کے بدلے اس زمانے کے محاورے لکھدیے ہین غالبًا اسی بنا پر حضرت شرر فرماتے ہین کہ (بازاری پریس نے مثنوی کو بگاڑا نہین بلکہ بنا دیا) میری رائے مین اس قسم کا تصرف کرنا طالبان فن زبان کے حق مین ظلم کرنا ہے چاہے عامیانہ مذاق کے لوگ

لہ متعلق صفحہ ۱۱۳ - اس حالت مین آپ سے یہ امید نہین ہو سکتی کہ آپ کسی لفظی تغیر کو کتابت کی غلطی تسلیم کرین۔ لیکن کاتبونکے لیے ایسی غلطی کرنا کوئی (نئی بات نہین ہے) حضرت شرر کے اسی اعتراض نامے کے مضمون مین گلزار نسیم کا ایک مصرع اسطرح چھپا ہے ع داغا تو جیسے تفنگ سے دو۔ جہل و تعصب کا اشارہ تو یہی ہے کہ مین بھی کہون کہ حضرت شرر نے (تو) ٹرہا کر (ٹا) بھی سے) مصرع کی بے تکلفی اور سادگی کو خاک مین ملا دیا ہے یا نامو زون کر دیا لیکن عقل سلیم کہتی ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے نہ کہ مضمون نگار کی۔ مراد اس سے یہ ہے کہ ایسی کتابت مین غلطی ہو جانا (نامحنہ کے پڑھنے) کی طرح ناممکن نہین۔ ۱۲

ایسے تصرفات کو پسند کرینگے کیونکہ اُنکی نظر وسیع نہین ہوتی ہے مگر نقادان سخن جانتے ہین کہ مرتب کا فرض یہ ہے کہ وہ کسی گنجینہ دار معانی کی چھوڑی ہوئی امانت مین کسی طرح کی خیانت نکرے

آخر مین حضرت شرر اپنے مضمون کی نسبت فرماتے ہین کہ (بعض حضرات کو یقیناً یہ تحریر ناگوار گذرے گی اور مین بھی خدا سے چاہتا ہون کہ انھین سخت ناگوار گذرے) کیونکہ ایسی صورت مین وہ شاید زیادہ جوش سے جواب لکھین گے مجھکو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ علمی مباحثون مین ایسے جوش بیجا کا اظہار جسکے حضرت شرر طالب ہین اصل کو خبط کر دیتا ہے اور صرف سخن پروری پر آمادہ کر دیتا ہے۔ اگر حضرت شرر کے مضمون کے جواب لکھنے مین کوئی صاحب اس قسم کا جوش صرف کرینگے کہ جس سے کہ مضمون مذکور کا ایک ایک حرف معمور ہے تو سوائے اسکے کہ انصاف کا خون ہو اور کچھ نہ حاصل ہوگا۔ نقاد سخن کا فرض یہ ہے کہ وہ اسبات کے لیے دست بدعا رہے کہ دوسرون کو اُسکی تحریر ناگوار گذرے بلکہ اسبات کی کوشش کرے کہ اسکے مخالف اسکے دلائل پورے طور سے سمجھ جائین ۔

برج نرائن چکبست لکھنوی ۔

از اودھ پنچ جلد ۲۹ - نمبر ۳۳ - مطبوعہ ۱۷ - اگست ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

(جواب اعتراضات شرر از ہفت پرچ زلفن چک بست)

گذشتہ اپریل کے دلگداز مین جو اعتراضات حضرت شرر نے گلزار نسیم پر شائع کیے تھے اُن کا جواب اُردو سے معلے مین لکھدیا گیا تھا لیکن اُردو سے معلے کے وقت پر نہ شائع ہونے سے اکثر قبول پسند طبیعتون کو مختلف افواہین اُڑانے کا موقع ملا - لہذا یہ مناسب معلوم ہوا کہ اس مرتب ۱۱ - مئی ۱۹۰۵ء کے دلگداز مین جو تازہ اعتراضات حضرت شرر کے نام سے شائع ہوے ہین اُنکا جواب اودھ پنچ مین دیا جاے - اور جو اعتراض پیش کیے گیے تھے اُنکی نسبت کسی اخبار نے یہ لکھدیا کہ (جو اعتراضات شرر نے کیے ہین گو موجودہ زمانے مین اُنکا حرف حرف صحیح ہے مگر جس زمانے مین نسیم تھے اُسوقت کی زبان اور طرز کلام دیکھتے ہوے ہم نسیم کی کوئی خطا نہین دیکھتے اسکی تردید مین حضرت شرر تحریر فرماتے ہین کہ نسیم کو اتنا زمانہ نہین گذرا کہ اُنکی طرف سے ایسی غلط داری جائز سمجھی جاے - زہر عشق - بہار عشق - اور طلسم اُلفت اُنھین کے زمانے کی یا اُنسے پہلے کی مثنوی ہین اور وزیر - رند - صبا - اور خلیل وغیرہ کا جو دور تھا اُس کے آخری شخص نسیم ہین) مجھکو حیرت ہے کہ حضرت شرر نے تاریخی واقعات کی ترتیب بدلنے کی جرأت کسطرح فرمائی - ابھی ایسے کئین سال بزرگ زندہ ہین جو آتش - ناسخ - رند - صبا - نسیم وغیرہ کی آنکھین دیکھے ہوے ہین اور جنکے سامنے اُن اساتذہ کامل فن نے وفات پائی حضرت شرر اُنسے اس امر کی تصدیق کر سکتے ہین کہ نسیم - رند - صبا - وزیر - خلیل - وغیرہ کے دور کے آخری یادگارون مین نہ تھے بلکہ اس دور کے اولین شعرا مین سے تھے - رند - صبا

وغیرہ تو در کنار نسیم کا انتقال آتش کے سامنے ہوا ہے اس دعوی کی تائید مین ان تمام شعرا کی تاریخہاے وفات ذیل مین درج ہین جن سے کہ اصل حقیقت آئینہ ہو جاتی ہے -

(تاریخ وفات نسیم مصنفۂ عاشق لکھنوی)

ع کشیدہ آہ و بگفتہ۔ نسیم باغ جنان -

(تاریخ وفات آتش ۱۲۶۶ھ مصنفۂ اسیر لکھنوی)

دلم از مرگ آتش بود غمگین — زغم تا وا لف خود را سہ تا ساخت

ز آتش یافتم تاریخ آتش — تپش از دامن شین نقطہ انداخت

۱۲۶۳ھ

(تاریخ وفات خواجہ وزیر)

بجر تاریخ رحلتش این گفت — وائے خواجہ وزیر عالی قدر

۱۲۷۰ھ

(تاریخ وفات صبا مصنفۂ بحر لکھنوی)

بجر ازین مصرع جانسوز گل سال مید — چمن ہستی موہوم صبا شد بر باد

۱۲۷۱ھ

علاوہ برین صبا کے ذیل کے شعر سے ثابت ہوتا ہے کہ نسیم انکے سامنے اس دار فانی سے رحلت کر گئے تھے ؎

اُٹھ گئے ہین نسیم جسدن سے — اے صبا وہ ہوے باغ نہین

رند کی کوئی تاریخ وفات دستیاب نہو سکی لیکن انکے ایک شعر سے ثابت ہوتا ہے کہ آتش نے انکے بیشتر وفات پائی وہ شعر یہ ہے ؎

صحبت شعر و سخن ہو گئی برہم اے رند — بعد آتش نہ نظر ایک بھی اُستاد آیا

اور یہ امر طے شدہ ہے کہ نسیم آتش کے سامنے مر گئے تھے - لہذا رند نے بھی انکے بعد ہی وفات پائی - خلیل کی بھی کوئی تاریخ وفات نہ ملی لیکن کہن سال بزرگون سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نسیم اُنسے پہلے اس دنیا سے اُٹھ گئے تھے - ان تاریخی شہادتون پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شرر کا دعوی بالکل بے بنیاد ہے

برعکس اسکے قدامت کے لحاظ سے مذکورۂ بالا شعرا کے نام ذیل کی صورت پر ترتیب دیے جا سکتے ہین۔

نسیم	سال وفات	۱۲۶۰ھ	زندہ خلیل نے
آتش	//	۱۲۶۳ھ	بھی نسیم کے
خواجہ وزیر	//	۱۲۷۰ھ	بعد وفات پائی
صبا	//	۱۲۷۳ھ	

اب ان تاریخی واقعات سے چشم پوشی کرکے کہنا کہ وزیر زندہ۔ صبا۔ خلیل وغیرہ کا جو دور رہا اسکے آخری شخص نسیم ہین) انصاف کی آنکھون مین خاک ڈالنا ہے۔

نیز حضرت شرر کا یہ دعوی کہ زہر عشق بہار عشق اور طلسم الفت (یعنی نسیم کے زمانے کی یا اُن سے پہلے کی مثنویان ہین) بالکل خلاف واقعات ہے۔ گلزار نسیم کے آخر مین نسیم کی کہی ہوئی تاریخ تصنیف موجود ہے۔

این نامہ کہ خامہ کرد بنیاد — گلزار نسیم نام بنہاد

بشنید و نوید ہا بتنے داد — توقیع قبول روزنیش باد

طلسم الفت کی لوح پر لکھا ہوا ہے کہ مثنوی طلسم الفت اسکا تاریخی نام ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گلزار نسیم کے بارہ برس بعد مثنوی طلسم الفت تصنیف کی گئی یا یون کہیے کہ مثنوی گلزار نسیم محمد علیشاہ کے ابتداے دور مین تصنیف ہوئی ہے اور طلسم الفت واجد علیشاہ کے زمانے مین کہی گئی ہے زہر عشق۔ بہار عشق۔ لذت عشق۔ وغیرہ حکیم نواب مرزا شوق سے یادگار ہین۔ یہ مثنویان بھی واجد علیشاہ کے زمانے مین تصنیف ہوئی ہین کیونکہ ان مین اکثر مقامات پر واجد علیشاہ کا حوالہ دیا گیا ہے بہار عشق مین ایک شعر ہے ؎

نہ سمجھنا کہ کوئی اور رہے یہ — شاہِ واجد علے کا دور رہے یہ

لہ اودھ پنچ مولانا شرر تو ہزار برس ادھر کی عرب کی تاریخ جانتے ہین اور یہ جانتے ہین کہ ہندوستان مین سے پردہ آیا مگر لکھنؤ کی بجا سمجھا بس ادھر کی تاریخ نہین جانتے اور انشاء اللہ سے الوچ کے اڈیٹر مستقل ہونے کا دعوی کرکے مغربی مین رائج الوقت مروان چنین کنند ۱۲

لذت عشق کے آخر مین یہ شعر موجود ہے ؎

دعا پر ہوئی ختم یہ مثنوی سلامت رہے شاہ واجد علے

پس ثابت ہوا کہ نواب مرزا شوق کا شمار گلزار نسیم کے پیشتر کی تصانیف مین نہین ہو سکتا کیونکہ غالبًا حضرت شرر کو اس سے انکار نہو گا کہ واجد علیشاہ کی سلطنت کا زمانہ محمد علیشاہ کے بعد آیا ہے[1] مجھکو سخت افسوس ہے کہ علمی مباحثون مین اس قسم کے ناجائز تاریخی تصرفات سے کام لیا جاتا ہے ممکن ہے کہ کم استعداد اور جاہل لوگون پر یہ تدابیر کارگر ہو جائین لیکن سخن فہم اور سخن سنج حضرات جنھون نے گلزار نسیم کے علاوہ اور شعرا کا کلام بھی پڑھا ہے اور جو اردو شاعری کی تاریخ سے واقف ہین وہ مانا کہ اس خاص موقع پر مصلحتًا زبان سے کچھ نہ کہین مگر ایسے تصرفات دقت کی نگاہ سے نہ دیکھین گے ۔

آخر مین مین حضرت شرر سے بصد ادب پوچھتا ہون کہ جس حالت مین آپ اپنا یہ عقیدہ ظاہر کر چکے ہین کہ دکوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ اگر آتش نے اس دلبستگی کی بنیاد پر جو انھین بوعمر شاگرد سے تھی اسی کی تحریک سے یا اسکی مشق اولین دیکھ کے اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر کہا ہو۔ پھر امین متعدد و لعزیز دیکھ کے اسے بجائے اپنے اسی کی طرف منسوب کر دیا ہو) (دلگداز بابت ماہ مارچ ۱۹۰۵ء) پھر آپ کسطرح فرماتے ہین کہ گلزار نسیم کی زبان بہت پرانی زبان نہین ہے کیونکہ اسکا مصنف وزیر۔ رند۔ صبا۔ اور خلیل وغیرہ کے دور کا آخری شخص ہے۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ آتش اپنے شاگردون کے دور کے آخری شخص ہین بہتر ہوتا کہ حضرت شرر قبل اعتراضات پیش کرنے کے ان متضاد بیانات کی تشریح فرما دیتے ۔

---

[1] ادھر نیچ ۔ یہ کہان سے آپنے فرض کر لیا کہ مولانا شرر کو انکار نہو گا جسطرح کہ مولانا کے پاس ایک جانصاحب کا پرانا لکھا ہوا دیوان موجود ہے جسمین حمل کی جگہ یہ حمل لکھا ہوا ہے ممکن ہے اسطرح مولانا کے پاس کوئی پرانی لکھی ہوئی تاریخ اودھ موجود ہو جسمین یہ لکھا ہو کہ محمد علے شاہ کا دور واجد علیشاہ کے بعد آیا ہالاظن غالب ہے کہ مولانا کے پاس ایسی تاریخ ضرور ہے اور اسی کی بنیاد پر یہ لکھا گیا کہ نسیم لکھنوی رند۔ صبا کے دور کے آخری شاعر تھے ۱۲

خاص اعتراضات ملاحظہ ہون -

ع جس گل کی ہوا لگی تھی لائے -

اعتراض ہے کہ (شوق تھا) یا ہوس تھی کے محل پر ہوا لگی تھی غلط محاورہ ہے ہوا لگنا اس شعر مین طبیعت پر اثر پڑنے کے معنون مین استعمال ہوا ہے - اس مصرع کا مطلب یہ ہے کہ جس گل کا انکی طبیعت پر اثر پڑا تھا وہ سے آئی یہ محاورہ اس موقع پر اسیطرح استعمال ہوا ہے جیسا کہ اکثر کہا جاتا ہے کہ آپ کو بھی کرسی کی ہوا لگ گئی - جسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کیا آپکی طبیعت پر بھی کرسی کی آب وہوا کا اثر پڑا ہے -

ع لازم ہے گل اپنے ہاتھ رکھیے -

اعتراض ہے کہ (اپنے ہاتھ مین رکھیے ہونا چاہیئے تھا) اس محل پر لفظ (مین) کو حذف کر دینا ناجائز ہے - حضرت شرر اس مصرعے کے یہی معنی مین سمجھے (ہاتھ رکھیے) سے مراد نہین ہے کہ گل اپنی مٹھی مین رکھیے یہان (ہاتھ) استعارۃً (اختیار کے) معنون مین استعمال ہوا ہے جیسا کہ ذیل کے اشعار مین مذکور ہے ؎

جسنے نقش درم نہین پایا عمل دست غیب ہاتھ آیا

طلسم الفت وزیر ؎

ابتو ہے منہ کا برسنا اپنے ہاتھ آستینین ابر دریا بار ہین

کیا کہون گا اگر اُس بت نے کہا محشر مین داغ داد محشر تے ہاتھ ہے عزت میری

اور (ہاتھ) جب اس صورت پر (اختیار) کے معنون مین استعمال ہوتا ہے تو اسکے بعد (مین) لانا ناجائز سمجھا جاتا ہے - حضرت شرر سے اس موقع پر میری یہ استدعا ہے کہ اگر آپ پھر کبھی کسی محاورہ پر اعتراض فرمائین تو جس صورت پر آپ اُس محاورے کا استعمال جائز سمجھتے ہون اُسکی تشریح کے لئے کسی اُستاد کا شعر بھی سند درج کر دین - ورنہ ایسی فضول بحث سے کنارہ کشی کیجائے گی -

ع معروض کیا کہ باشہنشاہ)

اعتراض ہے کہ (معروض کیا) غلط ہے عرض کیا) چاہیے - اسمین محاورہ ہی نہین غلط ہے بلکہ نحو وصرف کی جاہلانہ غلطی ہے) (معروض نمودن) فارسی کا محاورہ ہے نسیم نے اپنے محاورے[1] کا ترجمہ کر دیا ہے - اورنگ زیب اپنے رقعات مین لکھتا ہے - دران مقام بخشیان عظام احوال نوسفرازان منصب معروض نمودہ حکم عرض مکرر ونظر ثانی حاصل میکردند الخ) مجھکو حیرت ہے کہ حضرت شرر کے قلم سے ایسا اعتراض کسطرح نکلا جس سے فارسی کے معمولی محاورون سے عدم واقفیت کا اظہار ہوتا ہے - مین اسکو تجاہل[2] عارفانہ کہونگا افسوس ہے تو صرف اسقدر کہ نسیم کی بدولت حضرت شرر نے اورنگ زیب کی روح کو بھی صدمہ پہونچایا کیونکہ حضرت شرر کے کلیہ کے مطابق (معروض نمودن) لکھنا صرف ونحو کی جاہلانہ غلطی ہے -

ع دیکھ آجو تجھے دہل نہ ہووے)

اعتراض ہے کہ (ڈر نہ ہووے) کی جگہ دہل نہ ہوئے خدا جانے کہان کی زبان ہے اہل لکھنؤ تو نہ بولتے تھے نہ بولتے ہین)

یہ اعتراض بالکل بے محل ہے حضرت شرر کو اس سے تو انکار نہ ہوگا کہ (دہل) خوف کے معنون مین استعمال ہوتا ہے - پھر اگر نسیم نے خوف کی جگہ (دہل) استعمال کیا تو کیا گناہ کیا - محض اس بنا پر (دہل) ہونے کو غلط ٹھہرایا کہ اہل لکھنؤ کے روزمرہ کی بول چال سے اسے تعلق نہین ہے کوئی معنی نہین رکھتا بقول منشی امیر احمد صاحب مینائی متعدد لغات ایسے ہین جو صرف شاعرانہ

---

[1] اُردوے معلّٰی (جولائی ۱۹۰۵ء) مین جو سیر المضمون حضرت شرر کے اعتراضات کے جواب مین شائع ہوا ہے اس مین متعدد مثالین یہ ثابت کرنے کے لئے لکھ دی گئی ہین کہ نسیم کے زمانے مین فارسی محاورون کا لفظی ترجمہ ناجائز نہین سمجھا جاتا تھا - مثلاً آزاد نے (دوش دادن) کا ترجمہ دوش دینا کر دیا ہے حالانکہ اُردو مین کاندھا دینا کہتے ہین ۱۲

[2] اودھ پنچ - اڈیٹر مستور العرفان کے لیئے (تجاہل عارفانہ) بھی کیا خوب ۱۲ -

خیال ادا کرنے مین مستعمل ہین اور روزمرہ کی بول چال سے اُنکو چندان تعلق نہین ہو (امیر اللغات حصہ اول صفحہ ۵ دفعہ)

مثلاً آتش ۔ ٹھوکرین کھائی ہین جو ہم نے بتوں کے عشق مین + آب ہوتے جاتے ہو یہ آزار دیکھتے کھینچتے (آزار کھینچنے) کو روزمرہ کی بول چال سے تعلق نہین ہے ۔ عام طور پر صدمہ اُٹھانا یا ایذا کھینچنا بولتے ہین آزار کھینچنا اہل لکھنؤ نہ بولتے تھے نہ بولتے ہین ۔ داغ ؎

نہ کھایا تھا کبھی خون جگر ہم نے مگر کھایا ۔ نہ پایا تھا کبھی آزار اُلفت مین مگر پایا

(آزار پانا) اہل دہلی نہ بولتے تھے نہ بولتے ہین ۔ اسکے بدلے مصیبت اُٹھانا اذیت پانا عموماً زبانون پر جاری ہے ۔ اس قسم کی سیکڑون مثالین دیجاسکتی ہین مگر طوالت مضمون مانع ہے ۔

ع قاصد سے کلام لطف بولا ۔

اعتراض ہے کہ (کلام بولنا ۔ صاحب لوگونکے بیرا اور خانسامان لوگون کی زبان ہے) اگر حضرت شرر ذرا بھی غور و فکر سے کام لیتے تو آپکو نسیم کی شامین ایسے سنگے زبان پر لانے کی ضرورت نہوتی (کلام بولنا) کلام گفتن کا ترجمہ ہے اور کون کلمہ گو نہین جانتا کہ کلام گفتن فارسی کا محاورہ ہے قدیم زمانے مین اکثر محاورے ایسے استعمال ہوتے تھے جو کہ اب بیرا اور خانسامان استعمال کرتے ہین مثلاً قلق طلسم الفت مین کہتے ہین ؎

تکلف کو نہ کام فرماؤ ۔ اک نظر مڑکے دیکھتے جاؤ

اب کوئی اہل زبان کام فرماؤ) نہ کہے گا لیکن بیرا اور خانسامان اپنے (صاحب سے) اکثر ایسا کہتے ہین ۔ یہ بھی کار فرمودن کا ترجمہ ہے ۔ یا ایک مقام پر طلسم الفت مین ذیل کا شعر ہے گا ۔ ؎

بولی گھبراؤنا سمجھ لین گے ۔ ہم صفائی تمھاری کر دینگے

(اب گھبراؤنا) کوئی نہین بولتا اہل زبان اسکے بدلے نہ گھبراؤ کہین گے ۔ لیکن قلق پر آجکل کی زبان کے لحاظ سے اعتراض کرنا حماقت ہے ۔

۵۶ ع ہوش اسکے ہوا ہوے کہہ تو

اعتراض ہے کہ (کہہ تو) فارسی کے بگوئی کا ترجمہ ہے ..... چنانچہ مثنوی میر حسن مین بھی جابجا موجود ہے - مگر ناسخ و آتش کے وقت سے یہ الفاظ متروک ہین اور نسیم کے لیئے انکا موزون کرنا ہرگز جائز نہ تھا)

اس موقع پر بھی حضرت شرر کا عتاب نسیم مرحوم پر بیجا ہے نواب مرزا شوق اپنی مثنوی موسوم بہ لذت عشق مین کہتے ہین ؎

امیرون کی پیچھے سواری چلی — کہے تو کہ بادبہاری چلی
مصفا وہ نہر اسمین اک بیعدیل — کہے تو کہ ہے موجزن سلسبیل

غالباً[۱] حضرت شرر کو اس سے انکار نہوگا کہ (لذت عشق) کا اور میر حسن کی مثنوی کا زمانۂ تصنیف ایک نہین ہے اور نواب مرزا شوق مرحوم آتش ناسخ و نسیم کے دور کے بعد کے شعرا مین ہین

۵۷ ع مشہور ہے ضدانس و جانی -

اعتراض ہے کہ (ضدانس و جان) کی جگہ پر (ضدانس و جانی) جاہل کے سوا پڑھے لکھے کی زبان سے نہ نکلے گا (بیشک اس زمانے مین کسی پڑھے لکھے کی زبان سے (ضدانس و جانی) نہ نکلے گا - لیکن نسیم کے دور کے شعرا اس قسم کے تصرفات جائز سمجھتے تھے طلسم الفت مین قلق کہتے ہین ؎

اک طرف خیمۂ حباب استاد — فرش قالین معرج حسب مراد
جبکہ یہ آسمان نے کی بیداد — گھاٹ پر تھے جو اہل شہر استاد

[۱] اودھ پنچ - یہ آپنے کسطرح فرض کرلیا کہ حضرت شرر کو اس سے انکار نہ ہوگا حضرت شرر تو لٹے چلتے ہین جسطرح یہ لکھدیا گیا کہ رند و صبا وزیر کے دور کے آخری شخص نسیم تھے اسی روش پر یہ ثابت کردیا جائے گا کہ لذت عشق میر حسن کی مثنوی کے قبل تصنیف ہوئی ہے اور نواب مرزا شوق آتش و ناسخ کے دور کے اولین شخص تھے غالباً رسالہ المورخ مین یہ سب باتین ثابت کردیجائین ۱۲ -

یا فریب عشق مین نواب مرزا شوق لکھتے ہین ؎

دیکھ یہ آدمی سے مین نے کہا نام و گھر پوچھ لے کہارکا

یا آتش کہتے ہین ع در دو جہان سے المضاف ہوا ع کوئی نہین چھوڑتا حلوۂ بے دودھ کو

اس زمانہ مین (استادہ) بدلے استاد (نام و نشان) بدلے نام و گھر (المضاعف کے بدلے) المضاف حلوائے بے دودھ کے بدلے حلوۂ بے دودھ) جاہل کے سوا کسی پڑھے لکھے کی زبان سے نہ نکلے گا۔ لیکن اگر اس زمانے کے لحاظ سے کوئی شخص آتش فراق اور شوق کو جاہل مطلق قرار دے تو اسکی عقل کا خدا ہی حافظ ہے۔

۵۵ ع مشتاق کو خوش خبر سنائی۔

حضرت شرر فرماتے کہ بھلا کوئی بھی (خوش خبری) کی جگہ (خوش خبر) کہ سکتا ہے۔ شاید کہا جائے کہ (خوش خبر) خبر خوش کی ترکیب مقلوب ہے مگر یہ اُردو مین اس سے بدتر ہے کوئی خوشخبری کی جگہ۔ خوش خبر کہہ سکے یا نہ کہہ سکے مگر حافظ نے کہا ہے۔ جیسا کہ اس کے ذیل کے شعر سے ثابت ہے ؎

مژدہ اے دل کہ دگر باد صبا باز آمد ہدہد خوش خبر از طرف سبا باز آمد

اس شعر مین (خوش خبر) کے معنی (خوشخبری) اور مژدہ کے ہین جسکو استعارتاً ہدہد کہا ہے

اب رہا یہ دعویٰ کہ ترکیب مقلوب کا استعمال اُردو مین بدترین افعال مین سے ہے اسکا جواب اساتذہ زبان اُردو کے اشعار ذیل زبان حال سے دے رہے ہین۔

ہجر کی شب کی مصیبت کسطرح تحریر ہو آتش جمع کر سکتا نہین کوئی پریشان خواب کو

یعنی خواب پریشان کو ناسخ ؎

لپٹین گے آکے حال مین ہم صوفیونکی طرح بیٹھے ہین گرچہ بزم مین مطرب پسر سے دور

یعنی پسر مطرب سے دور ناسخ ؎

مرا رعنا غزال آکر لحد پر جا نہین سکتا کہ ہے گل وام کا عالم یہان پھولونکی چادر مین

غزال

(غزال رعنا کے بدلے رعنا غزال اور دام گل کے عوض گل دام ملاحظہ ہو) قلق طلسم اُلفت ؎

یہ تو کیا دخل ہے کہ عذر کرین — کہئے تو سب غلامی خط لکھ دین
دل فگار و ن کو چھیڑتے ہو عبث — دوختہ زخم اُدھیڑتے ہو عبث

(خط غلامی) کے بدلے غلامی خط اور زخم دوختہ کے عوض دوختہ زخم ملاحظہ ہو

۵۹ وان جوڑا چست و تنگ بدلا — یان جوڑے کے مُنھ کا رنگ بدلا

اعتراض ہے کہ اگر دوسرے مصرع مین جوڑے کے عوض (مادہ) کا لفظ استعمال کیا جاتا تو مین خیال کرتا ہون کہ زیادہ فصیح ہوتا)

اس اعتراض کی نسبت مین صرف اسقدر عرض کرونگا کہ اس موقع پر نسیم نے میر حسن کی تقلید کی ہے اُردو کی پہلی اعلیٰ اور مقبول عام مثنوی سحر البیان مین بدر منیر کی رقیب کون بے نظیر سے کہتی ہے ؎

تجھے سیر کو مین نے گھوڑا دیا — کہ اُس مالزادی کو جوڑا دیا

حضرت شرر کے اصول کے مطابق میر حسن کے اس شعر مین (جوڑے) کے بدلے (نر) زیادہ فصیح معلوم ہوگا[1]

۶۰ ع دیکھا تو وہ دونون کرتے تھے خواب)

اعتراض ہے کہ (خواب کردن) فارسی کا محاورہ ہے - اُردو مین سونے کے محل پر (خواب کرنا) کہنا غلط ہے اور اگر اسمین کسی صاحب کو عذر ہو تو ناسخ - وآتش کے زمانے سے اسوقت تک کسی مستند شخص کے کلام سے ثبوت پیش کرین - مجکو عذر ہے (خواب کرنا) اُردو کا محاورہ ضرور ہے دو شعر تمثیلاً درج ذیل ہین آتش ؎

انتظار ملک الموت مین بیدار ہون مین — بخت خفتہ کو مرے خواب گران کرنے دو
کرین شوق سے آج اس جادہ خواب — مین خط کا لکھونگا اُسے خود جواب

[1] اودھ پنچ - حضرت شرر نے اعتراض تو بڑے زور و ن مین کیا تھا - مگر مادہ برآمد ۱۲ -

اب مین یہ نہین کہہ سکتا کہ حضرت شرر کے نزدیک آتش و شوق (مستند شخص) ہین کہ نہین[۱]

۱۱ ع اُس نقش مراد کو جگایا - (یعنی بکاؤلی کو)

اعتراض ہے کہ جب اسی (یعنی بکاؤلی کو) نقش مراد دیا تھا تو فعل بھی اسکے مناسب لاتے - حالانکہ جگایا صرف جادو جاتا ہے - نقش نہین جگایا جاتا اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ نقش جگانا) اُردو کا محاورہ نہین ہے - تب بھی حضرت شرر کا اعتراض کوئی معنی نہین رکھتا اُن صنع کے شعرا اُردو شعرا کی تصانیف مین بہت مل جائینگے مثلاً قلق طلسم لفظ مین شہزادی کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہین ؎ کہ یہ سرو ریاض رعنائی + باغ سے کوئی گل کھلا لائی + چونکہ تمام شعرائے اُردو فارسی نے سرو کو بے گل و ثمر قرار دیا ہے - لہذا حضرت شرر کے کلیتے کے مطابق قلق نے جب شہزادی کو سرو قرار دیا تھا تو فعل بھی اُسکے مناسب لاتے - سرو کے لیئے گل کھلانا) بالکل خلاف واقعات ہے - مگر حضرت شرر کا کلیہ صحیح نہین ہے - قلق کا شعر قابل اعتراض ہے نہ نسیم کا - سوالات مضمون کے لحاظ سے صرف ایک مثال دینے پر اکتفا کیا - ورنہ متعدد سندین پیش کی جاسکتی تھین (نقش مراد) پر کیا منحصر ہے نسیم اگر یہ کہتے ع اُس ماہ کو خواب سے جگایا تب بھی غلط نہوتا - لیکن چونکہ جادو جگایا جاتا ہے اور نقش کو جادو سے ایک خاص تعلق ہے - لہذا شعر مین ایک خاص لطافت پیدا ہوگئی جس شخص کو شعر و سخن سے مذاق ہے وہ شعر کی نزاکت اور خوبی بخوبی سمجھ سکتا ہے -

۱۲ ع وہ نقش وفا عمل مین پائی -

اعتراض ہے کہ (چاہیئے تو یون تھا) کہ اس نقش وفا کو عمل مین پایا) لیکن خیر اگر خلاف محاورہ زبان اختیار کی تھی تو تذکیر و تانیث کا لحاظ رکھتے - بکاؤلی کو قرار تو دیا نقش اور پھر اُسکے ساتھ فرماتے ہین (پائی) زبان کو یہ کسقدر ناگوار گذرتا ہے) اس اعتراض کے پہلے حصے کا جواب اُردو کے معلّی

[۱] اور دھیان ہرگز نہین (مستند شخص) وہی ہو جو آنکھین بند کرکے یہ لکھدے کہ حضرت شرر کے اعتراضات کسی کے اُٹھائے نہین اُٹھ سکتے اور جو اسکے خلاف کہے وہ شمار ہے ۱۲ [۲] غالباً حضرت شرر کا مطلب کانون سے ہے ۱۲ -

(جولائی ۱۹۰۵ء) مین دیدیا گیا ہے) یعنی جس صورت پر فعل کا استعمال اس مصرع مین ہوا ہے وہ نسیم کے وقت مین جائز تھا۔ اس موقع پر بھی چند مثالین درج ہین۔ آتش ؎

تمھارے روبرو پھیکا رخ شمس و قمر دیکھا وہ نان بے نمک پایا یہ شیریں شکر دیکھا

(اس شعر کے دوسرے مصرع مین وہ نان بے نمک پایا) سے مراد یہ ہے کہ (اسکو نان بے نمک پایا۔ واجد علی شاہ در ملے تشنق ؎

پایا نہ گر وہ ماہ طلعت پوشیدہ رہا برنگ نکہت

(یعنی اُس ماہ طلعت کو نہ پایا) رجب علی سرور (فسانۂ عجائب) دوطھکنے سہارسے لپیٹ دُلھن گود مین اُٹھائی (یعنی دُلھن کو گود مین اُٹھایا) اسیطرح اور مثالین دیجا سکتی ہین

اس مصرع پر دوسرا اعتراض ہے کہ (نقش) کے ساتھ پائی استعمال کرنا جائز ہے۔ اسکی نسبت پھر مین عرض کرونگا کہ جس شخص نے نسیم کے علاوہ کسی اور شاعر کا کلام بھی پڑھا ہے وہ ایسا اعتراض نکرے گا اس قسم کی ترکیب اُردو مین عام ہے۔ چند مثالین طلسم الفت سے سند درج ذیل ہین ؎ بولین سب جو ہین اُترتی وہ خورشید نکل آیا کہین سے نو خورشید) حضرت تسر کے اصول کے مطابق (خورشید) کے ساتھ (اُترتی) استعمال کرنا زبان کو ناگوار گذرتا ہے) ؎

کہ وہ سرو ریاض رعنائی باغ سے کوئی گل کھلا لائی

(حضرت تسر کہین گے کہ شہزادی کو قرار تو دیا سرو) اور پھر اسکے ساتھ فرماتے ہین گل کھلا لائی (زبان کو یہ کس قدر ناگوار گذرتا ہے) ؎

فرصت وقت وہ قمر پاکر گود مین بیٹھی اُسکی اٹھلا کر

(قمر) کے لیئے بیٹھی ملاحظہ ہو)

۱۳ ع شعلے سے زیادہ پاک دامان۔

اعتراض ہے کہ (بکاؤلی راجہ اندر کی محفل مین جل چکنے کے بعد پھر زندہ ہوئی اور ناچنے کو کھڑی ہوئی۔ تو چونکہ کثافت سے پاک و صاف ہو گئی تھی۔ لہذا اسکی تعریف کرتے ہین

(شعلے سے زیادہ پاک دامان) بھلا یہ پاک دامانی کا کون محل تھا - کہنا چاہیئے تھا پاک وصاف اور کہہ گئے (پاک دامان) کتنا معقول[1] تصرف شاعرانہ ہے -

اس اعتراض سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس مصرع کی لطافت تو درکنار حضرت شرر اس کا مطلب بھی نہ سمجھ سکے ورنہ ایسا اعتراض نفرماتے - بکاؤلی کی (کثافت) اخلاقی کثافت تھی یعنی اسکا دامن ایک غیر جنس کی صحبت سے آلودہ ہوگیا تھا - وہ اسلیئے جلائی گئی کہ از سر نو وجود مین آکر پیتیر کی سی پاک دامان ہو جائے جیسا کہ راجہ اندر کے حکم سے ظاہر ہے ؎

بو آتی ہے آدمی کی لیجاؤ ناپاک ہے آگ اسے دکھا لاؤ

اگر محض جسمانی کثافت دور کرنا مقصود ہوتا تو محض پانی سے غسل کافی تھا اور اس موقع پر (پاک وصاف) کہنا درست ہوتا - مگر جو واقعات نسیم نے نظم کیئے ہین انکے مطابق (پاک دامان) ہی کہنا مناسب تھا اس موقع پر یہ لکھدینا بھی مناسب ہے کہ شعلے کو شعرا نے (پاک دامن) قرار دیا ہے کسی فارسی اُستاد کا مشہور شعر ہے ؎

عبث دعوائے خون پروانہ بر شعلہ ہمید ارد چو از آلایش آن دامنش را پاک می بیند

۱۴ ع معمول سے پھر بزم ہوئی جج -

اعتراض ہے کہ (حسب معمول یا معمول کے موافق کی جگہ (معمول سے) نسیم کی اُن فصاحتون مین سے ہے جنسے سارا لکھنؤ محروم ہے

اس اعتراض کی نسبت مین صرف اسقدر عرض کرونگا کہ اگر قلق لکھنوی کی زبان لکھنؤ کی زبان ہے تو حضرت شرر کو اس اعتراض کی نسبت پھر کچھ تحریر نہ فرمانا چاہیئے - طلسم اُلفت کا شعر ہے ؎

ساتھ اُس آفتاب کو لیکر آئی معمول سے سہری پر

اگر محض البہ فریبی مدنظر نہو تو اس قسم کے اعتراضات سے کوئی ماہر فائدہ نہین معلوم ہوتا -

۱۵ ع جام اس نے بھر کہا پیلے -

---

[1] اودھ پنچ - اور یہ اعتراض کتنا معقول ہے ۱۲ -

حضرتِ شرر فرماتے ہین - سبحان اللہ ! (پیارے) کیا خوب رعایت تو اچھی ہے مگر یہ بکاولی ہے یا تاج الملوک کے گھر مین کوئی گوارن[1] پڑگئی ہے) مجھکو تو گوارن کی زبان کی شناخت نہین مگر اسقدر جانتا ہون کہ (پیا) کا لفظ اہل لکھنؤ کی زبان پر بھی جاری ہے - رنگیلے پیا جانغالم - شاہ عالم پیا دہلی کا مشہور فقرہ ہے - علاوہ برین - بکاولی نے یہ لفظ خلوت[2] کے موقع پر اختلاط کی گفتگو کے سلسلے مین استعمال کیا ہے - اور یہ ظاہر ہے کہ اختلاط کی گفتگو مین زیادہ فصاحت و بلاغت سے کام نہین لیا جاتا ہے بلکہ اصلی جذبات دلی کا اظہار پرجوش الفاظ مین کیا جاتا ہے یہ حالت تو خیر مستثنیٰ حالتون مین سے ہے بے تکلفی کے اور موقعون پر بھی اس قسم کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہین - مثلاً طلسمِ اُلفت مین ایک ایسے موقع پر قلق نے شہزادی اور اُسکی سہیلی کی گفتگو کی تصویر یون کھینچی ہے ؎

مُسکرا کر وہ حورِ غمزے سے اُنگلی چمکا کے بولی ٹھینگے سے

غالباً ٹھینگے سے عربی یا فارسی کا محاورہ نہین ہے اور نہ لکھنؤ کی شریف نادیان عام طور پر ایسے الفاظ زبان پر لاتی ہین - یہ محاورہ خاصکر (گنوارنون) کی زبان سے سُنا جاتا ہے علاوہ برین متقدمین کے کلام مین ہندی الفاظ کثرت سے استعمال ہوے ہین - مثالین ملاحظہ ہون میر حسن (سحر البیان) ؎ مسافر سے کرتا ہے کوئی بھی پیت + مثل ہے کہ جوگی ہوے کسکے میت واجد علیشاہ (دریاے تعشق) ؎ ہم تینون تمھاری چیریان ہین + بن داموں خریدی لونڈیان ہین قلق (طلسمِ اُلفت) وہ بھی جب راضی ہو تو کر دینا + حسب خواہش اُسے بھی بر دینا قلق ایضاً آپ نے اچھے گھر دیا مجھکو + خوب بر ڈھونڈھ کر دیا مجھکو قلق دیوان ؎ گل شمع کا جو میکے گلزار انجمن مین + بلبل ابھی جنمے پروانے کے بدن مین نواب مرزا شوق (لذتِ عشق) علاوہ برین اور اے خوش سیر + نصیبو نسے ملکے نے پایا یہ بر +

---

[1] اور مد پنج - واہ سلاما شرر واہ آپ نے اپنی زبان خوب پہچانی ۱۲ [2] اور مد پنج خلوت کے موقع پر حضرت شرر نے (پیا) کی گرفت خوب کی ۱۲ -

۱۶ ع کف مین نمکین کباب لیکر چھڑکا نمک ان جراحتون پر

حضرت شرر فرماتے ہین (کہ اگر باورچیخانہ[1] سے خاص ضرورت کے لیئے نمک منگوایا تھا تو کباب کیون ہاتھ مین لیئے - کیا یہ بھی کوئی ٹوٹکا تھا - اگر انھین کبابون کا نمک تھا تو چھڑکا کیونکر گو کہ اس اعتراض کا سنجیدگی کے ساتھ جواب دینا سخن فہم حضرات کی توہین کرنا ہے لیکن حضرت شرر نے چونکہ اس شعر کے معنی سمجھنے مین غلطی کی ہو - لہذا اس غلطی کا رفع کرنا ضرور ہے - حضرت شرر کو غالباً معلوم ہوگا کہ (زخمون پر نمک چھڑکنا) اُردو کا مشہور محاورہ ہے - جو کہ رنج و تکلیف افزا دکرنے کے معنونمین استعمال ہوتا ہے پس اس شعر کا مطلب ہے کہ تاج الملوک نے اپنے زخمی ہاتھ مین کباب لیکر اپنی تکلیف اور بڑھائی (نمک چھڑکنا) اس شعر کے دوسرے مصرع مین استعارتاً استعمال کیا گیا ہے - اور چونکہ تکلیف نم کی وجہ سے تھی اور (نمک سے) اسمین زیادتی ہوئی لہذا اس خاص موقع پر اس محاورے کی لطافت دوبالا ہوگئی ہے یہان باورچی خانے کا خیال بے محل ہے

۱۷ ع پہونچا اس بزم مین سامان پر -

اعتراض ہے کہ (اگر سامان یہان وقت کے معنونمین ہے تو خلاف محاورہ ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ بسوقت سامان بندھا ہوا تھا پہونچا تو یہ خیال ان الفاظ مین ادا کرنا کہ سامان پر پہونچانا بالکل غلط ہے

حضرت شرر کا یہ اعتراض اس زمانے کے لحاظ سے درست ہے - کیونکہ اس زمانے مین عموماً سامان بندھنا بولا جاتا ہے اور (سامان) کا لفظ بجاے خود (کیفیت) کے معنون مین نہین استعمال ہوتا ہے - مگر قدما کے کلام مین اس لفظ کا استعمال اسطرح پر جائز سمجھا جاتا تھا چند مثالین درج ذیل ہین میر ؎

اے چرخ ست حریف اندوہ بیکسان ہو کیا جانے مُنھ سے نکلنے کا کیا سامان ہو

یعنی نالے کی کیا کیفیت ہو - نواب مرزا شوق (لذت عشق) ؎

سامان تو یہ تھا نور کا ہو رہا یہ شہزادہ مُنھ کھولے تھا سو رہا

[1] اودھ پنچ - شرر نے اگر باورچیخانے کا خیال کیا تو ع دماغ بیہودہ بخت و خیال باطل بست ۱۲

اب اس زمانے مین اگر کوئی اس شعر کے پہلے مصرع کے خیال کو ادا کریگا تو وہ کہے گا کہ وہانتو یہ نور کا سمان بندھا ہوا تھا - مگر نواب مرزا شوق نے (سمان) کیفیت کے معنون مین الگ استعمال کیا ہے اور پہلے مصرع کے معنے یہ ہین کہ ایک نور کی کیفیت طاری تھی - صبا (مثنوی شکارگاہ) ؎

کرم ہے یہ بندون پہ اللہ کا　　زمانہ ہے واجد علے شاہ کا
سمان روز پریونکے گانے کا ہے　　سلیمان یہ اپنے زمانے کا ہے

سمان روز پریونکے گانے کا ہے - یعنی روز پریون کے گانے کی کیفیت پیش نظر رہتی ہے اس زمانے مین یہ خیال اسطرح ادا کیا جائیگا کہ روز پریون کے گانے کا سمان بندھا رہتا ہے نسیم نے بھی سمان اسی صورت پر کیفیت کے معنون مین استعمال کیا ہے - ع پہونچا انس مین سمان پر کے معنے یہ ہین کہ اس بزم مین عین کیفیت کے موقع پر پہونچا -

۱۸ ؎ دی آنکھ جو شہ نے رونمائی　　چشمک سے نہ بھائیون کو بھائی

اعتراض ہے کہ (کیا چیز نہ بھائی) بادشاہ کا رونمائی مین آنکھ دینا) تو پھر بھایا چاہیئے اس شعر کے صاف معنی تو یہ ہین کہ (بادشاہ کی رونمائی مین آنکھ دینی بھائیونکو نہ بھائی) مگر حضرت شرر کی اصلاح کے مطابق یہ شعر یون ہونا چاہیئے ؎ دی آنکھ جو شہ نے رونمائی + چشمک سے نہ بھائیونکو بھایا + اب اسکا فیصلہ سخن سنج خود ہی کرلین گے کہ اصلاح کس پایہ کی ہے -

چکبست لکھنوی

از اودھ پنچ جلد ۲۹ نمبر ۷ ۳ مطبوعہ ۱۴ ستمبر ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

(از چکبست لکھنوی)

گلشن مین کسکے زمزمہ پرداز یان مری
دم بند ہو گیا ہے مرے ہم صفیر کا

اتفاقیہ ایک دوست کی عنایت سے یکم اگست ۱۹۰۵ء کا اتحاد مجھ تک پہونچ گیا۔ اسمین خلاف امید گلزار نسیم کے متعلق چند سطرین نظر سے گذرین خلاف امید مین نے اس لیئے لکھا کہ میرا یہ خیال تھا کہ اتحاد کو ان جھگڑے کی باتون سے کیا مطلب اتحاد تو ایک اخلاقی اور تمدنی رسالہ ہے علمی مباحثون سے اور اس سے کیا سروکار۔ لیکن یہ خیال غلط نکلا۔ خیر اب اصحاب محل کو چھوڑ کر وہ چند سطرین ملاحظہ ہون جو کہ حضرت شرر نے اتحاد مین اس بحث کے متعلق لکھی ہین حضرت موصوف فرماتے ہین۔

گلزار نسیم پر جو اعتراضات جولائی ۱۹۰۵ء کے دلگداز مین کیئے گئے تھے انکا جواب سُنتے ہین کہ مسٹر چکبست نے اپنے نام سے اودھ پنچ مین شائع کرایا ہے۔ مگر ہم ایسے بازاری اور کم حقیقت پرچون کی طرف خطاب کرنا خلاف شان خیال کرتے ہین اگر وہ تحقیق جواب چاہتے ہین تو کسی مہذب و باوقعت پرچے مین لکھین۔

حضرت شرر کے اس ارشاد کی نسبت چند باتین دریافت طلب ہین۔ اولاً یہ کہ حضرت شرر کو میرے جوابات سے مطلب ہے نہ کہ اودھ پنچ سے اور اگر حضرت موصوف میرے مضمون کا (تحقیقی جواب) عنایت فرماتے تو وہ میری طرف خطاب کرتے نہ کہ اودھ پنچ کی طرف اودھ پنچ تو

درکنار اگر مین واقعی کسی بازاری اور کم حقیقت پرچہ مین مثلاً کسی دوکان کے اشتہار وغیرہ مین اپنا مضمون شائع کراتا تب بھی کوئی ایسا شخص جسے کچھ بھی عقل سلیم سے بہرہ ہے یہ کہنے کی جرأت نکرتا کہ چونکہ مضمون مذکور ایک کم وقعت پرچے مین شائع ہوا ہے لہذا اسکا جواب دینا خلاف شان ہے اگر کوئی بات کسی مضمون کے جواب لکھنے مین مانع ہوسکتی ہے تو وہ اُس خاص مضمون کی وقعت وحقیقت ہے نہ کہ اس پرچے کی (حقیقت و وقعت) جسمین کہ وہ مضمون شائع ہوا ہو اگر حضرت شرر یہ عذر پیش کرین کہ انھون نے اودھ پنچ سے اپنی نگاہ لطف وکرم پھیر لی ہے اس صورت مین وہ مضامین اُن کی نظر سے کیونکر گذر سکتے ہین جو کہ انمین شائع ہوتے ہین اسکی نسبت مین یہ عرض کرونگا کہ جن حضرات سے آپ نے یہ سُنا تھا کہ میرا مضمون اودھ پنچ مین شائع ہوا ہے اُن سے آپ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ وہ حضرات آپکی خدمت مین صرف اسقدر حصّہ اودھ پنچ کا لے آئین جسمین کہ اعتراضات کا جواب درج ہے۔ اور اگر زیادہ احتیاط منظور تھی تو آپ اس خاص حصّہ کی نقل طلب کرا سکتے تھے القصّہ حضرت شرر کا عذر ایسا عذر ہے جسکی معقولیت تسلیم کرتے مین تامل ہوتا ہے۔ اور مین کیا جسکی نظر سے یہ چند سطرین گذرینگی وہ یہی خیال کریگا کہ عذر تو بیجا ہے حضرت شرر کا اصل مشار الیہ ہے کہ (عام پبلک) (آپ کے تحقیقی جواب) کے فیض سے محروم رہے۔

میرا دوسرا سوال حضرت شرر سے یہ ہے کہ اودھ پنچ کس لیئے بازاری اور کم حقیقت پرچہ ہے اور کب سے یہ ایسا (بے وقعت) ہوگیا کہ اسکی طرف خطاب کرنا خلاف شان ہے ظاہر ہے کہ اخبار کی وقعت کا اندازہ اُسکے مضامین سے ہوتا ہے اودھ پنچ کو جیسے نامہ نگار ملے لکھنؤ کے کمال مین داغ لگانا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے۔ مرزا نسیم ظریف۔ پنڈت تربھون ناتھ ہجر۔ احمد علی کسمنڈوی وغیرہ کے نام سے کون واقف نہین ہے۔ اللہ اللہ کیسے ظریف و نکتہ سنج و سخن فہم و سخندان حضرات تھے ع ترس رہی ہین یہ آنکھین محال ہے دیدار۔

یہ جنت نصیب بزرگ اسی اودھ پنچ ہی کے مضمون نگار تھے جسے حضرت شرر بازاری

لہ اودھ پنچ۔ ہم تو یہ ہرگز نہ مانینگے۔ غیر و نیہ عنایت ہو محبت کی نظر بھی، پڑھتے جاتے ہین کنکھیون سے ادھر بھی ۱۲

اور کم حقیقت) پرچے کے نام سے یاد فرماتے ہین یا اب بھی اودھ پنچ کے ستون اعظم احمد علیخان صاحب شوق و سید اکبر حسین صاحب - اکبر اور دوسرے باکمال حضرات زندہ ہین جنکی ذات پر اُردو کے ادب کو فخر ہے - انھین سے اکثر حضرات کی شہرت کا آفتاب اودھ پنچ ہی کے اُفق سے طلوع ہوا ہے اور ابتک اودھ پنچ کو اُن پر ناز ہے اور انھین اودھ پنچ پر خود اڈیٹر صاحب اودھ پنچ کے کمال کی نسبت مین کچھ عرض کرونگا محض اسلیئے کہ ع مبادا بار خاطر ہو کسی طبع گرامی کا آج کون اخبار یا رسالہ ہے جسکو ایسے باکمال نامہ نگار ملے ہون کہ جنکا شمار ملک کے اعلےٰ لکھنے والو نمین ہوا ہو اور جنکے زور قلم کے طفیل سے ایک نئی قسم کا لٹریچر پیدا ہو گیا ہو - میرے لکھنے کی ضرورت نہین ہر سخن شناس اور منصف مزاج شخص جانتا ہے کہ اُردو زبان کبھی اودھ پنچ کے احسان سے سبکدوش نہین ہو سکتی -

اودھ پنچ کی وقعت کا اندازہ تو محض اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اسکا سکہ تقریباً تین برس سے اخباری دنیا مین جاری ہے حضرت شرر تو خود ایک کہنہ مشق اڈیٹر ہین اور مختلف رنگ کے رسالے اور اخبار نکال چکے ہین - آپ سے یہ کہنے کی ضرورت نہین - کہ بغیر کسی اعلی جوہر کے کوئی پرچہ تیس برس تک نہین قائم رہ سکتا جو اخبار یا رسالے بدلیاقت اڈیٹرونکے زیر اہتمام شائع ہوے اور جنکی اشاعت مین محض ذاتی نفع کا خیال دامنگیر رہا وہ دو تین برس سے زیادہ نہ چل سکے اور آخر کار اُن پر چونکے بدے اُنکے اڈیٹرونکی زبان پر پبلک کی ناقدردانی کے شکوے جاری رہے - مگر یہ شکوے کوئی معنی نہین رکھتے زمانہ ایک زبردست محک حق و باطل ہے یہ اسی شے کی مدد کرتا ہے جسمین کوئی جوہر عالی موجود ہے اور اُس شے کو فنا کر دیتا ہے جو کہ ایسے جوہر سے خالی ہو اودھ پنچ مین اگر کوئی خاص جوہر نہوتا تو وہ اس عرصہ تک قائم نہین رہ سکتا تھا اور جہانتک مین خیال کر سکتا ہون دو تین ماہ پیشتر تو حضرت شرر بھی اسکی وقعت کے قائل تھے دل لگداز جب مکرر جاری ہوا تو اودھ پنچ کی خدمت مین تبادلہ کی غرض سے حاضر ہوتا رہا - حضرت شرر نے مہذب) نکالا اس سے بھی اودھ پنچ سے تبادلہ ہوتا رہا اگر اودھ پنچ بازاری اور کم حقیقت

پرچہ تھا تو کم سے کم مہذب سے اسکا تبادلہ موزون نہ تھا مہذب کے بند ہونے پر حضرت شرر نے (پردۂ عصمت) نکالا پردۂ عصمت مرحوم) کو خدا بخشے اسکا بھی خریدار تھا اسمین اودھ پنچ اکثر مخاطب کیا جاتا تھا اور تو اور ابھی تین ماہ کا عرصہ ہوا کہ جون ۱۹۰۵ء کے دلگداز مین صفحہ ۱۵ پر اودھ پنچ مخاطب کیا گیا تھا خدا جانے دفعتہ یہ کیا بلا نازل ہوئی کہ اودھ پنچ ایسا بازاری اور کم حقیقت پرچہ ہو گیا کہ حضرت شرر اُس مضمون کا پڑھنا خلاف شان سمجھتے ہین جو کہ اس مین شائع ہوا ہو بیشک اگر اودھ پنچ سے اس عرصہ مین کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہوا ہے تو وہ یہ ہے کہ اُس نے ایک ہندو شاعر لکھنوی کی تائید اور حضرت شرر کی تردید مین پر زور مضامین لکھے ہین اور اسکے قدیمی دوست احمد علیصاحب شوق نے بھی اس گناہ سے اپنا دامن آلودہ کیا ہے۔ حضرت شرر کے نزدیک یہ گناہ اس قابل نہین ہے کہ معاف کر دیا جائے۔ لیکن اسقدر اطمینان ضرور ہے کہ یہ لوگ قیامت مین ضرور بخشدیے جائینگے کیونکہ[1] ع یہ اُسکے بندے ہین جسکو کریم کہتے ہین ممکن ہے کہ حضرت شرر کہین کہ جو مضامین انکے خلاف نکلے وہ (سخت تھے) اور ایسا ہونا ممکن ہے کیونکہ فطرت کا تقاضہ ہے کہ انسان کو اپنے خلاف موم بھی آہن معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس موقع پر چند امور غور طلب ہین اولاً یہ کہ حالی و سرشار و داغ وغیرہ کے خلاف جو مضامین پنچ مین نکل چکے ہین اُنسے زیادہ سخت یہ مضامین نہ تھے۔ بلکہ مین یہ کہون گا کہ آخر مین دو تین سال اُدھر جو مضامین جلوۂ داغ کی نسبت نکلے ہین اُنمین اکثر بدتہذیبی کا پہلو لئے ہوے تھے۔ اگر حضرت شرر کی طبع ادب آموز اُن مضامین کا بار اُٹھا سکی تو اب اپنے خلاف جو محققانہ و ظریفانہ مضامین نکل رہے ہین اُنسے حضرت موصوف کیون اسقدر ناخوش ہین۔

حضرت شرر کو دیکھنا چاہیئے کہ اُنھون نے بھی عظیم الشان پیشوایان بنی نوع انسان کی طرح ایک نیا دعوی کیا ہے یعنی یہ کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہے یہ بالکل نئی

[1] اودھ پنچ ۵ نجات اپنی ہے دیا تیون کے ہاتھ نہین + بڑا کریم ہے جسکے گنہگار ہین ہم + حضرت شرر کہین گے کہ (ہاتھ) کے بعد (مین) ہونا لازمی ہے ۱۲۔

بات ہے۔ اس صورت مین اگر حضرت شرر کے معاصرین اُنکے مقولے پر ایمان لانیکے لیئے تیار نہین ہین تو تعجب نہین۔ جیسا کہ پیشتر عرض کیا گیا ہے۔ دنیا کی تاریخ مین ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے لیکن جسطرح بقراط و منصور و دلوتھر وغیرہ نے کبھی اپنے مخالفین کو سخت و سست نہ کہا اسطرح حضرت شرر کو بھی منشی سجاد حسین اور منشی احمد علی شوق کا قصور معاف کر دینا چاہیئے یہ دیکھتے ہین کہ منشی امیر احمد مینائی نے گلزار نسیم کے شعر زبان و محاورے کی بحث مین سند کے طور پر پیش کیئے ہین۔ یہ بھی اسی روش پر چلتے ہین اور گلزار نسیم کی زبان کو لکھنؤ کی مستند زبان تسلیم کرتے ہین۔ یہ لوگ گمراہ ہین مگر عتاب کے مستحق نہین ہین —

نیز حضرت شرر سے میری یہ عرض ہے کہ انسان کو اپنے خلاف مضامین دیکھنے سے پرہیز نکرنا چاہیئے۔ انگلستان کے مشہور مقرر برڈلا کا قول تھا کہ جب کوئی بحث درپیش ہو تو انسان کا یہ فرض ہے کہ ہمیشہ اُن مضامین کے دیکھنے کی کوشش کرے۔ جو کہ اسکے دلائل کی تردید مین شائع ہوتے ہون محض اپنے موافق دلائل دیکھنے سے تحقیق کا مادہ نہین بڑھتا۔ اس اصل کو پیش نظر رکھ کر۔ حضرت شرر کو اودھ پنچ سے اجتناب اچھا نہین ہے جس قسم کے جوش سے حضرت شرر کام لے رہے ہین۔ یہ جوش علمی مباحثون کا لطف خاک مین ملا دیتا ہے۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ جادۂ اعتدال سے قدم نہ بڑھائے اگر حضرت شرر خود تھوڑی دیر کے لئے غور و فکر سے کام لین تو آپ پر یہ روشن ہو جائیگا۔ کہ اودھ پنچ کی وقعت اُن کلمات سے کم نہین ہو سکتی جو کہ آپنے اسکی شان مین استعمال کیئے ہین ہان اس طعن و تشنیع کا یہ نتیجہ ضرور ہوگا کہ اودھ پنچ کے ظریفونکے توسن طبع کو ایک اور تازیانہ ہوگا جب پیشتر حضرت شرر نے اڈیٹر پنچ کی شان مین ایک ناموزون کلمہ استعمال کیا تھا تو آپ شاید یہ سمجھے ہونگے کہ یہ اسم اعظم اودھ پنچ کے مضامین کا طلسم توڑ دے گا مگر یہ جادو نہ چلا اور اسکا اُلٹا اثر یہ ہوا کہ اور گرمجوشی کے ساتھ حضرت شرر کے دلائل کی تردید مین ظریفانہ مضامین نکلنے لگے۔ اور اودھ پنچ کا ہمیشہ یہی رنگ رہا ہے ؎

کہ می بالد بخود این راہ چون تاک از بُریدنہا — گردد قطع ہر گز جادۂ پنچ از دو یدنہا

مجھکو امید ہے کہ حضرت شرر آیندہ سے نقادانہ متانت سے درگذر کرینگے اور اس عارضی جوش کو دباتے رہینگے - جو کہ اپنے خلاف مضامین کہنے سے ہر انسان کے دل مین پیدا ہوا کرتا ہے - تلخ گفتاری کا نتیجہ اچھا نہین ہوتا فارسی کا اُستاد کہہ گیا ہے ؎

دہن خویش بدشنام میالا صائب این زر قلب بہ ہر کس کہ دہی باز دہد

آخر مین حضرت شرر کی خدمت مین بصد ادب عرض پرداز ہون کہ اگر حضرت موصوف مجھے اودھ پنچ مین لکھنے سے اسوجہ سے روکتے ہین کہ وہ ایک (بازاری اور کم حقیقت پرچہ ہے) تو مین خانہ ساز[1] اور باحقیقت پرچہ کہان تلاش کرون حضرت شرر نے تو کسی ممتاز پرچہ کا نام نہین لکھا ظاہر ہے کہ اگر اودھ پنچ بازاری پرچہ اور کم حقیقت ہے اور اس قابل نہین کہ کوئی مرد شریف اسکی طرف مخاطب ہو تو جو اخبار یا رسالے اسکے تبادلے مین آتے ہین یا اُسے مخاطب کرتے ہین یا اسکے مضامین نقل کرتے ہین اور اُسکے صفحات کو زرین صفحات کے لقب سے مزین کرتے ہین - وہ بھی اسی کے ایسے ہین اور یہ بھی سب جانتے ہین کہ کوئی ایسا ممتاز رسالہ یا اخبار نہین ہے کہ جو اودھ پنچ کے تبادلہ مین نہ آتا ہو یا جو اودھ پنچ کا نام ادب کے ساتھ نہ لیتا ہو - پھر مین لکھون تو کس پرچہ مین لکھون بیشک حضرت شرر کے تینون پرچے ایوان ادب کے تین کنگرے ہین اور چند روز سے اودھ پنچ کے تبادلہ مین نہین آتے مگر ان پرچون کی حالت کچھ اور ہے اور ان تک میرے مضامین کی رسائی دشوار ہے -

العرفان آسمانی مسائل کی ہواؤن مین اُڑتا ہے - گلزار نسیم کی بحث علم مین ہے - العرفان کو اس سے کیا بحث ہے اتحاد ایک تمدنی اور اخلاقی رسالہ ہے - یہ ان جھگڑون مین کاہیکو پڑنے لگا - یہ اور بات ہے کہ دو چار سطرین (تفنن طبع) کے طور پر اس بحث کے متعلق اسمین لکھدی جایا کرین - اب رہا دلگداز یہ بیشک ایسی بحث کے لئے موزون ہے اور اخباری دنیا کی عام تہذیب بھی یہی ہے کہ جس پرچہ مین کوئی بحث چھیڑی جائے تو اسکے اڈیٹر کا یہ فرض ہے

[1] اودھ پنچ - خانہ ساز نہین خانگی کہئے - اودھ پنچ بازاری پرچہ ہے - اور دلگداز اور اتحاد وغیرہ خانگی ہین ۱۲ -

کہ اس بحث کے متعلق اپنے خلاف و موافق تمام مضامین شائع کرے - لیکن حضرت شرر نے اس عام اصول کی پابندی سے درگذر کرکے یہ اعلان شائع کردیا ہے کہ اعتراضات شائع کرنے کے بعد (گلزار نسیم کے بارے مین کچھ لکھنا دلگداز کی شان و وضع کے خلاف ہے) چنانچہ میرے اردوے معلیٰ والے مضمون کے جواب مین جو مضمون حضرت شرر نے تحریر فرمایا ہے وہ بھی دلگداز مین نہین چھپا ہے - بلکہ اردوے معلی مین بھیجا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت شرر کسی خاص مصلحت سے سوائے اعتراضات کے دلگداز مین گلزار نسیم کے متعلق کسی دوسری قسم کی بحث شائع نہین کرنا چاہتے چنانچہ اگر خود جو کچھ لکھنا ہوتا ہے وہ آپ اتحاد مین لکھتے ہین جسکو قدرتی طور پر ان علمی جھگڑونسے کوئی سروکار نہین ہونا چاہیئے پس دلگداز کا دربھی میرے لیے بند ہے - مجھکو امید ہے کہ کسی آیندہ موقع پر حضرت شرر آس (بادقت) پرچے کا نام بتلادینگے جسکو مخاطب کرنا آپ خلاف شان نہ تصور فرماتے ہونگے اور اگر حضرت موصوف نے یہ تکلیف گوارا نہ فرمائی تب بھی میرا کچھ حرج نہ ہوگا کیونکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ مین نے آج تک حضرت شرر کے اعتراضات کے جو جوابین جو کچھ لکھا ہے وہ بہت کچھ اس غرض سے لکھا ہے کہ ناواقفان سخن دھوکا کھانے سے محفوظ رہین -

میرا منشاء یہ ہرگز نہ تھا کہ مین حضرت شرر کو قائل کرون کیونکہ روز پروز حضرت شرر کے انداز تحریر سے یہ آئینہ ہوا جاتا ہے کہ آپ گلزار نسیم پر تحقیق و تنقید کی نگاہ سے اعتراضات نہین کرتے ہین بلکہ آپ کا مطلب کچھ اور ہے ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز ورنہ در مجلس رندان خبرے نیست کہ نیست

مگر حضرت شرر اطمینان رکھین کہ جہانتک میری ذات سے تعلق ہے - میرے قلم سے ایک فقرہ بھی ایسا نہ نکلے گا جس سے کسی بندہ خدا کی توہین مقصود ہو ؎

ادب آموز ہے ہر ایک ذرہ اپنے وادی کا نہین ممکن کہ گرد اڑکر پڑے رہرو کے دامن پر

اپنا اصول تو یہ ہے کہ ؎

محبت سے بنا لیتے ہین اپنا دوست دشمن کو جھکاتی ہے ہماری عاجزی سرکش کی گردن کو

چک بست لکھنوی[1]

نوٹ جن صاحب نے میرے پہلے مضمون کا ذکر خیر حضرت شرر سے کر دیا تھا معذرت کر کے وہی صاحب اس مضمون کی خبر بھی حضرت موصوف تک پہونچا دیں ۔ چک بست لکھنوی

[1] اودھ پنچ ۔ پنڈت صاحب آپنے جو لکھا ہے بہت صحیح ہے ۔ لیکن ایک بات آپ نہیں سمجھے ۔ اودھ پنچ خاص طور سے اسلیئے کم حقیقت اور بازاری پرچہ ہو گیا کہ آپ کا مضمون لاجواب تھا اگر مضمون کا جواب لکھا جاتا تو یہ لکھ دیا جاتا کہ ہنے آنکھیں بند کر کے اودھ پنچ ایک صاحب سے پڑھوا لیا اور پھر جواب لکھا اس موقع پر ہمیں ایک نقل یاد آئی ۔ سوامی دیانند سے ایک پنڈت نے اس بنا پر مناظرہ کرنے سے انکار کیا کہ سوامی جی ملگلش تھے اور وہ انگلش کی صورت نہیں دیکھنا چاہتا تھا سوامی جی نے کہا کہ اچھا ایک پردہ ڈال دیا جائے تم میری صورت نہ دیکھو مگر مجھ سے بحث تو کرو وہ اس پر بھی راضی نہوا ۔ ہم بھی حضرت شرر سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ پردہ کے پیچھے بیٹھ کر اودھ پنچ کسی سے پڑھوا لیا کیجئے ۔ مگر افسوس یہ ہے کہ حضرت شرر پردے کے خلاف ہیں ۱۲

از اودھ پنچ مطبوعہ ۱۱ - مئی ۱۹۰۵ء

نسیم کی رنگین بیانی اور حضرت شرر کی شرر فشانی

(از منشی سجاد حسین صاحب)

اللہ رے نگہبان اعلیٰ کی آبرو کا تجھ پر پڑا اُسی کے جسنے فلک پہ تھوکا

گلزار نسیم کا ایک نیا اڈیشن پنڈت برج نرائن صاحب چکبست نے از سر نو ترتیب دیکر شائع کیا ہے - اور شروع مین ایک بسیط دیباچہ بھی لکھا ہے جسمین نسیم کے حالات زندگی لکھے ہین اور نسیم کی شاعری پر بحث کی ہے پنڈت ترو کی ناتھ صاحب کول کشمیری محلہ لکھنؤ سے بقیمت ۶ مل سکتی ہے -

گلزار نسیم کے آجکل سیکڑون نسخے شائع ہوتے ہین مگر سب مین کچھ نہ کچھ کاتب کی اصلاح ضرور ہوتی ہے - حضرت چکبست کو ایک ایسا نسخہ دستیاب ہوا جو نسیم کی تصحیح سے شائع ہوا تھا لہذا عقل سلیم کا اشارہ یہ ہے کہ یہ نسخہ ضرور مستند نسخہ ہوگا ہم نے صرف اشارہ کا لفظ اس لیے لکھا کہ بعض حضرات یہ فرماتے ہین کہ بازاری پریس نے مثنوی کو بگاڑا نہین بلکہ بنا دیا ہے ممکن نہ تھا کہ گلزار نسیم کا نیا اڈیشن نکلے اور کوئی گل نہ کھلے - اجی کھلے اور پھر کھلے چنانچہ مارچ اور اپریل کے اگلدان مین مولانا عبد الحلیم صاحب شرر سابق اڈیٹر پردہ عصمت و اڈیٹر حال دلگداز و اتحاد نے گلزار نسیم پر کچھ گلفشانی کی ہے اور کچھ کیا معنی پندرہ صفحہ رنگین کیے ہین - مولانا چونکہ ہندو مسلمانون مین اتحاد کرانے کی دل و جان سے کوشش کر رہے ہین لہذا گلزار نسیم کا نہایت توجہ کے ساتھ ریویو کیا گیا تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ مولانا مسلمان ہین ایک

ہندو شاعر کی تصنیف کو نظر انداز کرکے ایسا کب اور کیونکر ہو سکتا تھا۔ عرفی کہ گیا ہے ؎

چناں زیبا نیک و بد عرفی بسر کن تا پسے مردن مسلمانت بزمزم شوید و ہندو بسوزاند

مگر مولانا کی نظر ایسی دقیق واقع ہوئی ہے کہ جو نکتے تنقید گلزار نسیم مین لکھے گئے ہین وہ معمولی سمجھ کے آدمی کو مجذوب کی بڑ سے زیادہ قریب الفہم نہین معلوم ہوتے۔ مثلاً مولانا کا ارشاد ہے کہ گلزار نسیم ایسی نظم ہے کہ اُسکے پایہ کی نظمین اُردو مین دو چار ہی ہونگی۔ مگر اسی مقام پر فرماتے ہین کہ غلطیونکے لحاظ سے اس سے بدتر نظم اُردو مین نہ ملیگی اور پھر فرماتے ہین کہ اُردو شاعرون کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جسکے کلام مین ایک غلطی نکل آتی ہے اُسکی تمام خوبیان اس ایک لغزش پر قربان کردیتے ہین مگر گلزار نسیم کو باوجود اس قدر معائب کے کہ جنکی نظیر اُردو نظمون مین کم ملیگی اسقدر شہرت حاصل ہے یہ اجتماع ضدین واقعی سمجھ مین نہین آتا یہ تو وہی ہے جیسے کہ صوفیون اور ویدانتیون کے قصے ہین کہ سب کچھ ہے اور کچھ نہین دنیا ماتم سرا بھی ہے اور عشرت سرا بھی مگر اس سب کا ایک مطلب تو صاف ہے کہ گلزار نسیم کی نسبت جو مولانا کو سوجھی ہے وہ آجتک کسی کو نہین سوجھی۔ ممکن ہے کہ مولانا کسی موقع پر اس اجتماع ضدین کی تشریح کردین اُسوقت اُسکے متعلق کچھ لکھا جائیگا بالفعل اس تمہید کو چھوڑ کر زیادہ قریب الفہم تنقید کا ذکر کیا جاتا ہے وہ کیا۔ یعنی مولانا کا پہلا اعتراض تو یہ ہے۔ کہ گلزار نسیم۔ نسیم کی تصنیف ہی نہین حالانکہ اس موقع پر ہم اتنا ضرور کہین گے کہ اس اعتراض مین وہ جدت نہین ہے جو تمہید مضمون مین تھی یہ اعتراض بے دلیل ہے اور لکھنؤ کے بھنگیڑ خانون مین اسکا اکثر ذکر ہوا کرتا ہے مگر جسقدر جدت ہو سکتی ہے وہ مولانا نے اس اعتراض کی تائید مین صرف کردی ہے یعنی پہلے تو مولانا فرماتے ہین کہ گلزار نسیم اصل مین نسیم ہی کی تصنیف تھی۔ لیکن اصلاح کے وقت انتخاب و اختصار کا آخری عمل و تصرف خواجہ آتش کے قلم سے ہوا اس دعوی کی تائید مین مولانا فرماتے ہین کہ منشی اشرف علی صاحب اشرف کسمنڈوی مرحوم نے خود مولانا موصوف سے اس واقعہ کو بیان کیا ہے اور یہ بھی فرماتے ہین کہ مولانا کے بزرگون سے میر زبیر علی صبا نے بھی

یہی کہا تھا علاوہ سلسلے اور تواتر کے شکست اور رایون کے مجروح ہونے کے ہم اس موقع پر
اس قدر کہین گے کہ ہم سے ایک معتبر نے کہا تھا کہ یہ مثنوی اصل مین مصحفی کی کہی ہوئی تھی مصحفی نے
یہ مثنوی آتش کو دیدی تھی کہ تم اپنے نام سے چھاپ دو مگر آتش نے خدا جانے کس وجہ سے
یہ مثنوی اپنے نام سے شائع کرنی مناسب نہ سمجھی انھون نے باری باری اپنے سب شاگردون سے
کہا کہ بھی تم اپنے نام سے چھاپ دو بلکہ خلیل سے باصرار کہا کہ اسکا نام گلزار خلیل رکھا جاوے گا مگر کسی نے
اس مثنوی کا لینا نامنظور کیا نسیم چونکہ ہندو تھے انھون نے اس مثنوی کو اپنے نام سے چھپوانا
قبول کر لیا بہ نائی (خدایش بیامرزد) آتش کا خاص حجام تھا ایکدن مصروف اصلاح تھا کہ
آتش نے کل واقعہ بیان کیا بلکہ یہ بھی کہا کہ مصحفی نے یہ مثنوی اپنے معصر میر حسن کی مثنوی کے
جواب مین کہی تھی مگر چونکہ اسمین اور اسمین باعتبار شاعری اور خوبی بیان کے کوئی نسبت نہ تھی
لہذا امید نہ تھی کہ میر حسن کے مقابلہ مین کوئی اسکا نام لیگا لہذا انھون نے یہ مثنوی آتش کو دیدی
اور آتش نے اسی خیال سے اپنے شاگردونکے حوالہ کرنا چاہی مگر یہ تو ہمارے مقولہ کی
بیان ہے مگر اسے کون مانتا ہے اور خصوصاً کشمیری پنڈت تو کبھی نہ مانینگے لہذا ہم تحقیق
دیر کے لیئے مولانا شرر ہی کی تاریخی تحقیقات مانے لیتے ہین کہ مثنوی اصل مین نسیم ہی کی
تصنیف ہے لیکن آخری انتخاب و اختصار کا عمل اور تصرف آتش کے قلم سے ہوا۔ مگر غرابی یہ ہے
کہ آگے چلکر مولانا موصوف وہی اجتماع ضدین کا جدت آمیز اصول پیش نظر رکھکر فرماتے ہین
کہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ آتش نے خود اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر کہا ہو اور پھر اسمین
متعدد تغیر شین دیکھ کر اسے بجائے اپنے اسی کی طرف (یعنی نسیم کی طرف) منسوب کر دیا ہو اب ہم
ناظرین پر چھوڑتے ہین کہ مولانا کا جو بیان پسند آئے اسکا اعتبار کرلین بہرحال ہم مولانا کی طبیعت کی
کی داد دیے بغیر نہین رہ سکتے کہ کس آسانی سے مولانا موصوف ایسے تاریخی واقعات
پیدا کر لیتے ہین جنکے لئے تاریخی شہادت ملنا ممکن نہین مگر مولانا کی قوت خیال ایسی بزرگ ہے
کہ اسکے سانچے مین کوئی عجیب و غریب واقعہ ڈھال لینا مشکل نہین ناظرین کو یاد ہوگا کہ جب

مولانا ے موصوف پردۂ عصمت نکالتے تھے تو آپنے یہ تاریخی واقعہ ایجاد کیا تھا کہ ہندوستان
مین پردہ کی رسم چین سے آئی اور پھر مسلمانون نے پردہ کی رسم ہندوون سے سیکھی افسوس ہے
کہ (پردۂ عصمت) اس دنیا سے جلدی اُٹھ گیا اور اس ایجاد تازہ کی خبر اہل یورپ تک پہونچی
ورنہ وہ لوگ مولانا کی جدت طبع کی قرار واقعی داد دیتے مولانا نے وہ واقعہ ایجاد کیا تھا جسکی
شہادت کسی ملک کی تاریخ سے نہین ملتی تھی - مراد اس کہنے سے یہ ہے کہ جس جدت پسند
طبیعت سے ایسے ایسے واقعہ ڈھلکر نکلے اُسکے نزدیک اس امر کا ثابت کرنا کیا مشکل ہے کہ آتش
نے تفنن طبع کے طور پر گلزار نسیم کہی اور نسیم کو دیدی خصوصًا تفنن طبع نے تو اس تاریخی ایجاد مین
جان ڈالدی - خیر ہم اب اس عالمانہ بحث کو ختم کرتے ہین کیونکہ اسمین تاریخی تحقیقات وغیرہ کی
سخت ضرورت ہے - اب ہم معمولی سمجھکے آدمیون کے لیئے کچھ لکھتے ہین - یعنی ہم دیکھتے
ہین کہ بقول حضرت چکبست کے آتش کے دیوان مین (یا صحفی کے دیوان مین) ایسے
خراس رنگ کے نہین جو گلزار نسیم کا رنگ خاص ہے اور نسیم کے دیوان مین بھی مثنوی کا
رنگ ہے جس شخص کو کچھ بھی شاعری سے مس ہے وہ ہمارا منشا سمجھ جائیگا علاوہ بریں گلزار نسیم
مین کئی ایسے خصوصیات ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سوائے ہندو (اور ہندو بھی کون
کہ کشمیری پنڈت) کے یہ مثنوی کسی دوسری قوم والے کی ہو ہی نہین سکتی ہے مثلاً ایک
مصرعہ ہے ع شب کی پوشاک بدلی ساری)
اس مصرع مین پوشاک اور ساری مین تناسب لفظی ہے ساری کشمیری خاتونون کی
پوشاک ہے - مسلمان شاعر کو یہ تناسب خیال ہی مین نہین آسکتا تھا کیونکہ یہان ساری مسلمان
عورتون کی پوشاک نہین - شاعر وہی ایسا نظم کرسکتا ہے جو اُسکے خیال مین رہتی ہین - اسطرح
اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسے خصوصیات بہت ملجائینگے - یہ داستان تو یہان ختم ہوئی -
اب دیکھئے کہ حضرت شرر کیا فرماتے ہین - مسٹر چکبست نے دیباچہ مین لکھا ہے کہ امانت کے
اس تناسب لفظی کا شوق جنون کے درجہ تک پہونچ گیا ہے" مولانا شرر کو یہ فقرہ بہت ناگوار

گذرا ہے چنانچہ فرماتے ہین کہ امانت کے یان ایسے معیوب اشعار نہین تناسب لفظی لطافت کے ساتھ نہ قائم رہ سکا وہ دو فی صدی سے زیادہ نہ نکلین گے اور پھر کہتے ہین کہ تعجب نہین کہ اتنے بھی نکل سکین لیکن فوراً ہی پھر فرماتے ہین کہ صحیح یہ ہے کہ امانت نے تناسب لفظی کی فکر مین اپنے تئین بدنام بہت کیا اور اس صنعت کے پیچھے پڑکے ٹھوکرین بہت کھائین لیکن (دوسری اجزاع ضدین) کا جدت آمیز اصول پیش نظر کرکے پھر پلٹ جاتے ہین اور فرماتے ہین کہ تناسب لفظی کی صنعت مین جو کامیابی امانت کو حاصل ہوئی وہ کسی اور شاعر کو حاصل نہین ہوئی ہے اتنی جرأت نہین کہ ہم مولانا کی اس ہمت کی تردید کرسکین ہم محض چند اشعار امانت کے تمثیلاً ہدیۂ ناظرین کرتے ہین ؎

پریون نے کیا جانور ون تک کو مسخر — چڑیا کہو کس حور کی انگیا مین نہین ہے
جو حسن سبز کی تاثیر اک ذری ہو جائے — ترے دوپٹہ کی گھاس اک صنم ہری ہو جائے
کرے خرام جو فرش چمن پہ رشک قمر — تو چاندنی سے سوا کیک کو درملی ہو جائے
شیرین سے کیا مین اپنے شکر لب کو دون مثال — میٹھا برس ہے یار کو وہ کہنہ سال ہے
نفرت کا دل کی گلبدنون سے یہ حال ہے — اپنے کبوترون مین گلی خال خال ہے
لات دی مین نے ہنسی سے تو یہ اس بت نے کہا — ایڑی جوٹی کی ترے صدقے اتارے تلوے
تری جدائی کی گرتی کے تصور مین روتا ہون — مبصر دیکھ کر آنکھون کو کہتے ہین کہ جالا ہے
پیٹتے ہین سر کو ہم سودے مین زلف یار کے — عشق مین دانتون تلے کیا روتے ہین انگلیان مار کے
محرم ہو مین ہوا تری انگیا سے باغ مین — صیاد ذبح ہو گیا بلبل کے سامنے
اللہ رے فرق فضل کو اترا جو وہ صنم — جمنا ملا کسی کو نہ گنگا کے سامنے
وہ نازک ہونٹھ جسے میرے بوسہ کی جو شدت سے — کہی چبھتی لب شیرین پہ پیٹھے کی مٹھائی کی
نرگس کا اشارہ ہے کہ جوش یرقان ہے — گل پھول کے کہتا ہے کہ شدت ہے ورم کی
سو پیچ سے الفت کا کرون سلسلہ پیدا — دھاگون مین نہ وہ آئے تو دوڑائیے گولے

پتھر پڑیں اس ٹھنڈی لگاوٹ پہ صنم کی نہ بھیجے ہیں مجھے خط کے عوض قند کے ٹکڑے

اور یہ مصرع کہ ع بیریوں میں بھی میرا ناز کبدن ملتا نہیں — امانت کا نام قیامت تک زندہ رکھے گا اگر اتنا سب لفظی میں کامیابی اسی کا نام ہے تو واقعی کسی اُردو شاعر کو ایسی کامیابی نہ حاصل ہوئی ہوگی جو امانت کا حصّہ ہے۔

امانت کو کامیابی کا خلعت پہنانے کے بعد مولانا نے ریویو نویسی پر وعظ دیا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر اسکا ترجمہ یورپ کی کسی زبان میں ہو جاتا کہ اہل یورپ بھی مولانا کی اصول تنقید سے مستفیض ہو سکتے۔

اسکے بعد مولانا نے گلزار نسیم کے خاص خاص اشعار پر اعتراض جڑے ہیں۔ اگرچہ اک سرسری نظر سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ اعتراضات مولانا ہی کی جدت طبع کا نتیجہ ہیں لیکن مولانا موصوف نے انکسار سے کام لیا ہے کہ یہ اعتراضات عام اساتذہ لکھنؤ کی جانب سے وارد کیے ہیں ہمارے خیال میں اساتذہ لکھنؤ کی اس سے بڑھکر ذلت نہیں ہو سکتی کہ انکی جانب یہ اعتراضات منسوب کیے جائیں جنسے فارسی محاورون سے عموماً اور لکھنؤ کی زبان اور شاعری سے خصوصاً عدم واقفیت کا اظہار ہوتا ہے۔

چونکہ مولانا کے دل میں لکھنؤ کے لیئے درد محبت ہے لہذا آپ نے اُردو شاعری کے سرپرست کی حیثیت سے یہ بانگ دُہل یہ اعلان شائع کیا ہے کہ اُسوقت تک جو سارے ہندوستان کا خیال ہے کہ گلزار نسیم کی زبان خاص لکھنؤ کی زبان ہے یہ محض غلط خیال ہے" (گلزار نسیم میں اہل لکھنؤ کے نزدیک صدہا غلطیاں ہیں اور اس مثنوی کی زبان لکھنؤ کی زبان نہیں ہے"

یہ تو سب صحیح مگر مولانا کے حافظہ کی کوتاہی نے عجب غضب ڈھایا مولانا کو یہ یاد نہیں رہا کہ وہ شروع میں نہایت زور سے لکھ چکے ہیں کہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ آتش نے یہ مثنوی تفنن طبع کے طور پر کہی ہو اور پھر نسیم کو دیدی ہو ہائے یہ آتش بیچارے پر کیا ظلم ہوا جسکی زبان پر اہل لکھنؤ نازکرین اسکے مثنوی کے لیئے (گو کہ اُس نے تفنن طبع ہی کے طور پر کہی ہو) یہ اعلان غلط کیا جائے

کہ اسکی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین - اگر ہمارے معتبر نائی کا بیان صحیح ہو تب بھی آتش جس مثنوی مین (انتخاب اور تصرف) نہ مانین آپ ایسی غلطیان رہجائین جو مولانا شرر کو سوجھ جائین -

ع عبرت کی ہے جا غافلو عبرت کی جا

آہا ہا وہی مولانا شرر کا اجتماع ضدین) کا جدت آمیز اصول یہان بھی رنگ دکھا رہا ہے -

اب وہ اعتراض ملاحظہ ہون جو مولانا شرر نے باوجود پردہ کے خلاف ہونے کے اساتذہ لکھنؤ کی آڑ مین پیش کیے ہین -

عموماً اعتراضات ایسے ہین کہ جس شخص نے سوائے گلزار نسیم کے کسی اور اردو دیوان کا کلام بھی پڑھا ہے وہ انکی تردید نہایت آسانی سے کر دیگا اسکا ذکر کرنا فضول ہے کیونکہ اہل لکھنؤ تو اہل لکھنؤ دیہات والے بھی ان اعتراض کو تسلیم نکرین گے - ہم اس موقع پر انھین اعتراضات کا ذکر کرتے ہین جو زبان کے متعلق ہین اور جسکی نسبت دیہات یا بیرونجات کے رہنے والے دھوکا کھا سکتے ہین -

مولانا فرماتے ہین کہ نسیم کا یہ مصرع کہ ع شادی کو کیا حیا اُٹھا کر - قابل اعتراض ہے کیون صاحب یہ محض اسلیئے کہ حیا اُٹھا کر کوئی معنی نہین رکھتا - آپکے نزدیک پردہ حیا اُٹھا کر ہونا چاہیئے - سبحان اللہ کیا اعتراض ہے - حیا اُٹھانا - حیا اُڑا دینا - حیا اُٹھ جانا" یہ لکھنؤ کی فصاحت زبان ہے اور شعرائے اُردو کے کلام مین اس محاورے کی متعدد مثالین ملجائینگی برعکس اسکے دیہات وغیرہ مین ممکن ہے کہ - پردہ حیا اُٹھا کر" مع اضافت بولتے ہون لکھنؤ کا روزمرہ حیا اُٹھانا - شرم اُٹھانا عام محاورہ ہے - امیر مینائی فرماتے ہین ع

کچھ تری شرم نہین ہے کہ اُٹھا بھی نہ سکون - مولانا کہین گے کہ یون ہونا چاہیئے تھا کہ - کچھ ترا پردہ شرم نہین ہے کہ اٹھا بھی نہ سکون - ہماری رائے مین چونکہ مولانا پردے کے سخت خلاف ہین لہذا انکو موقع بموقع پردہ ہی اُٹھانے کی فکر لاحق رہتی ہے نسیم کا مصرع ہے ع بیڑے سے چھکے پان کے مزیدار - مولانا فرماتے ہین کہ (چھکے) کے بدلے چھکے

غیر فصیح ہی نہین بلکہ غلط ہے -

شعرائے دہلی و لکھنؤ تو برابر (چکھتے) کی جگہ چکھے اور رکھتے کی جگہ (رکھے) اسیطرح اور الفاظ اُس زمانے مین جب مثنوی مذکور لکھی گئی نظم کرتے آئے ہین خدا جانے مولانا کس زبان کو لکھنؤ کی زبان سمجھے ہوئے ہین - خیر یہانتک تو غنیمت تھا آگے چلکر مولانا موصوف فرماتے ہین کہ (بیڑے) کافی تھا - پان کے بیڑے محاورے مین اچھا نہین بیشک پان کے بیڑے آپ کے دیہاتی محاورے مین نہ اچھا ہو لکھنؤ مین صرف (بیڑے) دوسرے ہی معنی پیدا کرتا ہے نسیم کا مصرع ہے ع کھاتے ہی حمل کا ڈھنگ پایا) مولانا فرماتے ہین کہ حمل کی جگہ حمل نظم کر دیا گیا ہے لہذا غلط نہین بلکہ قطعًا غلط ہے - بیشک جہانتک لغت کا تعلق ہے ہم بھی کہین گے کہ نسیم نے حمل غلط نظم کیا ہے لیکن لغت کا لفظ دیہات والون کے لئے سند ہے نسیم نے (حمل) نظم کیا تو بہت ٹھیک نظم کیا کیونکہ نسیم کے زمانے مین بھی اور اب بھی اہل زبان مثل بہت سی لفظون کے حمل ہی بولتے ہین دیکھئے جانصاحب فرماتے ہین ؎ دائی یقین دل کو ہے گر جائیگا حمل + ننھا سا لڑکا خواب مین کل پیٹ مل گیا

زبان و محاورہ مین عمومًا اس لفظ حمل کے لیے خصوصًا جانصاحب سے بڑھکر کس کا کلام فصیح مانا جا سکتا ہے مولانا شرر کو پہلے زبان لکھنؤ حاصل کر لینی تھی -

ع بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے - نسیم کا مصرع ہے ع بجلی سے لہرے تھا ہم آغوش + مولانا فرماتے ہین کہ لہر کی جگہ لہرا اُردو مین غلط ہے اگر زہر عشق مصنفہ نواب مرزا شوق لکھنوی اُردو ہی زبان کی مثنوی ہے تو یہ اعتراض ہے - زہر عشق کا شعر ہے ؎

پھر لہر چڑھ رہی ہے کالون کی بُو سُونگھا دو تم اپنے بالون کی

نسیم کا ایک اور مصرع ہے ع تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی + مولانا فرماتے ہین (جانی کا لفظ سوا معشوق کے اور کسی کی شان مین اور وہ بھی خلوت کے سوا دیگر موقعون پر استعمال کرنا بدتمیزی ہی نہین بلکہ غلطی ہے - مگر روح افزا تاج الملوک سے پہلی ہی ملاقات مین

کہتی ہو کہ ع تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی - ہم مولانا سے صرف اسقدر پوچھتے ہین کہ (اے جانی) جو لکھنؤ کا عام محاورہ ہے اسکی وجہ کیا ہے کیا (معشوقہ) کو آپا بھی کہتے ہین اور خلوت مین کہتے ہین کہ خلوت مین - بہرحال لکھنؤ کی زبان تو یہی ہے دیہات کا حال آپ جانین اور اگر روح افزا نے تاج الملوک کو مست سے جانی کہا تو بُرا کیا کیا جو لفظ باپ کے لیے استعمال ہو وہ دوست یا بیوی کے لیے خاص طور پر استعمال ہو سکتا ہے - دوسرا اعتراض اس سے بڑھکر ہے - مولانا نہایت طنز سے فرماتے ہین کہ مصرع مذکور مین تجھ پاس کا لفظ بھی تیرے پاس بدلے کہان کی زبان ہے - ہر طفل مکتب جسنے نسیم کے علاوہ کسی اور کے مصرعہ کا کلام بھی پڑھا ہے اس اعتراض کا جواب دیسکتا ہے - تجھ پاس اُسوقت کا عام محاورہ تھا -

اسکے بعد اور اعتراضات مولانا نے ایجاد کیے ہین وہ طرفہ معجون ہین حضرت جک بست نے اپنے دیباچے مین صاف صاف لکھدیا تھا کہ گلزار نسیم مین اکثر ایسے محاورے موجود ہین جو اسوقت متروک ہین حضرت موصوف نے دو ایک شعر مثالاً لکھدیے تھے علاوہ اسکے حضرت جک بست نے یہ بھی تحریر کر دیا تھا کہ اکثر مقامات پر نسیم سے تناسب لفظی لطافت کے ساتھ نبھ نہین سکا ہے اسکی بھی دو ایک مثالین دیدی تھین - مولانا شرر نے متروک محاورون کو اعتراض کے پیرایہ مین پیش کیا ہے (تجھ پاس) پر اعتراض تو لاحظہ ہو چکا علاوہ اسکے مثنوی مین اکثر اس قسم کے مصرعے ہین ع حیلہ کرکے چھپائی کھینچ (اسکو چھپایا) یا ع مردانہ لباس سے نکالی (یعنی نکالا) یہ ترکیب اب متروک ہے نسیم کے وقت مین جائز تھی اس پر اعتراض کرنا سراسر کمی نظر کا ثبوت دیتا ہے - یہ تو وہی ہے کہ جیسے کوئی کہے آتش کا مصرع - بیڑیان منت کی بھی پہنی تو مین نے بھاریان - غلط ہے - زبان کا رنگ ہر وقت اور ہر زمانے مین بدلا کرتا ہے متروک محاورون کو (غلط کہنا) معترض کی کمی معلومات کو ثابت کرتا ہے اسکے بعد مولانا نے وہ پانچ سات شعر ڈیڑھ ہزار شعر کی مثنوی سے چُنکر رکھ دیے ہین جنمین نسیم سے تناسب لفظی لطافت کے ساتھ نہین نبھ سکا ہے - مگر امانت کے محلات سے

یہ شعر بھی اچھے ہین ایک شعر شتر گربہ کے عیب کا بھی لکھ دیا ہے - یہ اعتراض بالکل گوز شتر ہے بلکہ ہم کہین گے کہ اس سے بڑھ کر کیا گربہ شتر ہو سکتا ہے کہ حضرت شرر نسیم پر اعتراض کرین - آخری وار مولانا شرر کا غضب کا ہے یعنی مولانا موصوف نے حضرت چکبست کو اس بات کا ملزم ٹھہرایا ہے کہ اُنھون نے جا بجا مثنوی مین تصرف بیجا کیا ہے اسکی مثالین ملاحظہ ہون مثلاً گلزار نسیم کا شعر ہے ؎

قسمت سے مفر ہے اب نہ مامن ۔۔۔ پتھر کے تلے دبا ہے دامن

اس نئے اڈیشن مین پہلا مصرع اس صورت پر ہے - قسمت سے مقر ہے اب نہ مامن اس موقع پر اگر حضرت چکبست کو احمق سا احمق معترض بھی ہو تو وہ اس تصرف بیجا کا ملزم نہ ٹھہراتا کہ آپ نے مفر کو مقر بنا دیا جسکو کچھ اُردو جیسا ئی کا تجربہ ہے وہ جانتا ہے کہ کاتب مصرعے کے مصرعے بدلتے ہین - لہذا ایک نقطہ بڑھانا یا گھٹا دینا کاتبونکی نہایت معمولی غلطی ہے مگر شرر جیسا نہایت بھولے پن کے ساتھ فرماتے ہین کہ خدا جانے کس مصلحت سے یہ لفظ (مفر) اصلاح دیکر (مقر) بنا دیا گیا - واقعی تنقید اسی کا نام اور ریویو نگار کا فرض یہی ہے - یا ایک مصرعہ ہے قاصد نے جو رخ پری دکھایا - یہ شامت اعمال سے اسطرح چھپ گیا ع قاصد نے رُخ پری دکھایا - مولانا نے اس کاتب کی غلطی پر آدھا صفحہ رنگ ڈالا ہے اور آخر مین یہ فرمایا ہے کہ اس اصلاح مین بھی ناسمجھی سے مثنوی ظلم ہوا ہے یائے معروف کے بدلے یائے مجہول اور یائے مجہول کے بدلے یائے معروف اکثر کاتب لکھ دیتے ہین مولانا نے ان غلطیون کا بھی خاکہ اُڑایا ہے اور حضرت چکبست کو تصرف بیجا کا ملزم ٹھہرایا ہے اور طرہ یہ کہ حضرت چکبست نے تو صاف صاف لکھدیا ہے کہ یہ ایڈیشن اُس ایڈیشن کے مطابق ہے جو نسیم کی زندگی مین مطبع حسینی مین شائع ہوا تھا مگر مولانا ممدوح نامی پریس کے زمانہ حال کے ایڈیشن سے حضرت چکبست کے ایڈیشن کا مقابلہ کرتے ہین اور اعتراض جڑتے چلے جاتے ہین ابتدا سے انتہا تک شرر صاحب کا یہ مضمون نجب گھبراہٹ کا ثبوت دیتا ہے خدا جانے مولانا نے کس کیفیت مین یہ مضمون لکھا

یہ تو اعتراضات کا رنگ اور پھر مولانا اپنا خلوص اور نیک نیتی ظاہر کرنے کے لیئے جابجا مضمون مین ایسے فقرے لکھتے ہین کہ (میرا قصد اعتراض کرنا نہین ہی) ہم ہمیشہ سے گلزار نسیم کے معترف ہین ہان ذرا یہ دستر گربہ بھی ملاحظہ ہو ایک ہی مضمون کے دو فقرے اور اُنمین ایک مین میرا (اور دوسرے مین ہم) - آخر مین ہم مولانا سے بصد عجز پوچھتے ہین کہ انھون نے ایسے بے تکے اعتراض کیون کیئے اور اگر کیئے بھی تھے تو یہ کیون لکھا کہ یہ اعتراض اساتذہ لکھنؤ کی جانب سے وارد کیئے جارہے ہین - یہ لکھنؤ کی بدنامی ہی - اساتذہ لکھنؤ تو درکنار جو شخص لکھنؤ کے زبان دانون کی صحبت مین رہا ہے اور جسکو اُردو شاعری سے کچھ بھی واقفیت ہے وہ ایسے اعتراض نہ کرتا اور نہ شرفاء لکھنؤ جنکی زبان مستند ہے ان اعتراضات سے خوش ہونگے - ہان جو دیہاتی لکھنؤ مین آکر بس گئے ہین اور اپنے تئین لکھنوی کہنے لگے ہین وہ ان اعتراضات کو مانین تو مانین - الحاصل یہ تو ان اعتراضات کے جوابات تھے جو ہمارے دوست مولانا شرر صاحب اتحاد نے اپنے دوسرے رسالے دلگداز کے صفحات مین مثنوی گلزار نسیم پر تحریر فرمائے ہین - مگر ہمکو ایک لٹریری سالے کی اُس عامیانہ رائے پر تعجب ہے جو اس قصہ پر قائم کی گئی اور اس سرسری نظر پر اعتراض ہے جو اس قدیم قصہ پر (جو پہلے سنسکرت ہندی مین بھی تھا اور سرور نے شگوفۂ محبت نثر اُردو مین تحریر کیا ہے) ڈالی گئی اور نفس قصہ پر محققانہ عالمانہ مورخانہ رائے کا اظہار نہ کیا گیا - اشخاص قصہ پر کوئی حکیمانہ نکتہ سنجی نہ کی گئی اور اس کلائمکس چھانٹ پر مطلق توجہ نہین کی گئی کہ کس قدر اور کیون اور کیسی ترمیم اور اصلاح ساخت قصہ مین نسیم نے کی ہی اور اس ترمیم نے کیا اثر پیدا کیا ہے - کیونکہ لٹریچر کا تقاضہ ہے کہ اگر کسی کو اُسکی درستی اصلاح ترقی مدنظر ہو تو اسکے قصص اور افسانون کی تحقیق و تدقیق اور تصحیح موجودہ تعلیم و رجحان کے مطابق بناتا رہے - ورنہ زبان اور شاعری ہی کے لیئے تعریف یا تقریض کرنا ایک چھتنارے اور ہر لمحہ پھیلنے والے درخت کی ایک ہی شاخ کو تراش خراش کرکے رونق چمنستان بنانے کی سعی مین تضیع اوقات کرنے کے سوا کچھ نہین غالبًا اگر کوئی حیلہ اس فروگذاشت کا ہو سکتا ہے تو پنڈت برج نرائن صاحب کا دیباچہ ہے

جسنے شرر صاحب ناولسٹ کو اور طرف متوجہ نہین ہونے دیا ورنہ اور کسی سے امید ہو یا نہ ہو اُنسے بدرجہ اولے ہو سکتی ہے ۔

رباعی

جب غیظ سے گرما کے بگڑتے ہین شرر ۔۔۔ پھولون کے عوض دہن سے جھڑتے ہین شرر
لیکن یہ نسیم سے بگڑنا کیا خوب ۔۔۔ سبحان اللہ پھول سے لڑتے ہین شرر

دبیر (از جنت)

از اودھ پنچ مطبوعہ ۳ - اگست ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم پر قول فیصل

گلزار نسیم سے متعلق آج ہم جناب منشی احمد علیصاحب قبلہ شوق کی ایک تحریر شائع کرتے ہین - اس اظہار کی ضرورت نہین کہ ہم بتائین کہ جناب موصوف پرانے تجربہ کار محقق دقیقہ سنج نکات و لطافت فن کہنہ مشق شاعر باکمال و نثار بے مثال اور مقننات ملک سے ہین آپکا کلام ملک مین ہمیشہ قبول سے دیکھا گیا ہے - آپ کی قابلیت کے سکے مدت سے بیٹھے ہین -

مجدد گر اصناف سخن کے آپ نے خود بھی ایک مثنوی نرالہ شوق بہ طرز نسیم تحریر فرمائی ہے جسکا نمونہ بھی اندازہ کافی ہے کہ ملک جان گیا کہ اگر اس رنگ مین کوئی اور مثنوی کہی جاسکتی ہے تو شوق ہی کہہ سکتے ہین پھر بھی اب جو کچھ اس بارے مین انصاف و تدین سے فرماتے ہین وہ مضمون سے ظاہر ہے مدت تک آپ اخبار آزاد کے مالک اور ایڈیٹر بڑی ناموری کے ساتھ رہ چکے ہین اور اعلیٰ شاعرون مین شمار کر چکے ہین - آپ کی رائے اور ونکی طرح خدانخواستہ نہ تعصب مذہبی کی حمایت سے گندہ ہے اور نہ صرف نثر کے تخلص کیطرح بودی اور دکھاوے کی ابلہ فریبی ہے بلکہ سمجھنا چاہیے کہ یہ بیان بزرگوار کی منصفانہ بے لوث رائے ہے جو ایک ہی فن مین نسیم سے دوش بدوش سالکت کے سیدھے قدم زنی کر چکے ہین -

ہم اپنے ان لوگون کی بیہودہ سرائی پر جو ایسے منصب اور قابلیت سے خلقی محروم ہین اور رشک و حسد کی راہ سے قصے کہانیان سناتے اور بازاریون کی طرح گالیان دینے اور بے دلیل بیزاری پیش کرنے کو اور کچھ نہین آتا ایسے بیخبر نفرین اور تبسم و تحقیر اور کیا سلوک کیا جاے - مضمون یہ ہے -

از اودھ پنچ مطبوعہ ۳۰ اگست ۱۹۰۵ء جلد ۲ نمبر ۳۱

گلزار نسیم اور مرحوم نسیم

(از احمد علی صاحب شوق)

مائی ڈیر اودھ پنچ - گلزار نسیم پر نکتہ چینون سے مرحوم نسیم کی روح بہت کشمکش مین ڈالی گئی جانبین سے یہ بحث بہت طوالت کو پہونچی - اگر نسیم یا آتش زندہ ہوتے تو فیصلہ ممکن تھا اور اب اگر اس بات کا فیصلہ مدنظر ہے کہ یہ مثنوی نسیم کی نہین ہے تو نسیم اور آتش کی زندگی واپس لانے کے واسطے خواجہ خضر علیہ السلام کی تلاش کیجائے بشرطیکہ وہ زندہ اور آبحیات کہین موجود ہو یہ کام حضرت نکتہ چین کو کرنا چاہیئے مین تو یہی کہونگا کہ یہ مثنوی نسیم مرحوم کی ہے اسکے خلاف صرف قیاسون اور کہانیون سے کوئی دلیل اس بات پر نہین قائم ہو سکتی کہ یہ مثنوی کسی اور کی ہے اگر گلزار نسیم حضرت نسیم کی نہین ہے تو گلستان شیخ سعدی کی نہین ہے اور خمسہ نظامی کا نہین ہے اسکے لئے بھی حضرت نسیم کی جانب سے چند قصے تصنیف ہو سکتے ہین -

نسیم مرحوم لکھنؤ کے رہنے والے تھے اہل زبان تھے جب باہر والے لکھنؤ مین رہکر زباندان ہو سکتے ہین تو وہ شخص جسنے لکھنؤ مین پیدا ہو کر یہین آنکھین کھولی ہون یہین زبان کھولی ہو یہین عمر بھر رہا ہو - اُسکا فصیح البیان ہونا کیا تعجب کی بات ہے بعض لوگون نے اسی بحث مین ترانۂ شوق کی جانب اشارہ کرکے میری جانب یہ خیال ظاہر فرمایا ہے کہ مین نے گلزار نسیم کا جواب کہا ہے - حاشا مین نے جواب نہین کہا ہے - ہان اسی بحر مین ایک مثنوی کہی ہے جس بحر مین گلزار نسیم ہے اور یہ کوئی بات نہین مثنوی کہنے کیواسطے آخر مین اُنھین بحرون مین سے کوئی نہ کوئی بحر اختیار کرتا جو مثنوی کیواسطے

مقصد ہین پھر مین نے یہی بحر پسند کی تو کیا قصور کیا ۔ ڈیڑھ پنج مین آپکو یقین دلاتا ہون کہ گلزار نسیم کی خوبیونکو میرا ہی دل جانتا ہے اور مین سچ کہتا ہون کہ نسیم مرحوم نے جس فصاحت کے ساتھ گلزار نسیم کو نظم فرمایا ہے مین اُسکو نہین پہونچ سکا مین نے اپنی قوت شاعرانہ ایک حد تک (ترانۂ شوق) مین صرف کی اور اس قدر صحیح ہے کہ ترانۂ شوق کی تصنیف کے وقت گلزار نسیم میری نگاہونکے سامنے تھی حاشا اس غرض سے نہین کہ مین اُسکا جواب کہون بلکہ اس غرض سے کہ ایک ہی مضامین لوٹے جائین لیکن نسیم کی فصاحت بیانی نے میری یہ حالت کی کہ جا بجا دانتون پسینا آ آگیا اور پھر بھی مین کامیابی کی حد تک نہ پہونچ سکا مثلاً نسیم مرحوم نے فرمایا ہے ؎ چھائے بڑین گال اگر گھونگھرالے ہون + کالے ڈسین بال اگر بھوئے ہون ترانۂ شوق مین بھی یہ رنگ ایک مقام پر آگیا ہے اور مین نے اس جگہ بہت شعر نکالے ۔ مگر نسیم مرحوم کے اس شعر کی لطافت اور فصاحت اور تناسب الفاظ کو میرا کوئی شعر نہین پہونچ سکا مین نسیم مرحوم کی روح کو (گلزار نسیم) کی داد کہان تک دون جس رنگ مین یہ مثنوی ہے اپنی مثال آپ ہی ہے اور سچ یہ ہے کہ حضرت آتش مغفور کا یہ رنگ ہی نہین اگر وہ مثنوی فرماتے بھی تو شاید گلزار نسیم کی سی نہ ہوتی ۔

ایک عنایت فرمانے عجیب مذاق کیا یعنی گلزار نسیم پر ریویو کرتے ہوے (ترانۂ شوق) کے دو شعر لکھدیے کہ نسیم کے ہین وہ ریویو نقلاً مین نے ایک جدید پرچہ مین لکھا تھا ایک شعر تو یہ تھا ؎ ایک شب کہ تھی خال ۔ وے شامت + یا مردم دیدۂ قیامت + دوسرا شعر اسوقت مجھے یاد نہین رہا ۔ مین اپنے عنایت فرما کا شکر گزار تو ضرور ہون کہ اُنھون نے نسیم مرحوم کی نظم کے پلے پر میری نظم کو تولا لیکن مین تعجب کرتا ہون کہ نسیم مرحوم کی سلاست و رنگ اُنکی طبیعت سے شاید اُتر گیا تھا اور یہ کہ گلزار نسیم کو سامنے رکھکر وہ ریویو فرماتے تو یہ سہو نہ ہوتا اور نہ ہونا بہتر تھا ۔

نسیم مرحوم سے اگر کہین چوک ہوئی ہو تو اس سے اُنکی فصاحت اور شاعری پر حرف نہین آسکتا

مثل میرے جو احباب حضرت نسیم مرحوم کی خوبیوں کو اور اُنکی خوش کلامی کو جانتے ہوئے ہین اُنکو ایسی حرف گیریون اور نکتہ چینیون پر بیچ و تاب کی ضرورت ہی کیا ہے نسیم مرحوم انسان تھے اور انسان سے سہو اور خطا ممکن ہے حضرت حافظ شیراز نے تا بہ کجائی بے کو مفتوح فرمایا ہے تو اس سے اُنکا پایۂ سخن نہین گرا دیا گیا شعرا انسان تھے فرشتہ نہ تھے مسلمان تو قائل ہین کہ ہاروت اور ماروت دو فرشتے انسان کے لباس مین نازل ہوئے تو اُنسے بھی خطائے انسانی ہوگئی - پھر نسیم مرحوم تو فطرتی انسان تھے - بہرحال انسانی سہو و خطا سے نہ نسیم مرحوم مستثنیٰ ہو سکتے ہین نہ مین نہ اور کوئی - مثل ہے کہ شہسوار ہی گرتا ہے اس سے میری غرض یہ ہے کہ شاعر ہی سے خطا ممکن ہے نہ کہ اُس سے جو شعر ہی نہ کہے آپ شعرائے فارس کے دیوانونکو ملاحظہ فرمائیے کتنے شعر ایسے ملین گے جنھون نے الف کے دھوکے مین عین کو تقطیع سے گرا دیا ہے تو کیا اس سے اُنکی اُستادی اور فصاحت بالائی طاق رکھ گئی - تو بہ البتہ یہ ہم کہین گے کہ دھوکا ہوا خطائے انسانی کی مثالین مین پیش کرتا ہون شاید میرے ان دوستونکو جو نسیم مرحوم پر نکتہ چینی فرما رہے ہین ان مثالون سے تسکین ہو جائے مخشم کاشی فرماتے ہین ع

خندند بر من نوخطان طفلان مکتب خانہ ہم مکتب خانہ ملاحظہ ہو - حکیم ہمدانی فرماتے ہین ع

بہ کف مسودۂ زلف یار منحواہم - مسودہ تشدید واو ملاحظہ ہو - شیخ سعدی فرماتے ہین ع

زمین را زکمالیت شرف بر آسمانستے - کمالیت ملاحظہ ہو - نظیری نیشاپوری فرماتے ہین ع

ظہور حسن تو امنیتی بہ دوران داد - امنیت ملاحظہ ہو - بہی نظیری فرماتے ہین ع

کہ عجائب ہائے دوران دیورا خاتم رسید - عجائب ہائے ملاحظہ ہو - خلاق المعانی کمال اسمٰعیل اصفہانی فرماتے ہین ع باد صبا بر و خواند یا ایہا المزمل - یا ایہا المزمل - قرآن شریف کی جملہ ہے اور بہ تشدید زا ہے - گر حضرت اسمٰعیل اصفہانی بلا تشدید زا اس جملے کو اپنی نظم مین لائے - اب مین پوچھتا ہون کہ ان مین سے کس کو شعرا نے دائرۂ اُستادی سے خارج فرما دیا - حاشا ایسا خیال بھی گناہ ہے - مین اس قسم کی مثالین بیشمار پیش کر دون جنکو

آپ سوا اسکے کہ سہو انسانی فرمائین اور نہ کچھ فرما سکین گے لیکن یہ چند الفاظ اسبات کے سمجھ لینے کے واسطے کافی ہین کہ جب ایسے ایسے جلیل القدر باکمال اساتذہ سہو سے نہین بچے تو بیچارہ نسیم مرحوم اور احمد علی شوق یا اور کوئی اگر چوکے تو آخر انسان ہی ہے۔ میری آخری عرض اپنے دوستون سے اسقدر اور ہے کہ اگر نسیم مرحوم کی روح کو اب بھی فاتحہ معکوس سے ثواب پہونچایا جائے تو ان سب اساتذہ کی روحین بھی ثواب کی محتاج ہین۔

(راقم احمد علی شوق)

اودھ پنچ مطبوعہ ۱۷ اگست ۱۹۰۵ء نمبر ۳۳ جلد ۲۹۔

گلزار نسیم اور مرحوم نسیم

(از احمد علی صاحب شوق)

ڈیر پنچ۔ میرا مضمون اسی سرخی کے ساتھ جو مین نے اوپر لکھی ہے اودھ پنچ مطبوعہ ۳ اگست ۱۹۰۵ء مین چھپ کر شائع ہوا مین ڈرتا ہون کہ میرے بعض دوست مجھسے کشیدہ خاطر ہون کہ مین نے ایسا مضمون جو مرحوم نسیم کی جانب جھکتا ہوا پایہ لیئے ہوے ہے کیون لکھا۔ مین اُنسے معافی چاہتا ہون۔ مین اُس مضمون مین جو کچھ لکھ گیا ہون اُس سے ایک اور معافی کی ضرورت بھی پاتا ہون شاید سہو سے بجاے ترانۂ شوق کے مین نسیم کا شعر لکھ گیا ہون میرے سامنے نہ اُسوقت گلزار نسیم ہے نہ ترانۂ شوق دونون مثنویونکے اشعار اکثر میری زبان پر اور میرے دماغ مین ہین (ترانۂ شوق کے اشعار اس سبب سے کہ مین خود اُسکا مصنف ہون اور گلزار نسیم کے اشعار اس سبب سے کہ وہ مجھے پسند ہے اور مین نے ترانۂ شوق کی تصنیف مین اُس کی تقلید کی ہے)۔

مجھے واقعی یاد نہین ہے کہ اک شب کہ تھی الخ یہ شعر ترانۂ شوق کا ہے یا گلزار نسیم کا۔ کسی نے ترانۂ شوق کے دو شعر ضرور رکھے تھے اخبار معمولی سا تھا مین اُن شعرون کو بھول گیا اور دھوکے سے یہ شعر لکھ دیا۔

مین اپنے معزز دوست حضرت چکبست سے رشک کرون تو درست ہے

غالباً میرے معزز دوست بابو جوالا پرشاد صاحب برق کو یہ بات یاد ہو کہ مین نے قیام لکھنؤ کے زمانے مین ایک بار قصد کیا تھا کہ مین مرحوم نسیم کی لائف لکھون اور اسکا ذکر بھی کیا تھا۔

مجھے زمانہ کی گردش نے لکھنؤ سے دور پھینک دیا اور حضرت چکبست میرے دل کی تمنا کو اُٹھا لے گئے۔ خیر تمنا تو نکل گئی کو میرے قلم سے نہین۔ حضرت چکبست کے قلم سے سہی۔

مین نے جگر کے کی بجنور مین یہ ذکر دیکھا کہ (گلزار نسیم) مین ترمیم کی گئی ہے یہ اعتراض یقیناً میرے اُن دوستون کی جانب سے ہے جو گلزار نسیم کی خوبیون کے خلاف مضامین تحریر فرما رہے ہین مین نے اُنکا کوئی مضمون پورا پورا نہین دیکھا لیکن مین یہ کہہ سکتا ہون کہ کثرت اشاعت اور اختلاف مطابع نے گلزار نسیم کی اصلی حالت ہی کو بدل دیا اور وہ اغلاط کتابت سے بھر گئے اگر باب ادب نے قوت لایموت سے کام لیا اور اغلاط کتابت کی تصحیح کر دی تو اچھا کیا۔ ایسی مداخلت تعریف کے قابل ہے نہ کہ حرف گیری کے قابل۔

جو واقف ہین وہ جانتے ہین کہ ایک بڑے اُستاد کا دیوان چھپ رہا تھا دیوان مین ایک شعر تھا جسمین بجائے (طائر کے) جانور کا لفظ اُستاد نے کہا تھا یہ دھوکا ہو گیا تھا۔ ترتیب دیوان کے وقت میرے اُستاد دوم یعنی حضرت آسیہ نیز صاحب دیوان کے بہت سے شاگرد موجود تھے جسمون نے لفظ (جانور) کو کاٹ کر لفظ طائر بنا دیا آپ خیال فرمائیے کہ یہ نیک نفسی تھی یا نہین۔

حضرت غالب مرحوم کا دیوان فارسی جب منشی نولکشور مرحوم کے مطبع مین چھپنے کو آیا تب مولوی محمد ہادی علی اشک مرحوم مصحح تھے اُنھون نے حضرت غالب کو تحریر فرمایا کہ آپ سے دھوکا ہو گیا ہے یعنی آپ فرما گئے ہین ۔ ع (چو نالہ لب زدہ مرمئہ یا ابو الحسن)

یہ مصرعہ حضرت غالب مرحوم کے ایک قصیدہ فارسی کا ہے۔ اصل حرف ندا کے ساتھ ابا الحسن فرمانا چاہیئے تھا۔ حضرت غالب نے جواب تحریر فرمایا کہ مین نے کہا اسی طرح ہے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ غلط لفظ اپنی غلط حالت کے ساتھ چھپ گیا اور اب بھی اسطرح دیوان مین

موجود ہے - لیکن ہندوستان مین کون کہہ سکتا ہے کہ اسوجہ نے حضرت غالب کو احاطۂ اُستادی سے باہر کردیا - اب مین کہتا ہون کہ اُستاد نظامی جنکا خمسہ ہے اور جنکی مثنویونکا لوہا آجتک ملک فارس مانتے ہوے ہے وہ لفظ (اگرنی) کو بسکون را فرماگئے سکون جائز نہین ہوا مگر اُستادی کے دائرے سے نہین خارج کیئے گئے -

مین آبکو اس انتخاب کی جانب متوجہ کرتا ہون جو حضرت مصحفی مرحوم کے متعدد دیوانون سے حضرت آسیر و آسیر مرحومین نے فرمایا اور وہ چھپ گیا ہے - آپ اُسکو اور حضرت مصحفی کے اصلی دیوانونکو ملاحظہ فرمایئے تو یہ عقدہ حل ہوجائے کہ دیوانون کے اغلاط کتابت کی تصحیح کس حد تک انتخاب مین کی گئی ہے اب جو اعتراض گلزار نسیم کی تصحیح کے متعلق حضرت چکبست پر عائد کیا جائے وہی اعتراض اُن دونون اُستادون پر بھی عائد ہوگا جو انتخاب کے بانی تھے سوانح عمری کا لکھنے والا بجاے قلم کے تعصب کا نشتر لیکر نہ بیٹھے جہانتک نیک نفسی کام دے وہانتک حملے کی ضرورت کیا ہے - حملہ اور پھر مردے پر تصحیح نہو سکے تو تاویل اور تاویل نہ ممکن ہو تو تسلیم - بہتر روش یہی ہے میرے مغز دوست جو گلزار نسیم کو نسیم مرحوم کی تصنیف نہین قرار دیتے آخر اُسکی وجہ کیا ہے - اُردو زبان جہان رواج پائی ہوئی ہے - وہان فطرتاً ہندو اور مسلمانون مین مشترکہ ہے - ہندو اسکے مقلد نہین ہین بلکہ جسطرح مسلمانونکو اسپر دعوی کا حق حاصل ہے اُسیطرح ہندوونکو بھی حاصل ہے اُردو ہندوستان ہی مین پیدا ہوئی جہان کے رہنے والے ہندو اور مسلمان دونون ہین - فارسی جو خاص مسلمانونکی زبان تھی اور ہنود جسکے مقلد تھے انمین بھی تو ٹیکچند صاحب بہار عجم - راے رایان انند رام مخلص عوض راے - عشرت - چندر بھان برہمن بھوپت راے نیم نیز اور ارباب کمال نے کیسی کیسی بلند نامیان حاصل کی ہین آخر کس کے کمال پر پردہ ڈالا جائیگا -

اودھ پنچ کی جلد دنمین پنڈت تربھون ناتھ مرحوم کے مضامین موجود ہین وہ ہندو ہی تو تھے اور کشمیری بھی انکی پاکیزہ زبان سے کون انکار کرسکتا ہے - مثنوی بہار اور اٹھیلو اور روہنی

ترجمونمین جو زبان بابو جوالا پرشاد صاحب برق نے لکھی ہے وہ کیسی پاکیزہ ہے آخر وہ ہندو ہی تھے ہین یقیناً بہت سے مسلمانون کی کتابون سے ان کتابون کی زبان لطیف ہے نسیم مرحوم اگر زندہ ہوتے تو وہ اہل زبان ہونیکا دعویٰ کر سکتے تھے اور اُنکا دعوی بھی صحیح تھا اسلیئے کہ لکھنؤ مین پیدا ہوے چلے جیے ڈیڑھ بیچ مین کسی کی طرف کشی نہین کرتا بلکہ میرا خیال صرف اسقدر ہی کہ نسیم کی لائف لکھکر اگر حضرت چکبست نے اُردو کی شاعری اور زبان پر احسان کیا ہے تو اسکا شکر گزار ہونا مناسب ہے تاکہ حوصلے بڑھین اور لائف سے مردون کے نام زندہ ہون ۔ آخر ہین اور حضرت شرر سب مرنے کو آئے ہین اگر ہین زندگی مین یہ خیال کرون کہ مرنے کے بعد مجھے گالیون سے یاد کرینگے تو کسقدر میری روح کو اس زندگی ہی مین تکلیف ہو ۔ اے حضرت جو شخص شعر کہتا ہے اُسی کا دماغ اُسی کا دل اُسی کا کلیجا جانتا ہے فی نفسہ حسن اور گلزار نسیم) یہ دونون مثنویان ایسی ہوئی ہین جنکی خوبیون تک کلام کو پہونچانا اگر ممتنع نہین ہے تو اسقدر مشکل ضرور ہے کہ جسکا آسان ہونا ہی مشکل قرار دیا جائے (ترانہ شوق) کی تصنیف کے وقت جو خون جگر مین نے کھایا ہے اُسکا یقین ارباب فہم کو خود ہی ہو سکتا ہے اور گو میری جانب سے مقابلہ نہین تھا بلکہ تقلید تھی لیکن نسیم کی سلاست فصاحت نے حوصلے کو اسقدر پست کیا کہ اب ایک نئی مثنوی (حسن) کی بحر مین مین نے کہی ہے اُسکو (حسن) کے رنگ ہی سے بچایا ہے اور بالکل علحدہ روش اختیار کی ہے ۔ شاید قریب زمانے مین پھیر جائے روش کے بدلنے کی خاص وجہ یہی ہے کہ نسیم مرحوم کے رنگ کو اختیار کر کے مین پشیمان ہو چکا تھا ۔

مین اسبات پر کچھ حرف نہین رکھتا کہ نسیم کی لائف پر کیون نکتہ چینی کی گئی اگر نکتہ چینی نہ ہوتی تو کتاب خاموشی کے لباس مین نامقبول رہتی ۔ نکتہ چینی اسکے مقبول ہونے کی دلیل اور گویا حضرت مصنف کو مبارکباد ہے ۔ البتہ اسقدر مین جانبین کے دوستو نسے عرض کرونگا کہ تحریر مین تعصب سے دور اور اخلاص سے ہم بغل رہین تو لطف کی بات ہے اور عام دیکھنے والونکو تحقیقی فائدہ بھی پہونچے

(راقم احمد علی شوق)

از کشمیری درپن بابت ماہ اگست ۱۹۰۵ء جلد ۳ نمبر ۸

گلزار نسیم۔ اور مرحوم نسیم

(از احمد علی شوق)

مائی ڈیر اودھ پنچ گلزار نسیم پر نکتہ چینیون سے مرحوم نسیم کی روح بہت کشمکش مین ڈالی گئی۔ جانبین سے یہ بحث بہت طوالت کو پہونچی اگر نسیم یا آتش زندہ ہوتے تو فیصلہ ممکن تھا اور اب اگر اس بات کا فیصلہ مدنظر ہے کہ یہ مثنوی نسیم کی نہین ہے تو نسیم اور آتش کی زندگی کو واپس لانے کے لیئے خواجہ خضر علیہ السلام کی تلاش کیجائے۔ بشرطیکہ وہ زندہ اور آب حیات کہین موجود ہو۔ یہ کام حضرت نکتہ چین کو کرنا چاہیئے۔

مین تو یہی کہون گا کہ یہ مثنوی نسیم مرحوم کی ہے اس کے خلاف صرف قصوں اور کہانیون سے کوئی دلیل اس بات پر نہین قائم ہوسکتی ہے کہ یہ مثنوی کسی اور کی ہے۔ اگر گلزار نسیم حضرت نسیم کی نہین ہے تو گلستان شیخ سعدی کی نہین ہے۔ اور خمسہ نظامی کا نہین ہے اسکے لیئے بھی حضرت نسیم کی جانب سے چند قصے تصنیف ہوسکتے ہین۔

نسیم مرحوم لکھنؤ کے رہنے والے تھے اہل زبان تھے جب باہر والے لکھنؤ مین رہکر زبان دان ہوسکتے ہین تو وہ شخص جسنے لکھنؤ مین پیدا ہوکر یہین آنکھین کھولی ہون یہین زبان کھولی ہو یہین عمر بھر رہا ہو اُسکا فصیح البیان ہونا کیا تعجب کی بات ہے بعض لوگون نے

اسی بحث مین ترانۂ شوق کی جانب اشارہ کرکے میری جانب یہ خیال ظاہر فرمایا ہے کہ مین نے گلزار نسیم کا جواب کہا ہے - حاشا مین نے جواب نہین کہا ہے ہان اُسی بحر مین ایک مثنوی کہی ہے جس بحر مین گلزار نسیم ہے اور یہ کوئی بات نہین - مثنوی کہنے کیواسطے آخر مین اُنھین بحرون مین سے کوئی بحر اختیار کرتا جو مثنوی کے واسطے مختص ہین - پھر مین نے یہی بحر پسند کی تو کیا قصور کیا —

ڈیرہ پنج مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ گلزار نسیم کی خوبیون کو میرا دل ہی جانتا ہے اور مین سچ کہتا ہون کہ نسیم مرحوم نے جس فصاحت کے ساتھ گلزار نسیم کو نظم فرمایا ہے مین اُسکو نہین پہونچ سکا مین نے اپنی قوت شاعرانہ ایک حد تک (ترانۂ شوق) مین صرف کی اور اسقدر صحیح ہے کہ (ترانۂ شوق) کی تصنیف کے وقت گلزار نسیم میری نگاہونکے سامنے تھی حاشا اس غرض سے نہین کہ مین اسکا جواب کہون بلکہ اس غرض سے کہ بحر ایک ہی ہے مضامین لڑ نہ جائین - لیکن نسیم کی فصاحت بیانی نے میری یہ حالت کی کہ جابجا دانتون پسینا آگیا اور پھر بھی مین کامیابی کی حد تک نہ پہونچ سکا - مثلاً نسیم مرحوم نے فرمایا ہے ؎

چھالے پڑین گال اگر چھوے ہون کانے ڈسین بال اگر چھوے ہون

ترانۂ شوق مین بھی یہ رنگ ایک مقام پر آگیا ہے اور مین نے اُس جگہ بہت شعر نکالے مگر نسیم مرحوم کے اس شعر کی لطافت اور فصاحت اور تناسب الفاظ کو میرا کوئی شعر نہین پہونچ سکا - مین نسیم مرحوم کی روح کو گلزار نسیم کی داد کہانتک دون - جس رنگ مین یہ مثنوی ہے اپنی مثال آپ ہی ہے - اور سچ یہ ہے کہ حضرت آتش مغفور کا یہ رنگ ہی نہین اگر وہ مثنوی فرماتے بھی تو شاید گلزار نسیم کی سی نہوتی —

ایک عنایت فرمانے عجیب مذاق کیا یعنی گلزار نسیم پر ریویو کرتے ہوے ترانۂ شوق کے دو شعر لکھدیے کہ نسیم کے ہین وہ ریویو نقلاً مین نے ایک جدید پرچہ مین دیکھا تھا ایک شعر تو یہ تھا ؎ ایک شب کہ تھی خال روے شاست + یا مردم دیدۂ قیامت —

دوسرا شعر اسوقت مجھے یاد نہین رہا۔ مین اپنے عنایت فرما کا شکر گزار تو ضرور ہون کہ اُنھون نے نسیم مرحوم کی نظم کے پتے پر میری نظم کو تو لا لیکن مین تعجب کرتا ہون کہ نسیم مرحوم کی سلاست کا رنگ انکی طبیعت سے شاید اُتر گیا تھا اور یہ کہ گلزار نسیم کو سامنے رکھکر وہ ریویو فرمانے تو یہ سہو نہوتا اور نہونا بہتر تھا۔

نسیم مرحوم سے اگر کہین چوک ہوئی ہو تو اس سے اُنکی فصاحت اور شاعری پر حرف نہین آسکتا مثل میرے جو احباب حضرت نسیم مرحوم کی خوبیون کو اور اُنکی خوش کلامیون کو جانتے ہوے ہین اُنکو ایسی حرف گیریون اور نکتہ چینیون پر ہیچ و تاب کی ضرورت ہے۔ نسیم مرحوم انسان تھے اور انسان سے سہو اور خطا ممکن ہے حضرت حافظ شیرازی (تا بکجا) کی بے کو مفتوح فرمایا تو اس سے اُنکا پایۂ سخن نہین گرا دیا گیا۔ شعرا انسان تھے فرشتہ نہ تھے مسلمان تو قائل ہین کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے انسان کے لباس مین نازل ہوے تو اُن سے بھی خطاے انسانی ہوگئی پھر نسیم تو فطرتی انسان تھے۔ بہرحال انسانی سہو و خطا سے نہ نسیم مرحوم مستثنیٰ ہو سکتے ہین نہ مین نہ اور کوئی۔ مثل ہے کہ شہسوار ہی گرتا ہے اس سے میری غرض یہ ہے کہ شاعر ہی سے خطا ممکن ہے نہ کہ اُس سے جو شعر ہی نہ کہے۔ آپ شعراے فارس کے دیوانون کو ملاحظہ فرمایئے کتنے شعرا ایسے ملین گے جنھون نے الف کے دھوکے مین عین کو تقطیع سے گرا دیا ہے۔ تو کیا اس سے اُنکی اُستادی اور فصاحت بیانی مٹ گئی توبہ۔ البتہ اسقدر ہم کہین گے کہ دھوکا ہوا۔

خطاے انسانی کی مثالین مین پیش کرتا ہون شاید میرے اُن دوستون کو جو نسیم مرحوم پر نکتہ چینی فرما رہے ہین۔ ان مثالون سے تسکین ہو جائے محتشم کاشی فرماتے ہین۔ خند زبر من تو خطان طفلان مکتب خانہ ہم، مکتب خانہ ملاحظہ ہو۔ کلیم ہمدانی فرماتے ہین ع بکف مسودۂ زلف یار میخواہم۔ مسودہ بہ تشدید دال ملاحظہ ہو) شیخ سعدی فرماتے ہین۔ زمین را از کمالیت شرف بر آسمانستی۔ کمالیت ملاحظہ ہو۔ نظیری نیشاپوری

فرماتے ہین ع ظہور حسن تو امیتی بہ دوران داد - امیت ملاحظہ ہو - نظیری فرماتے ہین ع کز عجائب ہاے دوران دیوا خاتم رسید - عجائب ہاے ملاحظہ ہو خلاق المعانی کمال اسمٰعیل اصفہانی فرماتے ہین ع باد صبا بر و خواند یا ایہا المزمل - یا ایہا المزمل - قرآن پاک کا جملہ ہے اور بہ تشدید زا ہے مگر حضرت اسمٰعیل اصفہانی بلا تشدید زا اس جملہ کو اپنی نظم مین لائے -

اب مین پوچھتا ہون کہ ان مین کس شعر کو شعرانے دائرہ اُستادی سے خارج فرمادیا حاشا ایسا خیال بھی گناہ ہے - مین اس قسم کی مثالین بیشمار پیش کردون - جنکو آپ سوا اس کے کہ سہو انسانی فرمائین اور نہ کچھ فرما سکین گے لیکن یہ چند الفاظ اس بات کے سمجھ لینے کے واسطے کافی ہین کہ جب ایسے ایسے جلیل القدر باکمال اساتذہ سہو سے نہین بچے تو بیچارہ نسیم مرحوم اور احمد علی شوق یا اور کوئی اگرچہ کے تو آخر انسان ہی ہے - میری آخری عرض اپنے دوستون سے اسقدر اور ہے کہ اگر نسیم مرحوم کی روح کو اب بھی فاتحہ معکوس سے ثواب پہونچایا جاے تو ان سب اساتذہ کی روحین بھی ثواب کی محتاج ہین —

(راقم احمد علی شوق)

از رسالہ زمانہ نمبر ۴ جلد ۶ بابت ماہ جون ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

(از نقاد لکھنوی)

اُردو زبان کی یہ مرصّع اور مقبول عام مثنوی ہماری شاعری کے اُس ترقی یافتہ دور کی یاد دلاتی ہے جو ہندوستان مدّت العمر نہ پیدا کر سکے گا۔ مبارک تھا وہ زمانہ جسنے ناسخ سا امام فن۔ آتش سا جادو بیان اور انیس سا خدائے سخن پیدا کیا اور لکھنؤ کو دلّی کی مطابعت سے آزاد کر کے چار دانگ عالم مین اُسکی زبان دانی کا سکّہ بٹھا دیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب اُردو نے ایک سنجیدہ زبانکی حیثیت پیدا کی اُسپر سے اسکی ابتدائی خامیون اور بے ترتیبیون کا بوجھ اُتارا گیا اور وہ (زبان) کے خلعت فاخرہ سے سرفراز ہوئی۔ اسی زمانہ مین ایسے ایسے شیران بیشۂ سخن پیدا ہوئے جنکا نام لیتے ہوئے عام دلونپر ایک ہیبت طاری ہو جاتی ہے یہی وہ زمانہ تھا جب ایسی ایسی تصانیف شائع ہوئین جنپر بادحوادث کے زیر دست جھونکے بھی کوئی اثر نہ کر سکے اور جو باوجود اختلاف مذاق و انقلاب خیالات بھی ابتک اپنی شہرت پر حرف نہین آنے دیتین۔

گلزار نسیم بھی اسی قبیل کی ایک نظم ہے جسے جتنی مرتبہ اور جتنے غور سے پڑھیے ایک نیا لطف ملتا ہے اور جب ذہن اُسکے دقائق اور نزاکت فن تک پہونچتا ہے تو ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے درحقیقت اُسمین ایسے ایسے نازک استعارے اور بلند خیالی کے نمونے موجود ہین جو اُردو شاعری کی انتہائی ترقی کا پتہ دیتے ہین۔ اور مجموعی حیثیت سے اُسمین اعلیٰ شاعری کے

اتنے ارکان جمع ہو گئے ہین جو دوسری مثنویون بلکہ اردو کی کُل تصانیف مین کبریت احمر کا حکم رکھتے ہین۔

قاعدہ ہے کہ جب کوئی فن ترقی کرتا ہے تو اُسمین ایسی ایسی باریکیان پیدا ہو جاتی ہین جو بادی النظر مین محسوس نہین ہوتین اور ناواقفان فن اُنکے سمجھنے سے قاصر رہتے ہین۔ لیکن جب ذہن اُن باریکیون تک پہونچ جاتا ہے تو دوسری معمولی اور سادی چیزون مین کوئی لطف نہین ملتا۔ خصوصاً شاعری کے لئے تو سخت ضرورت ہے کہ اُسکے دقائق تک پہونچنے اور لطف اُٹھانے کے لیئے خاص قابلیت پیدا کیجائے۔ شاید یہی خیال ہے اعلےٰ درجے کے شعرا نے (سخن دلپذیر) کے ساتھ (دلسخن پذیر) کی بھی قید لگادی ہے گویا یہ دونون لازم و ملزوم چیزین ہین جنکے بغیر نہ شاعری ہو سکتی ہے نہ شاعری کی قدر۔

خود شاعری ایک ایسی چیز ہے جسے دنیا مین آجتک بہت تھوڑے لوگ سمجھے ہین عام طور پر نظم اور شاعری دونون ہم معنی الفاظ سمجھے جاتے ہین حالانکہ دونون کے مفہوم اور نوعیت مین زمین و آسمان کا فرق ہے دلی جذبات اور خیالات مقررہ وزن و قافیہ مین نظم کر دینا اور چیز ہے اور (شاعری) اور چیز ایک مصور اپنی تصویر مین کوئی ایسی ادا دکھاتا ہے جسپر طبیعت بے اختیار لوٹ جاتی ہے اور یہی شاعری ہے۔ ایک گویا اپنے گانے مین کوئی ایسی تان لگا جاتا ہے کہ لوگ کلیجہ تھام لیتے ہین۔ یہ بھی شاعری ہے۔ اسیطرح ہر اہل فن اور صنّاع اپنے اپنے فن مین شاعری کرتا ہے۔ گویا شاعری اُس مابہ الامتیاز چیز کا نام ہے جو ایک ادائے خاص رکھتی ہے اور وہ ہر شخص کا حصہ نہین اسلیئے شاعری کو وہبی کہا گیا نہ کسبی حتے کہ ایک شاعر کیسا ہی زبردست اُستاد کیون نہو مگر وہ اُسوقت نہ مانا جائیگا جبتک اُس کا کلام کوئی ادائے خاص نہ رکھتا ہو البتہ اُسکی موزونی طبع اور اُستادی مین کلام نہین ؎

زبان تو غنچہ کے بھی مُنھ مین ہے یہ کیا لازم کہ جسکے مُنھ مین زبان ہو سخنوری جانے

جسطرح زمانۂ جاہلیت مین سادی شاعری مزا دیتی ہے اُسیطرح زمانۂ تہذیب مین شائستہ کلام

لطف خاص رکھتا ہے۔ صرف اتنا فرق ضرور ہے کہ زمانۂ جاہلیت مین سب کے سب ہم مذاق ہوتے ہین اور زمانۂ تہذیب مین تعلیم یافتہ لوگون کے ساتھ غیر تعلیم یافتہ اشخاص کی بھی ایک تعداد باقی رہجاتی ہے۔ اور اسلئے ترقی یافتہ شاعری عام دلون کو اُسقدر نہین لبھا سکتی جسقدر سادی شاعری اپنے زمانۂ جاہلیت مین۔ اس مسئلہ کو زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لیئے (ملٹن) اور (کارلائل) کی معیار شاعری پر غور کرنا چاہیئے۔ دونون نے اپنے اپنے خیال وذوق کے مطابق رائے دی ہے اور دونون کے خیالات مین زمین وآسمان کا فرق ہے۔

ملٹن کے زمانے تک انگریزی شاعری اگرچہ تھوڑی بہت ترقی کرچکی تھی تاہم سوسائیٹی پر سادگی خیال کا گہرا اثر باقی تھا اور اصول مین کوئی نزاکت نہین پیدا ہوئی تھی۔ اسلیئے اس نے شاعری کے لیئے سادگی اور تاثیر ضروری جزو خیال کیئے ہین۔ لیکن کارلائل جو متاخرین مین ایک بے نظیر نقاد فن گزرا ہے اور جسکے وقت مین انگریزی شاعری معراج کمال پر پہونچ گئی تھی وہ جدت (اختصار نازک خیالی اور جودت طبع کو اعلےٰ ارکان شاعری قرار دیتا ہے۔

دونون کے معیار مین جو فرق ہے وہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے اگلے وقت مین کسی سادے شعر مین بھی تاثیر کا پیدا ہوجانا غنیمت سمجھا جاتا تھا لیکن زمانۂ مابعد مین صرف تاثیر سے تسکین نہین ہوتی تھی لہذا اُن صناعیون کی بھی ضرورت لاحق آئی جو عروس سخن کا زیور ہین۔ اُن زیورون سے جو دلکش ادائین پیدا ہوتی ہین اُنھین کا نام تاثیر ہے۔ ورنہ طعام بے نمک سے لذت آشنا طبائع کی مہمانی نہین ہوسکتی اور تہذیب کا یہ اقتضا ہے کہ اُسمین تکلفات کو ترقی ہو۔ انھین تکلفات کو عرف عام مین صنائع و بدائع شعری سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بہرحال اگر آخرالذکر معیار کو پیش نظر رکھکے گلزار نسیم کو جانچا جائے تو اُسمین ترقی یافتہ شاعری کے کئی ارکان مکمل طور پر ملتے ہین اختصار پر تو اس نظم کی بنیاد ہی قائم ہے اور یہ التزام اول سے آخر تک یکسان حالت مین پایا جاتا ہے۔ نازک خیالی اور جودت طبع کے نمونے بھی ہر جگہ

موجود ہین اگر کمی ہے تو جدّت خیال کی مگر اسکے لیے شاعر معذور ہے کیونکہ اصل قصّہ کی تصنیف سے اسے کوئی تعلق نہین۔ وہ بہت قدیم تصنیف ہے جسے اُس نے صرف نظم کیا ہے۔ تاہم تشبیہ و استعارہ کی صورت مین ایک حد تک جدّت سے بھی کام لیا گیا ہے۔

زبان کو تاریخی حیثیت سے جانچنے کے لیئے قدیم و جدید تصانیف کا موازنہ نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ جبتک ایک چیز کے دونمونے سامنے نہون اُنمین اچھے بُرے کی تمیز نہیں ہوسکتی۔ اس خیال کو پیش نظر رکھ کے اگر اُردو کی قدیم مثنویون پر نظر ڈالی جاے تو میر تقی میر کی چھوٹی چھوٹی مثنویون اور میر تقی ہوس کی لیلی مجنون سے میر حسن کی مثنوی نسبتہً عمدہ ہے۔ میر صاحب کے دو حرفی قصّے زبان حال سے بتاتے ہین کہ واقعات کی ترتیب مین جو وسعت اور پیچیدگی کی ضرورت سے تعلق رکھتی ہے اُسوقت اُردو مین اُسکی گنجایش نہین پیدا ہوئی تھی۔ میان ہوس نے اس میدان مین ایک قدم اور بڑھایا مگر قصّے کی تصنیف مین نہین بلکہ ترجمہ مین۔ میر حسن نے اپنا قصّہ خود تصنیف کیا ہے اور گو اُسمین بھی اصول فن کے مطابق کوئی جدت نہین بلکہ سارا مواد فارسی سے مستعار لیا گیا ہے تاہم وہ اتنی بڑی مثنوی کا مصنف ضرور ہے جو اُس سے پہلے اُردو مین موجود نہ تھی گو اُسوقت اور بھی کئی مثنویان کہی گئین جنمین بعض طبعزاد اور بعض مشہور قصّون کے نظم کرنے سے تعلق رکھتی تھین۔ لیکن چونکہ اُردو کے ابتدائی دور مین میر حسن کی مثنوی سحر البیان سے بہتر کوئی مثنوی موجود نہ تھی لہذا اُسکی شہرت نے سبکی روشنی ماند کردی

ان تصنیفات کے بعد (گلزار نسیم) کی نوبت آئی۔ گر اسوقت زبان اپنی مقررہ حد سے بہت آگے بڑھ چکی تھی اور اُسمین لطف بندشون نازک استعارون اور جدید محاورون سے ایک خاص خوبی پیدا ہوگئی تھی لہذا مصنف گلزار نسیم کو وہ باتین قدرتی طور پر حاصل ہوگئین جو متقدمین کے لیئے ناممکن تھین اب بجائے ٹوٹی پھوٹی زبان مین زور بلیغ دکھانے کے ہر قسم کے ادائے خیال کے لیئے زبان کی شستگی اور سنجیدی خود ہی زبردست قوت تھی یہی وجہ ہے کہ اس مثنوی کے شائع ہوتے ہی تمام قدیم مثنویون کے چراغ ایکدم سے گل ہوگئے۔

تاہم (سحر البیان) مین اسقدر قوت باقی تھی کہ وہ برسون گلزار نسیم کا ناکام مقابلہ کرتی رہے اور اسلیئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان مثنویون کے مختصر موازنہ سے مذکورۂ بالا مسئلے پر کسیقدر روشنی ڈالی جائے اور وہ طلسم توڑ دیا جاے جو سچی تنقید کی راہ مین پورٹ آرتھر سے کم سدراہ نہین —

اُردو شاعری چونکہ ہمیشہ سے فارسی شاعری کی تابع رہی ہے لہذا اُسکی ہر تصنیف مین فارسی مذاق غالب رہا ہے - چنانچہ اُردو کے دور اوّلین سے لیکر آخر زمانے تک کے شعرا کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنی ہر تصنیف کو التزاماً حمد و نعت سے شروع کرتے رہے ہین حتےٰ کہ مسلمان شعرا کے علاوہ ہندو شعرا بھی اسے اپنا فرض منصبی جانتے تھے اور ان باتون کو شاعری کا جزو اعظم خیال کرتے تھے - اس بیان کی تصدیق کے لیئے اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ابتدا سے انتہا تک کسی ہندو شاعر کا کلام حمد و نعت سے خالی نہین مل سکتا اور اگر کہین شاذ و نادر ملجاے تو اُسے مستثنیات مین داخل سمجھنا چاہیئے -

پنڈت دیا شنکر نسیم نے بھی اپنی مثنوی مین ان باتون کا التزام کیا ہے اور میر حسن نے بھی لیکن جن مطالب کو نسیم نے صرف چار شعرون مین ادا کیا ہے حسن نے اُنکے لیئے ایکسو اشعار کہے ہین دونون کے اشعار دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ قادر الکلامی جو ترقی یافتہ دور کا حصہ ہے ابتدائی دور مین نہین پیدا ہوسکتی - حسن بار بار ایک بات کو بیان کرتا ہے اور کوئی چول نہین بیٹھتی وہ ایک تشبیہ دینے کے بعد ہی دوسری تشبیہ دیتا ہے اور جب کافی اطمینان نہین ہوتا تو پھر وہی ناکام کوشش کرتا ہے - حالانکہ نسیم نے جو بات ایکمرتبہ کہدی اُسے دُھرانے اور بار بار بیان کرنے کی ضرورت نہین باقی رہی دیکھیئے شروع کے چار شعرون مین حمد و نعت منقبت اور قلم کی عام تعریف کس شاعرانہ لطافت کے ساتھ بیان کی گئی ہے - ایسی جامع و مانع خیالات شاعری کی انتہائی ترقی پر محمول ہین —

ہر شاخ مین ہے شکوفہ کاری ثمرہ ہے قلم کا حمد باری

کرتا ہے یہ دو زبان سے یکسر حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیون سے یہ حرف زن ہے لیتے کہ مطیع پنجتن ہے
ختم اسپہ ہوئی سخن پرستی کرتا ہے زبان کی پیشدستی

جب مثنوی کا نام (گلزار نسیم) ہے تو بہاریہ تمہید کی ضرورت تھی ساتھ ہی یہ مشکل بھی کہ تمہید و تحمید دونون دست و گریبان ہون - دیکھیئے شاعر نے پہلے ہی شعر مین اس دشوار گذار گھاٹی کو کیونکر طے کیا ہے - قلم ایک درخت کی شاخ ہے اور شاخ کے لیئے شگوفہ ایک لازمی چیز ہے جس سے بہار کی طرف اشارہ ہو گیا - لیکن یہ مشکل باقی رہ گئی کہ شاخ قلم کے لیئے ثمر کہان سے آئے - کیونکہ وہ ایک بے ثمر درخت کی شاخ ہے - یہین پر شاعر اپنی خداداد طبیعت کا اعجاز دکھاتا ہے یعنی اس شاخ کے لیئے ایسا ثمر (حمد باری) پیدا کیا گیا جو موزون بھی اور انمول بھی -

دوسرے شعر مین قلم کی دو زبانون سے دو کام لیئے گئے جو مناسبت کے لحاظ سے لاجواب ہین - اگر ان دونون زبانون سے کوئی ایک کام لیا جاتا تو شعر کی جامعیت مین کسر رہجاتی اور اسلیے شاعر نے ایک جزو اعظم کو بیکار نہین چھوڑا -

تیسرا شعر قلم کی گرفت کی طرف اشارہ کرتا ہے - کیونکہ اب لکھنے والے کی پانچ انگلیان بھی اسکی معین ہین - اس اعانت کی بدولت اُس نے پانچ کام اور کیئے - یعنی پنجتن کی اطاعت کتنی نازک تخیل ہے

چوتھا یا آخری شعر جو محض قلم کی تعریف مین ہے ایسا بلند مرتبہ شعر ہے جسکی نظیر دیوان اُردو مین آسانی سے نہین مل سکتی - قلم پر سخن پرستی کا ختم ہونا اور زبان کی پیشدستی کرنا واقعہ نفس الامری کے اسقدر مطابق ہے کہ نیچرل شاعری اس سے زیادہ کوئی خوبی نہین پیدا کر سکتی ایک شاعر کا یہ کام نہین کہ وہ عام اور معمولی باتون کو نظم کر کے اپنے فرائض سے سبکدوش ہو جاے - بلکہ وہ ایسے خیالات پیدا کرتا ہے جو انسانی معلومات سے بالاتر ہون اور اُسمین کوئی مفید اضافہ کرین

یہ بات ہمین نسیم نے بتائی کہ قلم زبان کا قائم مقام ہے اور جو کام تم زبان سے لیتے ہو وہ قلم سے اس سے بہتر حالت مین لے سکتے ہو - بلکہ جہان تمھاری آواز کی رسائی نہین وہان تمھاری تحریر تمھارے مقاصد کی وکیل بن سکتی ہے -

چار مثنوی مین سلسلۂ بیان - مدارج خیالات - تناسب لفظی - لطف زبان - جدت خیال - جودت طبع - اختصار اور نزاکت فن کے ساتھ صنائع بدائع شعری بھی اس حد تک موجود ہین کہ اگر یہ خوبی آخر تک قائم رہتی تو (گلزار نسیم) بھی دنیا کی چند منتخب نظمون مین شمار ہونے کے قابل تھی - تاہم جس حد تک یہ اوصاف اس مثنوی مین موجود ہین اردو کی کسی دوسری نظم مین نہین ملتے -

میر حسن نے صرف حمد مین چالیس لغت مین ۲۷ منقبت مین ۲۵ - اور تعریف سخن مین دس شعر کہے ہین - یہ طول بیان ہی اردو شاعری کی ابتدائی خامیون کی کافی دلیل ہے ان اشعار کو بالاستیعاب پڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر کی طبیعت - جدت - نازک خیالی - اختصار اور جودت طبع شاعری کے چارون اعلیٰ اوصاف سے معرّا ہے یہان تمام اشعار نقل کرنے کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت - صرف (تعریف سخن) کے اشعار قلمبند کیے جاتے ہین پڑھنے والے پرکھ لین گے اور سمجھنے والے سمجھ جائین گے کہ انمین شاعری کا جوہر مفقود ہے جسکی ہم تصریح کر چکے ہین -

پلا بھر کو ساقی شراب سخن	کہ مفتوح ہو جس سے باب سخن
سخن کی مجھے فکر دن رات ہے	سخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے
سخن کے طلبگار ہین عقلمند	سخن سے ہے نام نکویان بلند
سخن کی کرین قدر مردان کار	سخن نام انکا رکھے برقرار
سخن سے وہی شخص رکھتا ہے کام	جسے چاہیئے ساتھ نیکی کے نام
سخن سے سلف کی بھلائی رہی	زبان قلم سے بڑائی رہی

کہان رستم و گیو افراسیاب — سخن سے رہی یاد بہ نقل خواب

سخن کا صلہ یار دیتے رہے — جواہر سدا مول لیتے رہے

سخن کا سدا گرم بازار ہے — سخن سنج اُن کا خریدار ہے

رہے جب تلک داستان سخن — الٰہی رہین قدر دان سخن

زبان کی ابتدائی خامیون اور خیالات کی کمزوریون سے قطع نظر کرکے اگر طرز بیان پر غور کیا جاے تو معلوم ہوگا کہ حسن نے شیخ سعدی کی (کریما) کی نقل کی ہے - مگر کہین کہین بھی بعض بعض مقامات پر اُن خشک نصایح میں شاعری کا اعلیٰ جوہر موجود ہے لیکن ان اشعار مین اُسکا کہین پتہ نہین - وہی فرسودہ خیالات ہین جو فارسی مین عام طور پر موجود تھے اور اُنھین بھی سلسلۂ بیان اور مدارج خیالات کے ساتھ نظم کرنا دشوار ہوگیا

حمد و نعت وغیرہ کی طرح مناجات بھی اگلے زمانے مین ایک تصنیف کا ضروری جزو خیال کیجاتی تھی - حتیٰ کہ الیشیائی شاعرون کے علاوہ قدیم شعراے انگلستان مین ملٹن نے بھی نطق کی دیوی سے مدد مانگی ہے - حسن اور نسیم دونون نے اسکا التزام کیا ہے - نسیم کی مناجات یون شروع ہوتی ہے -

یارب میرے خامہ کو زبان دے — مقدار ہزار داستان دے

افسانہ گل بکاؤلی کا — افسون ہو بہار عاشقی کا

ہر چند سُنا گیا ہے اُسکو — اُردو کی زبان مین سخنگو

وہ نثر تھا داد نظم دون مین — اس مے کو دو آتشہ کرون مین

ہر چند جو اگلے اہل فن تھے — سلطان قلمرو سخن تھے

آگے اُن کے فروغ پانا — سورج کو چراغ ہے دکھانا

پر بحر سخن سدا ہے باقی — دریا نہین کار بند ساقی

طعنہ سے زبان نکتہ چین روک — رکھدے میری اہل خامہ مین نوک

خوبی سے کرے دلون کو تسخیر — نیرنگ نسیم باغِ کشمیر
نقطے ہون سپند خوش بیانی — جدول ہو حصارِ سحر خوانی
جو نقطہ لکھون کہین نہ حرف آئے — مرکز پہ کشش میری پہونچ جائے

ان اشعار مین مذکورۂ بالا اوصاف کے علاوہ محاورات کی پختگی اور بلاغت ترقی زبان اور بلندی خیال کی کافی شہادت ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جب زبان ترقی کرتی ہے تو اُسمین کونسی خوبی پیدا ہو جاتی ہے

زور نظم بھی تدریجاً بڑھتا گیا ہے جو ایک مثنوی کے لیئے ضروری چیز ہے لیکن سلسلۂ بیان ہین ایک جگہ گتھی پڑ گئی ہے یعنی تیسرے اور پانچوین شعر مین تسلسل نہین قائم رہ سکا اور دو جملۂ معترضہ معلوم ہوتے ہین - کم از کم ان دونون شعرون کا پیرایۂ نظم مختلف ہونا چاہیئے تھا -

میر حسن کی مناجات حسب ذیل ہے

الٰہی بحق رسولِ امین — بحق علیؑ و باصحاب دین
بحق بتولؑ و بآل رسولؐ — کرون عرض جو مین ہوے قبول
الٰہی مین بندہ گنہگار ہون — گناہون سے اپنے گرانبار ہون
مجھے بخشیو میرے پروردگار — کہ تو ہے کریم اور آمرزگار
مری عرض ہے یہ کہ جبتک جیون — شراب محبت کو تیری پیون
سوا تیری اُلفت کے سب کچھ ہے ہیچ — یہی ہو نہو اور کچھ ایچ پیچ
جو غم ہو تو ہو آلِ احمد کا غم — سوا اس الم کے نہو کچھ الم
رہے سب طرف سے میرے دل کو چین — بحق حسنؑ اور بحق حسینؑ
کسی سے نہ کرنی پڑے التجا — تو کر خود بخود میری حاجت روا
صحیح اور سالم سدا مجھکو رکھ — خوشی سے ہمیشہ خدا مجھکو رکھ
میری آل اولاد کو شاد رکھ — میرے دوستون کو تو آباد رکھ

مین کھاتا ہون جنکا نمک اے کریم — سدا اُنپہ کر رحم تو لے کریم
جیون آبرو اور حرمت کے ساتھ — رہون مین عزیزون مین عزت کے ساتھ
برآوین میرے دین و دنیا کے کام — بحق محمد علیہ السلام

فرض کیا کہ اس مناجات خضوع و خشوع کے جذبات بہت زیادہ ہین مگر اسے ایک مثنوی سے کیا تعلق ایسی دعا تو ہر مسلمان نماز پڑھنے کے بعد مانگ لیا کرتا ہے - مگر وہ سب سے کہتا نہین پھرتا اگر پنڈت نسیم بھی اپنی مناجات مین ایشور پر ارتھنا لے بیٹھتے تو اُنپر بھی سخت اعتراض واقع ہوتا اگر اُنھون نے جو کچھ دعا مانگی ہے وہ اپنی تصنیف کے متعلق - غیر متعلق ایک حرف بھی نہین کہا علاوہ بریں نسیم کے کلام مین جو زور طبیعت اور محاسن شعری موجود ہین حسن کے اشعار مین اُنکا شائبہ تک نہین -

ان تمہیدی مضامین کو چھوڑ کر نفس قصہ پر غور کیا جاے تو حسن و نسیم دونون کسی تعریف کے مستحق نہین ہین - مانا کہ میر حسن کا قصہ طبعزاد ہے لیکن اُسمین کوئی جدت نہین قدیم مثنیون کے طرز پر وہی دیو پری کے افسانے نظم کر دیے گئے ہین جو فارسی اور بھاشا مین موجود تھے تاہم ایک شاعر اُن پرانی باتون مین بھی ایک جدت پیدا کر سکتا ہے مگر جدت زمانۂ جاہلیت کا حصہ نہین - اس زمانے مین انسانی خیالات دوسرون کے تابع رہتے ہین - چنانچہ حسن کے خیالات بھی شعراے فارسی و بھاشا کے تابع رہے اُسے اپنے قصے کے لیئے میٹریل بھی کم ملا ہے - ناچار مثنوی کو اُن فضولیات سے بھر دیا ہے جو قصے سے بہت کم تعلق رکھتے ہین مثلاً حمد و نعت منقبت اور ممدوح کی تعریف جسکے لیئے قصیدہ ہی موزون ہے - قصے کی عام تعریف یہ ہے کہ اُسمین رنج و خوشی - راحت و مصیبت اور مختلف واقعات کے ساتھ انسانی زندگی کے نزدیک دکھاے جائین اور عجائبات عالم کی دلکش تصویرین کھینچ کے انسانی معلومات مین اضافہ کی کوشش کیجائے - ورنہ دنیاوی شان و شوکت اور وہ معمولی باتین سنتے سنتے زمانہ کے کان پک گئے ہین کوئی لطف خاص نہین رکھتین

بہر نوع قصے کے لئے غرابت ایک ضروری چیز ہے اور یہی وہ جوہر ہے جو ایک قصہ کو حسن قبول بخشتا ہے میر حسن کے قصے مین یہ جوہر عنقا کا حکم رکھتا ہے۔ نسیم کے قصے مین گو غرابت کا ایک معتدبہ حصہ موجود ہے مگر وہ اس قصے کا اصلی مصنف نہین اُس نے میر تقی ہوس وغیرہ کیطرح ایک مشہور قصے کو نظم کیا ہے اور جو کچھ کمال دکھایا ہے وہ صرف نظم مین۔ لہذا گلزار نسیم صرف باعتبار نظم جانچی جا سکتی ہے ورنہ اصل قصہ جو پہلے ہوئی زبانون سے لیا گیا ہے اُسمین کوئی جھول کیونکر رہ سکتا تھا۔

میر حسن نے اپنا قصہ اسطرح شروع کیا ہے کہ ایک بادشاہ کے اولاد نہ ہوتی تھی آخر مایوس ہوکے تارک الدنیا ہونا چاہا اسے وزیرون نے تسلی دی کہ نجومیون اور پنڈتون کو بُلاتے ہین اُس مقام پر بادشاہ اور وزرا کی گفتگو دائرۂ تہذیب اور داب سلطنت سے قطعاً خارج ہے مثلاً وزرا بادشاہ اور اپنے ولی نعمت سے کہتے ہین ؎

عجب کیا کہ ہووے تمھارے خلف کرو تم نہ اوقات اپنی تلف

اسی قسم کی بے تمیزانہ گفتگو کے بعد نجومی اور پنڈت بُلائے گئے اور اُنھون نے اپنے اپنے اصول کے مطابق بتایا کہ بادشاہ کے اولاد ہوگی اور وہ بہت آسانی سے ہوگی۔

اُسی سال مین یہ تماشا سُنو رہا حمل اک زوجۂ شاہ کو

نہین معلوم اسمین تماشے کی کونسی بات ہے اور یہ کون ایسا عجیب وغریب واقعہ تھا جسے شاعر نے اس شدومد کے ساتھ بیان کیا ہے نجومیون نے یہ بھی بتادیا تھا کہ اس مولود یا شاہزادہ کو بارہ برس سال مین خطرہ ہے تاہم جسروز بارھوان سال ختم ہونے والا تھا اُسی شب کو بھاگ شاہزادے کیطرف سے اسقدر غافل ہوگے کہ پری اُسے اڑا لیگئی ایک دوحرفی قصہ ہے جسے میر حسن نے باغ کی تعریف سواری کے جلوس شادی کی دھوم دھام اور وصل وہجر کے طولانی بیانات سے ایک مثنوی کی حیثیت دی ہے۔

رہین نظم کی خصوصیات ان مین جہان کہین کوئی سامان دکھانے کی ضرورت ہوتی ہے وہان میر حسن کا قلم قدرتی طور پر زوردار ہو گیا ہے - وجہ یہ کہ مشاہدات کی تصویر کھینچنا اسقدر مشکل کام نہین ہے جسقدر کسی مضمون کا طبیعت سے پیدا کرنا اور اُسے واقعات کے مطابق بنانا میر حسن کے وقت مین گو دلی تباہ ہو چکی تھی تاہم اُسکی گذشتہ شان و شوکت کے افسانے بہت تازہ اور ہر شخص کی زبان پر تھے - لیکن جہان کہین ذہانت اور طباعی دکھانے کی ضرورت لاحق آئی ہے وہان میر حسن کو قدم قدم پر لغزش ہوئی ہے - ان لغزشون کی بہت بڑی ذمہ دار تو زبان کی ابتدائی خامیان ہین تاہم شاعر کی طبعی کمزوری کو بھی کچھ نہ کچھ دخل ہے - کیونکہ اُردو اگرچہ اُسوقت ابتدائی حالت مین تھی تاہم مرزا سودا وغیرہ نے اُسے اتنی وسعت ضرور دیدی تھی کہ وہ ادائے مطلب کے لئے قاصر نہ تھی اور اُسمین اتنی غلطیان نہ تھین جتنی (سحر البیان) مین موجود ہین - دیکھئے میر حسن نے اپنے ہیرو بے نظیر کی تعریف مین کتنی ٹھوکرین کھائی ہین ؎

دیا تھا زبس حق نے ذہن رسا — کئی سال مین علم سب پڑھ لیا
معانی و منطق بیان و ادب — پڑھا اُس نے منقول و معقول سب
خبردار حکمت کے مضمون سے — غرض جو پڑھا اُس نے (قانون) سے

علم حکمت مین شیخ بوعلی سینا کا قانون بہت مشہور ہے - آخری مصرع مین یہی رعایت لفظی مدنظر رکھی گئی ہے ورنہ قانون سے پڑھنا کوئی معنی نہین رکھتا -

لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم — زمین آسمان مین پڑی اسکی دھوم
کیے علم نوک زبان حرف حرف — اسی (نحو) سے عمر کی اُسنے (صرف)

اس آخری مصرع مین بھی اگرچہ (نحو) کی جگہ طرح - طرز - طور - تین فصیح الفاظ نظم ہو سکتے تھے لیکن (صرف) کی رعایت سے ایک غیر مانوس لفظ لانا ضروری سمجھا گیا -

عطارد کو آنے لگی اُسکی ریس — ہوا (سادہ لوحی) مین وہ خوشنویس

ایک ایسے شاہزادے کو جو تھوڑی دیر پہلے حد کا ذہین و طباع ثابت کیا گیا ہے

محض خوشنویسی کی رعایت سے (سادہ لوح) (بیوقوف) کا خطاب دیدیا گیا رعایت لفظی کی اس سے زیادہ بدنما مثال شاید امانت کے یہان بھی نہ مل سکے گی

ہوا جبکہ (نوخط) وہ شیرین رقم بڑھا کر لکھے سات سے نو قلم

(نوخط) سے سبزہ آغاز مراد ہے مگر بے نظیر تو اپنی عمر کے بارھوین سال مین مفقود الخبر ہو گیا تھا اس سن مین سبزہ آغاز ہونا کیا۔ خدا رعایت لفظی کا بھلا کرے جسنے شاعر کو خواہ مخواہ غلط بیانی پر مجبور کیا ؎

(لیا ہاتھ) جب خامۂ مشکبار لکھا نسخ و ریحان و خطِ غبار

(لیا ہاتھ) یعنی ہاتھ مین لیا۔ یہ زبان کی ابتدائی خامیون کا نمونہ ہے ؎

عروس الخطوط اور ثلث الرقاع خفی و جلی مثل خط شعاع

دوسرے مصرع مین نہایت پُر لطف تشبیہ ہے۔ افسوس کہ سحر البیان مین یہ تشبیہین نادرات سے ہین ؎

شکستہ لکھا اور تعلیق جب ہوے دیکھ حیران اتالیق سب

میر حسن کے کلام مین اگر کوئی خوبی ہے تو یہی کہ انھین ہر فن کی اصطلاحین بڑی فصاحت کے ساتھ ملتی ہین اگرچہ شاعر کو انکا محل استعمال بہت کم معلوم ہے۔ چنانچہ پری نے جو طلسمی گھوڑا بے نظیر کو دیدیا تھا وہ ضرور ہے کہ لکڑی یا کسی دھات کا بنا ہوا ہوگا لیکن میر حسن نے اُسے ایک اصلی گھوڑا خیال کرکے حشری کمری۔ منھ زور۔ کہنہ لنگ۔ شب کور وغیرہ سب اصطلاحین صرف کردین ؎

کیا خط گلزار سے جب فراغ کیا صفحۂ قطعہ (گلزار باغ)

شاید (گلزار باغ) دہلی کا کوئی مشہور باغ ہوگا جسنے رعایت لفظی مین مدد دی ورنہ قاعدے کے مطابق تو دو ہم معنی الفاظ مل کے ایک بے معنی جملہ ہو جاتا ہے۔

کرون علم اُسکا کہان تک بیان کہ ہے مختصر خوب یہ داستان

مگر یہ داستان لایعنی ابھی مختصر نہین ہوئی علوم کے بعد فنون کی باری آتی ہے - جنکے لیئے
ایک طفل دوازدہ سالہ کی کمالیت مین کسر رہی جاتی تھی کیونکہ اسوقت کے علاوہ پھر اُسے تمام
عمر مین اُنکی تکمیل کا موقع نہین مل سکتا تھا - گر دیکھنا یہ ہے کہ ان علوم و فنون سے اُس نے
اپنی تمام عمر مین کوئی کام بھی لیا یا نہین اسکا جواب مثنوی کی طرف سے نفی کے سوا اثبات مین
نہین مل سکتا پھر اس فضول بکواس سے کیا نتیجہ ---

کمان کے جو در پے ہوا بے نظیر (لیا کھینچ) چلّہ مین سب فن تیر

کسی فن کا کھینچ لینا ایک نہایت عجیب بات ہے - اس ترقی یافتہ دور مین بھی اس مطلب
کے لیئے کوئی مشین نہین ایجاد ہوئی لیکن کمان کی رعایت سے کھینچنے کی ضرورت تھی - کمان
نہ کھینچی فن تیر کھینچ لیا اور وہ بھی چلّہ (چالیس دن) مین کیونکہ کمان کے لیئے چلہ بھی لازمی چیز ہے

صفائی مین (سوفار پیکان کیا) گیا جبکہ تو وہ بہ طوفان کیا

(سوفار پیکان کیا) نہین معلوم کیا مُہمّلہ ہے -

رکھا چھوٹتے ہی جو لکڑی پہ من کیا اپنے قبضہ مین سب اُسکا فن

ایک جگہ فن کھینچ لیا گیا دوسری جگہ قبضہ مین کیا گیا - گر وہان تو کمان کی رعایت سے
کچھ تک بھی ملتا تھا یہان اتنی بات بھی نہین یعنی لکڑی مین قبضہ ہی نہین ہوتا تو رعایت کیسی
پھینکنے کی ایک مشہور اصطلاح (چھوٹ) ہے میر حسن نے (چھوٹتے ہی) سے یہی رعایت
ملحوظ رکھی ہے -

ہوئین دست و بازو کی سرسائیان اُڑانی گئین ہاتھ مین گھائیان

ہم پہلے ہی کہہ چکے ہین کہ میر حسن کو اصطلاحین نظم کرنے مین خاص کمال حاصل ہے
عام اس سے کہ وہ کسی فن کی کیون نہون اور اگرچہ ایک شاعر کے اوصاف اُس مین موجود
نہ تھے تاہم وہ ایک ہمہ دان شخص ضرور تھا -

رکھا موبقی پر جو کچھ کچھ خیال کیئے قید سب اُسنے ہاتھون مین تال

گو شاعر کا مطلب یہ ہے کہ فن موسیقی مین کمال حاصل کر لیا مگر صرف تالونکو قید کر لینے سے کمال نہین حاصل ہو سکتا - کیونکہ تال - سم موسیقی کے بہت معمولی اور ابتدائی مدارج ہین -

طبیعت گئی کچھ جو تصویر پر رکھے رنگ سب اسکے مدّ نظر

پہلے شعر کی طرح اسمین بھی ذم کا پہلو نکلتا ہے - یعنی فن مصوری مین صرف رنگ کی شناخت ہو سکی اور کچھ نہین - کئی دن مین سیکھا یہ (کسب تفنگ) کہ حیران ہوے دیکھ اہل فرنگ - (کسب) کے معنے خود سیکھنے اور حاصل کرنے کے ہین پھر (کسب تفنگ سیکھا) کیا معنی رکھتا ہے - ہم نے اس خیال سے کہ شاید بازاری مطبعون کی بے پروائی سے کسی بامعنی لفظ کی جگہ (کسب) کا لفظ چھپ گیا ہو گا ۱۲۷۷ھ ہجری کی ایک قلمی مثنوی بھی دستیاب کی مگر افسوس کہ اسمین بھی یہ مصرع اسیطور پر درج ہے -

مندرجۂ بالا اشعار کو بالاستیعاب پڑھنے سے شاعر کی مبالغہ پسندی اور رعایت لفظی کی ناکام کوشش کے ساتھ زبان کی ابتدائی خامیون پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے مبالغہ کی تو یہ حد ہے کہ جو شاہزادہ بارہ برس کی عمر تک نہایت احتیاط کے ساتھ محلونمین بند رہا وہ باوجود سن نوعمری اور دیگر موانع دنیا کے ہر علم و فن مین یگانۂ آفاق یا سحر بے نظیر ہو گیا مگر یہ علوم و فنون تمام عمر مین بھی اسکے کام نہین آئے رعایت لفظی مین جو کمزوریان ہین وہ محتاج تصریح نہین زبان کی خامیان نہ صرف اسی سبجکٹ مین بلکہ مثنوی کے ہر حصے مین موجود ہین - نمونتہً چند اشعار درج ذیل کیے جاتے ہین :-

کھڑے سرو کی طرح چینی کے جھاڑ کیے تو کہ مہ خوشبوئیون کے پہاڑ

اول تو چینی کے جھاڑون مین خوشبو کہان دوسرے قاعدے کے مطابق خوشبو کی جمع "مہ خوشبوئیان" ہو گی نہ کہ "مہ خوشبوئیون"

کہین چاہ منبع کہین حوض و نہر ہر اک جا پہ مہ آب لطافت کا کی نہر

لطافت اسم ہے نہ کہ صفت پس آب لطیف کو آب لطافت کہنا قطعًا غلط ہے -

کنیزان سہ رو کی (ہر طرف) ریل چنبیلی کوئی اور کوئی رائے بیل

اگر (طرف) کی جگہ) سمت" نظم کر دیا جاتا تو ایک لغوی غلطی دور ہو سکتی تھی مگر شاعر کو اسکا احساس ہی نہوا۔ کیونکہ یہ لفظ اس مثنوی مین کئی جگہ اسی طرح نظم ہوا ہے۔

لئے ہاتھ مین بیلچے مالنین چمن کو لگین دیکھنے بھالنے

(مالنین) اور بھالنے) قافیہ نہین ہو سکتا۔ ایک شاعر کے لیے اس سے زیادہ شرمناک غلطی ناممکن ہے۔

طویلے کے اُسکے جو ادنے تھے خر (اُنھین) نعلبندی مین ملتا تھا زر

شاعر کا مطلب تو یہ ہے کہ اُسکے فیاض ممدوح کے طویلے مین ادنے خرون کی نعلبندی مین بھی بجاے روپے پیسے کے اشرفیان دیجاتی تھین۔ اور زبان کی کمزوری نے یہ مطلب پیدا کر دیا کہ شاہی طویلے کے ادنے خر نعلبندی کرتے تھے اور اشرفیان پاتے تھے۔ کیونکہ "اُنھین" کی ضمیر براہ راست (خر) کیطرف راجع ہے۔ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(وحوشون طیورون) تلک بیخلل پڑے آشیانون سے اپنے نکل

وحشی اور طائر کی جمع (وحوش وطیور) ہے (وحوشون طیورون) مین جمع الجمع کی ترکیب واقع ہوئی ہے جو قطعاً غلط ہے۔

گلزار نسیم مین بھی چند غلطیان واقع ہوئی ہین مگر اُنکی شان نزول اور ہے مثلاً معنوی یا ادبی غلطی کی مثال جو حسب ذیل ہے دونون مین ایک طرح پر واقع ہوئی۔ نسیم نے آغاز قصہ مین زین الملوک کے بیٹون کی اسطرح تعریف کی ہے۔

خالق نے دیے تھے چار فرزند دانا عاقل زکی خردمند

لف ونشر مرتب کے لحاظ سے تو شعر لاجواب ہے۔ لیکن یہ چارون فرزند بجائے عاقل ہونے کے حد کے سادہ لوح تھے جیساکہ قصے سے واضح ہے۔ میر حسن نے بھی ایک جگہ مبالغہ کے ایسے ہی جوش مین شاہزادۂ بے نظیر کو (شہ بے نظیر کہدیا ہے)

حالانکہ وہ اُسوقت تک حالت شہزادگی مین تھا بلکہ ولیعہد بھی مقرر نہ ہوا تھا —

گیا حوض مین جب شہ بے نظیر پڑا آب مین عکس ماہ منیر

اس شعر مین اُس ادبی غلطی کے علاوہ جو اوپر بیان کی گئی ایک اور سخت غلطی ہے قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص حوض مین اُترتا ہے تو اُسکے پانی مین موج پیدا ہوجاتا ہے اور عکس نہین دکھائی دیتا — پھر یہ عکس کیونکر پڑ سکتا تھا — وہ کوئی طلسمی حوض بھی نہ تھا بلکہ معمولی حوض تھا جسمین بے نظیر اپنی سالگرہ کی تقریب مین غسل کے لیئے اُترا تھا —

ایک اور سبجکٹ پر دونون شاعرون نے مصوری کی ہے مگر حسن کے قلم کو اسمین بھی لغزش ہوگئی میر حسن نے اسوقت کی تصویر جب پری بے نظیر کو اُٹھا لیگئی ہے یون کھینچی ہے پری کے جذبات قابل ملاحظہ ہین —

قضارا ہوا اک پری کا گذر پڑی شاہزادے پہ اُسکی نظر
بھبو کا سا دیکھا جو اُسکا بدن جلا آتش عشق سے اُسکا تن
ہوئی لاکھ جی سے وہ اسپر نثار وہ تخت اپنا لائی ہوا سے اُتار
جو دیکھا تو عالم عجب ہے یہان منور ہے سارا زمین آسمان
(دوپٹہ) کو اس مہ کے مُنھ سے اُٹھا دیا ... سے .... اپنا ملا
اگرچہ ہوئی تھی زیادہ ہوس ولیکن حیا نے کہا اُسکو بس
مے عشق مین پھر یہ سوجھی ترنگ کرے چلیئے اسکا امانت پلنگ
محبت کی آئی جو دل مین ہوا وہان سے اُسے لے اُڑی دلربا
ہوا جب زمین سے وہ شعلہ بلند ہوا مین ستارا سا چمکا دو چند
شب مہ مین وہ یون زمین سے اُٹھا چلے شیر صبطرح سے جوش کھا
جلے رشک سے اُسکے شمع و چراغ کہ اُس مہ کا پہونچا فلک پر دماغ
غرض لیگئی آن کی آن مین اُڑا کر وہ اُسکو پرستان مین

سین کے پرزور ہونے مین شک نہین زور قلم بھی معمول سے زیادہ ہے لیکن خیالات کی کمزوری اور مذاق کی پستی نے وہ لطف نہین پیدا ہونے دیا جسکی ضرورت تھی شہزادے کے بھیس مین ڈوپٹہ کسقدر عیوب معلوم ہوتا ہے - پری کے جذبات کسقدر غیر مہذب ہین ۱۹ اسکی تشریح کی ضرورت نہین البتہ تشبیہ کے لحاظ سے وہ شعر لاجواب ہے جو جلی لکھوا دیا گیا ہے -

نسیم نے بھی اس سین کی تصویر کھینچی ہے - اسمین تشبیہ و استعارات کی بلندی محاورات کی برجستگی اور خیالات کی نزاکت کسی اور ہی عالم کا پتہ دیتی ہے - تاہم پری کی ادا دکھاتے ہوے نسیم کا مذاق بھی غیر مہذب ہو گیا ہے - خصوصاً دوسرا اور تیسرا شعر نہ ہوتا تو اس سین مین اور بھی حسن پیدا ہو جاتا - کیونکہ ادائے خواب کی جیسی خوبصورت تصویر چوتھے شعر مین کھنچ گئی ہے وہ ان شعرون مین نہین ہے :-

پردہ جو حجاب سا اٹھایا — آرام مین اُس پری کو پایا
بند اُسکی وہ چشم نرگسی تھی — ..... کچھ کچھ کھلی ہوئی تھی
سمٹی تھی جو ..... اُس قمر کی — برجون پہ سے چاندنی سی سرکی
لپٹے تھے جو بال کروٹون مین — بل کھا گئی تھی کمر لٹون مین
چاہا کہ بلا گلے لگائے — سوتے ہوے فتنے کو جگائے
سوچا کہ یہ زلف کف مین لینی — ہے سانپ کے مُنھ مین اُنگلی دینی
یہ پھول انھین اڑ دھونکا ہے من — یہ کالے چراغ کے ہین دشمن
گل چھین کے ہنسی نہوے بالکل — خندہ نہو برق حاصل گل
پھر سمجھین گے ہے جو زندگانی — کچھ نام کو رکھ چلو نشانی
انگشتری اپنی اس سے بدلی — مُنھ پر خط عاشقی سندلی

پری کے خفا ہونے کی حالت میر حسن نے بھی دکھائی اور نسیم لکھنوی نے بھی سنجیدگی اور بھوہڑپن مین جو فرق ہوتا ہے وہ ذیل کی مثالون سے واضح ہو گا -

حسن دہلوی

غضبناک بیٹھی تھی یہ تو ادھر — کہ اتنے مین آیا وہ رشک قمر
اُسے دیکھ غصّے مین یہ ڈر گیا — کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا
بلا سے وہ دیکھ اُسکے پیچھے پڑی — کہا سُن تو اے موزی و مُدعی
تجھے سیر کو مین نے گھوڑا دیا — کہ اُس (مالزادی) کو جوڑا دیا
الگ ہم سے یون رہنا اور چھوٹنا — یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا
مچلکا دیا تھا نہ تو نے یہی — بھلا اسکا بدلا نہ لون تو سہی
پہرا جیسے راتون) کو دلشاد تو — کرے گا (دونون) کو بہت یاد تو
مزا (چاہ) کا دیکھ اپنی ذرا — جھکاتی ہون کیسے (کنوئین) مین بھلا

نسیم لکھنوی

تو باغ ارم سے لیگیا گل — تو مجھ سی پری کو دے گیا جل
بیرخ ترے واسطے ہوئی مین — فرخ ترے واسطے ہوئی مین
تجھکو ترے باپ سے لایا — مجھکو یہ ملا کہ تجھکو پایا
جو جو اصرار تھے نہانی — سب تجھ سے سنے تری زبانی
کیا لطف جو غیر پردہ کھولے — جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے
چاہا تھا کرون سر سے یا مال — کر شکر سمجھ کہ تھا خوش اقبال
کیا کہیئے کہ صورت اور کچھ تھی — وقت اور ضرورت اور کچھ تھی
ابتک ہین وہ خارجی کے جی مین — جلد آ کہ ہے مصلحت اِسی مین

بکاولی کا یہ غصہ دو بدو مین ہے جیسا کہ میر حسن نے ماہرخ کے جذبات مین دکھایا ہے - نیچرل کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ چاہے کتنا ہی غصّہ کیون نہو مگر معشوق کے سامنے سب فرو ہو جاتا ہے مگر حسن کے وقت مین ان نادک جذبات کا احساس محال تھا

اور نسیم کے زمانے مین اسکی صلاحیت خود بخود پیدا ہوگئی تھی کیونکہ اسوقت پوری سوسائٹی عاشقانہ جذبات مین ڈوبی ہوئی تھی اور اُسمین نزاکتین پیدا کر رہی تھی۔

نسیم نے اس سے زیادہ حیرت انگیز کام اس مقام پر کیا ہے جہان تاج الملوک اور بکاولی مین رمز و کنایہ کی گفتگو ہوئی ہے۔

جب پردۂ صبح ہو گیا فاش — خندان خندان ہوا وہ بشاش
اُس غنچہ دہن کا مسکرانا — بے رنگ بکاؤلی نے جانا
ہنستے ہنستے کہا ہنسی کیون — ہنستا نہین بے سبب کوئی یون
بولا وہ کہ خواب دیکھتا تھا — آتش پہ کباب دیکھتا تھا
بولی وہ کہ ہم بتائین تعبیر — دلسوزی کرے گا کوئی دلگیر
بولا وہ کہ رات کو اُفق مین — خورشید تھا آتشِ شفق مین
بولی وہ کہ مہرسان شب و روز — عالم مین رہوگے رونق افروز
بولا وہ کہ اک مقام ہو تھا — گلزار خلیل رو برو تھا
بولی وہ بشر ہو تم دلاور — سرسبز ہو قوم آتشی پر
بولا وہ کہ دیکھی اک شبستان — شعلہ ہوا انجمن مین رقصان
بولی وہ کہ شعلہ مین پری ہون — جو ناچ نچاؤ ناچتی ہون
بولا وہ کہ جب ہوا اُجالا — بخشا مہ انجمن نے ہالا
ہالہ مہ انجمن کا کیا تھا — وہ ہار تھا جو گلے پڑا تھا
گھبرائی پری کہ ہین یہ کیا ہے — بولا وہ کہ ہار نو لکھا ہے
کاندھے پہ تھا جسکے رات ڈالا — پہچانتی ہو وہ طبلے والا

رمز و کنایہ مین اشارات کی پختگی کے ساتھ خیالات مین برجستگی اور طرز بیان مین شوخی بھی لازمی ہے ساتھی یہ باتین طرفین کی گفتگو مین مساوی ہونا چاہئین کیونکہ عاشق و معشوق

قریب قریب ہم مذاق اور یکسان ذہن ہوتے ہین مندرجہ بالا اشعار مین ان باتون کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ایک پر دوسرے کی ذہانت فوق نہ لیجائے - یہ ایسی باتین ہین جو دنیائی اردو مین ابتک نایاب ہین - نسیم نے ان قیود کے ساتھ ہر شعر مین تشبیہہ و استعارہ اور محاورات کی روح پھونک کے اور بھی محو حیرت کر دیا ہے -

محاورات اور ضرب الامثال مین میر حسن نے بھی کچھ زور طبع دکھایا ہے اور اپنے وقت کے بہت اچھے اچھے محاورے نظم کیے ہین - لیکن اسکو کیا کیا جاے کہ اُسوقت روزمرہ کی طرح محاورات مین بھی کوئی مذاق نہین پیدا ہوئی تھی مثال کے طور پر نسیم اور میر حسن کے دو شعر لکھے جاتے ہین -

میر حسن

مصیبت مین انسان مجبور ہے زمین سخت ہے آسمان دور ہے

نسیم

قسمت سے مفر ہے اب نہ ہامن پتھر کے تلے دبا ہے دامن

حسن کے کلام کی ساری خوبی یہین ہے کہ وہ مشاہدات کی تصویر بہت سچی کھینچتا ہے اور اپنے زمانے کی تاریخ پر اتنی روشنی ڈالتا ہے کہ دوسرے شعرا نہین ڈال سکتے - جتنا دھوم دھامی زمانہ اُس نے اپنی نظر سے دیکھا تھا یا تذکرہ کے طور پر سُنا تھا سبکی تصویر اُسکی مثنوی مین موجود ہے اس حیثیت سے وہ ایک بے مثل ناظم ہے - لیکن شاعری مین ایک شاعر کے لیئے جسقدر فطری ذہانت اور مذاق سلیم کی ضرورت ہے وہ اُسمین نہین پائی جاتی نسیم کی مثنوی مین بھی اُسوقت کی سوسائیٹی کا کچھ رنگ آیا ہے مگر یہ تصویر مکمل نہین - البتہ جسقدر ذہانت و طباعی کی ضرورت ہے اور ایک نظم مین جسقدر شاعرانہ خوبیان ہونا چاہئین وہ گلزار نسیم مین کامل طور پر موجود ہین اور ان دونون نامور شعرا کا مقابلہ کرتے ہوے ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ ایک ناظم ہے دوسرا شاعر!

گلزار نسیم کے بعد چند اور مثنویان بھی شائع ہوئین - انمین حضرت واجد علی شاہ کی مثنوی (دریاے تعشق) جو اُنھون نے اپنے زمانۂ ولیعہدی مین تصنیف کی تھی مرحوم کی تمام مثنویون مین عمدہ ہے - اسی زمانہ مین آفتاب الدولہ قلق کی مہتم بالشان مثنوی (طلسم الفت) تصنیف ہوئی مگر جتنی اسکی شہرت ہوئی اُسقدر خوبیان اُسمین موجود نہین - اسی سلسلہ مین نواب مرزا شوق کی تین مثنویان (بہار عشق) (زہر عشق) اور (فریب عشق) بھی قابل الذکر ہین - چوتھی مثنوی (لذت عشق) اس طباع شاعر کی تصنیف نہین ہے نہ اُسمین اُس کا رنگ ہے نہ خصوصیات حتیٰ کہ اُسکی بحر بھی بدلی ہوئی ہے بہرکیف اول الذکر تینون مثنویان اگر فحش مذاق پر مبنی نہوتین تو کہا جاتا کہ اُردو زبان کے صحیفے یہی ہین درحقیقت یہی اسکی کنزہ زبان کے نمونے تھے جنسے مرزا داغ مرحوم نے اپنی فصاحت کا چراغ جلایا ہے آخر مین (ترانۂ شوق) بھی اچھی مثنوی کہی گئی - اسکا رنگ بالکل گلزار نسیم کا عکس ہے حتیٰ کہ بحر بھی وہی پسند کی گئی ہے - مگر وہ بات کہان -

گلزار نسیم مین سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اول سے آخر تک ایک رنگ مین ڈوبی ہے اور اسکا ہر شعر بتا دیتا ہے کہ مین کس باغ کا پھول ہون دوسری مثنویون مین یہ بات نہین اور انکے مصنف یہ قدرت نہین رکھتے کہ ہر قسم کے مذاق کو ایک ہی رنگ مین کھینچ لین مثلاً میر حسن نے بے نظیر کی تعلیم و تدریس کے بیان مین جسقدر تناسب لفظی کی کوشش کی ہے اگرچہ وہ بھی ناقص ہے تاہم مثنوی کے دوسرے حصون مین اُسکا شائبہ تک نہین ملتا - مصنف گلزار نسیم نے جس رنگ کو اول سے اختیار کیا ہے اُسے آخر تک نباہ دیا ہے تمثیلاً اختصار کو لیجئے جو بسم اللہ سے تمت تک یکسان طور پر قائم ہے - اسیطرح تناسب لفظی کی بھی یہ حد ہے کہ مثنوی کا کوئی شعر اس صنعت سے خالی نہین حتیٰ کہ اسکے سادے شعرون بھی اسکی جھلک موجود ہے -

ہاتھ اُسپہ اگر پڑا نہین ہے بوسہ کے تو گل اُڑا نہین ہے

خیالات کو تشبیہ و استعارات کی صورت مین بیان کرنا شاعری کی آخری منزل ہے اور یہ فخر بھی گلزار نسیم ہی کو حاصل ہے کہ اُسکے تمام مطالب اسی پیرایہ مین نظم ہوے ہین مثلاً فراق و وصال کے سین جنکی بنیاد صرف جذبات پر قائم ہے گلزار نسیم مین تمام اُردو مثنویون کے خلاف اسی رنگ مین رنگے ہوے ہین بلکہ ان مقامات پر جادو نگار شاعر کا قلم زیادہ طرار ے بھرنے لگا ہے۔

(وصل)

کاوش یہ ہوا گھر سے الماس عنچے نے بجھائی اوس سے پیاس

(ہجر)

صورت مین خیال رہگئی وہ ہیئت مین مثال رہگئی وہ

ایسی مرصع اور اپنے رنگ مین فرد مثنوی پر یہ سخت ظلم تھا کہ بازاری مطبعون کے ہاتھون اسکی حالت تباہ ہو رہی تھی۔ لیکن شکر ہے کہ پنڈت برج نرائن صاحب وکیل چک بست بی۔ اے۔ لکھنوی کی عنایت سے اس مثنوی کا ایک یا اڈیشن شائع ہوگیا ہے۔ اس اڈیشن کی ترتیب مین قابل مؤلف نے جدید مذاق کو جس خوبی سے ملحوظ رکھا ہے وہ قابل داد ہے۔ یعنی سب سے پہلے ایک انگریزی رنگ کا دیباچہ ہے جسمین نسیم کے سوانحی حالات اُنکی شاعری پر محاکمہ اور بہت سے متفرق امور پر بحث کی ہے۔ اسکے بعد اصل مثنوی ہے جو ایک قدیم نسخے کے مطابق صحیح کرکے شائع کی گئی ہے۔ آخر مین دیوان نسیم کا کچھ انتخاب بھی شامل ہے۔ اور اسیطرح یہ اڈیشن اپنے مقاصد مین ایک حد تک مکمل ہوگیا ہے ہم اس اڈیشن کو صرف (گلزار نسیم) نہین بلکہ کلیات نسیم کہنا زیادہ مناسب خیال کرتے ہین جو اس جوانمرگ شاعر کی ایک دلچسپ یادگار ہے۔

پنڈت برج نرائن صاحب اپنی کوشش مین بہت بڑی تعریف کے مستحق ہین جنھون نے قدیم تصانیف کو جدید مذاق کے مطابق بنانے کی ایک قابل تقلید راہ سجھادی ہے اور

مغربی تعلیم کی روز افزون ترقیون سے امید ہے کہ اِس طرز تالیف سے پورا فائدہ اُٹھایا جائیگا اسی لیئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دیباچے کی بعض کمزوریون کی طرف بھی اشارہ کردیا جائے مثلاً گلزار نسیم کی تصنیف کے متعلق اُن بے معنی گیتون کو اتنی وقعت دینا فضول تھا کہ اِس دیباچہ مین اُنکا ذکر کیا جائے کیونکہ زمانہ اُنھین خود ہی فنا کرچکا تھا جو ایک زبردست جج ہے اسیطرح مولانا حالی مدظلہ العالی کے اُن اعتراضات کا جواب بھی بیکار تھا جسے اودھ پنچ مین کامیابی کے ساتھ طے کردیا گیا تھا اور جو محض بازاری مطبعون کی غلطی پر پیدا ہوے تھے۔ اسکے لیئے صرف غلط اشعار کی تصحیح ہی ایک شافی جواب تھا۔ رہا وہ اعتراض جو ممدوح نے ایک معیار خاص کے مطابق تمام قدیم تصانیف پر وارد کیا ہے اسکا فیصلہ بھی نقادانِ فن کرچکے ہین اور اس دیباچے مین اُسکا کوئی ذکر بھی نہین۔

دیوان نسیم سے جو اشعار انتخاب کیئے گیئے ہین اُنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کی طبیعت ہر رنگ مین اپنا جلوہ دکھا جاتی ہے نسیم کا قلم غزل کے میدان مین بھی وہی طرارے بھرتا ہے جو مثنوی مین اور جن غزل گو شعرا کے کلام سے اُسکا موازنہ کیا گیا ہے وہ اُسکی بلندی خیال تک پہونچنے کے لیئے زبان حال سے کہہ رہے ہین:۔

اگر یک سرِ موے برتر پرم ۔۔۔ فروغِ تجلی بسوزد پرم

نسیم کی ایک غزل کا مطلع ہے ؎

جب ہوچکی شراب تو مین مست مرگیا ۔۔۔ شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا

دوسرا مطلع اس سے زیادہ زوردار ہے ؎

قرض خور کو دیکھکر تسکین کھائے جہان صبح ۔۔۔ تا دہانِ شام پہونچاتا ہے رازق نانِ صبح

رند و صبا وغیرہ کے کلام مین یہ بلند خیالی عنقا کا حکم رکھتی ہے۔ نسیم کے مندرجۂ شعر مین شاعر کی روح کھنچ گئی ہے کتنا سچا شعر ہے۔

پیری مین طرزِ عشق جوانی وہی رہا ۔۔۔ صورت کے ساتھ دل کا بدلنا محال ہے

اس نئے اڈیشن کی اشاعت پر گلزار نسیم کی مقبولیت بدرجہا بڑھ گئی ہے تاہم سپر چند اعتراضات بھی ہوے ہین - ان اعتراضات پر تفصیل کے ساتھ بحث کرنے کے لیئے ایک جُداگانہ مضمون درکار ہے - ہمارا ارادہ ہے کہ ان اعتراضات کے متعلق ایک جُداگانہ مضمون تیار کرین لہذا یہ مضمون یہین پر ختم کیا جاتا ہے -

بہرکیف گلزار نسیم ایک ایسی مثنوی ہے جسکی نمک مذاق آشنا دلون کو تازگی اور شگفتگی بخشتی ہے اور وہ ایسی بہار بیخزان رکھتی ہے جسپر بادِ حوادث کے جھونکے ہمیشہ بے اثر ثابت ہونگے - جبتک دنیا مین انصاف اور طبیعتون مین شاعرانہ مذاق موجود ہے اسکی شہرت پر کوئی حرف نہین آسکتا -

نقادِ لکھنوی

دبدبۂ آصفی نمبر ۴ جلد ۹ - ۶ - رجب المرجب ۱۳۲۳ھ

گلزار نسیم

(از حافظ جلیل حسن صاحب جلیل)

مسٹر چکبست نے اچھا شگوفہ چھوڑا کہ مثنوی گلزار نسیم پر مقدمہ لکھا آجکل اخبارون اور رسالون مین اُسی کے گل کھل رہے ہین - ایک مقدمہ مولانا حالی نے لکھا تھا مسٹر موصوف نے بھی وہی روش اختیار فرمائی اور وہی نتیجہ اس مقدمہ کا بھی ہوا جو اُسکا ہوا تھا۔

اس مقدمہ مین پنڈت دیا شنکر نسیم کو بعض اساتذہ لکھنؤ پر فی الجملہ ترجیح دیگئی ہے وہ ترجیح زہر ہوگئی - اب مسٹر چکبست معذرت کرتے ہین کہ میرا منشاء بمقابلہ نسیم شعرائے لکھنؤ کی تنقیص نہین ہے - بلکہ مین نے صرف تناسب لفظی مین نسیم کو اور شعرا سے بڑھایا ہے مگر یہ عذر زخم دل کا مرہم نہین ہوسکتا - اور اس سے وہ آگ نہین بجھ سکتی جو چار طرف مشتعل ہوگئی ہے ممدوح کی تائید مین جسقدر مبالغہ کیا جائے جائز ہے - مگر یہ طریقہ اچھا نہین کہ اسکے مقابل دوسرون کا پہلو دبایا جائے - آپ کو اسکا حق کیا ہے کہ اپنی رائے سے ایک دوسرے کا مدمقابل بنا کے آپس مین لڑا دیجئے اور پھر جسکو چاہیئے اپنے زور قلم سے پچھاڑ ڈالیئے - ہم نے میر مجروح کے ایک مداح کو دیکھا کہ ایک طرف سے مجروح مرحوم کو بڑی آن بان سے نکالا اور دوسری طرف سے آمیر و داغ کو سامنے لاکر کھڑا کر دیا کچھ دیر زور آزمائی ہوئی آخر اس بہادر پانی پتی نے دونون پہلوانون کو گرا دیا جسمین ایک لکھنوی تھا دوسرا دہلوی

اس قسم کی بیہودہ تحریرون کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ واقعی جنگ وجدل کی نوبت آجاتی ہے۔
مولانا حالی کے مقدمہ کا جواب یون دیا گیا تھا کہ اُنکی زبان وبیان ودیوان کی ہجیان اُڑادی گئین یہان مقدمہ کے جواب مین مثنوی گلزار نسیم کے پھُول روندے جاتے ہین حیرت ہے کہ مسٹر چکبست کی بحث شاعرانہ پر قابل حضرات نے اسقدر توجہ کیون فرمائی سکوت سے بہتر کوئی جواب نہ تھا اور اگر جواب ہی دیا تھا تو مقدمہ پر نظر کیجاتی اور نسیم کے وہ اشعار دیکھے جاتے جو مقابلہ مین لائے گئے تھے مثنوی کو بیخطا نشانۂ ملامت بنانا انصاف سے بعید ہے۔ جس حالت مین کہ مثنوی کا کوئی شعر مقابلہ مین پیش نہین کیا گیا مثنوی میر حسن دہلی کے لیئے سرمایۂ فخر ہے تو گلزار نسیم لکھنؤ کے لیئے وجہ ناز ہے۔ اور پھر آج کی تصنیف نہین اب کئی دور گذر چکے اور ہر دور مین دونون مقبول رہین اب اگر اہل دہلی سحر البیان کی بُرائی کرین یا اہل لکھنؤ گلزار نسیم کی ہجو فرمائین تو یہی کہا جائیگا کہ اپنے عیوب آپ کھولتے ہین ان مثنویون کی مقبولیت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ جو فاضل نثر نگار گلزار نسیم پر معترض ہین وہ خود لکھتے ہین کہ (مثنوی گلزار نسیم اُردو کی ایک عجیب وغریب معرکہ آرا نظم ہے۔
اغلاط سے پاک کوئی تصنیف نہین ہوسکتی کہا جاتا ہے کہ گلزار نسیم مین بہت زیادہ نقصانات ہین ممکن ہے کہ ایسا ہو اور ممکن ہے کہ مثنوی میر حسن مین بھی اسیقدر نقصانات ہون۔ مگر اسوقت ان نظمون کی تنقید کی حاجت نہین ہے۔ اور نہ اس سے انکی مقبولیت کو کچھ ضرر پہونچ سکتا ہے۔
گلزار نسیم کے متعلق طرح طرح کے مباحث درپیش ہین۔ گلزار نسیم مین شاعری کیسی ہے زبان لکھنؤ کی ہے یا نہین۔ نسیم کا شعر مین کیا رتبہ ہے۔ حقیقت اتنی ہے کہ مثنوی گلزار نسیم کے ایک کہنہ مشق قادر سخن کی تصنیف ہے آتش نے کہی ہو یا کسی اور نے ہمکو اس سے بحث نہین۔ لکھنؤ کی خاک سے صدہا آتش وناسخ پیدا ہوے زمانے نے جنکا کلام اُچھالا وہ مشہور ہوے اور باقی شعرا کا نام وکلام پردۂ گمنامی مین رہگیا۔ اُنھین مین ایسے بھی لوگ تھے

کہ مثنوی اور دیوان کھکر دوسرون کو دیدیا کرتے تھے - اپنے نام کو ملک کے سامنے پیش کرنا پسند نہین فرماتے تھے اس جگہ ایک نواب عاشور علیخان مرحوم کا نام لے دینا ثبوت کے لیئے کافی ہے جو اعلے درجہ کے شاعر و شاعر گر تھے جنھون نے کتنون کو شاعر بنا دیا صاحب دیوان کر دیا اور اپنے نام سے ایک شعر نہ رکھا - اگر کہا جاے کہ مثنوی گلزار نسیم بھی اس قسم کی تصانیف مین داخل ہے تو اسپر ذرا بھی تعجب نکرنا چاہیئے قاعدہ ہے کہ پرائی چیز کو جب کوئی اپنا کرنا چاہتا ہے تو اُسمین کچھ نہ کچھ تصرف بھی کرتا ہے چاہے وہ تصرف دخل در معقولات ہی کیون نہو نظر بر آن یہ سمجھنا چاہیئے کہ پنڈت دیا شنکر صاحب نسیم لکھنوی سے علاقہ مثنوی گلزار نسیم کے اُنھین اشعار کو ہے جن مین زبان یا بیان کی کمزوری یا شاعرانہ استقام ہین -

نسیم کا نام اساتذہ لکھنؤ کے ساتھ کبھی نہین سُنا گیا - گلزار نسیم کو دنیا جانتی ہے اور نسیم کو کوئی نہین جانتا - تحریر و تقریر مین مثل و مقولہ کے طور پر گلزار نسیم کے شعر لائے جاتے ہین اور نسیم کا نام نہین لیا جاتا -

امیر اللغات مین جس کتاب کا شعر لکھا گیا ہے خواہ دیوان ہو یا مثنوی یا مرثیہ یا قصائد سب مین اُسکے ساتھ مصنف کا تخلص لکھا گیا - مگر بخلاف اسکے گلزار نسیم کا شعر جہان دیا ہے وہان گلزار نسیم لکھا ہے نسیم نہین لکھا - یہ بھی دلیل قوی اسکی ہے کہ صاحب امیر اللغات کے نزدیک گلزار نسیم نسیم کی تصنیف نہ تھی - جناب مولوی عبد الحلیم شرر سے اسکی ابتدا ہوئی کہ اُنھون نے گلزار نسیم پر ریویو فرمایا اور نقائص کو چُن چُن کر دکھایا - اُنکی بحث بڑی قابلیت کے ساتھ ہے اُنکی دیکھا دیکھی اور بھی لکھنے والے ادھر متوجہ ہو گئے اور جی کھول کر نکتہ چینی کی - مگر مسٹر جک بست صاحب نے جو جواب اُردو سے مُعلّے مین دیا ہے وہ بھی دیکھنے کا ہے - خصوصاً سند کے اشعار بہم پہنچانے مین انکی تلاش حیرت انگیز ہے - سب اعتراضات کا بجا ہونا جسطرح دشوار ہے اُسی طرح ہر ایک جواب کا باصواب ہونا بھی مشکل ہے -

دکن ریویو نمبر ۷ جلد ۳ - بابت ماہ جولائی ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم کا نیا اڈیشن

مرتبہ

پنڈت برج نرائن صاحب چکبست بی - اے لکھنوی

(از نقاد)

جسطرح نظم شاعر کی طبیعت کا پتہ دیتی ہے - اسیطرح شاعر کی طبیعت اُس زمانہ اور اُس سوسائیٹی کے رنگ کو ظاہر کرتی ہے جسمین اُس نے نشو و نما اور تربیت پائی ہے لکھنؤ کی نوابی کا زمانہ عجیب و غریب زمانہ تھا - اسمین ایک بااقبال عیش پرست اور مست اور بیخود قوم کے ادبار اور زوال کے تمام آثار پائے جاتے تھے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ قوم کے دماغی اور جسمانی قوی کا سارا زور صرف ہو چکا تھا متین قاصر ہو چکی تھین - اولوالعزمی اور جرأت کبھی کی رخصت ہو چکی تھی جسطرح بیمار اکثر سنبھالے کو صحت سمجھتا ہے اسیطرح یہ ادبار نصیب لوگ اسے عروج و اقبال و فراغ بالی کا زمانہ سمجھے ہوئے تھے سایہ کو اصل شے اور تصویر کو زندہ پری خیال کرتے تھے - جو جدّت تھی جھوٹی - جو طباعی تھی برائے نام حوصلے پست تھے اسلیئے اُنکے شوق بھی ذلیل تھے - جوش و خروش تھا مگر کاذب ادبار کے بھنور مین پھنسے ہوے تھے - مگر خواب اقبال ہی کے دیکھتے تھے - گویا بلی کی طرح اپنے محدود مقام مین مگن تھے اور اپنی سوسائیٹی کو خلاصۂ عالم اور اپنے ملک کو کرۂ زمین و زمان خیال

کیے ہوے تھے چونکہ بلند نظری اور عالی ہمتی مفقود ہو گئی تھی اسلیے کسی تحقیقی جدت یا حقیقی جامعیت کی قوت نہین رہی تھی - لکیر کے فقیر تھے اور اسی مین نئی شگوفہ کاریان کرکے اپنی مردہ طبیعتون کو جیسے وہ زندہ دلی کہتے تھے اُبھارتے تھے لیکن دراصل یہ اُن دماغون کا نتیجہ تھے جو سُست اور بیکار اور معطّل ہو گئے تھے یہی وجہ تھی کہ اُنکے ہر کام مین تکلّفات و نمود و نمائش کا جلوہ نظر آتا تھا سارے علوم کھو کر طبع آزمائی کے لیے صرف ایک شاعری باقی رہ گئی تھی اسمین اُنھون نے اپنی انوکھی طبیعت کے وہ وہ کمالات دکھائے ہین جنکا نظیر مشکل سے کسی دوسری زبان مین ملتی ہے - اس زمانہ کی شاعری اور لٹریچر دنیا مین ہمیشہ یادگار رہیگا - شاعری کی حیثیت سے نہین بلکہ اسلیئے کہ اسمین اس زمانے کی سوسائٹی کی کامل تصویر اور صحیح خط و خال موجود ہین رفتہ رفتہ یہ شاعری لطیفہ گوئی اور لطیفہ گوئی سے چیستان اور معمّا ہو گئی یہ جزو اعظم اس دور کے شاعر کی نظم مین پایا جاتا ہے اور ان سب کے مڈھ امانت اور پنڈت دیا شنکر نسیم تھے - ان بزرگون نے لفظی مناسبت کے لیے ایسی بڑھائی کہ اصل شاعری تو ہوا ہو گئی فقط الفاظ کا گورکھ دھندا رہ گیا جسپر لوگون نے وہ داد دی اور واہ واکی کہ اچھے اچھے طباع لوگ اس دھوکے مین آ گئے - اور اسی کو شاعری کی روح و روان سمجھنے لگے اور وہ لفظی نزاکتین پیدا کرنی شروع کر دین کہ اس سے بڑھ کر خیال مین نہین آسکتین یہانتک کہ یہ طرز خاص اہل لکھنؤ کا حصّہ ہو گیا -

پنڈت برج نرائن صاحب چکبست نے گلزار نسیم کا نیا اڈیشن مرتب کرکے اس شاعری کو پھر زندہ کرنا چاہا ہے - مثنوی کے شروع مین ایک زبردست دیباچہ بھی لکھا ہے جسمین نسیم کی شاعرانہ خوبیون کو بہ تفصیل بیان کیا ہے اور ناظرین سے داد چاہی ہے - ہم ہرگز اُسپر قلم نہین اُٹھانا چاہتے تھے - لیکن کچھ تو اپنے شفیق اڈیٹر دکن ریویو کے اصرار سے اور کچھ اس خیال سے کہ ان تحریرون کا اثر اہل ملک کے مذاق پر بُرا ہوتا ہے مجبوراً اس مثنوی پر نظر تنقید ڈالتے ہین اور خصوصاً نسیم کے کلام کا دوسرا پہلو

دکھانا چاہتے ہین تاکہ اہل نظر بورے طور پر بُرائی بھلائی کا موازنہ کر سکین ۔

مین اسے تسلیم کرتا ہون کہ ظاہری صورت بھی بڑی چیز ہے اور سب سے پہلے نظر اسی پر پڑتی ہے لیکن اصل شے جو شعر کی جان ہوتی ہے وہ کچھ اور ہے خیال اور الفاظ الگ الگ نہین ہین ممکن ہے کہ ایک بچے کو شروع شروع مین اپنے خیالات کے ادا کرنے مین کافی الفاظ نہ ملنے کی وجہ سے دقت واقع ہوتی ہو مگر ایک مدت کے بعد خیال اور الفاظ دونون ایک ساتھ ادا ہونے لگتے ہین اور جُدا نہین ہو سکتے بعض خاص خاص حالتون مین ایسا بھی ہوتا ہے کہ خیال الفاظ کے آگے نکل جاتا ہے یا کبھی قوت بیانی سے پیچھے رہ جاتا ہے مگر یہ وہ حالت ہے جبکہ ان دونون مین اعتدال قائم نہین رہتا ۔ لیکن جون جون خیال مین صفائی اور پختگی پیدا ہو جاتی ہے طرز ادا مین بھی قوت اور پختہ پن آتا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جن لوگون کا طرز ادا کرخت اور بھدّا ۔ بندش سُست اور اکھڑی اکھڑی ہوتی ہے اور زبان مین صفائی اور رُوچ نہین ہوتا اُنکے خیالات مین بھی وہی نقص پائے جاتے ہین ۔ اسی بنا پر ہم یہ کہتے ہین کہ خیال اور الفاظ کو دو الگ الگ چیزین سمجھکر اپنر غور نہین کرنا چاہیئے بلکہ جب شعر پر نظر پڑے تو اسمین مضمون اور طرز ادا دونون ایک ہی نظر مین آجائین جو لوگ محض الفاظ کی تلاش اور بندش کی فکر مین رہتے ہین اُن مین نہ خیال کی جدّت ہوتی ہے نہ مضمون آفرینی وہ صرف الفاظ کے ہیر پھیر اور قافیہ بندی اور چند قسم کے صنائع بدائع کو شاعری سمجھتے ہین مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسی شاعری نثر سے بھی بدتر ہے افسوس ہے کہ نسیم کی شاعری زیادہ تر اسی قبیل کی ہے ۔ اس قسم شاعری سے سوا نقصان کے کچھ فائدہ نہین ہوا شاعری کی غایت یہ ہے کہ اسکے مطالعہ سے بچی اور روحانی مسرت ہو اور ساتھ اسکے عادات اور اخلاق و خیالات پر عمدہ اثر پڑے ۔ مگر اس شاعری مین یہ دونون باتین مفقود ہین بلکہ بخلاف اسکے عام طور پر اسکی وجہ سے بدمذاقی پھیل گئی ہے اور طبیعتون مین پستی ۔ دنائت اور کوتہ نظری پیدا ہو گئی ہے اور دولٹریچر کی ترقی کو اس شاعری نے بہت کچھ روکا ہے اور جبتک

ان خاص عیوب کے ہم اپنی شاعری سے نہ نکال دین کبھی اُردو زبان کے متعلق لینے چوڑے دعوے نہین کر سکتے نئے تعلیم یافتہ لوگون سے بہت سی امیدین وابستہ تھین اور ہین - لیکن شومئی قسمت سے بعض حضرات انھین سے ایسے بھی پیدا ہوگئی ہین جنھون نے اس خاص بارہ مین پرانون کے بھی کان کاٹ لیے اصلاح تو درکنار انھین یہ بھی گوارا نہین کہ ان کی چہیتی شاعری کو کوئی بُری نظر سے بھی دیکھے - وہ اسیات پر اڑے ہوے ہین کہ اُردو شاعری درجۂ کمال کو پہنچ چکی ہے اور دنیا کی کوئی شاعری اسکی ٹکر کی نہین - حالانکہ اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے وہ محض ابتدا ہے مگر ہمارے دوست اُسے انتہا سمجھے ہوے ہین اور نہ معلوم یہ کبتک بسم اللہ کے گنبد مین رہینگے مجھے اُردو شاعری کے بعض حصون سے جو درجۂ قابل تعریف ہین ہرگز انکار نہین لیکن افسوس اور رنج اسبات کا ہے کہ اس کی طرف کوئی نظر اُٹھا کر بھی نہین دیکھتا اُس چیز کو آسمان پر چڑھا رکھا ہے جو ہماری شاعری کا سب سے ذلیل اور پوچ حصہ ہے کوئی صحیح مذاق والا شخص ان دیوانون اور نظمون کے پہلے صفحے مسلسل ہرگز نہین پڑھ سکتا اور میرا تو یہانتک خیال ہے کہ یہ حضرات جو ان نظمون کے بڑے دلدادہ ہین وہ بھی انھین پڑھ سکتے وجہ یہ ہے کہ اسکے پڑھنے سے کبھی سچی مسرت نہین پیدا ہوتی اسکا سارا لطف پیدا رضی خیالات لفظی تناسب اور جھوٹی نمائش پر منحصر ہے - اور یہی بات ہے جسنے ذوق سلیم کی ریڑھ ماردی ہے - اور لوگ محض نمائشی ہندشون اور لفظی ہیر پھیر پر واہ واکرتے ہین -

پنڈت چکبست صاحب جنھون نے اس مذاق کے زندہ کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے ایک اور غضب کیا ہے کہ نسیم کی شاعرانہ خوبیان کرتے کرتے مولانا حالی کے اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے (جس کا ذکر ہم آگے کرینگے) اور صاف یہ لکھدیا ہے کہ (مولانا موصوف اصول شاعری سے بیخبر ہین) اور اسی بحث مین آپنے ایک ایسا کام کیا ہے کہ جسکے ہم نہایت ممنون ہین - یعنی آپنے ازروے ہمہ دانی شاعری کی تعریف بھی فرمادی ہے - فرماتے ہین شاعری کی عام تعریف یہ ہے کہ نثر سے زیادہ دلکش اور پُرتاثیر ہو - نثر کا اندازہ یہ ہے کہ جو مضمون

بیان کیا جائے وہ نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے اور الفاظ کی بندش ایسی ہو کہ اُنسے ایک خاص معنی صاف طور پر پیدا ہون اور برخلاف اسکے شاعری مین یہ اصول مدنظر رہتا ہے کہ جو مضمون باندھا جائے اختصار کے ساتھ باندھا جائے اور محض ایک حالت کا اشارہ کرے - ترکیب الفاظ ایسی ہو کہ اس حالت کی نسبت مختلف نقشے پڑھنے والے کی آنکھونکے سامنے گزر جائین (اس سارے دیباچے مین آپ نے اگر کہین دماغ سے کام لیا ہے تو شاید وہ یہی موقع ہے - شاعری کی تعریف مختلف لوگون نے مختلف ڈھنگ سے کی ہے - لیکن جو تعریف پنڈت صاحب نے تحریر فرمائی ہے وہ سب سے نرالی ہے اور اگر کوئی اسپر کاربند ہو کر کوشش کرے تو شاید عمر بھر اسی نثر و نظم مین فرق نہ معلوم ہو یہ ضرور نہین کہ نظم ہمیشہ مختصر ہو اور نثر مین ہمیشہ وضاحت سے کام لیا جائے - اختصار اگر کوئی نسیم کا ساکرنے لگے جس سے معنی تک خبط ہو جائین تو ایسی نظم سے نثر بدرجہا بہتر ہے - اکثر مواقع ایسے پیش آتے ہین جہان شاعر کو نہایت وضاحت سے کام لینا اور کسی شے اور خیال کے ہر پہلو کو اس صراحت سے بیان کرنا پڑتا ہے کہ پڑھنے والے کی آنکھونکے سامنے اسکا نقشہ کھنچ جائے - اسیطرح نثر مین بعض اوقات اختصار کی ضرورت ہوتی ہے - کیونکہ وضاحت سے لطف جاتا رہتا ہے اور سقم پیدا ہو جاتا ہے افسوس ہے کہ نسیم کے کلام اور اسکی پیروی نے پنڈت صاحب پر بہت بُرا اثر ڈالا ہے اور یہ فرق جو پنڈت صاحب نے نظم و نثر مین بیان فرمایا ہے یہ محض گلزار نسیم کا طفیل ہے ورنہ جس شخص کی نظر وسیع ہو گی وہ کبھی اس قسم کے فرق کو جائز نہ رکھے گا اور محض ایک ادھوری تعریف کرکے نامزین کو دھوکے مین نہ ڈالے گا - اس تے پر تھو پانی - شاعری اور شعر فہمی کی یہ حالت اور پھر اسپر مولانا حالی جیسے قادر الکلام سخن ور سخن سنج محسن اُردو پر مُنھ آنا درحقیقت حیرت انگیز ہے - مولانا حالی نے جو چند بجا اعتراض کر دیئے تو غضب ہو گیا حالانکہ دیکھا جائے تو یہ اعتراض کچھ بھی نہین - اس مثنوی مین اس کثرت سے طرح طرح کی نغزیان

موجود ہین کہ ایسے ایسے سیکڑون اعتراض ہو سکتے ہین جن کا جواب پنڈت صاحب تو کیا کوئی بھی نہین دے سکتا - ہان یہ اور بات ہے کہ شروع سے لیکر اخیر تک کاتب کی غلطیان بتا دیجائین اول ہم ان اعتراضات کو لیتے ہین جو مولانا حالی نے فرمائے ہین اور جنکے رفع کرنے کی پنڈت صاحب نے کوشش کی ہے اسکے بعد ہم مثنوی کی دوسری لغزشین اور غلطیان دکھائین گے -

پہلا اعتراض (مولانا حالی کا)

خوش ہوتے تھے طفل مہ جبین سے ثابت یہ ہوا ستارہ بین سے
پیارا یہ وہ ہے کہ دیکھ اسی کو پھر دیکھ نہ سکھیگا کسی کو

مولانا حالی کا یہ اعتراض ہے کہ ان دو بیتون مین جب تک کئی لفظ بڑہائے اور جبتک کئی لفظ بدلے نہ جائین ان کا مطلب سیدھی طرح نہین نکل سکتا - کیونکہ مصنف جو مطلب ادا کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ تو اُس طفل مہ جبین کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے مگر نجومیون نے بادشاہ سے کہا کہ لڑکا آپ کو پیارا تو ہے مگر یہ ایسا پیارا ہے کہ اس کو دیکھکر پھر کسی کو دیکھ نہ سکھیگا - اعتراض اسقدر صاف ہے کہ اسکے لئے کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہین ہے - پنڈت صاحب فرماتے ہین کہ اگر مولانا حالی گلزار نسیم کا کوئی صحیح نسخہ ملاحظہ فرماتے تو مولانا موصوف کو اس اعتراض کی تکلیف نہ گوارا کرنی پڑتی - صحیح نسخہ مین پہلا شعر اس طرح ہے -

خوش ہوتے ہی طفل مہ جبین سے ثابت یہ ہوا ستارہ بین سے

پنڈت کے زعم مین مولانا نے مصنف گلزار نسیم پر اعتراض نہین کیا بلکہ یہ اعتراض کاتب پر وارد ہوتا ہے - کاش ایسا ہی ہوتا لیکن ہر شخص جسکی طبیعت کو ذرا بھی شعر سے لگاؤ ہے اسے پڑھکر فوراً بول اٹھے گا (عذر گنہ بدتر از گنہ) پنڈت صاحب کو جوش حمایت مین اتنا خیال بھی نہ رہا کہ اس صحت سے شعر اور بھی خاک مین ملجاتا ہے اور اسکی رہی سہی حیثیت بھی

جاتی رہتی ہے ۔ ہوتے ہی کا لفظ قابل غور ہے خوش ہوتے ہی یہ ثابت ہوا۔ یعنی خوش ہونا علت ہے ثابت ہونی کی جو بالکل مہمل ہے ایسی صحت سے جو پہلی غلطی ہے اچھی ہے پنڈت صاحب نے فضول صحیح نسخون کی تلاش مین سرگردانی و پریشانی اٹھائی ۔

دوسری بیت مین ایک اور لفظ قابل اعتراض ہے جس سے مصنف کی زبان دانی پر بڑا حرف آتا ہے ۔ افسوس ہے کہ مولانا کی نظر نہین پڑی ع پیارا یہ وہ ہے کہ دیکھ اسی کو) اس مصرع مین (اسی) کا لفظ بڑا لطف دے رہا ہے ۔ بجاے (اسکے) اسی کی کیا ضرورت تھی جو بالکل روزمرہ کے خلاف ہے ۔ اس قسم کا استعمال شاعر تو شاعر معمولی لوگ بھی نہین کرتے ۔

دوسرا اعتراض

نور آنکھ کا کہتے ہین پسر کو چشمک تھی نصیب اس پدر کو

اس شعر پر بھی مولانا کا یہی اعتراض ہے کہ دونون مصرعے بے ربط ہین حتیٰ دوسرے مصرع کے الفاظ نہ بدلے جائین کلام مربوط نہین ہوسکتا اسمین کسی غور فکر کی ضرورت نہین دونون مصرعے صاف ایک دوسرے سے الگ الگ معلوم ہوتے ہین اور کوئی ربط ایک دوسرے مین نظر نہین آتا یعنی اول مصرع ایک عام اصول کو بیان کر رہا ہے اور دوسرا ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔ مگر دونون مین کوئی ربط پیدا نہین کیا گیا مثنوی مین اس سے بڑھ کر کوئی عیب نہین کہ دونون مصرعے بے جوڑ ہون اور انہین کوئی ربط نہ قائم کیا جائے ۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو مصرعون مین ربط کے الفاظ محذوف ہوتے ہین مگر مضمون یا موقع کے لحاظ سے وہ چندان عیب نہین معلوم ہوتا مگر یہان یہ بھی نہین ہر دو مصرعے بالکل الگ الگ رکھے ہین ایک عام اصول کو ایک خاص واقعہ کے ساتھ ربط دینے کے لیئے ضرور تھا کہ چند الفاظ داخل کیئے جاتے کوئی استاد یا جسے ذوق سخن ہے ایسی غلطی نہین کرے گا ۔

پنڈت صاحب اسکے جواب مین محض اسقدر فرماتے ہین (مین اس اعتراض کی تہ کو نہین پہونچا) مجھکو یہ شعر کسی صورت مین بے ربط نظر نہین آتا) اسکا جواب میرے پاس نہین ذوق سخن بکتا نہین اسکے سمجھنے کے لیے طبیعت کو لگاؤ ہونا چاہیئے - شاید میری اس تصریح کے بعد سمجھ جائین تو سمجھ جائین -

تیسرا اعتراض

آتا تھا شکار گاہ سے شاہ نظارہ کیا پدر نے ناگاہ

اس شعر پر مولانا کا اعتراض تھا کہ ظاہر الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ شاہ اور شخص ہے اور پدر اور شخص ہے حالانکہ پدر اور شاہ سے ایک ہی شخص مراد ہے اس اعتراض کے جواب مین کہتے ہین کہ یہ کاتب کی غلطی ہے - دوسرے مصرع مین بجائے (پدر نے) کے پسر کا ہونا چاہیئے - اگر یہ ہے تو بیشک اب شعر کی صورت بن جاتی ہے - اور ہمین اسکی غلطی پر اصرار نہین ہے - لیکن مولانا حالی صحیح نسخہ لاتے کہان سے - سب سے صحیح اور کمیاب نسخہ جو پنڈت صاحب نے لکھنؤ کے پرانے بزرگون سے بڑی محنت اور کوشش کے بعد بہم پہونچایا ہے اسکی نسبت خود آنکی یہ رائے ہے - گو اس پرانے نسخہ مین بھی اکثر چھاپے کی غلطیان موجود ہین مگر بہت کم، اس جملے مین اکثر اور بہت کم کے الفاظ قابل توجہ ہین غالبًا یہ رنگ بھی انھون نے نسیم سے اڑایا ہے - خود پنڈت صاحب کا موجودہ نسخہ جس کی صحت اور ترتیب مین آپنے بڑی سعی اور جانفشانی فرمائی ہے اسمین بھی اکثر غلطیان موجود ہین پھر صحیح نسخہ آئے تو کہان سے -

چوتھا اعتراض

مولانا کا بہت پُر زور ہے - یہ اعتراض صرف چند اشعار پر نہین بلکہ کل مثنوی پر ہے - کیونکہ اس قسم کے اشعار اس مثنوی مین جابجا پائے جاتے ہین اور یہ نسیم کا اصلی رنگ ہے - جسپر نسیم اور اسکے ہم مذاق لوگون کو بڑا ناز ہے - آپ اول

اُس حالت پر غور کیجیے جسکے بیان کرنے کے لیئے یہ اشعار کہے گئے ہین - اور پھر ان اشعار کے معانی کو ملاحظہ کیجیے خود بخود ظاہر ہو جائیگا کہ شاعر اصلی حالت دکھلانے مین قاصر رہا ہے - ایسے ہی مواقع پر مثلاً جہان مظاہر قدرت - کیفیات انسانی اور جذبات نفسانی کی ہو بہو تصویر کھینچنی پڑتی ہے شاعر کا کمال ظاہر ہوتا ہے - بچھڑے فراق اور ہجر کی حالت جیسی کچھ دردناک ہوتی ہے ظاہر ہے - وہان تو انسان کھانے پینے سونے پہننے - یار - آشنا سے کیا اپنی جان تک سے بیزار ہے اور یہان حضرت شاعر کہ لطیفہ گوئی اور صنائع بدائع کی داد دے رہے ہین - ایسا شخص کیا خاک شاعری کریگا یہ محض یاوہ گوئی اور رجگت بازی ہے - یہان چاہئے تھا کہ وہ ایسے دردناک اشعار لکھتے کہ پڑھنے والے کے دل پر چوٹ لگتی مگر وہ اپنے رنگ سے مجبور ہین - اُنھین اپنے قصے کے لوگون سے ہمدردی نہین وہ محض اپنی شاعری دکھانا چاہتے ہین - مگر یہ نہین جانتے کہ یہ شاعری نہین - بلکہ تب ہی ہوتی ہے جب وہ ان لوگون کی مختلف حالتونکی ہو بہو تصویر کھینچتے - اور اُنکے سامنے سمان بندھ جاتا مثلاً یہی اشعار جن پر مولانا حالی نے اعتراض کیا ہے -

کرتی تھی جو بھوک پیاس بس مین — آنسو پیتی تھی کھاکے قسمین
جامہ سے جو زندگی کے تھی تنگ — کپڑونکے عوض بدلتی تھی رنگ

کیا پڑھنے والے کے دل مین اُس مصیبت زدہ کی دردناک حالت کا کوئی خیال پیدا کر سکتے ہین - پھر کیا حاصل ایسی شاعری سے - اس سے تو نثر ہزار درجے اچھی اس پر پنڈت کی دیدہ دلیری قابل دید ہے فرماتے ہین مولانا موصوف اصول شاعری سے بیخبر ہین - نازک خیالی اور بلند پروازی جو کہ اعلےٰ درجہ کی شاعری کے جوہر ہین ان اشعار مین موجود ہین - وجہ یہ ہے کہ مولانا حالی مغربی شاعری کی پیروی کی فکر مین انگریزی نظمونکے ترجمے پڑھتے ہین اور چونکہ غیر زبان مین ترجمہ ہونے سے ان نظمونکی نازک خیالی اور

بلند پروازی کے جوہر تشریف لیئے جاتے ہین اور استعارون اور تشبیہون کی پیچیدگیان قائم نہین رہتین الخ ،،

لیکن سوال یہ ہے کہ آیا ایسے موقع پر بلند پروازی نازک خیالی اور استعارون اور تشبیہون کی پیچیدگیون کی ضرورت بھی ہے یا نہین - ایک پُر درد حالت کے بیان کرنے مین زبان ہمیشہ پاک صاف اور سیدھی سادھی ہونی چاہیئے یہ پیچیدہ استعارات اور تشبیہات اور نازک خیالیان کبھی اصل کیفیت کو بیان نہین کر سکتین - یہان فن صنائع بدائع کی ضرورت نہین ہوتی بلکہ اس شئے کی ضرورت ہے جو شاعری کی جان ہے اور جو انسان مان کے پیٹ سے لیکر پیدا ہوتا ہے - نسیم کو یہ خداداد جوہر نصیب نہوا اور اسلیئے اُسکی شاعری محض لفاظی جگت بازی اور صنائع بدائع کی پیچیدگیون مین پھنس کے رہ گئے گلزار نسیم کا وہ حصہ جو بڑے معرکہ کا ہے اور جسپر لوگ سر دُھنتے ہین اور جسکی تعریف کرتے کرتے ہونٹھ خشک ہوتے ہین یعنی وہ مقام جب بکاولی کا پھول چوری گیا ہے اور اُس نے اظہار رنج و ملال و اضطراب کیا ہے ، اگر غور سے دیکھا جائے تو نری لفاظی ہے - چونکہ باندیون اور غلامون کے نام ایسے رکھے ہین جو چمن سے مناسبت رکھتے ہین اس لیئے اس مناسبت سے لوگون کو مزا آجاتا ہے ورنہ اسمین کچھ نہین اور شاعر کو اس اہم مقام کے بیان کرنے مین سخت ناکامیابی ہوئی ہے - ان اشعار کے پڑھنے سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صدمہ ایک شخص کو پہونچا ہے اور ایک غیر آدمی خاص موقع پر آکر اُسکی تضحیک کر رہا ہے کیونکہ جسکو صدمہ پہونچتا ہے وہ اپنا رنج والم اس طریقے سے ظاہر نہین کرتا جیسا اس موقع پر کیا گیا ہے چنانچہ اکثر اشعار اسی قسم کے ہین مثلاً —

سُنبل میرا تمازیا نہ لانا — شمشاد اسے سُولی پر چڑھانا
نرگس نے نگاہ بازیان کین — سوسن نے زبان درازیان کین
پتا بھی پتے کو جب نہ پایا — کہنے لگین کیا ہوا خُدایا

اپنون مین سے پھول لیگیا کون — بیگانہ تھا سبزے کے سوا کون
شبنم کے سوا چرانے والا — اوپر کا تھا کون آنے والا
او بادِ صبا ہوا نہ بتلا — خوشبو ہی سنگھا پتا نہ بتلا
اُنگلی لب جو پہ رکھ کے شمشاد — تھا دم بخود اس کی سُن کے فریاد

درحقیقت یہ ایسا مقام تھا کہ زور شاعری دکھایا جاتا اور اس رنج و ملال اور بیتابی اور غصے اور تاسف کی کیفیت اس طور سے بیان کیجاتی کہ پڑھنے والے بیتاب ہو جاتے — مگر نسیم اس گون کا نہ تھا - وہ اپنے اسی رنگ مین چلا کیا چند لفظی مناسبتون سے ایک اوپری کیفیت پیدا کردی مگر اصلی کیفیت جو صرف ایک سچا شاعری ہی دکھا سکتا ہے نہ دکھا سکا —

(از نقاد)

دکن ریویو نمبر ۸ جلد ۳ - بابت ماہ اگست ۱۹۰۵ء

مثنوی گلزار نسیم کا نیا اڈیشن (۲)

(از نقاد)

اب ہم مصنف کی اُن غلطیوں پر نظر ڈالتے ہین جو زبان اور شاعری اور خصوصاً ذوق سلیم کے متعلق جابجا کی ہین - پنڈت چکبست صاحب نے مثنوی کی ایک بڑی خوبی یہ بیان کی ہے کہ اسمین اختصار بدرجۂ کمال پایا جاتا ہے اُنکے الفاظ یہ ہین (اختصار جیسا کہ پیشتر لکھا گیا ہے اس مثنوی کا عجب جوہر ہے واقعی دریا کو کوزہ مین بند کیا ہے)

سچ ہے جب کوئی خوبی درجۂ کمال سے بڑھ جاتی ہے تو وہی عیب ہو جاتی ہے میرے خیال مین اس مثنوی مین سب سے بڑا عیب ہے لیے اختصار سے کیا حاصل جس سے شعر ہی مہمل ہو جائے اور شاعر اپنے مدعا کو الفاظ کی کمی کی وجہ سے پورے طور پر ادا نہ کر سکے - پنڈت جی کا یہ دعویٰ ہے کہ مثنوی مین ایک شعر بھی بھرتی کا نہین - بھرتی کے شعر ہونا اتنا بُرا نہین جتنا مہمل اختصار اور جہان مہمل ہین وہان معما ہے چنانچہ دو ایک شعر جن پر مولانا نے اعتراض کیا تھا اور جن کا ذکر ہو چکا ہے وہ اسی قبیل سے ہین مثالاً اور بھی لکھے جاتے ہین —

شادی کے لیے ہے کلک شنجرف انگشت قبول دیدۂ حرف

الفاظ سب اچھے ہین بندش بھی خوب ہے مگر معنی ندارد - یہ شعر محض اختصار کی بدولت المعنی فی بطن الشاعر کا پورا مصداق ہے —

دو دل ہون جو جانبین راضی یہ جان لے کیا کرے گا قاضی

یہان جانبین بالکل غلط استعمال ہوا ہے - اسطرح کوئی نہین بولتا) (دو دل جو جانبین راضی ہون - البتہ جانبین سے لکھنا صحیح ہے ذرا سے اختصار نے مصرع کو مہمل کردیا - یہ جان لے) محض بھرتی ہے حالانکہ صاحب دیباچہ فرماتے ہین کہ بھرتی نام کو نہین ہے گھر چھوڑ کے چل بسے سب انسان - پھر تن مین نہ آئے صورت جان - دوسرا مصرع بوجہ اختصار کے بے معنی ہو گیا ہے اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنا شہر چھوڑ کر یہان آباد ہو گئے اُنکے رہنے کی جگہ تن تھی شاعر کا اصل مقصد اسکے کہنے سے یہ تھا کہ جسطرح جان جا کر تن مین نہین آتی اسی طرح وہ لوگ پھر اپنے دیس کو گئے مگر بوجہ اختصار مطلب خبط ہو گیا اور یہ مصرع بالکل مہمل ہو گیا -

آنکھون مین جو چھا گیا اندھیرا پل مارتے ہو گیا سویرا

شب فراق کا بیان ہے مگر کیا دم بھر مین صبح ہو گئی ہے - شاعر کو اپنے لفظی جوڑ توڑ مین اتنا بھی خیال نہ رہا کہ مین شب وصال کا حال بیان کر رہا ہون یا شب فراق کا -

نکلا جیسے ہی مٹھ کے باہر پتھرا گئی چشم حلقۂ در

اس شعر مین دوسرے مصرع کا کوئی تعلق پہلے مصرع سے نہین معلوم ہوتا - یہ سمجھ مین نہین آتا کہ اسکے جانے سے چشم حلقۂ در کیون پتھرا گئی یہ مصرع اس مقام پر بے موقع اور بے معنے ہے -

بولا وہ کہ چپ ہو کیون سبب کیا بولین وہ کہ کہئے بے ادب کیا

یہ شعر اس مقام پر لکھا ہے جہان راجہ اندر نے بکاؤلی کی کیفیت پربون سے پوچھی ہے اور اُن کے خاموش رہنے پر سبب دریافت کیا ہے - دوسرے مصرع مین پربون کا جواب ہے - نہ معلوم بے ادب کس کی شان مین واقع ہوا ہے غالباً شاعر کا مطلب یہ تھا کہ بے ادبی کی بات ہے کیا عرض کیجیے مگر ادا نہ کر سکا یا شاید پریزاد دنکے محاورہ مین

یون ہی کہتے ہون -

اسیطرحسے بہت غلطیان زبان کی ہین اور اکثر محض تناسب الفاظ کی جستجو اور شوق مین کیگئی ہین - چند بطور نمونہ کے لکھی جاتی ہین -

صاد آنکھ نکی دیکھکر مسیر کی بینائی کے چہرے پر نظر کی

دوسرا مصرع بالکل بے معنے ہے جہانتک میرا خیال ہے مصنف مثنوی کے سوا دوسرا اسکی تہ کو نہین پہونچ سکتا - کیا خوب -

وہ مرد خدا بہت کرایا سلطان سے ملا کہ سا کہ شاہا

کرلینے کے معنے ہمیشہ دردسے چلانے کے ہین - یہان اسکا کوئی موقع نہ تھا بادشاہ جب اندھا ہوا تو ایک پیر مرد بالکال نے بادشاہ کی خدمت مین یہ عرض کی کہ باغ بکاؤلی مین ایک پھول ہے جسکے سونگھنے سے نابینا بینا ہوجاتا ہے - نہ معلوم بنشا عر نے کس خیال سے کرایا کا لفظ لکھا ہے اسی کے ساتھ دوسرا شعر ہے -

ہے باغ بکاؤلی مین ایک گل پلکون سے اسے یہ مارچنگل

(مرد خدا) کا بادشاہ سے یہ کہنا (پلکون سے اسی یہ مارچنگل) کسقدر نازیبا معلوم ہوتا ہے علاوہ اسکے اسمین کوئی خوبی بھی تو نہین - بلکہ اس قسم کی طرز گفتگو اور طرز انشا بہت مبتذل اور ادنے درجہ کی ہے - پلکون سے چنگل مارنا ہر لحاظ سے کریہہ معلوم ہوتا ہے علاوہ اسکے (اسی) کا استعمال بالکل خلاف روزمرہ ہے -

ایک نسر تھی شہر کے برابر ٹھہنگے سیارے کہکشان پر

غالبًا سیارون سے مطلب چاروں بھائیون سے ہے اور کہکشان سے مراد نہر ہے نہ تو تشبیہ مین لطف ہے اور نہ اولے مطلب مین اور کہکشان پر پہونچکر سیارون کا ٹھنگنا کیا معنی

وہ ریگ روان کا گرد لشکر یعنے تاج الملوک ابتر

ریگ روان کا گرد لشکر بالکل سمجھ مین نہین آتا - کہ کیا بلا ہے - اور تاج الملوک کو جو اس سے

تشبیہ دی ہے آسین کیا تا ہے ۔

سو چا وہ کہ اب تو ہم ہین آگاہ جلتے ہین تو جیت لین گے ناگاہ

ناگاہ خوانخواہ لکھدیا ہے محض بھرتی ہے ۔

دانا تو کرے کب اسطرف میل ہارا ہے جوے کے نام سے بیل

یہان صرف جوے کے لیئے بیل لائے ہین ورنہ کسی قسم کا لطف اس شعر مین نہین مطلب یہ ہے کہ دانا جوے کی طرف کب میل کرتا ہے ۔ یہانتک کہ بیل بھی جوے کے نام سے بھاگتا ہے ۔ غور کرنے کی بات ہے کہ اس قمار بازی کو بیل کے جوے سے کیا تعلق اور نسبت ہوسکتی ہے ۔ مگر صرف لفظی رعایت کے لیئے بلا سوچے سمجھے یہ تک لگادی ۔ ہارا کا لفظ بھی صرف قمار بازی کی مناسبت سے ہے ۔

سوچی کہ نہ اب بھی چال رہیئے شادی کا مزا نکال رہیئے

اسمین نکال رہیئے فصیح نہین ہے ۔ نکال کے رہا ۔ نکال کے رہون گا کہتے ہین مگر نکال رہا اور نکال رہون گا غیر فصیح ہے ۔ اسیطرح سے چال رہنا ہمارے خیال مین کوئی فصیح محاورہ نہین ۔ شاید اہل لکھنؤ بولتے ہون ۔

ذکر اپنے برادرون کا سنکر بولا وہ عزیز سن تو مادر

اس دومین برادرون اور مادر کا استعمال اس طور پر مکروہ معلوم ہوتا ہے ۔

چلتے تھے ادھر سے دو جواری ایک ایک کی کر رہا تھا خواری

یہان چلتے تھے خلاف محاورہ استعمال ہوا ہے ۔ چلے جا رہے تھے ۔ یا جا رہے تھے ہونا چاہیئے ۔

سمجھا وہ کہ ہے شگون نرالا نیولا پکڑا آستین مین بالا

شگون مین نون ظاہر کرنا چاہیئے تھا ۔

کام اس کا تھا بسکہ کھیل کھانا چوسر کا بچھا وہ کارخانہ

کھیل کھانا کوئی محاورہ نہین ہے۔ غالباً شاعر کھیلنا کھانا کہنا چاہتا تھا۔

یہ مال یہ زر یہ جیتے بندے یون ہی یہین رکھ بجنس چندے

بجنس بجنسہ کی جگہ استعمال ہوا ہے۔

پل مارنے کی ہوئی جو دیری سبحان اللہ شان تیری

دیری بجائے دیر کے غیر فصیح ہے۔

وہ دیو لیک کے مار لایا غرّاتے ہوے شکار لایا

غرّاتے ہوے صحیح نہین ہے غرّاتا ہونا چاہیئے

دن بھر تو الگ تھلگ ہی رہتے وہ دو وقت سے شام کو ملے وہ

محاورہ دونون وقت ملتے یا دونون وقت ملتا ہے" دو وقت کی طرح ملنا" یہ بھی غلط ہے کیونکہ بجائے دونون کے دو استعمال کرنا خلاف محاورہ ہے۔

اُنگلی لب جو پہ رکھ کے شمشاد تھا دم بخود اسکی سُن کے فریاد

شمشاد مارے حیرت کے دم بخود تھا۔ مگر ایسا حواس باختہ ہو گیا تھا کہ اُنگلی بجاے اپنے ہونٹون پر رکھنے کے دوسرے کے لب پر رکھ دی نسیم کو سوجھی بڑی دور کی ہے۔

ہر باغ مین پھولتی پھری وہ ہر شاخ پہ جھولتی پھری وہ

یہ شعر اُس مقام پر لکھا ہے جب پھول چوری گیا ہے اور بکاؤلی غم و غصہ مین پریشان پھر رہی ہے۔ مگر اس شعر سے معاملہ برعکس نظر آتا ہے۔ پھولنا خوشی کے موقع پر کہا جاتا ہے علی ہذا القیاس جھولنا بھی خوشی ہی مین سوجھتا ہے۔ دوسرے ہر شاخ پر جھولتا پھرنا اور بھی مضحکہ انگیز ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ ہر باغ مین شاعر نے تناسب کے شوق مین باغ کے لیئے پھولنا اور شاخ جھولنا جمع کر دیا ہے۔

صدقے ہو کر کہا خوش آئے جس گل کی ہوا لگی تھی لائے

پنڈت جی نے شاید یہان خوش آمدید کا ترجمہ فرمایا ہے دوسرے مصرع مین ہوا لگی غلط

استعمال ہوا ہے - ہوا لگنا ان معنون مین نہین آتا

لے رہر و رو بر و نہادہ لے صرصر گل بباد دادہ

دوسرا مصرع بالکل مہمل ہے - صرصر گل کے کچھ معنے نہین معلوم ہوتے -

یہ کہہ کے لبون سے قند گھولے مستی نے دلون کے عقدے کھولے

قند گھولنا صحیح ہے - مگر قند گھولے جمع مین استعمال کرنا غلط ہے -

آگر جو ہے دیکھتی جمیلہ روشن تھے چراغ اور فتیلہ

دوسرے مصرع مین فتیلہ واحد استعمال ہوا ہے حالانکہ فعل جمع ہے - چراغ اور فتیلے روشن تھے - ہونا چاہیئے - علاوہ اسکے جب چراغ مذکور ہے تو فتیلہ کی کیا ضرورت ہے چراغ بغیر فتیلہ کے روشن کیونکر ہو سکتا ہے -

جاگی تو سب اسکی جوڑ کی تھین اندر کے اکھاڑے کی پری تھین

اس شعر مین نسیم نے سخت غلطی کی ہے - بجائے جمع (پریان) کے واحد (پری) لکھ گئے ہین ایک ایسے مشاق ناظم سے ایسی غلطی ہونا تعجب ہے -

دکھلا نہ مجھے ہرے ہرے باغ غنچے کی گرہ مین کیا ہے جز داغ

سبز باغ دکھانا اور ہرا باغ دکھانا محاورہ ہے مگر ہرے ہرے باغ دکھانا خاص تصرف پنڈت صاحب کا ہے -

جسوقت چلا پری کا مانوس سایا سے پس قدم تھے جاسوس

دوسرے مصرع مین سایا کے بجائے سائے ہونا چاہیئے - سایا اس طور پر استعمال کرنا غیر فصیح ہے -

حیرت زدہ چپ خموش سنسان ٹوٹا ہوا دل بندھا ہوا دھیان

سنسان ہمیشہ مکان جنگل میدان وغیرہ کی صفت ہوتا ہے - آدمی کے لیئے کبھی استعمال نہین ہوتا -

حال اس سے کہا کہ قول ہارا ہے پیر یہ نوجوان ہمارا

اس شعر مین پیر کا لفظ محض نوجوان کی خاطر لایا گیا ہے - کسی سے قول ہار جانا اور بات ہے اور اُسے پیر کہنا یا بنانا دوسری بات ہے -

اول کہی بدنگاہی اپنی بعد اس کے وہ سب تباہی اپنی

یہان بدنگاہی کا لفظ ایک نئے معنون مین استعمال کیا ہے - جو ہمارے خیال مین صحیح نہین ہے - بدنگاہی سے شاعر کا مطلب اسکی آنکھون کی نخوت سے ہے - یعنی ایسی منحوس آنکھین ہین کہ اسے دیکھتی ہی بایں اندھا ہو گیا -

پیراہن گل کی بو تھی مطلوب یوسف نے کہا وہ حال یعقوب

اس شعر مین وہ محض بھرتی کا ہے - اس قسم کے لفظ بھرتی کے اس مثنوی مین جابجا پائے جاتے ہین - مثلاً ذیل کے شعر مین جو بھرتی کا ہے اور خلاف قاعدہ ہے -

سونپا مختار کو جو مجبور گھر ہا پاس تھا اور وہ منزلون دور

جو حرف شرط ہے اسکی جزا کہان ہے - دوسرے مصرع کو اس سے کچھ تعلق ہی نہین دونون مصرع بے جوڑ ہو گئے ہین یا مثلاً اس شعر مین -

پشواز کنار حوض اُتاری شب کی پوشاک پہنی ساری

یہان ساری کا لفظ بالکل بھرتی ہے - شاید ساڑی کی تکنیس لفظی دیکھکر داخل کر دیا ہے اسی طرح -

روئی وہ بکاولی یہ سُن کے تڑپا شہزادہ سر کو دھن کے

یہان وہ بکاولی کے ساتھ زی بھرتی ہے - اسیطرح کے اور بھی بہت سے شعر ہین ایسا اختصار کس کام کا جہان بھرتی کے الفاظ اسقدر موجود ہون افسوس پنڈت چکبست صاحب نے مثنوی کو بنظر تنقید نہ دیکھا ورنہ وہ کبھی اسکی صنعت اختصار پر فخر نکرتے

تھا داغ یہ مقدر اُس کو جنتی تھی ہمیشہ دختر اسکو

دوسرے مصرع مین اسکو خلاف محاورہ ہے۔ اسکو دختر جنتی تھی فصیح زبان نہین ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دختر اسکو (یعنی مان کو) ہمیشہ جنتی تھی۔

ہر چند ستارہ مان کا تھا ماند تھا چاندنی شہرہ کر دیا چاند

یہان حضرت مصنف محض ستارہ کے خیال سے چاند اور چاندنی لائے ہین ورنہ کوئی ضرورت نہ تھی اور نہ کوئی تشبیہ ہی ایسی بھلی اور دلپذیر ہے چاندنی سے مطلب آپکا بیٹی ہے اور چاند سے بیٹا۔ یہ طرز کلام بھی کچھ ایسا عمدہ نہین ہے بلکہ شعراء ذی درجہ کا ہو گیا۔

وہ گندم جو نا تھی بالی مردانہ لباس سے نکالی

نکالی نمعلوم کون سی زبان ہے مصنف کا اصل مطلب یہ ہے کہ اسے مردانہ لباس سے نکالا مونث کے خیال سے فعل بھی بے موقع مونث لکھ گئے۔ وگرنہ یہ البتہ اسطرح بولتے ہین جیسے کہ نسیم جیسا شخص ایسی غلطی کرے اور ایک جگہ نہین متعدد جگہ مثلاً۔

بھڑ کائی جمیلہ مادر اسکی گذرانی حنیر برابر اسکی

یہان بھڑ کائی وہی غلط استعمال ہے اور اصل یون تھا کہ جمیلہ اسکی مادر نے اسے بھڑکایا

حسن آرا تھی جو نیک تدبیر دکھلائی جمیلہ کو وہ تصویر

اس شعر مین بھی حسن آرا کے خیال سے فعل بجائے مذکر کے مونث استعمال کر گئے ہین صحیح یہ ہے کہ حسن آرا نے جو نیک تدبیر تھی جمیلہ کو وہ تصویر دکھائی۔

ہریلے بنے کا شور و غل تھا سنبل کا چہرہ تو پیرگل تھا
گل ہے خوانون مین زردہ لایا اُن غنچہ دہانون کو کھلایا
خورشید سا آفتابہ لائے مکھ ہاتھ ہر ایک کے دلائے

ان اشعار مین زردہ لایا کا فاعل کہین مذکور نہین اور نہ اوپر کے اشعار مین کہین اسکا ذکر آیا ہے۔ یہ بالکل خلاف قاعدہ اور غیر صحیح ہے البتہ جمع غائب کے صیغہ مین اگر فاعل مذکور نہو تو مضائقہ نہین جیسا دوسرے شعر مین ہے (خورشید سا آفتابہ لائے) لیکن

افسوس ہے کہ اوپر کے شعر مین واحد کا صیغہ لاکر (لیتے زردہ لایا) انھون نے اس شعر کو خاک مین ملادیا - کیونکہ ایک شعر مین تو کہتے ہین زردہ لایا اور اسکے متصل ہی دوسرے شعر مین فرماتے ہین آفتابہ لائے) یہ بالکل غیر صحیح اور قاعدے کے خلاف ہے ایسی لغزشین ایک ایسے ماہر اور مشاق شخص کے قلم سے ہون حیرت اور افسوس کا مقام ہے -

جو گائنین تھین شہانے گائین لیتے ہوے نیگ راگ لائین
حق پاکے جو رکھتی تھین قدامت بول اُٹھین مبارک وسلامت

یہان جو رکھتی تھین قدامت - نہ صرف بھرتی ہے بلکہ لغو بھی ہے اور اس سے کلام کا لطف جاتا رہا ہے جب پہلے شعر مین کوئی خصوصیت نہین ہے تو دوسرے شعر مین مبارک سلامت کہتے وقت قدامت کی خصوصیت کیون کیجئے -

غربت مین وطن کی دھن سمائی اس فیل کو یاد ہند آئی

یہان مصنف نے کمال کر دیا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کے سر پر ضلع جگت کا جن سوار ہے کسقدر بعید افترہ کہا ہے - تاج الملوک کو فیل سے تشبیہ دینا کسقدر ناموزون مکروہ اور سراپا مہمل ہے - نسیم کے ایسے شعرون سے بدمذاقی کی بساند آتی ہے -

ان مختصرون نے جب دیا طول بولی وہ بکاؤلی کہ معقول

یہان حرف طول کے لیے مختصرون کا لفظ استعمال کیا گیا ہے شاعر کا مطلب اُن لوگون سے ہے جو تاج الملوک کے آنے پر مبارکباد دے رہے تھے کچھ سمجھ مین نہین آتا یہ لفظ اُن معنون مین کس لحاظ سے استعمال ہوا ہے حیرت ہے کہ اس قسم کی صریح غلطیان ایسے شخص سے سرزد ہوتی ہین جو اُستاد مانا جاتا ہے - یہ سب لفظی تناسب اور ضلع جگت کی بدولت بدمذاقی اسکی پہلی سیڑھی ہے - بُرے بھلے مین مطلق امتیاز نہین رہتا -

بولین کہ طلب کیا ہے چلیے جوڑا یہ خراب ہے بدلیے
اُٹھی اُسے جی کی طرح چھوڑا بدلا مانند رنگ جوڑا

دوسرے شعر مین جوڑے کے اُتارنے کو جی کے چھوڑنے سے تشبیہ دی ہے یہ تشبیہ
اسیطرح چسپان اور مناسب حال نہین ہے جی چھوڑنے کے معنی جہانتک ہمین معلوم ہین
ہمت ہارنے مایوس ہوجانے کے ہین معلوم جوڑے کے بدلنے کو اس سے کیا مناسبت ہے
کہ محض لفظونسے بحث ہے کہ جیسے جی کے ساتھ چھوٹ جانا مستعمل ہے ویسے ہی جوڑا بھی بدلتے
وقت بدنسے چھوٹ جاتا ہے تو یہ ایک مبتذل اور ادنی درجہ کا بازاری لطیفہ رہ گیا ہے دوسرا
مصرع (بدلا مانند رنگ جوڑا) بھی ویسا ہی ہے۔ اگر اسکے یہ معنی ہین کہ جیسے وہ گھڑی گھڑی
رنگ بدلتی تھی ویسے ہی بار بار جوڑے بدلتی تھی تو صریحًا غلط ہے اور اگر اسکے یہ معنے ہین
کہ بیمار رنگ تھا ویسا ہی لباس بھی بدلا تو یہ کوئی بات نہین۔ یہ شعرا اسی قبیل سے ہے
جسپر مولانا حالی اعتراض کر چکے ہین۔

دائین دیکھا نظر نہ آئی بائین دیکھا کہین نہ پائی

پائی غلط ہے۔ پایا ہونا چاہیئے۔ نسیم ایسی غلطی کئی بار کر چکے ہین۔

آتے ہی زمین سے آسمان پر پہونچی اس بزم مین سمان پر

اول سمان غلط ہے۔ سمے ہونا چاہیئے۔ دوسرے یہان یہ نہین معلوم ہوتا کہ سمان کے
معنی کیا لئے ہین۔ جسقدر معنی سمان کے مشہور اور معلوم ہین اُن مین سے کوئی بھی یہان ٹھیک
نہین بیٹھتا۔ اس مُعمّے کو غالبًا پنڈت چکبست صاحب حل فرمائین گے۔

اس گل سے نسیم زر نہین مانگ جو چاہے وہ بیحساب دیدے

امر کے ساتھ نہین استعمال ہوتا نہ ہونا چاہیئے۔ یا مت

روئی وہ بکاؤلی یہ سُن کے تڑپا شہزادہ سر کو دُھن کے

یہان (وہ) محض بھرتی کا ہے۔ صنعت اختصار کے ساتھ یہ بھرتی کسقدر ناموزون معلوم
ہوتی ہے۔ سارا قصہ کہہ گئے اور اسپر بھی بکاولی اسقدر غیر معروف ہے کہ اسکے لیئے وہ کی
ضرورت باقی ہے۔

(نقاد)

از رسالہ زمانہ بابت ماہ اپریل ۱۹۰۶ء جلد ۶ نمبر ۴

گلزار نسیم اور تنقید نقاد

(جواب "نقاد" از ضامن کنتوری)

رسائل اور اخبارات سے اتنا فائدہ تو ضرور نمایان ہے کہ اُمنگ بھرے دلون مین تنقید لکھنے کا چرچا ہو چلا ہے جسکا ابتک ہم مین دستور نہیں تھا اگرچہ تنقید نویسی کی جسقدر ضرورت ہے اور جسطرح یہ تصنیف اور مصنفین کے حق مین مفید ہے اسکے بیان کی اس موقع پر حاجت نہین کیونکہ یہ عنوان ایک جداگانہ مضمون چاہتا ہے جو اس مختصر تحریر کے مبحث سے خارج ہے۔

اسوقت ہمکو صرف یہ دیکھنا ہے کہ آجکل جو گلزار نسیم اور مثنوی میر حسن ہمارے پرجوش نقادونکی جولانگاہ بنی ہوئی ہین اس سے انکا منشا کیا ہے؟ اگر ان تنقیدی کوششون کا حاصل قدیم اُردو لٹریچر کے محاسن و معائب پر نظر ڈالنا اور زبان اُردو کی چھان بین کرنا ہے تو کیا اُردو اور کیا اُسکا لٹریچر جسمین بجز چہار درویش فسانۂ عجائب یا اور ایسے ہی چند بے سر و پا قصّونکے سوا نثر کا تو کہین پتہ ہی نہین رہی نظم اسکا یہ حال ہے کہ ابو الشعرا ۔ دلی سے لیکر شعرائے دور آخر تک کے دواوین لیکے دیکھئے اور انصاف سے دیکھئے کہ اُسمین کسقدر حصہ کا آمد یا کم از کم ایسا ہے جو مہذب سوسائیٹون مین پڑھنے کے لائق بھی ہو

مجھے اس سے انکار نہین کہ اُن ارواح مقدسہ کا احسان زبان اُردو پر نہین ہے؟ ہے اور بہت کچھ ہے۔ ہر طبقے کے اساتذہ کی کچھ نہ کچھ کوشش زبان کے صاف کرنے اُسکی

ترکیبون کے سُلجھانے اور طرز بیان مین سادگی و سلاست پیدا کرنے مین کی ہے اور کامیاب بھی ہوے ہین اور اگرچہ الٹ پلٹ ہر زبان مین اُسوقت تک ہوتی رہتی ہے جبتک وہ زبان زندہ رہتی ہے مگر پھر بھی ہم اُنکی مساعی جمیلہ کے مشکور ہین۔ لیکن کیا یہ بھی لازم ہے کہ اِس مشکوری کی بنا پر ہم اپنا عزیز وقت ضائع کرین استغفراللہ اب خلیل خان کے فاختہ اڑانے کے دن نہین رہے۔ جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے تھے وہ اگلے وقتون کے لوگ تھے۔ وہ زمانہ اُنکے ساتھ گیا ہمارا زمانہ اور ہے اُنکا زمانہ اور تھا ہماری ضروریات اور ہین اُنکی ضروریات اور تھین وہ جو کچھ کرتے تھے محض ہنسی مذاق اور دل خوش کرنے کے لیئے ہمکو چاہیئے کہ جو کرین اگر وہ کارِ بیکاری ہو جب بھی اُس مین کوئی بات کام کی نکالین اور اس دفترہی کو گاؤخورد کرین جو کارنامۂ بیکاری ہے۔

تاہم اگر ہمارے جوشیلے اہل قلم یہی چاہتے ہین کہ اُردو کے اس لغت بر پیچ کلاسکل لٹریچر کی یاد تازہ رکھین تو یہ عنایت جو دکن ریویو اور زمانہ نے گلزار نسیم اور مثنوی میر حسن کی بحور مین پیش کیئے ہین اُنکی نسبت ہم کہین گے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کاین رہ کہ تو میروی بہ ترکستانست

مین ایک منٹ کے لیئے بھی تسلیم نہین کرسکتا کہ نسیم ہو یا میر حسن حضرت نقاد ہون یا زید عمر و بکر۔ ایک سراسر عیب اور دوسرا بالکل عیوب سے بہرا ہے۔

ع اللہ نمیتوان شدن آدم باش۔ میرے خیال مین میر حسن دہلوی (مسلمان) اور نسیم لکھنوی (ہندو) دونون آدمی تھے دونون سے غلطیون کا ہونا ممکن تھا اور دونون نے غلطیان کی ہین چنانچہ خود یہی تنقیدین اُنکے اغلاط کو ثابت کر رہی ہین گران انسانی لغزشون سے اُنکے کمال مین سرمو فرق نہین آسکتا تاہم یہ دیکھنا ہے کہ خود حضرت نقاد کہانتک برسرغلط ہین جس سے یہ ثابت ہو جائیگا کہ نقاد صاحب کی تحریر یا بنائے مخاصمت ہے یا بنائے نافہمی جو اعتراضات کہ صحیح ہین اُنکو ہم بھی تسلیم کرتے ہین اور اسکے

ساتھ اپنی مشکوری بھی ظاہر کرتے ہین - مگر جن اشعار کو ہمارے نقاد صاحب خود نہین سمجھے ہین انکی توضیح کرکے اتنی گزارش کرنی چاہتے ہین ع عیب مے جملہ بہ گفتی ہنرش نیز بگو چاہیے یہ تھا کہ آپ ایسے بیجا اعتراض کرکے اپنی ناقدری ظاہر کرنے کے بجائے تھوڑا سا مدعا انتخاب بھی کر دیتے تاکہ لوگ آپکو بے تعصب اور سچا نقاد سمجھتے -

پہلے ہم گلزار نسیم کی تنقید پر نظر ڈالتے ہین جو زیادہ تر محتاج ریویو ہے افسوس ہے کہ اسوقت اسکا صرف ایک ہی نمبر ہمارے سامنے ہے لیکن مشت نمونہ از خروارے بس است

شادی کے لیے ہے کلک شنجرف انگشت قبول دیدۂ حرف

نقاد صاحب اس شعر کو المعنی فی البطن الشاعر فرماتے ہین مگر ایسا نہین ہے کلک شنجرف اسلیئے لکھا ہے کہ شادی کا مضمون سرخ کاغذ پر یا سرخی سے لکھا جاتا ہے نثر مین ہوئی (شادی) (کا مضمون لکھنے کے لیئے) کلک شنجرف دیدۂ حرف کی (یعنی پر) انگشت قبول ہے مطلب یہ ہوا کہ حرف نے (جسکا دائرہ چشم سے مشابہ ہے) اپنے لکھنے کی اجازت قلم کو دی (اس طرح سے کہ انگشت قلم کو اپنی آنکھ پر رکھ لیا چنانچہ فارسی کا عام محاورہ ہے چشم و چشم) لکھنا تو نظر دقت سلیم سے پوشیدہ نہین اگر کسی کی سمجھ مین نہ آئے تو مجبوری ہے -

چپکی ہوئی پیچید سے دو دلگیر آئینہ کی پشت پر تھی تصویر

نقاد صاحب نے بیچے غلط کیئے اور شعر کو مہمل کھدیا ! سجان اللہ ج پ پیش چپ کاف ہی زیر ی چپکی نہین بلکہ ج پ زیر چپ کاف ہی زیر کی چپکی پڑھیئے مطلب سمجھ جایئے گا -

دو دل ہون جو جانبین راضی یہ جان سے کیا کرے گا قاضی

جانبین اور جان سے کے حشو ہونے پر اعتراض ہے اور صحیح اعتراض ہے - مگر اسکو حشو بتانے کے بجائے ایسی عبارت مین اعتراض کیا گیا ہے جو ایک شاعر کی سمجھ سے باہر ہے اور معترض صاحب کی لیاقت کو بتا رہا ہے پھر بھی ہم آپ کی خاطر سے اس شعر کو

یون بنائے دیتے ہین ؎

باہم دو دل اگر ہون راضی بیچارہ کیا کرے گا قاضی
اک گھر تھی شہر کے برابر ٹھہرے سیارے کہکشان پر

آپ فرماتے ہین" کہ غالبًا سیارون سے مطلب چارون بھائیون سے ہے غالبا کی ضرورت نہین یقینی شہزادے مراد ہین - اس مناسبت سے کہ وہ مسافر تھے اور کہکشان سے قطعی مُراد نہر ہے وجہ شبہہ یہان بھی موجود ہے اسکو علم بیان کے کسی رسالہ مین ملاحظہ فرمائیے دوسرا یہ اعتراض کہ (سیارون کا کہکشان پر پہونچ کے ٹھہرنا کیا معنی ؟ میری سمجھ مین نہین آیا شاید آپ مشبہ اور مشبہ بہ کے افعال وخواص مین بھی مناسبت تام ڈھونڈتے ہین ؟ شکر ہے کہ نسیم زندہ نہین ورنہ اُسے بھی سپریٹ پیٹ کے "شعر مرا بہ مدرسہ کہ برد" کہنا پڑتا ؎

وہ ریگ روان کا گرد لشکر یعنے تاج الملوک ابتر

ارشاد ہوتا ہے وہ کہ ریگ روان کا گرد لشکر کیا بلا ہے علاوہ ازین کہ کیا بلا ہے کے جُملے سے اعتراض طفلانہ ہو گیا ہے لغو بھی ہے - سُنئے ریگ روان کو بوجہ کثرت وروانی کے لشکر سے تشبیہہ دی ہے - لیکن لشکر کے پیچھے گرد رہتی ہے - لیکن گرد کے پیچھے گرد کہان اسلئے تاج الملوک کو گرد لشکر کہا - فتدبر -

سوچی کہ نہ اب بھی چال رہیئے شادی کا مزا نکال رہیئے

بلاشبہہ یہ شعر بھونڈا اور خلاف محاورہ سا ہے (اگر نسیم خود اتھارٹی ہے) مگر معترض کا یہ کہنا کہ (شاید لکھنؤ کا محاورہ ہو) اعتراض کو بے وقعت کیئے دیتا ہے (بوسے تعصب می آید)

کام اُس کا تھا بس کہ کھیل کھانا جوسر کا جما وہ کارخانہ

اسپر بھی اعتراض غلط کیا گیا ہے - محاورہ کھلنا کھانا نہین بلکہ کھیل کھانا ہی ہے

جسکے معنون کی تشریح خلاف تہذیب ہے کھیلنا کھانا بچون کے لیئے کہین گے نہ کہینگے لیئے

سمجھا وہ کہ ہے شگون نرالا نیولا بگڑا استین مین پالا

فرماتے ہین کہ شگون کے ن کا اعلان نہ کرنا غلط ہے مگر شگون فارسی لفظ ہے اور فارسی مین حرف لین کے بعد ن کا اعلان ناجائز ہے - اگر یہ کہیئے کہ بلا اضافت ہونے کی وجہ سے آپ اسکو غلط ٹھہراتے ہین تو ناسخ کے اس مطلع کی نسبت کیا ارشاد ہوگا

رفعت کسیکی دلکو گوارا یہان نہین رہتے ہین اُس زمین مین یہ جہان آسمان نہین

اسمین بھی زمین و آسمان کے ن کا اعلان نہین کیا گیا ہے بلاشبہہ متاخرین نے اُردو ترکیب مین ایسے نون کا اعلان نہ کرنا مکروہ سمجھا ہے مگر پروفیسر صاحب کو یہ حق نہین ہے کہ وہ اُسے غلط کہین غیر فصیح اور غلط مین بہت فرق ہے -

اے رہرو بوبرہ نہادہ وے صرصر گل بہ باد دادہ

پروفیسر بی اے صاحب فرماتے ہین کہ دوسرا مصرع بالکل مہمل ہے صرصر گل کے کچھ معنی نہین معلوم ہوتے - اس اعتراض کو پڑھ کے حضرت کے مذاق فارسی دانی پر تعجب ہوتا ہے - صرصر گل کے واقعی کچھ معنی نہین ہین - لیکن اسکی نثر یون فرمائیے اے گل بہ باد داد و صرصر) یعنی اے ان صرصر کہ گل را بہ باد دادہ - اب آپ کو معلوم ہوگا کہ صرصر موصوف ہے اور گل بباد دادہ اسکی صفت (ترکیبی) ہے ایسی ترکیبین فارسی مین کثرت سے ہین آپ کہانتک اعتراض کرینگے ؟ دیکھیئے مرزا بیدل فرماتے ہین ؎

برلوح تحیر رقم گفت و شنید فہمیدیم انچہ نتوان فہمید

این سنگدلان خاک اسباب بچشم یک اشک ندیدہ شرم اجناب بچشم

ہان اس شعر مین اگر کوئی عیب ہے تو یہ ہے کہ اسکی ترکیب فارسی واقع ہوئی ہے جس سے پروفیسر صاحب کو اسکے سمجھنے مین دشواری ہوئی رہا جو تکلف تاج الملوک کی

حالت مناسبت سے صرصر گل بباد دادہ کی مثال مین پیدا ہے اسکا لطف صاحب ذوق سلیم ہی حاصل کر سکتا ہے

یہ کہکے لبون سے قند گھولے مستی نے دلون کے عقدے کھولے

اعتراض یہ ہے کہ قند گھولا ہونا چاہیئے نہ کہ قند گھولے - ممکن ہے کہ مصنف نے قند گھولا لکھا ہو اور دوسرا مصرع یون ہو ع مستی نے دلون کا عقدہ کھولا) مگر نہین نقاد صاحب کا اعتراض اس بات پر ہے کہ جب میٹیریل نون (اسم مادی) کی جمع گرامر کے قاعدے سے نہین ہو سکتی تو قند گھولے کیا معنی ؟ لیکن عام اس سے کہ اُردو مین کوئی ایسا قاعدہ نہین ہے یہان معاملہ کچھ اور ہی ہے - یہ قنادی کی دوکان نہین ہے نقاد صاحب پھر غور فرمائین -

آگرچہ ہے دیکھتی جمیلہ روشن تھے چراغ اور فتیلہ

اعتراض دو ہین - ایک یہ کہ فاعل (فتیلہ) واحد اور فعل جمع ہے یہ غلط ہے ہم بھی کہتے ہین کہ غلط ہے - لیکن اس غلطی کے ذمہ دار مسٹر چک بست ہین - دوسرے اڈیشنون مین یہ مصرع یون ہے ع روشن تھا چراغ مین فتیلہ - دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جب چراغ مذکور ہے تو فتیلہ کی ضرورت ہی کیا تھی - چراغ بغیر فتیلہ جل ہی نہین سکتا - یہ اعتراض بہ لحاظ موقع درست نہین ہے - فتدبّر -

دکھلا نہ مجھے ہرے ہرے باغ غنچہ کی گرہ مین کیا ہے جز داغ

نقاد صاحب فرماتے ہین کہ ہرے ہرے باغ دکھانا غلط ہے اور ہرا باغ دکھانا اور سبز باغ دکھانا صحیح ہے، مین کہتا ہون کہ اگر ہرے ہرے باغ دکھانا غلط ہے تو ہرا باغ دکھانا بدرجۂ اولےٰ غلط ہے محاورہ فقط سبز باغ دکھانا ہے -

جسوقت چلا پری کا مانوس سایا سے پس قدم تھے جاسوس

ظاہرا یہ اعتراض صحیح ہے کہ سایا سے بجائے سائے ہونا چاہیئے - اسلیئے کہ حرف معنی کے

آنے سے جن ایہامے مذکر کے آخر الف یا ہاے مختفی ہو وہ یاے مجہول سے بدل جاتی ہے لیکن پروفیسر صاحب نے تلبیس پر غور نہین کیا۔ سے حرف تشبیہ بھی ہے اور از کے معنون مین بھی اسی وجہ سے شاعر نے ایہام سے بچنے کے لیے عام قاعدے کی پابندی نہین کی۔ روزمرہ کی گفتگو مین بھی اسکی نظیر ملتی ہے اور میرانیس مرحوم کا یہ شعر بھی موجود ہے

پھولے سماتے تھے نہ محمدؐ کے گلعذار ۵ دولھا بنے ہوے تھے اجل تھی گلون کا ہار

اس شعر مین اگر دولھا کو بنے ہوے تھے کا فاعل قرار دین تو سخت غلطی ہے اگر مفعول بہ قرار دین جب بھی جمع درکار ہے البتہ حرف تشبیہ کا ساقط ہونا صحیح ہو سکتا ہے اس طور پر نسیم کا سایا اور میرانیس کا دولھا ایک قاعدے کے ذیل مین آجاتے ہین۔ اس پر بھی اگر آپ ہی کا دعوی تسلیم کر لیا جائے جب بھی مین اتنی سفارش کرتا ہون کہ سایہ کو ہاے مختفی کے ساتھ پڑھیے اور کتابت جدید پابندیون سے قطع نظر کر کے اپنے پچھلے رسم الخط پر غور فرمائیے (مثلاً اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے (یہ چیز دو روپیہ کو آتی ہے) اور اس قسم کے بے معنے اعتراض کرنے کی کوشش کیجیے البتہ اس شعر مین مانوس محض قافیہ کی ضرورت سے بے محل استعمال ہوا ہے جو نظر انداز کر دیا گیا۔

حال اُس سے کہا کہ قول ہمارا ہے پیر یہ نوجوان ہمارا

اعتراض صحیح ہے کہ پیر محض نوجوان کی خاطر لایا گیا ہے کسی سے قول ہار جانا اور بات ہے اور اُسے پیر کہنا یا بنانا دوسری بات ہے)

اگر ایسے ہی اعتراض ہین تو ہم تمام ابتدائی شاعری کو بلا دلیل معترض علیہ نے لیتے ہین کیونکہ جن باتونکو آپ عیوب کہہ رہے ہین ہم غلطی سے اُنکو محاسن سمجھے ہوے تھے۔ معاف کیجیے گا! مگر ہم آپکو لطف معنی سے بھی آگاہ کیے دیتے ہین تاکہ شکایت دفع ہو جائے آپ جانتے ہین کہ پیر و مرشد، گرو گرو گھنٹال وغیرہ الفاظ محاورے مین اس موقع پر بولے جاتے ہین جب ایک شخص دوسرے کسی امر مین سبقت لیجاے اور وہ بھی اکثر دغابازی چالاکی

مکاری فریب وغیرہ مین یہ شعر اُس موقع پر کہا گیا ہے جبکہ دیو تاج الملوک کے کھانے پر آمادہ ہے اتفاقاً چند اونٹ آجاتے ہین اُنکو مار کر لاتا اور تھک کے لیٹ جاتا ہے تاج الملوک کو یہ چالاکی سوجھتی ہے کہ اونٹونپر سے میدہ گھی شکر لیکے حلوا پکاتا ہے اور دیو کو کھلاتا ہے اور جب دیو اس خدمت کے عیوض مین اظہار مشکوریت کرتا ہے تو فریب دیکے اُس سے باغ بکاؤلی مین پہونچانے کا وعدہ لیتا ہے۔ اسی بنا پر دیو کہتا ہے کہ یہ لڑکا تو میرا بھی پیر نکلا) رہا الفاظ دوجان و پیر مین جو صنعت طباق ہے اسکو آپ نے ناظر کی فلسفی یا شاید منطقی اصطلاح سے تعبیر کیا ہے جس خوبی کے ساتھ محاورے مین کھپائی گئی ہے اُس نے اِس شعر کو سہل ممتنع کے درجہ پر پہونچا دیا ہے جسکو ایک غیر شاعر کا دماغ نہین محسوس کر سکتا۔

تھا داغ پسر میسر اُس کو جنتی تھی ہمیشہ دختر اُس کو

فرماتے ہین دوسرے مصرع مین اُس کو خلاف محاورہ ہے۔ اُسکو دختر جنتی تھی فصیح زبان نہین ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دختر اُسکو (یعنی مان کو) جنتی تھی۔ یہان بھی پروفیسر صاحب نے عبارت صحیح نہین پڑھی۔ جنتی کو تاے فوقانی کے ساتھ نہین۔ بلکہ مشدد پڑھیے۔ اگر آپ ہی کے بتائے درست سمجھے جائین تو اسکو خلاف محاورہ نہین بلکہ حشو قبیح ہو گا اور ردیف بیکار ہوئی جاتی ہے۔ جو معنی آپ نے تجویز کیے ہین یہ آپ ہی کی تحقیقات جدید سے ثابت ہو سکتے ہین۔ نسیم بیچارے مین اتنی لیاقت کہان تھی ہان شعر مین ضعف تالیف ضرور ہے جس کو آپ (خلاف فصاحت) تعبیر فرماتے ہین۔

ہر چند ستارہ مان کا تھا مانند تھی چاندنی شہرہ کر دیا چاند

یہ کوئی زیادہ برہم ہونے کی بات نہین کہ ستارہ کی رعایت سے چاندنی کیون لائے) اگر آپ ایسا ہی ایشیائی شاعری سے ناراض ہین تو انگریزی کے خدائے سخن شیکسپیر کو ملاحظہ فرمائیے کسقدر لفظی مناسبات کا دلدادہ ہے اس پر بھی ممکن ہے کہ چاندنی لڑکی کا نام ہو

وہ گندم جو نسا تھی بالی مردانہ لباس مین نکالی

ارشاد ہوتا ہے کہ (نکالی نہ معلوم کس زبان کا لفظ ہے مصنف کا اصل مطلب یہ ہے کہ مردانہ لباس سے نکالا۔ مؤنث کے خیال سے فعل بھی بے موقع مؤنث لکھ گئے) بیموقع مؤنث لکھ گئے کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا اسلیئے کہ پروفیسر صاحب نے کوئی قاعدہ نہیں بتایا۔ اگر میرا خیال غلط ہو تو شاید پروفیسر صاحب نے اپنے خلاف شائع کیے اردو کے قواعد بلکہ محاورات روزمرہ پر کبھی غور نہیں فرمایا ہے ورنہ کبھی ایسے بیجا اعتراض کی جرأت نہ فرماتے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب علامت فاعل (نے) مذکور ہو اور علامت مفعول (کو) نہ ہو اس صورت میں فعل ہمیشہ واحد اور تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مفعول کا تابع ہوتا ہے۔ جیسے اس نے صندوق سے کپڑے نکالے (یہ نکالا آپ فرمائینگے کہ اس شعر میں فاعل ہی مذکور نہیں تو علامت فاعل کیا ہوگی) اسلیئے یہ بتا دینا بھی ضرور ہے کہ نکالی صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی مطلق معروف اور سعدی معروف کے ماضی مطلق کے فاعل کے ساتھ علامت فاعل کا ہونا لازمی ہے علامت مفعول بہ مذکور نہیں یعنی نثر یوں ہوئی۔ وہ گندم جو ما (جو) بالی تھی مردانہ لباس میں نکالی) (نکالی) اردو زبان کا لفظ ہے۔ بحر کی دلکشی میں فرق نہیں آسکتا۔

حسن آرا تھی جو نیک تدبیر ۔ دکھلائی جمیلہ کو وہ تصویر

اس شعر پر بھی وہی مہمل اعتراض ہے کہ فعل بجائے مذکر کے مؤنث استعمال کر گئے ہیں یعنی دکھلائی کی جگہ دکھلایا کیوں ہوا۔ لیکن اور لطیفہ سنیئے فرماتے ہیں (صحیح یہ ہے کہ حسن آرا نے جو نیک تدبیر تھی جمیلہ کو وہ تصویر دکھائی۔ کیوں صاحب فعل تو اب بھی مؤنث ہی رہا پھر آپ کا اعتراض کیا ہے شاید اس اعتراض سے آپ کا منشا اپنے اعتراض ماسبق کی تردید ہوگی یا یہ کہ نسیم شعر نہ کہتا نثر لکھدیتا۔ مگر اسے کیا معلوم تھا کہ اسکے بعد ایسے ایسے نقاد سخن پیدا ہونگے۔ اگر آپ کی نثر کے مطابق نسیم کو کہنا ہوتا تو وہ پہلے مصرعے کو یوں کہتا ع حسن آرا نے جو تھی نیک تدبیر الخ لیکن اس ترکیب سے بندش کے علاوہ لطف بیان بھی

گھٹ جاتا - اسلیئے شاعر نے بلاخوف اصلاح موجودہ ترکیب قائم رکھی اور دوسرے مصرعے
(فاعل (اُسنے) کو مخذوف کردیا - ترکیب شعر کی یہ ہوئی ہے حسن آرا موصول) جو ضمیر صلہ
یک تدبیر تھی - جو کا صلہ موصول - ضمیر جمیلہ) اور صلہ مل کے مبدل منہ اسنے ضمیر فاعل
پوشیدہ بدل - بدل مبدل منہ سے مل کے فاعل ہوے - دکھلائی فعل متعدی یہ
دو مفعول - وہ اشارہ تصویر شاہد الیہ اشارہ اور مشار الیہ ملکے مفعول بہ جملہ مفعول
ثانی کو علامت مفعول یہ سب مل کے جملہ فعلیہ خبریہ ہوا - پھر بھی اگر آپ فعل مذکر ہی کے
خواستگار ہین تو اپنے اصلاحی جملہ کو یون پڑھیئے حسن آرا نے جو نیک تدبیر تھی جملہ کو اُس
(تصویر کو دکھایا) (دیکھیئے علامت مفعول ظاہر ہونے سے فعل مذکر ہو گیا -

گل سے خوانون مین زردہ لایا اُن غنچہ دہانون کو کھلایا

اعتراض ہے اور صحیح ہے کہ لایا کا فاعل ظاہر نہونے سے شعر خلاف محاورہ ہو گیا
مگر عاقلان در پے لفظ نہ روند - لایا کو آیا پڑھ لیجئے اور شعر کو دولخت سمجھیئے -

دائین دیکھا نظر نہ آئی بائین دیکھا کہین نہ پائی

اس اعتراض مین بھی فعل کی تذکیر و تانیث کا جھگڑا ہے - معلوم نہین صحیح ہے یا غلط اصل
کتاب کے موجود نہ ہونے سے فعل استعمال معلوم نہ ہو سکا البتہ گذشتہ اعتراضات سے
یہ رائے قائم ہوتی ہے کہ این ہم بچۂ شتر است -

اُس گل سے نسیم زر نہین مانگ جو چاہے وہ بیحساب دیدے

اس شعر مین نہین مانگ پر اعتراض ہے لیکن اگر نہ مانگو پڑھ لیا جائے تو کیا
مضائقہ ہے - تاہم معترض صاحب کی کوشش قابل داد ہے کہ ایک اتنا بڑا اعتراض
ٹھونکدیا اس سے بڑھ کے کیا ہو سکتا ہے -

گھر چھوڑ کے چل بسے سب انسان پھر تن مین نہ آئے صورت جان

فرماتے ہین نقاد صاحب کہ دوسرا مصرع بوجہ اختصار کے بے معنی ہو گیا ہے اُس سے

یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنا شہر چھوڑ کر یہاں آباد ہو گئے تھے انکے رہنے کی جگہ تن تھی شاعر کا اصل مقصد اسکے کہنے سے یہ تھا کہ جسطرح جان تن مین نہین آتی اسیطرح وہ لوگ پھر اپنے دیس کو نہ گئے۔ الخ

ہم بھی اعتراض کو تسلیم کرنے کو تیار ہین بشرطیکہ دوسرے مصرعے کا مثالیہ ہونا مان لیا جائے۔ مگر ایسا نہین ہے۔ مصرعے کی ترکیب یون واقع ہوئی ہے کہ گھر کو تن سے استعارہ کیا ہے۔ اسمین استعارہ اور تشبیہ مین یہ فرق ہے کہ اول الذکر مین صرف تشبیہ کو ساقط کر دیتے ہین پس اس شعر کی نثر یون فرمائی گھر و نکو (جو بمنزلہ) تن تھے چھوڑ کے سب انسان چلے گئے (اور پھر) بصورت جان (انمین واپس) نہ آئے اس تشریح کے بعد دو مطلب اس شعر سے سمجھے جا سکتے ہین ایک تو یہ کہ مردہ تنون مین (یعنی خالی گھرونمین) جان نہ پڑی (یعنی وہ لوگ واپس نہ آئے) دوسرا یہ کہ جسطرح جان تن سے جا کے تن مین واپس نہین ہوتی اسیطرح وہ بھی واپس نہین ہوتے)

نکلا جیسے ہی مٹھ کے باہر پھرا گئی چشم حلقہ در

ارشاد ہوتا ہے کہ دوسرے مصرع کا تعلق پہلے مصرعے سے نہین معلوم ہوتا... اسکے جانے سے چشم حلقہ در کیون پتھرا گئی؟ ہم نے ایک پرانے اُستاد سے سُنا ہے کہ شاعر جب شعر کی فکر کرنے بیٹھتا ہے تو پہلے قافیہ تلاش کر لیتا ہے اُسکے بعد الفاظ ڈھونڈھ کر جمع کرتا ہے پھر انمین سے اچھے اچھے لفظ چنکر کسی ایک مصرعے کی بھرتی کر لیتا ہے۔ جب اس سے فارغ ہوا جھٹ سے ایک برابر دوسرا مصرعہ بھی تراش کیا آخری درجہ ہے معنی بٹھانے کا اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ خیالات کے ہجوم مین معنی بٹھانا بھول جاتا ہے ممکن ہے کہ نسیم سے بھی فروگذاشت ہو گئی ہو مگر ہمارے ذہن مین اس شعر کے یہ معنے آتے ہین اگر آپ کے ذہن نشین بھی ہو سکین

شعر اس موقع پر کہا گیا ہے جب تاج الملوک نے طلسمی قید خانہ سے رہائی پائی ہے اسمین باریک بات قید خانہ کا طلسمی ہوتا ہے جسکی وجہ سے شاعر نے اس مضمون کی بنا ڈالی ہے

مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ تاج الملوک کی رہائی کے قید خانہ کا در بند ہو گیا (پتھر کی طلسمی دیوار سے) اس مضمون کو شاعر نے ان الفاظ مین ادا کیا ہے کہ قیدی کی مفارقت کا قید خانہ کو اسقدر رنج ہوا کہ وہ اندھا ہو گیا۔ اس خیال کے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ تاج الملوک کے خیال کے ساتھ اسکے حسن و جمال کی طرف ذہن منتقل ہوا ساتھ ہی خیال یوسف اور زندان مصر کی طرف پہونچا اور وہان سے اچک کر یعقوبؑ کے بیت الحزن مین داخل ہوا۔ یعقوب پر مفارقت کا اثر یہ دیکھا کہ اندھے ہو گئے ہین۔ شاعر کو ایک ذرا سی تحریک کافی ہے بس نسیم نے قید خانہ کو اندھا بنا دیا آنکھ سے استعارہ کرکے کوحلقۂ در موجود ہی تھا جس کا پتھر سے بند ہو جانا اس مصرعے کے مورد بن کرنے کا باعث ہوا ع

پتھر اگئی چشم حلقۂ در۔ لیجیے شعر مین تو مین نے معنی بنا دیے ہین اب سمجھنا سمجھنا آپ پر منحصر ہے

صدا آنکھونکی دیکھکر پسر کی بینائی کے چہرے پر نظر کی

اعتراض ہے کہ دوسرا مصرع بالکل بے معنی ہے مصنف کے سوا دوسرا اسکی تہ کو نہین پہونچ سکتا۔ مصرع بالکل صاف ہے اگر کوئی نہ سمجھے تو مجبوری ہے۔ روے امید چہرۂ امید وغیرہ الفاظ تو ضرور آپ نے سنے ہونگے اسی قبیل سے چہرۂ بینائی بھی ہے اسکو مجازاً مرسل کہتے ہین معنے یہ ہوے کہ بیٹے کی نظر سے نظر ملنے کے بعد جب اپنی بینائی کو دیکھا تو نہ پایا۔ یہان اعتراض اور پیدا ہوتا ہے کہ اندھا ہونیکے بعد دیکھا کیونکر اسکی نسبت مین یہ صلاح دون گا کہ دیکھنے کے مختلف معنی اور موقعۂ استعمال مولوی سید احمد دہلوی سے دریافت فرما لیجیے۔

ہے باغ بکاولی مین اک گل پلکون سے اُسی پہ مار چنگل

فرماتے ہین کہ مضمون مبتذل ہے مگر اُسکا کوئی جواب نہین دوسرا اعتراض ہے کہ اُسی خلاف محاورہ ہے اُس ہونا چاہیئے) بالکل بجا ہے ہم بھی کیون نہ سمجھ لین کہ شاعر نے اُس کہا ہوگا

تی کے نکال دینے سے مصرعے کی موزونیت مین کوئی فرق نہین آتا۔

دانا تو کرے کب اس طرف میل ہارا ہے جوے کے نام سے بیل

اعتراض ہے کہ صلاح بگت کے۔ انصفون مین کچھ نہین۔ سبحان اللہ یہ بھی کوئی اعتراض ہے یہ تو غور فرمایئے کہ اسوقت کی سوسائیٹی کا مذاق کیا تھا۔ چلئے ہمتے اُدھر سے (جہاں سے گلزار نسیم گزر چکی ہے) کہ روزمرہ کی ایسی معمولی غلطی باقی رہے۔ ہم اسکو جلتے تھے کیون نہ پڑھین۔

صدقے ہو کر کہا نوشہ نے آئے جس گل کی ہوا لگی تھی لائے

پہلا اعتراض ہے کہ خوش آئے خوش آمد کا ترجمہ کیا ہے جو خلاف محاورہ ہے۔ مین کہتا ہون کہ خوش آمد کا ترجمہ ہرگز نہین ہے بلکہ خوش رنجیدہ کے خلاف کہ اپنے اصلی معنون مین استعمال ہوا ہے یہ شعر غالبًا اُس وقت کا ہے جب تاج الملوک گل بکاولی لیکے پلٹا ہے اور بیوا اس سے استفسار حال کر رہی ہے۔

دوسرا اعتراض ہوا لگی بھی پر ہے اور وہ صحیح ہے۔ بیشک نسیم ہوا سے لگی تھی۔ کی جگہ کہ کہے مین بالآخر مجھے نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ پروفیسر نقاد صاحب بی۔ اے نے اس تنقید کے تیکھے جسقدر وقت ضائع کیا اس کا حاصل بجز اسکے اور کچھ نہ نکلا کہ۔

کار ہر بی۔ اے نیست نقادی۔ کیا اچھا ہوتا اگر پروفیسر صاحب بجائے اس نقادی کے کوئی مفید کام کرتے۔ ہم اوپر بھی لکھ چکے ہین کہ نہ ہمکو نسیم سے کوئی خصوصیت ہے اور نہ نقاد صاحب سے ہم اس سے زیادہ واقف ہین کہ وہ دکن یونیورسٹی کے نامہ نگار ہین اور اُنکے نام کے ساتھ اکثر پروفیسر اور بی۔ اے۔ لکھا رہتا ہے۔ ہم نے جو کچھ لکھا وہ محض اس غرض سے کہ تنقید زیر بحث مین جسقدر اعتراضات کئے گئے ہین اُن سے پبلک کہین مغالطے مین نہ آجائے کیونکہ ان مین سے ایک اعتراض بھی قابل التفات نہین ہے اور وہم یہ نہین کہتے کہ نسیم دائرۂ انسانیت سے خارج تھا اور اُسکا کلام بالکل غلطیون سے معرا ہے۔

(ضامن کنتوری)

(از رسالہ تہذیب بابت ماہ اپریل ۱۹۰۶ء نمبر ۴ جلد ۲)

گلزار نسیم

ہوا خواہ نسیم

جب سے مشرقی بک ایجنسی نے گلزار نسیم کا نیا اڈیشن شائع کیا ہے اسوقت سے اس یادگار زمانہ مثنوی کے محاسن و معائب پر مختلف پہلوؤں سے بحث ہو رہی ہے اس بحث میں اکثر سحر البیان اور گلزار نسیم کا موازنہ بھی کیا جاتا ہے اور اکثر حضرات یہ کہنے میں تکلف نہیں کرتے کہ میر حسن کی مثنوی گلزار نسیم سے شاعری کے اعتبار سے بہتر ہے میرے خیال میں ایسا کہنا انصاف کا خون کرنا ہے۔ میر حسن کی مثنوی کو جو کچھ شہرت حاصل ہے وہ محض تبرکا حاصل ہے چونکہ سحر البیان اردو شاعری کے ابتدائی دور میں مقبول رہی لہذا لوگ ابتک اسکی یاد دل سے بھلانا پسند نہیں کرتے حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو شاعری کے اعتبار سے میر حسن کی مثنوی گلزار نسیم کی گرد کو بھی نہیں پہونچتی قبل اسکے کہ دعوی کی تائید میں دلائل پیش کیے جائیں یہ دیکھنا لازمی ہے کہ سچی شاعری کا معیار کیا ہے کارلائل انگلستان کا ایک مشہور فلسفی گذرا ہے اس نے لکھا ہے کہ جدت اختصار۔ باریک خیالی اور بلند پروازی شاعر کے جوہر خاص ہیں اس معیار کو سامنے رکھکر اگر ہم گلزار نسیم اور سحر البیان کا موازنہ کریں تو ہمپر یہ آئینہ ہو جائیگا کہ متاخر مثنوی میں

یہ جوہر معدوم ہین - برعکس اسکے گلزار نسیم مین یہ جوہر پورے پہونچے ہوئے ہین - پہلا جوہر جدت ہے اگر دیکھا جاے تو میر حسن کی مثنوی مین جدت کا نام نہین - مثلاً حمد و نعت مین سکندر نامہ و بوستان کی نقل کی گئی ہے ہر داستان کے آغاز مین ساقی نامہ کو بھی فارسی مثنوی کا سا تتبع سمجھنا چاہیئے چند شعر تمثیلاً درج ذیل ہین -

کرون پہلے توحید یزدان رقم — جھکا جسکے سجدہ کو اول قلم
سر لوح پر رکھ بیاض جبین — کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہین
قلم پھر شہادت کی انگلی اٹھا — ہوا حرف زن یون کہ رب العلا
نہین کوئی تیرا نہ ہوگا شریک — تیری ذات ہے وحدہٗ لاشریک
پرستش کے قابل ہے تو اے کریم — کہ ہے ذات تیری غفور رحیم

وغیرہ وغیرہ ان اشعار مین کسی قسم کی لطافت ہے نہ تازگی نہ جدت جو شخص حمد و نعت کہتا وہ ایسی ہی کہتا معلوم ہوتا ہے کہ فارسی مثنویون کی حمدیہ اشعار کا ترجمہ کر دیا ہے برعکس اسکے گلزار نسیم مین حمد و نعت مین وہ جدت پائی جاتی ہے کہ بارک اللہ -

ہر شاخ پہ ہے شگوفہ کاری — مژدہ ہے تسلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زبان سے اقرار — نعت حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیون مین یہ حرف ان ہے — یعنے کہ مطیع پنجتن ہے
ختم اسپہ ہوئی سخن پرستی — کرتا ہے زبان کی پیش دستی

ناظرین ملاحظہ کر سکتے ہین کہ نسیم کے چارون شعر جدت و تازگی کا نمونہ ہین اور ڈھنگ کی کسی مثنوی مین حمد و نعت مین ایسی طرح کی مثنوی مین - میر حسن نے کہین جدت سے کام نہین لیا ہے - اگر گھوڑے کی تعریف کی ہے تو گھوڑے کے متعلق سب اصطلاحین نظم کر دی ہین - اگر گیسو کی تعریف کی ہے تو بیش بہا افتادہ تشبیہون کے انبار لگا دیے ہین طوالت مضمون کا خیال مانع ہے ورنہ سیکڑون مثالین پیش کیجا سکتی ہین - جدت کے علاوہ خصوصیات

شاعری کا اعلیٰ جوہر ہے اور اختصار گلزار نسیم کا خاص جوہر ہے - نسیم نے اکثر مقامات پر دریا کو کوزہ مین بند کیا ہے - اور بقول محمد حسین آزاد (مصنف آبحیات) کے کل مثنوی مین ایک شعر بیکار نہین ہے - اگر درمیان سے ایک شعر نکال ڈالیئے تو کل داستان ہم ہو جاتی ہے" برعکس اسکے میر حسن کی ہیجا طوالت پر دہر منصف مزاج شخص کی نگاہ مین کھٹکتی ہے دیکھئے بادشاہ کی تعریف مین میر حسن فرماتے ہین -

بہت حشمت و جاہ و مال و منال — بہت فوج سے اپنی فرخندہ حال
کئی بادشاہ اسکو دیتے تھے باج — خطا و ختن سے وہ لیتا خراج
کوئی دیکھتا آکے جب اسکی فوج — تو کہتا کہ ہے بحر ہستی کی موج
جہانتک کہ سرکش تھے اطراف کے — وہ اس شہ کے رہتے تھے قدمون لگے

نسیم نے ان تمام مضامین کو جو میر حسن نے چارون شعرون مین نظم کیے ہین ایک شعر مین کس خوبی و لطافت کے ساتھ نظم کر دیا ہے -

شہ کشور و تاجدار تھا وہ — دشمن کش و شہریار تھا وہ

اور پھر جو چستی اور تازگی اس شعر مین ہے وہ میر حسن کے چارون اشعار مین نہین اسیطرح ہر ایک مقام کا موازنہ ہو سکتا ہے میر حسن نے ہر جگہ اپنی خشک بیانی کو ضرورت سے زیادہ طول دیا ہے اور نسیم نے ہر جگہ کو نہایت اختصار اور لطافت کے ساتھ نظم کیا ہے باریک خیالی شاعری کا تیسرا زبردست جوہر ہے - میر حسن کی مثنوی مین نازک خیالی اور باریک خیالی کا مطلق دخل نہین ہے - ہر جگہ پیش پا افتادہ تشبیہون اور استعارون سے کام لیا ہے - برعکس اسکے گلزار نسیم کی باریک خیالی سے زینت ہے -

مثلاً نسیم و میر حسن دونون نے وصال کا مضمون نظم کیا ہے میر حسن کا طرز بیان بالکل بھدا اور لطافت سے معرا ہے چند شعر تمثیلاً درج ہین -

لگی ہونے بے پردہ جو چہرہ چھاڑ — درخشن کے کھل گئے دو کواڑ

لبون سے ملے لب دہن سے دہن — دلون سے ملے دل بدن سے بدن
لگی آنکھ سے آنکھ خوش حال ہو — گئین حسرتین دل کی پامال ہو
لگی جاکے چھاتی جو چھاتی کے ساتھ — چلے ناز و غمزے کے آپس مین ہاتھ

وغیرہ وغیرہ نسیم نے اس مضمون کو کس کس لطیف و نازک پیرایہ مین ادا کیا ہے —

طومار حجاب کو کیا طے — ساغر پہ جھکا وہ شیشہ کے
کاوش پہ ہوا گہر سے الماس — غنچہ سے بجھائی اوس نے پیاس

اس وضع کی متعدد مثالین دونون کے کلام سے دیجا سکتی ہین - آپ ہی بلند پروازی یہ ایسا جوہر شاعرانہ ہے جو کہ نسیم کا حصہ ہے اور جو میر حسن کے کلام مین عنقا کا حکم رکھتا ہے نسیم کے کلام سے چند بلند پروازی کے نمونے تمثیلاً درج ہین —

آنے لگے بیٹھے بیٹھے چکر — فانوس خیال بن گیا گھر
جامہ سے جو زندگی کے تھی تنگ — کپڑونکے عوض بدلتے تھی رنگ
سایہ کو پتا نہ تھا شجر کا — عنقا تھا نام جانور کا
مرغان ہوا تھے ہوش راہی — نقش کف پا تھے ریگ ماہی

اس مختصر پر منے موازنہ سے ثابت ہوا ہوگا کہ شاعری کے جوہر خاص میر حسن کے کلام مین معدوم ہین لہذا یہ کہنا بیجا نہوگا کہ میر حسن شاعر کے لقب کے مستحق نہین ہو سکتے وہ محض ایک (ناظم) تھے جو کہ واقعات نظم کر دیتے تھے انکے کلام مین شاعرانہ لطافت نہین ہے جو شاعری کو معمولی نظم سے جدا کرتی ہے برعکس اسکے شاعری کے تمام ارکان نسیم کے کلام مین درجۂ تکمیل پر پہونچے ہوے ہین اور یہی وجہ ہے کہ اب جو شخص مثنوی کہتا ہے وہ نسیم کی تقلید کرتا ہے اور میر حسن کیطرف رخ بھی نہین کرتا منشی احمد علی صاحب شوق محسن کاکوروی امیر اللہ صاحب تسلیم وغیرہ نے اپنی مثنویون مین نسیم کا انداز سخن اڑانے کی کوشش کی ہے آخر مین ہم اُن متعدد لغزشون مین سے چند تمثیلاً پیش کرنا چاہتے ہین جن سے ثابت ہوتا ہے

کہ میر حسن سے تناسب واقعات بھی نہ نبھ سکا اور نیز اُنھین زبان پر قدرت کاملہ نہین حاصل ہے جتنی لغز نشین زبان کی انکے کلام مین ہین وہ اُنکے معاصرین کے کلام مین نہین پائی جاتی میر حسن نے پہلے تو یہ بیان کیا ہے کہ بدر منیر قبل بارہ برس کی عمر پانے کے تمام علوم و فنون مین مشاق ہو گیا تھا جیسا کہ ذیل کے اشعار سے ثابت ہے ۔

دیا تھا زبس حق نے ذہن رسا — کئی سال مین علم سب پڑھ چکا
معانی منطق بیان و ادب — پڑھا اس نے منقول و معقول سب
لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم — زمین آسمان مین پڑھی اسکی دھوم
کیے علم نوک زبان حرف حرف — اسی نحو سے عمر کی اُسنے صرف

وغیرہ وغیرہ اس خلاف عقل مبالغہ کے بعد ارشاد ہوتا ہے ۔

عطارد کو آنے لگی اُسکی ریس — ہوا سادہ لوحی مین وہ خوشنویس

یہ عجب پریشان خیالی کا نمونہ ہے ۔ ابھی جس شہزادہ کی نسبت اس مقام پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ سادہ لوح تھا محض اس سے کہ لوح اور خوشنویسی مین تناسب لفظی ہے اس سے بڑھ کر کسی شاعر کے کلام مین قوت خیالی کی سُستی کا نمونہ نہ ملے گا (باقی آیندہ)

(راقم ہوا خواہ نسیم)

(از رسالہ تہذیب بابت ماہ جون ۱۹۰۶ء نمبر ۶ جلد ۲ -

گلزار نسیم و سحر البیان نمبر ۲

اسپیطر حکی سیکڑون لغزشین میر حسن کے کلام مین موجود ہین - ذیل مین مختصراً چند ایسی غلطیان پیش کیجاتی ہین جو کہ سوائے مبتدی کے کسی استاد کامل سے سرزد نہین ہوسکتین -

کیا حق نے نبیون کا سردار اُسے بنایا نبوّت کا حق دار اُسے

اس شعر مین حق اور سر - کا قافیہ بالکل غلط ہے ایسی غلطی تو ایک نومشق سے بھی ممکن ہے بادشاہ کی سخاوت مین فرماتے ہین -

سخاوت یہ ادنیٰ سی اک اُسکی ہے کہ اکدن دو شالے دیے سات سے

واقعی سات سے - دو شالے دینا حاتم کی قبر پر لات مارنا ہے - اور سوائے اولوالعزم بادشاہ کے کون دیسکتا ہے -

پلنگون کا بھی بلکہ چیتا یہی کمر آبند ہادے ہماری کوئی

اس شعر مین محض پلنگ کی رعایت سے لایا گیا ہے اور علیٰ ہذا القیاس کمر کا بھی یہی حال ہے یہ شاعری ہے کہ ضلع جگت -

طویلے کے اسکے جو ادنے تھے خر اُنھین نعل بندی مین ملتا تھا زر

میر حسن کا مطلب تو یہ تھا کہ نعلبند و نکوا جرت مین زر ملتا تھا مگر زبان پر قدرت نہ ہونے سے یہ کہہ گئے کہ (خرون کو زر ملتا تھا -

عجب شہر تھا ایک مینو سواد کہ قدرت خدائی کی آتی تھی یاد

خدا کی قدرت تو سب کہتے ہین - مگر چونکہ مصرع ناموزون رہتا تھا اسلیئے میر صاحب نے (ی) اور بڑہا دی - دیوار کی تعریف مین فرماتے ہین —

صفا پر جو اُسکی نظر کر گئے اسے دیکھ کر سنگ مُرمُر گئے

اس سے بدتر ضلع جگت کی مثال امانت کے یہان بھی نہ ملیگی - سنگ کے لیئے یہ کہنا کہ مرمر گئے میر حسن ہی کا کام ہے -

کرون اسکی وسعت کا مین کیا بیان کہ جون اصفہان تھا وہ نصف جہان

یہ کس جغرافیہ مین لکھا ہے کہ اصفہان نصف جہان ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میر حسن کی معلومات کا دائرہ بہت وسیع تھا -

گئے نو مہینے جب اس پر گذر ہوا گھر مین شہ کے تولد پسر

اس شعر مین - اس پر - کی کیا ضرورت تھی یہ دو لفظ اس لیے ٹھونس دیے گئے ہین کہ مصرع موزون ہو جائے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میر حسن کو مصرع موزون کرنے مین عجز تھا —

دیا چوب کو پہلے بم سے ملا لگی پھیلنے ہر طرف کو صدا

کہا زیر نے بم سے یہ شگون کہ دون دون خوشی کی خبر کیون نہ دون

سبحان اللہ کیا کیا دون دون ہے - واقعی تناسب الفاظ کی مفت کو نسیم نے کیا معراج دی ہے اور میر حسن نے اس صنعت کی کیا مٹی خراب کی ہے —

کھڑے سرو کی طرح چینی کے چھاڑ کہے تو کہ خوشبوئون کے ہین پہاڑ

اول تو خوشبو کی جمع خوشبوئیون - کیا خوب اور خوشبوئون کے پہاڑ - تو اسپر بھی طرّہ ہین واقعی خیالات کی جدت اسکا نام ہے —

گلون کا لب نہر پر جھومنا اُسی اپنے عالم مین مُنھ چومنا

جسوقت کہ لب نہر کہدیا تھا پھر - پھر لانے کی کیا ضرورت تھی اس قسم کی بھرتی کے الفاظ میر حسن کے چھپتہ قصیدی اشعار مین موجود ہین اور اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ میر صاحب موصوف نفس خیالات کے نظم کرنے مین عاجز تھے -

لیئے ہاتھ مین بیلچے مالنین چمن کو لگین دیکھنے بھالنین

بھلا اس سے بڑھکر مبتذیانہ غلطی کسی شاعر کے کلام مین مل سکتی ہے - بھالنین اور مالنین کا قافیہ رکھنا میر حسن ہی کا کام تھا -

لب جو پہ آئینہ مین دیکھ قد اکڑ نا کھڑے سرو جدیہ مد

لب جو پہ ویسا ہی ہے جیسا کہ لب نہر پر -

کمان کے جو دیکھے ہوا بے نظیر لیا کھینچ چلے مین سب فن تیر

کمان کے لیئے چلے کا ذکر کیا گیا ہے - پھر اگر امانت نے یہ کہا ہے -

بیریون مین بھی مرا نازک بدن ملتا نہین - تو کیا بُرا کہا ہے -

کہ سرگرم حمام ہے بے نظیر گیا ہے نہانے کو بدر منیر

اس شعر مین بے نظیر اور بدر منیر دونون سے ایک ہی شہزادہ مراد ہے مگر انداز سخن سے یہ پیدا ہے کہ بدر منیر کوئی اور شخص ہے اور بے نظیر کوئی اور شخص ہے - اس قسم کی بندش شاعری مین سخت معیوب ہے -

ہوا قطرۂ آب یون چشم پوش کہے تو پڑی جیسے نرگس پہ اوس

اوس پڑنا تباہ اور برباد ہو جانے کے معنون مین استعمال ہوتا ہے کیا اس شعر مین میر حسن کی یہ مراد ہے کہ پانی کا قطرہ پڑنے سے شہزادہ کی آنکھ پھوٹ گئی -

گیا حوض مین جب شہ بے نظیر پڑا آب مین عکس ماہ منیر

جسوقت حوض مین کوئی شخص نہانے اُترتا ہے تو پانی مین موج کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور اس حالت مین عکس پڑنا ناممکن ہے - میر حسن کی نگاہ مطلق شاعرانہ نہ تھی ورنہ وہ ایسا

خلاف تجربہ واقعہ نہ نظم کرتے۔

زمین پر تھا اک موجۂ نور خیز ہوا جب وہ فوارہ سان آب ریز

یہ اس موقع کا شعر ہے جبکہ شہزادہ حوض مین نہانے اُترا ہے ہماری سمجھ مین نہین آتا ہے کہ فوارہ کیطرح آب ریز ہونے سے کیا مراد ہے۔ کیا اُسپر نہانے کا خوف کیطرح طاری تھا۔ افسوس کہ ضم کے پہلو سے بھی میر حسن کا کلام خالی نہین ہے۔

بندھین پگڑیان طاش کی سر اوپر چمکا چوندمین جیسے آئے نظر

سبحان اللہ وبحمدہ۔ کیا اختصار ہے اول تو سر اوپر۔ ہی لطافت سے معمور تھا مگر جب دیکھا کہ اسپر بھی مصرع نہین موزون ہوتا تو سر اوپر نظم کر دیا۔

وحوشون طیورون تلک بے خلل پڑے آشیانونسے اپنے نکل

وحوش و طیور خود صیغۂ جمع مین ہین۔ اسکی جمع وحوشون وطیورون بنانا صرف ونحو کے معمولی قواعد سے لاعلمی ظاہر کرتا ہے۔

لب بام پر جب یہ سوئی صنم کرین سورۂ نور کو اس پہ دم

لب بام کے بعد پر بالکل فضول ہے۔

وہ سویا جو اُس آن سے بے نظیر رہا پاسبان اسکا بدر منیر

وہ مہ اسکے کوٹھے کا ہالا ہوا غرض وان کا عالم دوبالا ہوا

ان دونون شعرون مین ابتدا (مین) (وہ) محض برائے وزن بیت ہے۔

گئین لے وہ شہ کو لب بام پر دکھایا کہ سویا تھا یان سیمبر

یہ اور لب بام پر۔ ملاحظہ ہو۔ افسوس کہ ایک ایک قسم کی غلطیان کس کثرت سے ہین

لگے تھے جو خوشے درختون کے ساتھ وہ ہل ہل کے ملتے تھے آپسمین ہاتھ

پہلا مصرع کسقدر مہمل ہے

نہ بگلون کا عالم نہ وہ قرقرے نہ وہ آب جوئین نہ سبزے ہرے

سبزے ہرے - کی ترکیب محض غلط ہے -

خزاں کا الم دلمین جو آ گڑا جگر برگ گل کی طرح جھڑ پڑا

جگر جھڑ پڑنا کوئی معنی نہین رکھتا خدا جانے میر حسن کیا کہنا چاہتے تھے اور کیا کہہ گئے -

کسی کو ہو جس چیز کا اشتیاق نظر آئی وہ چیز بالائے طاق

میر حسن کا مطلب تو یہ ہے کہ مختلف چیزین طاق پر رکھی ہوئی تھین مگر بالائے طاق محاورہ مین بالکل اس سے مختلف معنون مین استعمال ہوتا ہے

زبس تھا وہ لڑکا تو سہما بھی کچھ ہوا کچھ دلیر اور حیران بھی کچھ

سہما اور حیران کا قافیہ کرنا میر حسن ہی کا کام ہے

کبھی یون بھی ہے گردش روزگار کہ معشوق عاشق کے ہو اختیار

کہنا چاہتے تھے کہ معشوق عاشق کے اختیار مین ہو مگر چونکہ مصرع موزون نہین ہوتا تھا لہذا تین حذف کر گئے سبحان اللہ -

وہ شفقت جو مان باپ کی یاد آئے تو راتون کو رو رو کے دیا بہائے

اصل لفظ شفقت ہے یعنے - فا - بالفتح ہے مگر میر حسن نے جہلا کی زبان پر اعتبار کر کے شفقت نظم کر دیا

غرض ماہ رخ اس پری کا تھا نام پدر سے کیا تھا یہ پوشیدہ کام

میر حسن کا مطلب تو یہ ہے کہ باپ سے خفیہ رکھ کے یہ کام کیا تھا مگر مصرع کی ترکیب سے ظاہر ہوتا ہے کہ باپ سے یہ پوشیدہ فعل کیا تھا افسوس کہ میر حسن کو ایسا ضم کا پہلو نہ نظر آیا - زبان پر قدرت نہونے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے -

اسی غم سے گھل گھل کے مرتا تھا وہ سدا شمع سان آہ کرتا تھا وہ

شمع کے لیئے رونا سب نے نظم کیا ہے اور واقعی اسکے قطرے اشک سے مشابہ بھی ہوتے ہین - مگر آہ کرنا شمع کے لیئے سوائے میر حسن کے کلام کے کہین نہ ملے گا -

یہ شاعری نہ ہو مگر ایجاد بندہ تو ضرور ہے

یہ گھوڑا جو اس گل کے تھی بخش کا فلک سیر تھا نام اس رخش کا

کہنا چاہیئے تھا کہ اس گل کا بخشا ہوا گھوڑا تھا مگر کہہ گئے کہ اس گل کی بخش کا گھوڑا سبحان اللہ

بجرہ - کیا اختراع ہے

فقط موتیون کی پڑی پائے زیب کہ جسکے قدم سے گہر پائے زیب

اس شعر مین بھی قافیہ کی غلطی ہے -

غرضکہ جن بزرگون نے جناب میر حسن کو حضرت نسیم کے مقابلہ مین آسمان شاعری پر پہونچایا ہے - وہ انصافاً دونون کا مقابلہ کرکے کہرے کھوٹے کی پرکھ کرین اور دیکھین کہ کس کے کلام مین عامیانہ لغزشون کی بھرمار ہے - یون آنکھ بند کرکے اعتراض کرنا اور کسی قابل فخر و تعظیم بزرگ کے کلام پر ناانصافی کے خنجر چلانا معمولی کانشین کے آدمی کا کام ہے اس قسم کے علمی مناظرات مین قومی خیالات سے قطع نظر کرکے سچائی اور ایمانداری سے تنقید کرنا ملک و قوم کے لیئے زیادہ مفید و کارآمد ہے - بمقابلہ اسکے کہ ایسے امور کو قومی نگاہ سے دیکھا جائے - باقی آیندہ

(راقم ہوا خواہ نسیم)

از رسالہ تہذیب بابت ماہ جنوری ۱۹۰۶ء جلد ۲ - نمبر ۱ - مرتبۂ منشی سعید اللہ خانصاحب منیجر و پروپرائٹر
ریاست رام پور

سحر البیان و گلزار نسیم پر ریویو

(از مظہر الحق صاحب دہلوی)

اس سے پہلے کہ سحر البیان اور گلزار نسیم کے مختلف مضامین کی سیر صاحبان بالغ نظر دقیقہ رس کو کرائی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول ربط تمہید و مقدمہ کچھ تحریر کر دیا جائے - بموجب تقسیم آزاد میر حسن صاحب سحر البیان دور چہارم سے تعلق رکھتے ہین اور نسیم دور پنجم سے نسیم کا ذکر آبحیات کے دور پنجم مین کہین نہین ہے مگر چونکہ وہ آتش مرحوم کے شاگرد تھے اسلیے انکا شمار دور پنجم مین کیا گیا ہے - موجد نظم اردو ولی اللہ سے لیکر انیس مرحوم تک تین سو برس ہوتے ہین اس زمانہ کو آزاد نے پانچ دور پر تقسیم کیا ہے اور شعرا کے طرز کلام کو مدنظر رکھ کر یہ دور قائم کیے گئے ہین جہان سے اردو کا رنگ ڈھنگ جدا پایا گیا - ایک دور قائم کر کے دوسرا دور شروع کر دیا گیا اور قائمی دور کا فیصلہ کثرت پر قرار دیا - رد و بدل ترک متروک کا جھگڑا ہر زمانے کے ساتھ لگا رہتا ہے جو زبانین کہ زمانہ دراز سے وجود مین ہین اور صفائی و شستگی مین ملاء اعلے پر پہونچ چکی ہین انمین بھی تغیر و تبدل کچھ کچھ آئے دن ہوتا رہتا ہے انگریزی زبان ہی کو ملاحظہ فرمائیے کہ پہلی زبان اور حال کی زبان مین

ذرا بھی تو کوئی مناسبت نہین ہے۔ اب بھی باوجودیکہ عرصہ سے علمی زبانون کے ہم پلہ ہوگئی ہے تاہم کوئی نکوئی بات گھٹتی بڑھتی رہتی ہے پس جس زبان کا نشو و نما ہوے ایک قلیل زمانہ گذرا اُسمین ترک متروک بدرجۂ غایت ہوتا رہیگا۔ چنانچہ دور چہارم مین زبان اُردو نے ایسی شستگی و صفائی حاصل نہین کی تھی جیسے کہ دور پنجم کی نظر سے گذری دور چہارم کے شعرا کا کلام اگر دیکھیئے تو ہر صفحہ مین بہت سے الفاظ اور ترکیبین ایسی ملین گی کہ آج متروک سمجھی جاتی ہین مگر میر صاحب کا کلام باستثناے چند الفاظ اور چند اشعار کی بندش کے جیسا کہ جب تھا ویسا ہی آج دلپذیر و دلکش ہے۔

زمانہ سے دو قدم آگے رہنا کچھ آسان نہین جبکہ برابر ہی چلنا دشوار ہے نسیم کو دور پنجم نصیب ہوا۔ مگر اُنکے کلام مین بلاغت کا پتہ نہین خیالات کا تسلسل مفقود۔ فطرت عادات انسانی کا ذکر تو ظاہر و ہم و گمان سے بھی زیادہ عنقا۔ ہان تشبیہہ و استعارات نئے طرز سے باندھے گئے ہین۔ اور فصاحتِ کلام مین بھی نسیم میر صاحب کی برابری کا دعویٰ نہین کر سکتے۔ جو دلکش بیان مثنوی کے لئے لازم ہے وہ سحر البیان مین موجود ہے اگر گلزار نسیم مین مفقود یہ شعرا ماسبق کے کلام مین جو الفاظ یا بندش متروک یا مکروہ پائی جاتی ہے اُنپر ہرگز اعتراض نہین ہو سکتا۔ اسلیئے کہ اُس زمانہ مین وہی فصیح سمجھی جاتی تھی جواب خارج ہوگئی ہے۔ البتہ اگر ایسے الفاظ پائے جائین جو اُسوقت متروک تھے تو بیشک کلام پر غیر فصیح ہونے کا اطلاق ہوگا۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ ہر زمانہ کی فصاحت جُدا ہے جو الفاظ آج فصیح خیال کیے جاتے ہین کچھ عرصہ کے بعد وہی ثقیل ٹھہرا دیے جاتے ہین پس اسی زمانہ کی نظر سے کلام جانچنا اور دیکھنا چاہیئے جس سے وہ تعلق رکھتا ہے۔ یہ رعایت صرف زبان کے ساتھ ہے معنی کو اس سے کوئی سروکار نہین۔ خیالات کی صحت و سقم پر برتری کا دارمدار ہے جسقدر وسیع اور بلند خیالات معنی کے متعلق ہونگے اُتنا ہی اعلےٰ درجہ اُنکے لیئے تجویز کیا جائیگا اس سے بہت کم بحث کیجائیگی کہ وہ کس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ شکسپیر سرآمد شعرا

انگلستان خیالات صحیحہ ہی کیوجہ سے آج بھی درجۂ اول کھتا ہے حالانکہ جو زبان اسنے لکھی ہے وہ بہت زیادہ متروک ہوگئی ہے اُسکے کلام کی جانچ مسئلۂ بالا کی رو سے ہوتی ہے یعنی کسی لفظ پر گرفت نہین کیجاتی اور فطرت و عادت سے جہان اسنے بحث کی ہے اُن تصورات کا وزن اس زمانہ کی میزان خیال مین پیدا ہوتا ہے ۔

مثنوی سحر البیان از سر تا پا فصاحت و بلاغت سے مملو جسکا ذکر ہے اُسکے متعلق جو کچھ چاہیئے شستہ الفاظ مین موجود ہے بیان کیا ہے ایک تصویر لاکر کھڑی کردی ہے غم و الم کا ذکر ہے تو در و دیوار سے یاس و حسرت ٹپک رہی ہے مسرت و عشرت کا چرچا ہے تو ہر شے شگفتہ و خندان نظر آتی ہے وصل کا خیال ہے تو کل لوازمات عیش موجود ہجر پر نظر ہے تو شام غربت و مغروب باغ کا ذکر آگیا ہے تو قمری کے قہقہے اور بلبل کے چہچہے برسات کا جو خیال آیا تو بجلی کی چمک بادل کی کڑک ہوا کا زور مینھ کا شور اسی کو بلاغت کہتے ہین ۔ آبحیات مین مثنوی میر حسن پر تقریظ موجود ہے آزاد کی تحریر کا کیا کہنا مگر وہ عام حالت سے تعلق رکھتی ہے اور اُسمین اُن خوبیہاے برتر از وہم و خیال کا مفصل بیان ہوگا جس کا سُراغ ایشیائی شاعری مین کم ملتا ہے فطرتی منظر اور نیچرل سینری کی توضیحات سے لطف دوبالا کیا جائیگا اُردو مین بہت سی مثنویان لکھی گئی ہین مگر سحر البیان کی پاسنگ کو بھی کوئی نہین پہونچتی بلاغت اور بیان فطرت مین بعید از شستگی زبان مین ایسی کہ سوائے گلزار نسیم کے اور کوئی نظیر نہین میری رائے مین ماورا ایک وصف کے گلزار نسیم کو سحر البیان سے کچھ مناسبت نہین ۔ آزاد مثنوی کی یون تعریف کرتے ہین کہ مثنوی حقیقت مین سرگذشت یا بیان ماجرا ہے جسے تاریخ کا ایک شعبہ سمجھنا چاہیئے لہذا مثنوی مین وہ جملہ امور ملحوظ خاطر رکھنے چاہیین جو فطرتی طور پر عادتاً واقعہ و حال کے لئے لازم ہین ۔ میر صاحب نے جملہ امور متذکرۂ بالا کا قریب قریب ہی پاس رکھا ہے گلزار نسیم مین اسقدر نقص نہین ہین جنکی انتہا نہین تناقض پر تناقض وارد ہین مثنوی اگر تاریخ کا شعبہ ہے تو اسمین ذرا شبہ نہین کہ بیچاری تاریخ کا بڑی بیرحمی سے خون کیا گیا ہے غزل

اور قصائد کے میدان کیا کم وسیع تھے کہ نازک مثنوی کو بھی بغیر پائمال کئے نہ رہا گیا گلزار نسیم
مین جو باتین عادتاً یا فطرتاً بیان واقعہ کی جان یا لازم ہین بہت کم پائے جاتی ہین۔
کہہ سکتے ہین کہ قصہ بے نظیر نتیجہ فکر حسن ہے اور قصہ بکاؤلی اصل نثر تھا نسیم نے
نور نظم سے آراستہ کرکے عروس نو پیراستہ کو ہدیۂ ناظرین کیا اصل قصہ مین جو خرابیان
ہین وہ قائم ہین نسیم اُنکے ذمہ دار ہمارا رائے مین مذکور الصدر دلیل کے پیش کرنے سے
نسیم بُرے نہین ہو سکتے بلند خیالی اُنکی اس سے ظاہر ہے کہ ایسا قصہ پسند کیا۔
اسپر بھی خیال نکیا کہ میر صاحب کے وقت مین قصہ بکاؤلی موجود تھا کیا وجہ کہ میر حسن نے
اس قصہ کو اختیار نہین کیا۔ اگر غور کیجئے تو صرف اس قصہ کا رد ہی کرنا میر صاحب کے
کمال علوی مرتبہ کی دلیل ہے۔ نسیم اگر اسکو اختیار کرتے با بصر و طبعزاد بھی ایسا ہی پر ہوتا
بلند خیالی اور اختراع کا مادہ بھی اگر ہوتا تو ایسی شئی کیطرف طبیعت کیون رجوع ہوتی عام
خیالات سے برتر طبیعت پانی ہر ایک کا حصہ نہین صحبت کا اثر اختیار نکرنا ہر ایک کا کام نہین
پاران جلسہ سے انوکھا ہونا کوئی معمولی بات نہین مگر قدرت نے یہ جملہ صفات میر صاحب کی
ذات مین ودیعت کر دیے تھے جسکی وجہ سے میر صاحب نے نام لازوال حاصل کیا یہ لازم نہین ہے
کہ جو کتاب جسقدر زیادہ دلچسپ ہوگی اُسیقدر زیادہ غلطیون سے بھی پاک ہوگی۔ لارڈ بیکن
اعلیٰ مرتبہ کا فلسفی انگلستان کا مقولہ ہے (بہت سی کتابین ایسی دیکھی گئین جو قریب قریب غلطیون سے
بالکل پاک ہین لیکن نام کو بھی دلچسپ نہین اور ایسی بھی کتابین نظر سے گذرین کہ جنمین بہت
غلطیان ہین مگر انتہا درجہ کی دلچسپ)
گلزار نسیم آخر الذکر درجہ سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ خوبی تو سحر البیان ہی مین ہے کہ
نسیم دلکش فطرت و عادت کے قریب قریب مطابق غلطیون سے بُرا اور قاعدۂ عروض کی
حد سے قدم باہر نہین نکالا بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مضمون اعلیٰ زبان پاکیزہ۔ مگر صرف ترتیب
الفاظ پھیر سے مزہ بدل جاتا ہے عمدہ مضمون لکھنا کچھ سہل کام نہین خون جگر پینا ہوتا ہے اُسوقت

مقبولیت عام کہین جاکر حاصل ہوتی ہے ایک ایک لفظ اور ایک ایک بات پر دن ختم ہوجاتا ہے
زبان بہ نسبت مضمون کے عام فہم ہے لہذا عام طور سے وہ مضمون کی برائی کو ظاہر نہین
ہونے دیتی یہی وجہ ہے کہ گلزار نسیم باوجود یکہ خیالات عالی سے بالکل معرا ہے مگر قبولیت عام
رکھتی ہے شستگی زبان و لطف شاعری نے دوسرے نقص کو ایسا چھپایا کہ کسی کا خیال بھی
اس طرف کو نہین جاتا۔ اور جائے کیسے فطرت و عادت کو کچھ سمجھا ہی نہین جاتا۔ مگر اب خیال
رجوع ہوتا جاتا ہے کہ معنی بھی کوئی شے ہے اسکو بالکل بیکار تصور نکرنا چاہئے۔ تجربہ کا دینے والا
اور آیندہ زندگی مین کام آنیوالا اسی کا مطالعہ ہے ایک حد تک گلزار نسیم کی تعریف جائز ہے بلکہ
اگر نہ کیجائے تو بیجا ہے مگر میر صاحب کے پہلو مین نسیم کو کرسی دینی ظلم ہے۔

لارڈ بیکن کا قول ہے کہ زبان مافی الضمیر کا آلہ ہے اصل مطلب جہان فوت ہوا تو آلہ کی
بھی کچھ ایسی قدر نہین رہتی سمجھدار کے آگے لفاظی سے کام نہین چلتا۔ جبتک کہ پتے کی بات کہی جائے
اور نفع و ضرر اسکے گوش گزار نہ کیا جائے صاحبان نکتہ سنج نے لکھا ہے کہ ایران کے سعدی اور
ہند کے میر حسن شیکسپیر ہین اور شیکسپیر وہ شخص ہے جو فطرت انسانی کا بڑا ماہر مانا گیا ہے عام
خیال ہے کہ اس شرح و بسط سے اور اس خوبی سے قانون قدرت کا صحیفہ بہت کم کسی نے
پبلک کے سامنے پیش کیا ہے انگلستان مین شیکسپیر سے زیادہ قبولیت بہت کم کسی نے
حاصل کی ہے۔ قبولیت عام میری مراد نہین بلکہ بڑے بڑے نکتہ فہم و جلیل القدر مصنفون نے
اسکی لیاقت خداداد کا اعتراف کیا ہے۔ دیگر ممالک کے شاعرون نے بھی اسکے کلام سے
استفادہ حاصل کیا ہے۔ جرمنی کے عالمون نے اسکی تصنیف کی شرحین قلمبند کین۔ جرمنی کا
ذکر خاص طور پر یون کیا گیا ہے کہ براعظم یورپ مین اسکا نیر علم و فضل اعلیٰ عروج پر ہے نسیم کا
نام کہین بھی کسی خصوصیت مین نہین لیا گیا ہے۔

پس گلزار نسیم کو سحر البیان کے مقابلہ مین لانا قہر ہے اس موقع پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

قہر ہے گر مذوق سخن کی داد ظلم ہے گر کرو نہ میر کو یاد

حضرت سعدی و میر صاحب کا کلام دیکھکر تعجب آتا ہے کہ ان بزرگونکی طبیعت زمانہ سے ایسی اچھوتی کیسے واقع ہوئی اسمین ذرا شک نہین کہ ان اصحاب کی ذات مقدسہ کی رفعت و علویت نے اُس درجہ اعلی پر عروج فرمایا ہے کہ سچے خیالات اور صحیفہ قدرت نگاری مین معزز ہمعصرونکو ماقبلہا مابعد و ماقبل کے مضمون نگارونکو کچھ بھی مناسبت نہین ایک اور امر قابل غور ہے کہ شیکسپیر ایسی سرزمین پر پیدا ہوا تھا جہان مضمون اور زبان کم سے کم توام سمجھی جاتی تھین وہان کی آب و ہوا خیالات مین بسی ہوئی تھی پس کہہ سکتے ہین کہ شیکسپیر کی ضمیر مین فطرت انسانی کا تصور نشو و نما پا چکا تھا۔ صحبت ویسی پیشہ یاران جلسہ کے خیالات ویسے لہذا اُس سے جو ظہور مین آیا و چندان تعجب خیز نہین۔ اسکی تعریف اسوجہ سے ہے کہ اُس نے ایسی روش اختیار کی تھی کہ اُسمین یکتائے زمان رہا۔ اور جو راہ اُس نے دکھلائی اُسپر چلنا کچھ آسان نہین۔ اور سعدی علیہ الرحمہ پر بھی جو ایران مین پیدا ہوے تھے رطب و یابس دوران سے واقف گردش ایام کا تجربہ سیر و سیاحت کا چرچا عالمونکی صحبت یافتہ ہوئے بڑے بڑے دار العلوم دیکھے ہوے اور سلطنت ایران کا عروج بھی قائم تھا۔ مگر گئے گذرے وقت کے بیچارے حسن کو ذرا ملاحظہ فرمائیے نہ شکوہ سلطنت باقی نہ کچھ رواج علم ایسا تھا اور اُسپر شیکسپیر ہند کا خطاب شہرت مین کیا کچھ کر دکھلایا کیا مصرع ہے ع در ماندگی مین غالب کچھ بن پڑے تو جانو۔

تاہم سعدی علیہ الرحمہ کی اور ہی شان ہے آپ کے وجود باوجود سے جسقدر زمانہ فخر کرے بجا ہے۔ جو باتین گلستان اور بوستان مین پائی جاتی ہین وہ اس زمانہ مین بڑے بڑے جلیل القدر مدبرون اور وزرا کی سیچوین مین ملنی دشوار ؎

زنسیم جان فزایت تن مردہ زندہ گردد ۔۔۔ زکدام باغ اے گل کہ چنین خوش است بوئیت

درس و تدریس کا ماحصل کیا ہے یہی کہ گھر بیٹھے گرم و سرد زمانہ سے واقفیت ہو۔ مادۂ فراست و ذکاوت مین ہیجان ہو عقل پر تاب آئے ذہن رسا ہو۔ مختلف اشیاء کا علم حاصل ہو واقفیت عام پیدا ہو کہ دنیا مین کس موقع پر فطرت انسانی کیا کیا رنگ دکھاتی ہے۔ رواج کس کو کہتے ہین

اور اُنسے کیا نتیجے نکلتے ہین اعلیٰ درجہ کے کتب بینو کو بھی سوائے اسکے کہ اصولی ہین ناتجربہ کار فلسفی اور کوئی خطاب مہتم بالشان نہین ملنا جبتک کہ صحیفۂ قدرت کا بذات خاص مطالعہ نکیا جائے - جب یہ حال ہے تو آپ ہی بتلائیے کہ ایسی کتاب کی کیا وقعت ہوگی اور اُسکے پڑھنے سے کیا واقفیت بڑھے گی جسمین فطرت و عادت کا کچھ بھی خیال نہین رکھا گیا جو دل مین آیا لکھدیا نہ جودت طبع دکھائی گئی نہ فکر رسا سے کچھ کام لیا گیا - نہ مشکل کو حل کرنے مین عقل پر زور ڈالا گیا سوائے اُس کتاب کے دنیا مین اسکی مثال نہین ملتی معلوم ہوتی اور بجز اُن اوراق کے مابقی کائنات مین اُسکا وجود مفقود اصول اگر کمر فراختیار کیا گیا ہے خیر یہ بھی جائز - مگر اُسپر قائم تو رہیئے - یہ کیا کبھی کبھی وہ اداے مطلب کا یہ کیا طرز ہے - آیندہ اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ معہ نقل مضمون اصل کتاب پر پوری بحث کیجائے گی -

مثنوی مین بالکل قاعدہ تاریخ نویسی کا لحاظ نہین رکھا جا سکتا کچھ شاعری وغیرہ کی بھی گنجایش ضرور دینی چاہیئے مگر اتنی کہ خوبی عبارت کے ساتھ ساتھ اگر فطرت و عادت وغیرہ کا بھی خیال مدنظر رہے تو کیا خرابی ہے جو مشکل کو فکر رسا کے ذریعہ سے بطریق احسن اور موافق عادت یا اُسکے قریب قریب حل ہو سکتی ہے وہ بعید از قیاس دلیلون سے کیون انجام کو پہونچائی جائے جن پر سی وغیرہ کی مدد لیجئے مگر موقع محل و قواعد مسلمہ کا ضرور لحاظ رہے اور تناقضات کا بھی کہ ایک وقت تو ملا را اعلیٰ پر صدر نشین کر دیا اور دوسرے موقعہ پر اُسکو بلا وجہ معقول اُس اسفل السافلین کا رستہ دکھا دیا یہ ہرگز جائز نہین کہا جا سکتا - سحر البیان مطابق اصول بالا لکھی گئی ہے نہ تو فی عبارت مین اُسکی وجہ سے فرق آیا اور نہ دلچسپی مین کمی واقع ہوئی بلکہ نکتہ فہم کے لئے قند مکرر کا مزہ دیتی ہے اور نسیم نے جو اسکو بالاے طاق رکھا تو کوئی ندرت عجیبہ پیدا نہین کی پھر کوئی وجہ نہین کہ بجز فتاری کیجائے کچھ ہاتھ آئے تو مضائقہ نہین جبکہ گھر جائے تو اچھی راہ چھوڑنی عقل سے بعید ہے ایک صاحب کا قول ہے کہ قصہ گوئی کوئی آسان چیز نہین ہے یہ اسوجہ سے کہا گیا کہ مذکور الصدر نکات کا الزام رکھنا کوئی معمولی بات نہین ہے ورنہ ہر کہ و مہ اِدھر اُدھر کی

ہین بلا ربط ملا دیا ہے - لیجئے قصہ ہو گیا - قصہ کے یہ معنی ہین کہ خیالی سرگذشت ایسے
طریقہ سے بیان کیجائے کہ واقعہ ہین اور سامعین تمیز نہو سکے - جو باتین کہ فطرتاً یا عادتاً امور
عادی ہین اکثر پیش آتی ہین یا آسکتی ہین وہ ایسی خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کیجائین کہ وہی
چیز بالذات موجود ہے - اگر دربار شاہی ہے تو شان و شوکت رعب و ادب صفائی
اور سجاوٹ سب لوازمات موجود اگر باغ ہے تو درخت و گل و بلبل بہار و خزان
سرو حوض مرادقہری لسرین و لستران سنبل و سوسن سب کہ دربار تو شاہی ہے
اور حاضرین کے خیال ایسے کہ اپنے گھر کی مجلس عیش و نشاط مین بیٹھے ہوئے ہین باقی آئندہ

راقم مظہر الحق دہلوی

از ریاض الاخبار مطبوعہ ۱۶ جون ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

از حکیم برہم

اس مشہور مثنوی کا ایک نسخہ ہمارے پاس لکھنؤ سے آیا ہے ہم نے اُسپر ایک مختصر سا ریویو فتنہ مین کر دیا تھا مگر پنڈت تربھون ناتھ صاحب (جنھون نے یہ اڈیشن چھپوایا ہے اور جو لکھنؤ کشمیری محلہ سے ۶ر کو بیچتے ہین) کے کئی خط ریویو کے لیے آئے ہین کہ ہم ریاض الاخبار مین کچھ تحریر کرین۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت شرر نے اسپر ایک ریویو کر دیا ہے۔ جسمین دو ایک اعتراض کے سوا اکثر اعتراض یا شک اس قابل تھے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا اور جناب شرر کا ممنون ہوتا مگر افسوس ہے کہ ہمارے مُلک مین حق بات پر کبھی توجہ نہین کیجاتی جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہزارون غلطیان زبان مین بڑھ گئین اور بڑھ رہی ہین بعض اصحاب کو یہ عار ہے کہ کوئی قصباتی شخص زبان پر ایک حرف لکھنے کا مجاز نہین ہے بعض صاحب اسبات پر نازان ہین کہ گذشتہ دور مین جو کہ شاعر لکھ گئے کہہ گئے وہ الہام کی وقعت رکھتا ہے اُسپر نکتہ چینی یا شک ظاہر کرنا قابل ملامت اور نفرین ہے شرر نے کیا لکھا ہے اسکی نسبت ہمکو اسوقت کچھ کہنے کی ضرورت نہین ہے آج ایک مراسلہ ہم درج کرتے ہین جسمین چند اعتراضات شرر کی تائید کیگئی ہے ہمکو بھی سخت افسوس ہے کہ اودھ پنچ کے زرین صفحات پر اسقدر غیر قابل اطمینان جواب ہم کیون دیکھ رہے ہین۔ اودھ پنچ نے آجتک جسقدر اعتراض کئے ہین اُنکا لگر کس سے

کہہ نہین سکتا مگر خدا جانے کن صاحب نے ایسے کمزور جواب اودھ پنچ مین چھپوائے ہین جنکو دیکھکر ہمکو سخت تعجب ہے جناب چکبست اپنی قابلیت اور اعلی لیاقت کے اعتبار سے قابل قدر شخص لکھنؤ کے انشا پردازون مین ہین اور ہمکو امید ہے کہ وہ ایک وقت مین بہت کچھ ترقی کر جائینگے - مگر نوجوانی کی امنگون مین ذرا قلم حداد ب سے آگے نکل جاتا ہے [ایک مرتبہ انھون نے - شرر - حالی - آزاد - سرشار کا مقابلہ کیا تھا] جسکو دیکھکر تمام فاضل انشا پردازونکو حیرت ہوگئی تھی کہ یہ کیا لکھ گئے ہین دو چار صاحبون نے ہمارے پاس مراسلہ بھیجے ہین مگر اس خیال سے کہ ہمارے دوست سرشار اب دنیا مین نہین ہین انکا ذکر مناسب نہین - تاہم بہت اصرار لوگونکو ہے کہ اُسپر ضرور کچھ لکھا جائے - مگر ہمکو حیرت ہے کہ کیا لکھین - جبکہ دنیا جانتی ہے کہ ہمارے دوست سرشار کا علم اور انشا پردازی بمقابلہ شرر و حالی کے کسطرح کی کوئی سفارش نہین کرتی اسیطرح گلزار نسیم کے دیباچہ مین مسٹر چکبست نے درمند - صبا وغیرہ شعرا کے کلام سے نسیم کے کلام کے مقابلہ مین فضول وقت صرف کیا ہے اور اس معاملہ مین اُنکا نام حالی صاحب کے نام کے نیچے ضرور لکھ لینا چاہیئے شرر نے انصاف کی نظر ڈالی ہے گو انکو بھی اب گلزار نسیم کی شاعری پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی - نسیم نے اگر غلطیان کین تو گرفت کا موقع اب نہین ہے اسلیئے کہ جس زمانہ مین اُنکی شاعری کا شباب تھا اُسوقت یہ نکتہ سنجیدنان اور نازک خیالیان مضامین آفرینیان نہین تھین جو آخر دور مین جناب امیر مینائی مرحوم نے ختم کر دین اور اور شاعرون مین کوئی شاعر بھی ایسا نہ نکلے گا جو اپنے کلام کی صحت کا دعوی کر سکے یہ بات کچھ خدائے سخن ہی کو حاصل تھی بہر حال اس حالت مین کہ جناب شرر نے غلطیان دکھائین انکو جو کچھ جواب دیا گیا ہے - سراسر ضد سے کام لیا گیا ہے - بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ شرر کو گالیان دی گئی ہین اسبات کا ہم اعتراف کرینگے کہ حالی کے کل اعتراض نمود فضول ضرور ہین اسکا جواب ۱۸۹۴ء مین اودھ پنچ بخوبی دیچکا ہے - چکبست کو اس کی ضرورت بھی نہ تھی ہم آیندہ اسپر مفصل ریویو کرینگے -

از ریاض الاخبار ۱۶- جون مراسلات

گلزار نسیم

۱۱- مئی ۱۹۰۵ء کے اودھ پنچ مین ایک مضمون نسیم کی رنگین بیانی و حضرت شرر کی شرفشانی کی سرخی سے طبع ہوا ہے گو اس مضمون سے اڈیٹوریل کالم پر ہمین گرہم اپنے مہل مضمون کو اپنے لائق دوست اڈیٹر صاحب اخبار مذکور کی انشاپردازی کا نمونہ ہرگز نہین خیال کر سکتے اسلیئے کہ اُنکی خداداد قابلیت ذہانت اور طباعی کے ہمیں نہین تمام اہل ملک قائل ہین اس مضمون کے دیکھنے سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نویس صاحب کو نہ تو کچھ استعداد علمی ہے نہ اُنمین شعر کہنے اور سمجھنے کا مادہ ہے اور نہ کچھ زبان دانی سے بہرہ ہے اس مضمون مین دیگر اغلاط زبان کے سوا جو شعر مثال مین پیش کئے گئے ہین وہ بالکل بے سوچے اور غلط لکھے گئے ہین ہم اس مضمون کو تو چھوڑے دیتا ہون کہ یہ مضمون کسنے لکھا اور ہمارے دوست نے کیون ایسے مضمون سے پنج کے صفحات سیاہ کیئے مگر اسکے مضامین سے بحث کرتا ہون کہ اس مضمون کا ماحصل یہ ہے کہ نسیم کی لغزشون اور حضرت شرر کے اعتراضات (جو کسیطرح اُٹھ نہین سکتے) کسی نہم نے خامہ فرسائی کرکے اس پُر مضمون کے ذریعہ سے پبلک کو دھوکا دینا اور اصل غلطیون کو چھپانا چاہا ہے اسیوجہ سے ہمین ایک سرسری نظر مین ان بڑے مضمون نگار صاحب کا پردہ فاش کیئے دیتا ہون۔ گلزار نسیم کے اُس نئے اڈیشن پر جسے پنڈت برج نرائن صاحب چکبست نے شائع کیا ہے مولانا محمد عبدالحلیم صاحب

شرر نے اپنے رسالہ دلگداز مین ایک ریویو لکھکر نسیم کی واقعی غلطیان اور مشتبہ کو رکی بعض خوبیان بھی کی تھین اور اس مضمون کے متعلق جو غلط خیالات پیدا کرنے چاہے تھے اُنکے دور کرنے کی کوشش کی تھی مولانا نے نہایت تحریر مین انصاف اور متانت سے بحث کی تھی اور جو اعتراضات کیے تھے اُنکو سچ یہ ہے کہ دنیا مین کوئی شخص نہین اُٹھا سکتا بلکہ جملہ شعرائے لکھنؤ کو نہیں اتفاق ہے اسپر کسی گمنام شخص نے اودھ پنچ کے دامن مین چھپ کے ایک مضمون شائع کیا ہے جسمین سوائے اسکے کہ ذاتیات پر بعض حملے کیے گئے ہون اور بجاس سے زیادہ اعتراضون مین سے صرف دو چار کا جواب قدما کے کلام مین تصرف کرکے پرانے شعرا کو غلط کرکے یا غیر متعلق اشعار کو متعلق کرکے دیا گیا ہو۔ اور کچھ نہین ہے اور حیرت کی یہ بات ہے کہ بعض کشمیری پنڈتون کو اپنا ناظر بھی ہے اسکا فیصلہ اس قسم کی فضول تحریرون اور گالیان دینے سے نہین ہو سکتا اصلی فیصلہ یون ہو سکتا ہے کہ حضرت شرر کے اعتراضون اور نیز اپنے اُن چند جوابون کو اس عہد کے مشہور اور مستند شعرا دہلی اور لکھنؤ کے پاس بھیجدیجئے خود ہی معلوم ہو جائیگا کہ ان اعتراضونکو کوئی اُٹھا بھی سکتا ہے کہ نہین۔ لکھنؤ مین تو خاندان امیر کے خاندان یادگاران دبیر مرحوم مین سے حضرت مرزا محمد ہادی صاحب بی۔ اے۔ اور انکے علاوہ حضرت جلال و جناب نسیم وغیرہ ہین۔ دیگر بلاد مین حضرت ریاض۔ جلیل۔ حلیم برہم لیے سخندان موجود ہین ہی اگر پرانے اساتذہ مین سے حضرت ظہیر حیدرآباد مین ہین ان لوگونکو تکلیف دیجائے اور انکا فیصلہ اصلی فیصلہ تصور کیا جائے ورنہ یون گالیان دینے اور بے دلیل سخن پروری کرنیسے آجتک کوئی کامیاب نہین ہوا۔ اس رنگ خیالی کو ملاحظہ فرمایئے کہ مولانا شرر فی الحال ہندو مسلمانون مین اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہین تو انھین طعنہ دیا جاتا ہے کہ چونکہ ہندو مسلمانون مین اتحاد پیدا کرانے کی کوشش کر رہے ہین۔ لہذا گلزار نسیم پر نہایت توجہ کے ساتھ ریویو کیا گیا ہے۔ ان بزرگ کے نزدیک اتحاد کے معنے یہ ہین کہ

نہ مسلمان کسی ہندو کی کتاب پر منصفانہ ریویو کرینگے نہ ہندو کسی مسلمان کی کتاب پر ماشاء اللہ
ان باتون سے تو پتا چلتا ہے کہ ہمارے دوستون نے چشمہ بد دور انگریزی مین خوب ترقی
کی ہے - مولانا نے مثنوی گلزار نسیم کی یہ دو جہتین دکھائین تھین کہ شاعرانہ خوبیونکے لحاظ سے
وہ اعلیٰ درجہ کی مثنوی ہے مگر غلطیونکے لحاظ سے دیکھئے تو اس سے بدتر نظم اُردو مین نہ ملیگی یہ ہمارے
مہربان کے نزدیک اجتماع ضدین ہے غالباً آپ کے نزدیک جسمین ایک عیب ہوتا ہے تو پھر
کوئی خوبی نہین ہوتی اور جسمین کوئی خوبی ہوتی ہے تو پھر کوئی عیب نہین ہوتا واقعی یہ تو اتنی بڑی
غلطی مولانا شرر کی پکڑی کہ اسکے بعد کسی جواب کی ضرورت ہی نہین باقی رہتی - مگر یہ اجتماع
ضدین کہین دماغونکا جوہر ہے جو گلزار نسیم کے قدردان ہین ہمارے دوست نے اگر ایسا
دماغ نہ پایا ہوتا تو دلگداز کا جواب ہرگز نہ لکھ سکتے - گلزار نسیم کو مسٹر چکبست نے خود
نسیم کی تصنیف ثابت کرنا چاہا ہے اور اسکی شہادت مین اپنے بھولے پن کے قیاسات
اور حکیم صاحب کی روایت پیش کی ہے مولانا نے لکھا ہے کہ منشی اشرف علی وصبا مرحوم کا
بیان تھا کہ آتش نے کہدی اور خود یہ فیصلہ کیا ہے - کہ اسے کیا عجب کہ آتش نے تفنن طبع کے
لئے کہا ہو اور غلطیان دیکھکر نو عمر خوبصورت شاگرد کیطرف منسوب کر دیا ہو اسپر لکھا گیا ہے
کہ یہ روایتین بھنگیڑ خانہ کی گپین ہین اور طعن کیا جاتا ہے کہ گھر سے آیا ہے معتبر نائی - نہین
جناب نائی نہین آپ اپنی کہارہی کی روایت پر اعتبار کیجئے لیکن اسکو تمام شعرا
جانتے ہین کہ کل صاحب مذاق سخن سنجون کو یقین ہے کہ یہ مثنوی نسیم کی نہین آتش کی ہے
منشی امیر اللہ صاحب تسلیم زندہ بیٹھے ہین وہ مجھسے فرماتے تھے کہ اسمین آتش کے
سب شاگردونکا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور شریک ہے اور نسیم نے جو کچھ کہا اُسکا بہت تھوڑا حصہ
اسمین باقی ہے - دیگر بڑے بڑے اساتذہ موجود ہین اُن سے جاکے پوچھ لیجئے
مگر نہین آپ کے نزدیک یہ سب بھنگیڑ خانہ کی خبرین ہین اور معتبر وہی ہے جو آپ نے
اپنے پورانے کہار سے سُنا تھا اس سلسلہ مین پردۂ عصمت کا نام لیکر پردہ کی بحث بھی چھیڑ

دیگئی ہے جسکو اس سے کوئی علاقہ نہین مگر یہان تو ذاتیات پر حملہ کرنا مقصود تھا چاہے کسی پہلو سے ہو - مگر مین پوچھتا ہون کہ مولانا نے اگر یہ لکھا تھا کہ پردہ کو مسلمان اپنے ساتھ نہین لائے بلکہ ہندوستان مین آکر اختیار کیا تو کونسا گناہ کیا اُنکے دلائل کو تو آپ کیا معنی شاید دنیا مین کوئی نہ توڑ سکے گا اسکا کیا جواب ہے کہ مسلمان جن ممالک سے آئے اُنمین زنانہ نشین کا پردہ نہ کبھی پہلے تھا اور نہ اب ہے پھر مسلمانون مین اس کا رواج ہوا تو کیونکر اور کہان سے اسکے مقابل چین مین پہلے سے پردہ موجود تھا جسکو مولانا شرر نے ثابت کردیا ہے اور چینیون کا اثر مذہب بودھ کے ظہور کے بعد ہندوستان مین بے انتہا پڑ رہا تھا پردہ کونسی خلاف قیاس بات ہے اگر کہا جائے کہ چینیون سے ہندوون نے اور ہندوون سے مسلمانون نے پردہ کو اخذ کیا آپکو اگر دعوی ہو تو آپ ہی ثابت کیجئے کہ ہندوستان مین آنے سے پہلے یا اُن ممالک مین جہانسے مسلمان آئے کبھی بھی شیر کلیوژن کا رواج تھا) کہ اسبات کا کہ گلزار نسیم خاص پنڈت نسیم کی مثنوی ہے سب سے اہم نازک اور نیا ثبوت جو مسٹر چکبست کو بھی نہین سوجھتا تھا مضمون نگار صاحب نے یہ دیا ہے کہ اسمین ایک مصرع ہے —

(شب کی پوشاک بدلی ساری) یہان ساری کا لفظ منجملہ اُن بیہودہ دور رعایتون کے ہے جنکی بنیاد پر نسیم کی رعایت لفظی کے میدان مین ٹھوکرین کھانے کے لحاظ سے امانت سے زیادہ نمبر ملنا چاہیئے مگر ہمارے دوست کو اس مصرع مین خاص ہندو اور ہندو بھی کون کشمیری پنڈت (نہین جناب مین تو کہتا ہون کہ خاص الخاص پنڈت نسیم کے گھر) کا جلوہ نظر آتا ہے کیونکہ آپ کے نزدیک تو سوا کشمیری پنڈتون کے اور کسی قوم مین ساری کا رواج نہین اور مین ایسا سمجھتا ہون کہ اس مخصوص گھر کے سوا اور کہین ساری نظر نہ آتی ہوگی مگر میرا تو یہ خیال ہے کہ یہ مثنوی اس اعتبار سے کہ اسمین یہ اشعار ؎

پانچ انگلیون مین یہ حرف زن ہے — یعنے کہ مطیع پنجتن ہے
کرتا ہے یہ دو زبان سے یکسر — حمد حق و مدحت سیمبر

موجود ہیں کسی کشمیری پنڈت کیسا ہندو کی بھی نہیں ہوسکتی وہ کیا جانے کہ پیمبر کون اور پیمبرتن کسے کہتے ہیں نہ یہ مناسب اسکے خیال میں آسکتا تھا بلکہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ ہندو شاعر مزاعات لفظی نظم میں ظاہر کرنے سے قاصر ہے۔ پنڈت نسیم کے دیوان میں اگر کسی جگہ ہوگا تو وہی پنڈت آتش مرحوم کا عطیہ ہوگا یہ اندازہ کا تمام قرار دادہ ہے۔ اسکے بعد باوجودیکہ مولانا نے خود بھی لکھا ہے کہ ان سے رعایت لفظی سے ہمیشہ پرہیز کیا ہے بہت ٹھوکریں کھائیں مگر آپ نے شوخی کا پہلو نہ چھوڑا یہ دس بارہ شعر ایسے نظم کردیئے جن میں رعایت نے عیب پیدا کردیا ہے لوگ ان اسبات کو چاہے کہ کسی قسم کی تحسین رعایت بھی انکے کلام میں ہے یا نہیں اس لیئے کہ یہی مولانا شہر کا دعوی ہے کہ اگر لوگوں نے ٹھوکریں کھائیں تو انکی ہی کامیابی بھی کسیکو نہیں حاصل ہوئی ہے اسکے دیوان کے صدہا شعر میں پیش کرسکتا ہوں مگر مجھے اتنی فرصت ہے اور نہ آپکے مہربان کیطرح میں اشارات کے کالوپیرانا ظلم پسند کرتا ہوں ہمارے دوست کو تعریف کرکے اپنا مطلب نکالنے میں بڑا ملکہ ہے چنانچہ مولانا نے جو دعوی کیا ہے۔ گلزار نسیم میں اہل لکھنؤ کے نزدیک صدہا غلطیاں ہیں اور اس شوخی کی زبان لکھنؤ کی زبان نہیں ہے اسکے معاوضہ میں وہ مولانا کی اس عبارت کو پیش کرتے ہیں کہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ آتش نے یہ مثنوی تفنن طبع کے طور پر لکھی ہو اور گلزار نسیم کو دیدی ہو سکا آخری فقرہ دلگداز میں یوں ہے کہ (اور پھر نسیم کو یہیں متعدد لغزشیں دیکھنا دیدی ہو) اگر صحیح عبارت نقل کردیتے تو معارضہ ثابت کرنا دشوار ہوجاتا مولانا ہمارے دوست کو شاید فاتر العقل کہتا اس سے ضرورت ہوئی کہ قطع و برید کا عمل کرکے جواب دیا جائے اب صحیح عبارت پیش کرنے کے بعد میں پوچھتا ہوں کہ یہ کونسی بعید از عقل بات ہے کہ آتش کو اپنے کلام میں فروگذاشتیں یا لغزشیں نظر آئی ہوں اب ذرا اعتراضات کے جو چند جواب دیے گئے ہیں وہ بھی ملاحظہ ہوں۔ نسیم کے مصرع (شادی کہ کہا حیا اٹھا کر) پر مولانا نے اعتراض کیا تھا کہ حیا اٹھانا یعنی ہے) پردہ حیا اٹھانا چاہیئے اسکا جواب دیا جاتا ہے کہ حیا اٹھانا حیا اڑا دینا حیا اٹھ جانا لکھنؤ کی فصاحت نہیں ہے

معقول - مگر کوئی ثبوت) حیا کے ساتھ اُڑا دینا اور اُٹھ جانا دونوں صحیح ہین مگر اُٹھانا نہ کسی پیرائے اور نہ کھنؤ مین بول سکتا ہے اسکے بعد شرم اُٹھانے کا محاورہ بھی بطریق ثبوت پیش کر دیا ہے اگر آپکا حافظہ کمی کرتا ہو تو ایسی دو چار لفظین بتا دون سر اُٹھانا پانون اُٹھانا دم اُٹھانا مین پوچھتا ہون ان الفاظ کے گھولنے سے کیا - حیا اُٹھانا صحیح ہو سکتا ہے ہرگز نہین اس سے بھی زیادہ کمال یہ کیا ہے کہ امیر مرحوم کے مصرع کچھ نرمی شرم نہین ہے کہ اُٹھا بھی نہ سکون - گو سند مین پیش کیا ہے جسکے دیکھنے کے بعد جسمین شک نہین باقی رہتا یا تو نامہ نگار صاحب زبان دانی و شاعری سے بالکل مس نہین رکھتے یا جان بوجھ کر دھوکا دیتے ہین اور خود بیوقوف بنکر دوسرون کو بنانا چاہتے ہین - امیر مرحوم کے شعر کا مطلب یہ ہے کہ نرمی شرم مین ہے جسمے مین اُٹھا نہ سکون یعنی برداشت نہ کر سکون اُٹھانے کے معنی برداشت نے کے سب کے نزدیک جائز ہین اور اگر نسیم کے مصرع مین بھی اُٹھانے کے یہ معنی ہوتے تو کوئی اعتراض نہ تھا اُٹھانا کے اگر یہ معنی ہون تو کسیکی حیا کو دوسرے شخص کا برداشت کرنا تو اُسپر کوئی اعتراض نہین ہے - مگر نسیم نے حیا اُٹھانے سے یہ معنی لیے ہین کہ شہزادے نے اپنی حیا کو برطرف کر کے یا سامنے سے ہٹا کے شادی کی درخواست کی یعنی حیا اُٹھانا بمعنی حیا کو برطرف کرنا یا چھوڑ دینا -

ریاض الاخبار ۶- جولائی ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

آجکل اودھ پنچ مین یہ بحث چھڑی ہے کہ مولوی عبد الحلیم صاحب شرر نے جو اعتراض گلزار نسیم پر کیے صحیح نہین غلط ہین اس ضمن مین ہم یہ کہتے ہین کہ گالی گلوچ کی نوبت آگئی ہے مولانا شرر کی نسبت بہت سخت و سست الفاظ استعمال ہو رہے ہین جنکو پڑھکر افسوس ہوتا ہے کہ ہمارے مکرم و محترم منشی سجاد حسین صاحب کیون اسقدر خفا ہو گئے ہین اور شرر نے انکی کیا خطا کی ہے شرر کیون گردن زونی و کشتنی ہین اور شرر کے ساتھ کیون ایسا سلوک کیا جاتا ہے شرر نے اگر گلزار نسیم پر ریویو کیا تو کوئی خطا نہین کی شرر نے اگر خوشامدانہ ریویو نہین کیا تو واجب التعذیر نہین شرر کے ریویو پر اگر ہمارے مکرم و فاضل دوست کو سختی کے ساتھ کچھ لکھنا تھا تو پہلے سٹر جیک بست کی ہیئت انگریزی پر کچھ لکھنا چاہیئے تھا جنھون نے آتش و رند و عیا خواجہ وزیر۔ ناسخ سب کی تحقیر و توہین کی اور ایک حد تک بیکار درجہ نسیم سے گھٹا دیا یہ امر مسلم ہے کہ نسیم کی کوئی بساط اور حقیقت ان شعرا کے سامنے نہ تھی صرف اپنی قوم کے ایک شاعر کی مداحی کے خیال مین مسٹر جیک بست نے تمام لکھنؤ کے نامور شعرا پر بہت خراب و کمزور اور بزدلانہ حملہ کیا ہے اور اس معاملہ مین جیک بست صاحب کا نام خواجہ حالی کے نام کے پاس ہی ہمنے درج کر لیا ہے جسطرح آپکو شاعری سے مس نہین ہے اسی طرح فی القوم

تعلیم یافتہ نوجوانکو بھی شاعری سے کوئی غرض اور واسطہ نہین ہے - ہم اڈیٹر صاحب اودھ پنچ کا نام نامی اسوقت زبان پر نہ لاتے مگر ایک مضمون مین اُنھون نے ہمکو متنبہ کیا ہے کہ ہمنے اودھ پنچ کا جواب درج اخبار کیون کیا اسکے کئی جواب ہین - اخبار آزاد ہے مضمون مین کوئی جملہ ایسا نہ تھا کہ جو ادب کے دائرہ کے باہر ہوتا مضمون فی نفسہ بہت مُدلّل اور اچھا تھا اور اسکی تردید بالکل غیر ممکن ہے ہمکو یہ علم تھا کہ جس مضمون کا یہ جواب ہے وہ ہمارے لائق کرم فرما کا ہے اسلیئے کہ ہمارے اکثر دیکھی ایسی کمزور بحث پر قلم نہین اُٹھاتے نہ ہمنے کبھی اُنکی تحریر کو ایسا کمزور اور سست دیکھا جو اعتراضات شر نے کئے ہین گو موجودہ زمانہ مین اُنکا حرف حرف صحیح ہے مگر جس زمانہ مین نسیم تھے اُسوقت کی زبان اور طرز کلام اور تصرفات کو دیکھتے ہوے ہم نسیم کی کوئی خطا نہین دیکھتے ہمارے دوستونکو صرف یہی لکھدینا چاہیئے تھا مگر نسیم کی غلطیون کا جواب دینا اور غلط الفاظ کو تسلیم کرنا یہ ایک بڑی جرأت ہے ہمارے دوست اور عالی دماغ مکرم نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہمنے شرر کو دیہاتی لکھا گو ہمارا روے سخن شرر کیطرف نہ تھا مگر ہم یہان پر تسلیم کرتے ہین کہ اگر ہم شرر کو دیہاتی لکھین تو شرر کی کوئی توہین نہین ہے - بلکہ شرر کا فخر ہے کہ ایک دیہات کا باشندہ آج اس قابل ہے کہ جسکی کتابین نصاب تعلیم مین پڑہائی جاتی ہین اور جسکی لکھنؤ مین سند لیجاتی ہے اور جو فخر لکھنؤ تمام ملک مین مشہور ہے اور اسیطرح اودھ پنچ کی وقعت اور عزت تمام ملک مین ہے حالانکہ وہ بھی ایک دیہاتی اڈیٹر اور دیہات کے رہنے والے آجکل فخر لکھنؤ ہین اور اسوقت دیہاتونکی وجہ سے اُردو زبان کی ترقی ہوئی ہے کہنے کو جو دل مین آے کہو مگر جب تھوڑی دیر اس مسئلہ پر کوئی غور کرتا ہوگا تو انصاف اُسکو سمجھاتا ہوگا کہ بیشک قصباتیونکی بدولت آج زبان کا یہ عروج ہے کیا شاعری کی دنیا مین کوئی آج ریاض - جلیل و نسیم سے مضطر سے زیادہ شہرت رکھتا ہے کیا انکا کلام جناب جلال کیطرح ر وشناس عالم نہین ہے بلکہ کچھ زیادہ کیا شرر کی تصانیف کا شہرہ تمام ملک مین نہین ہے - اور لوگ اس سے فائدہ نہین اُٹھاتے شہری ہونے کا خیال تو میر و مرزا تک تھا اور وہ زمانہ بھی اسی کام کا تھا اب اس فضول خیال کو دل سے نکال کر یہ

دیکھنا چاہیئے کہ شرر نے جو اعتراض کیئے صحیح ہین یا نہین ہمارے نزدیک شرر کے اعتراض ضرور صحیح ہین آتش نے لکھا تھا ؎ درد درمان سے انصاف ہوا - مگر پھر انکی کسی نے تقلید نہین کی اگر کوئی تقلید کرتا تو تو کا جاتا غلط لفظ غلط ہی ہے نسیم نے اگر حمل کہا تو غلط تھا جانصاحب نے کہا تو کہا اگر منشی امیر احمد صاحب مرحوم لکھتے تو بھی یہ لفظ غلط ہی ہوتا اسپر اسقدر اصرار کیون ہے جانصاحب کا خط بھی دفتر پنج تین جنت سے آگیا - اور اسمین ہزارون گالیان بھی شرر کو اور دیباتیون کو دیگئین مگر دوست نے یہ نہ سوچا کہ اس سے ہم بھی تو مستثنا نہین ہم گلزار نسیم کی غلطیان دکھانا پسند نہین کرتے ہان شرر کے اعتراضات پر آیندہ کچھ لکھینگے - آیندہ کے لیئے ہم اپنے دوست اڈیٹر صاحب اودھ پنچ سے التجا کرتے ہین کہ وہ اس جھگڑے کو مٹا دین شرر سے اگر کبھی کا کوئی رنج ہو اسکو دلسے بھلا دین مگر ہمکو اسکی توقع نہین ہے کہ ایسا کوئی مال درمیان ہو مسٹر چلبٹ اور انکے طرفدار ضرور آمادہ کرتے ہونگے کہ شرر کو بھلا برا کہا جائے مگر انصاف شیوہ ایسے بالا طاق ہے - ہم کبھی اسکو نہ پسند کرینگے کہ کوئی شخص شرر یا اڈیٹر صاحب اودھ پنچ کے خلاف سخت سست مضامین بھیجے اور ہم درج کرین - اس سے بڑھکر دنیا مین کوئی نامناسب بات نہین ہے ہمنے جو لکھا ہے اپنے قدیم تعلقات اور ہمدردانہ دعون کی بنا پر لکھا ہے ورنہ ہم اسکا لکھنا بھی پسند نہین کرتے تھے نسیم کی غلطیان دکھا کر شرر کو آزردہ کرنا وہ جسکا جواب دینا تھا وہ حاصل ہوگیا اور اعتراضات کو سب نے تسلیم کر لیا اسکے ثبوت مین ہمارے پاس کئی خط آئے مگر حد ادب سے بڑھی ہوئی تحریرین ہمنے درج کرنا پسند نہ کین -

ریاض الاخبار مطبوعہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

اس مثنوی کے جدید اڈیشن نے قیامت برپا کر رکھی ہے آتش مرحوم جانصاحب مغفور کی روحیں بیقرار ہو گئی ہیں اور ہر ایک شائق نسیم کی غلطیوں کو صحیح تسلیم کر رہا ہے اور ترکے کی اجنبی اختراعوں کی کوئی وقعت نہیں کرتا کیوں اسلئے کہ نسیم لکھنؤ کے تھے اور شہر فصیحوں کے ہیں اور ہمارے شاعروں کا علم و عقل اور شاعری کا جواز اسی طرح کرایا گیا تو دنیا کی شاعری میں ایک شاعر بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا کون کہہ سکتا ہے کہ صرف ان پر کہ لکھنؤ کی لونڈیاں یا بعض متوسط درجہ کی خاتونیں جو غلط الفاظ بولتی ہیں یا غلط لغت استعمال کرتی ہیں وہ کتابی حیثیت سے صحیح سمجھے جائیں اور تمام دفتر لغت اور علم السنہ کو گورکھ دھندا بنا کر دنیا کو موقع دیا جائے اسطرح تو اردو زبان کبھی دنیا میں صحیح و سلامت نہیں رہ سکتی لکھنؤ میں تو کبوتر کو تبوتر اور کاغذ کو قاغذ اور علی بخش کو علی بخس کہتے ہیں اور اسیطرح سے صدہا الفاظ کا استعمال ہوتا ہے مگر اسکو کوئی صحیح و قابل تمسک نہیں سمجھتا۔ آتش اور جانصاحب کی طرف سے خط و کتابت کر کے یہ ثابت کرنا کہ ہمارے شعرا عوام کی زبان کو مستند اور قابل تمسک سمجھتے تھے اور علم لغت کو دریا برد کر دینے کے قابل جانتے تھے در اصل شعراء زبان پر حرف رکھتا ہے۔ جناب خواجہ حیدر علیصاحب آتش مرحوم مغفور اور جناب جانصاحب کے خطوط و نواب نوازش علیخان مرحوم کے گھر کی لونڈی کی دستاویز کا کوئی اثر ان اعتراضات پر نہیں ہوا

جو گلزار نسیم پر کیے گئے ہین اور جنکا اعادہ اب نہایت وضاحت کے ساتھ پیام یار مین ہوا ہے
پیام یار مین جو اعتراض گلزار نسیم پر ہین اُنکے بڑے حصہ سے ہمکو اتفاق ہے مگر جہان جہان
ہمارے مکرم اڈیٹر صاحب اودھ پنچ کی پالیسی سے بحث کیگئی ہے - یا انکی نسبت کلمات سخت
استعمال کئے گئے ہین اُنسے ہمکو سخت اختلاف ہے اور ہم افسوس کرتے ہین کہ ایسے الفاظ کا استعمال ایک
علمی زبان کی بحث مین کیون ہوتا ہے - دنیا مین ہر شخص ایک رائے کی پرستش نہین کر سکتا
اسمین اڈیٹر صاحب اودھ پنچ کا کوئی قصور نہین ہے - رہا یہ کہ گلزار نسیم کے جھگڑے مین انکی رائے
کیون جناب شرر کے موافق نہین ہے اسکا کوئی سبب ہو گا دنیا مین بہت سے روشن خیال ایسے
ہین جو اساتذہ کے کلام کو گو وہ غلط ہو قابل تمسک خیال کرتے ہین نواب مرزا خانصاحب داغ مرحوم
اور شمس العلما خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کی صریح اور فاش غلطیان دیکھتے ہوے بھی کوئی
اُنکا شاگرد یا طرفدار اُنکی غلطی کو تسلیم نہین کرتا اور ہمیشہ ہر شخص کچھ نہ کچھ معنی پیدا ہی کر دیا کرتا ہے
ہم پھر کہین گے کہ اسمین قابل الزام جو صاحب ہین وہ جناب چکبست ہین جنھون نے محققانہ
دیباچہ نہین لکھا اعلان جنگ دیا اور مشہور اُستادون کی توہین کی اور غلط روایات اور غلط قصہ
فرضی کہانیان درج کرکے لکھنؤ والون کا دل دُکھایا ایسی حالت مین اگر نسیم صاحب کی فاش غلطیان
دکھا دیگئین اور ثابت کر دیا گیا کہ یہ اس قابل نہ تھے جنکو اُستادون کے برابر کرسی دیجاے تو کیا
بُری بات جناب شرر نے کی - آیندہ کے لئے ہم چاہتے ہین کہ جو صاحب بحث کرین وہ اصل
بحث پر خیال و توجہ رکھین فضول باتونکے ذکر مذکور سے کچھ کام نہین نکل سکتا -

از ریاض الاخبار مطبوعہ ۲۰ اگست ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

اس مثنوی کے نئے اڈیشن پر جو اعتراض کئے گئے ہین اُسکا جواب چکبست صاحب نے اُردوے معلّےٰ مین بہت صبر وسکون کے ساتھ دیا ہے ایک ایسی مثنوی کی تائید (جسکے جدید اڈیشن کو چکبست صاحب نے اپنا وقت صرف فرماکر مرتب کیا ہے) اُنکا فرض ہے مگر اُنکا فرض صرف گلزار نسیم کی ثنا وصفت ہی تک محدود تر ہے تو اچھا ہے خدا کرے وہ یہ بھی سمجھنے لگین کہ شاعر کے کلام مین خصوصیت کے ساتھ تمام خوبیان ہی نہین ہوتین ایک صاحب (زمانہ) مین نقاد لکھنوی کے نام سے ریویو کرتے کرتے ایسے جوش مین آگئے ہین کہ مثنوی سحر البیان سے گلزار نسیم کو لڑا دیا اور اُسپر صبر نہین آیا تو سحر البیان کی مرمت بھی کردی ان باتون سے اب کوئی نتیجہ نہین نکل سکتا - گلزار نسیم کی خوبیان ہر شخص کو اپنا گرویدہ کرچکی ہین - گلزار نسیم کی چھوٹی بحر اُسپر اختصار اور ترکیب الفاظ کی خوبیان دلکشی کا سبب ہین لیکن اس سے روے چشم پوشی کرنا دانائی نہین ہے کہ جناب نسیم مرحوم کا شمار طبقۂ شعرا مین اُسوقت اُستادون کے زمرہ مین نہ تھا سکے کئی سبب تھے (لکھنؤ کی زبان اُسوقت آتش وناسخ صاف کر رہے تھے اور خود اُنھون نے اپنے بچپن کے کلام مین جو دو چار محاورہ قدیم زبان کے باندھ دیے تھے اُنکو ترک کرکے ایک نئی داغ بیل ڈال رہے تھے اور زبان اور اُسکے محاورہ محلون مین نئے رنگ چڑھ رہے تھے عموماً سارا شہر اُسوقت اہل زبان ہونے کا دعویٰ نہین کرسکتا تھا لہٰذا خواجہ

آمانت کے ہر کلام میں کیسے ہی عیوب چسپک بست صاحب نہ پائین مگر عموماً ان لوگون کی قابلیت اور انکی زبان تسلیم کر لی گئی تھی اور انکو اس قسم کے موقع بھی حاصل تھے کہ وہ ایسا دعوے کر سکین ان اصحاب کا کلام ہی انکے دعوی کی سکہ ثابت ہین موجود ہے وہ زمانہ تو بہت دور رہا اسوقت بھی لکھنؤ مین کتنے پوربی زبان کی سند کو لیتے ہین بنا بالے مرحوم دوست جناب سرشار صاحبون نے اردو کی ابتدا مین اپنے دعوے کے جواب دیے تھے اور یہ دعوی تھا کہ لکھنؤ کی زبان ہے اُنکا بھی یہ بات مسلم ہو گئی تھی اور اور وہ سچ ثابت کر دیا تھا کہ طبابی اور زبانت اور چیز ہے اور زبان دانی اور شے ہے دلکو لکھنؤ مین کشمیری لڑکا اور دہلی آتو دونون ایک ہی طرح نظر آتی جاتی ہے اگر یہ خیال کیا جائے کہ انکے اساتذہ کہان کے تھے تو دہلیوالون کے احسان سے انکی زبان شہر والے کو کبھی سبکدوش نہین ہو سکتے۔ یا لکھنؤ اور دہلی کے احسانات سے بہت دنون تک چسپک بست صاحب اور انکے ہم خیال شہری سبکدوش نہ حاصل کر سکین گے اور یہ کو مسرت ہے کہ یہ احسان بھی کسی شہر والے کو نہین ہے حاصل کلام یہ ہے کہ جناب نسیم مرحوم کو شمار اُستادون مین ہے جب خواجہ صاحب اور انکے کلام پر جو اعتراض کیے گئے تھے وہ بہت صحیح تھے اسلیے کہ وہ آتش کے شاگردون مین تھے اور شاگردون کے بعد داخل ہوے اسوقت آتش اور انکے شاگرد زبانون اور بندشون اور اس زبان کو ترک کر چکے تھے جو جناب نسیم نے گلزار نسیم مین لکھی ہے اور جسپر جناب شرر نے اعتراض کیے ہین انمین سے پاس اور (۲) کے [illegible] زبان کی [illegible] یہ سخت کلام [illegible] زبان اور خواص کی [illegible] زبان کی خوبیان مثنوی مین پہلے پہل ان شاعرانہ محاسن [illegible] استعارات اور تشبیہ کو انھون نے خوب صرف کیا ہے ان وجہ سے چسپک بست صاحب کا جواب کافی نہین ہے اور بہت سی تاویلین ٹھیک بھی نہین ہین آیندہ ہم چسپک بست صاحب کے مقدمہ پر سرسری نظر ڈالین گے جسمین انھون نے خواجہ صاحب کی

تقلید مین شعرا لکھنؤ پر بوچھار کی ہے اور چند فرضی قصے جناب نسیم صاحب مرحوم کی تعریف مین درج کر دیے ہین یہی باتین محرک ہوئی ہین کہ مثنوی کی خوبیان اور اُسکے عیوب ظاہر کر دیے ہین کہ پھر کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے۔

از ریاض الاخبار مطبوعہ ۲۴ - اگست سنہ ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

مسٹر چکبست کو بڑی زحمت جناب نسیم مرحوم کے حقوق کے اثبات مین اُٹھانا پڑی ہے کسی کا رتبہ بڑہانے کے لیئے یہ لازم ہے کہ اُسکے معاصر مٹا دیے جائین مگر ہمارے نزدیک مسٹر چکبست صاحب کی یہ رائے زیادہ قابل وقعت نہین ہے کہ ایک نسیم کی برتری کیواسطے رند - صبا - وزیر - خلیل - آمانت وغیرہ کا درجہ اسقدر گھٹایا جاے کہ اُنکی تحقیر و توہین ہو جناب آمانت مرحوم کے رعایت لفظی کا خاکہ اڑانے مین بہت کچھ ہمت صرف فرمائی گئی ہے اور اُنپر نہایت ناشائستہ الفاظ مین نکتہ چینی کیگئی ہے جناب چکبست کو اسکی کچھ ضرورت نہ تھی کہ وہ صرف جناب نسیم کے کلام پر تقلید کرتے اور اُسکی خوبیان آکر دکھاتے تو اچھا تھا آمانت مرحوم نے جو رنگ اختیار کیا وہ اُنکا خاص حصہ تھا اور جس زمانہ مین وہ اس رنگ کیطرف متوجہ ہوے اُسوقت لکھنؤ مین اسکی ضرورت بھی

شعرا کی سوسائیٹی مین یہی رنگ پسند کیا جاتا تھا رشک مرحوم کے کلام کو دیکھنا چاہیئے ہر شاعر کے کلام مین اُسکی بیت موجود ہے آنانت مرحوم پر چوٹ کرتے کرتے منشی احمد علی صاحب شوق کی مثنوی (ترانۂ شوق) پر بھی ایک وار مسٹر چک بست صاحب نے کر دیا ہے ؎

پاجی ہین شریفے سب اُجڑ جائین بیڑی ہوے بیڑے پڑ جائین

اس شعر پر مسٹر چک بست صاحب فرماتے ہین (اپنے نزدیک ان صاحب نے نسیم کے ذیل کے شعر کا جواب دیا ہے ؎

سُنبل مرا تازیانہ لانا شمشاد اسے سُولی پر چڑھانا

منشی احمد علیصاحب شوق کی مثنوی مین گو بہت شعر بے ضرورت نکلین گے مگر اس عیب سے گلزار نسیم بھی خالی نہین ہے معلوم نہین مسٹر چک بست کو اس اعلان جنگ کی ضرورت کیا تھی منشی احمد علیصاحب شوق کا ایک شعر سراپا مین ہے ؎

بیخود دے تھے شراب پینے والے مستی مین اُلٹ دیے پیالے

گلزار نسیم مین اس شعر کا جواب نہین ہے کیا جناب چک بست اسوجہ سے ترانۂ شوق کو گلزار نسیم کا درجہ عطا کر دینگے ایک مقام پر نسیم کے دو شعرون پر بھی اعتراض ہے اور اُنکی رعایت لفظی کو جناب چک بست پسند نہین کرتے اسیطرح اگر وہ اور شعرا کو بھی معذور رکھتے تو رند۔ صبا۔ وزیر۔ خلیل۔ آنانت۔ شوق کے طرفدارون کو گلزار نسیم پر کینہ چینی کی ضرورت نہ ہوتی نسیم کی زبان کے متعلق یہ نوٹ ہے کہ ٹکسالی زبان ہے مگر اس دلیری کا ثبوت کچھ نہین ہے چند شعر جو دیکھے گئے ہین اگر کل مثنوی مین تو پچاس شعر زبان کے نکل آئین تو کوئی کمال کی بات نہین ہے ٹکسالی زبان کے لیئے لازم ہے کہ زبان کی کوئی غلطی نہو جناب نسیم نے زبان کا خیال کچھ بھی نہین کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اُنھون نے رعایت استعارا تشبیہہ کی پابندی کی وہ جانتے تھے کہ زبان کے دائرہ مین سر اقلم کام نہین دے سکتا ورنہ وہ سحر البیان کا رنگ اختیار کرتے ان کے ان شعرون کا کوئی جواب نہین ہے اور کوئی

شخص یہ ثابت نہین کرسکتا کہ لکھنؤ کی زبان مین یہ شعر کہے گئے ہین ؎

دائین دیکھا نظر نہ آئی بائین دیکھا کہین نہ پائی

یعنی دائین بائین بکاولی کو تاج الملوک نے نہین پایا - بنائی کے لیے جو کچھ اُردو کے معلے مین مسٹر چیک بست نے کہا ہے وہ اُنکی زبان مین شاید صحیح ہو مگر ذوق سلیم اور زبان سے واقف احباب کہہ سکتے ہین کہ یہ زبان کہانتک صحیح ہے ؎

پریون نے ہوا سے تخت اُتارا ثابت ہوا ٹوٹتا ستارا

ستارہ ٹوٹتا ثابت ہوا مگر مصرع کی ترکیب نے جو اُلجھن زبان مین پیدا کی ہے ظاہر ہے زبان کو دائرہ سے نکالکر بھول بھولیان مین الفاظ کو ڈال دیا ہے ؎

جو گاتی تھین بیٹھین مثل آواز مجرے کو اُٹھی وہ صورت ناز

رعایت لفظی کے چکر مین آکر خلاف واقع ناز کا اُٹھنا ثابت کیا ہے - ناز اُٹھایا جاتا ہے ناز اُٹھتا نہین ہے صورت ناز بکاولی اُٹھی یہ کہان کی زبان ہے ؎

ہے اب جو بیان سنگ ساری یون پاے قلم ہوا ہے بھاری

پانؤن بھاری ہونا محل کی جگہ استعمال ہوتا ہے - معلوم نہین قلم کے پانؤن بھاری ہونے سے کس قسم کا محل مراد ہے صرف رعایت لفظی نے یہ عیب پیدا کیا ہے ؎

یہ در مانند چشم بیخواب ہو تا ہے سحر کو بند بیتاب

بیتاب اس محل پر بیمعنی ہے یا برائے بیت ؎

کروٹ لیکر وہ عنبرین مو اُٹھ چلنے کا سونچتا تھا پہلو

عنبرین مو تاج الملوک کی صفت ہے اس مثنوی مین دعوی کیا گیا ہے کہ نوائد اور حشو کا دخل نہین ہے مگر یہ صفت معشوق کی ہوسکتی ہے نہ عاشق جان باز کی ؎

لعل و گہر ایک درج مین ہے شمس و قمر ایک برج مین ہے

دونون ردیفون مین (ہین) چاہیئے - لکھنؤ کی یہی زبان ہے ؎ .

کیا تیرے جل کا ڈھنگ پایا سرسون سا ہتھیلی پر جمایا

دوسرے مصرع کا مطلب صاف نہین ہے ہتھیلی پر سرسون جمانا ایک محاورہ ہے مگر بیان سیاق کلام سے اس مصرع کا کوئی مطلب نہین ہے ؎

چندے رہا مجمع بدو نیک رخصت ہوے رفتہ رفتہ ایک ایک

(بدو نیک) کا مجمع بھی قابل تعریف ہے حالانکہ مجمع مین سلاطین اور ملوک اور اعزا و اقربا بھی تھے معلوم نہین (بد) و بدکردار کون لوگ اس مجمع مین تھے - رخصت ہوئی یا رخصت ہوے دونون زبان کی حیثیت سے غلط رفتہ رفتہ ایک ایک رخصت ہو گیا یا رخصت ہوا

تھا داغ پسر مقدر اس کو جنتی تھی ہمیشہ دختر اس کو

اسکو ہمیشہ دختر جنتی تھی یہ زبان تو لکھنؤ کی نہین ہو سکتی - ہان نیرنگ بہار کشمیر ہو تو ہو اگر یہی ٹکسالی زبان ہے تو مسٹر چکبست صاحب کا دعوی صحیح ہے ؎

ہر چند سنا گیا ہے اس کو اردو کی زبان مین سخنگو

ہر چند اسکو اردو کی زبان مین سنا گیا ہے غلط ہے - ہر چند یہ اردو کی زبان مین سنا گیا ہے صحیح ہے اس قسم کی سیکڑون غلطیان موجود ہونے پر ٹکسالی زبان کہنا مسٹر چکبست کی دلیری اور جرأت کی تعریف کرنا چاہیئے -

(ب)

ریاض الاخبار مطبوعہ یکم ستمبر ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

مسٹر چک بست جناب آمانت مرحوم کی زبان دانی پر حرف رکھتے ہین خدا کی شان ہے کہ امانت مرحوم تو زبان سے ناواقف ٹھہرائے جائین اور نسیم مرحوم اہل زبان کہے جائین۔

جناب چک بست صاحب اسطرح امانت مرحوم کی حرف گیری کرتے ہین مثلاً امانت مرحوم کے لیئے تناسب لفظی کا شوق جنون کے درجہ تک پہونچگیا ہے۔ لیکن چونکہ زبان پر قدرت کاملہ حاصل نہین ہے اور طبیعت مین شستگی کا جوہر نہین لہذا جو شعر اس رنگ مین کہا ہے اُسے پڑھکر ہنسی آتی ہے (یہ الفاظ جناب امانت مرحوم کی شان مین استعمال ہوئے ہین اور پھر یہ توقع کیجاتی ہے کہ نسیم مرحوم کی ستائش مین آپکی ہان مین ہان ملانے کو اہل لکھنؤ زبان کھولین۔

سچ تو یہ ہے کسی فن کی تنقید کے لیئے اُس سے واقفیت بھی ضرور ہے اگر کوئی شخص کہے کہ تاج محل مین یہ نقص رہ گیا تو اُسکے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ فن انجینری سے بھی واقف ہو

مسٹر چک بست بیشک بی اے ہین اور انکی تعلیم انگریزی قاعدہ سے مکمل ہے مگر انکو شاعری کے نکات اور اسکے فن سے کیا تعلق ہے۔ اگر کچھ بھی واقفیت ہوتی تو امانت مرحوم کی زبان پر وہ اعتراض نہ کرتے۔ اسلیئے کہ امانت مرحوم جس طبقے اور جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے وہ اہل زبان ہونے کا دعویدار رہا اور اب تک اُنکے خاندان مین دعویدار

اور فصیح البیان شاعر موجود ہین - جو غیر مہذّب الفاظ جناب امانت مرحوم کی شان مین مسٹر چک بست نے استعمال کیے ہین اُنکو پڑھ کر کوئی شخص جو شائستگی پسند ہے صبر نہین کر سکتا -

کہا جاتا ہے کہ امانت مرحوم کو رعایت لفظی کا جنون تھا مگر یہ نہین دیکھا جاتا کہ امانت مرحوم کے وقت مین سوسائیٹی کا رنگ طبیعت کیا تھا اور رعایت لفظی اضافت سخن مین داخل ہے یا نہین جنون کی جگہ چک بست صاحب دوسرا لفظ بھی استعمال کر سکتے تھے مگر دلی خیالات پر وہ پردہ نہ ڈال سکے زبان پر قدرت کاملہ نہونے کا ثبوت، رعایت لفظی سے تو ہو نہین سکتا اسلیئے کہ اس مقابلہ مین نسیم مرحوم بھی کچھ پیچھے نہین رہے ہین -

اس بات کا جواب کوئی مہذّب شخص نہین دیسکتا کہ امانت مرحوم کی طبیعت مین شائستگی نہ تھی اگر امانت مرحوم کی شائستگی پر حرف رکھا جاتا تو شاعری کی دنیا مین کوئی شاعر بھی نہین بچ سکتا اور اگر ذاتی افعال و اقوال پر یہ حملہ ہے تو اسکا جواب اہل لکھنؤ دیسکتے ہین - یا وہ لوگ جو خود لکھنؤ کی سپر اور لکھنؤ کا پشت پناہ تصور کرتے ہین اتنا ہم بھی کہ سکتے ہین کہ شاہی دربار مین امانت مرحوم کی وقعت اور عزّت اور سوسائیٹی مین قدر و منزلت بحیثیت ایک شائستہ فرد ہونے کے امانت مرحوم کی مسلم ہے کوئی تنگ خیال بھی اس قسم کے کلمات انکی شان مین زبان سے نہین نکال سکتا - جن پیرایہ اور سیاق کلام مین جناب امانت مرحوم اور جناب شوق پر مسٹر چک بست نے اعتراض کیے ہین اگر اسی رنگ مین جناب نسیم مرحوم وہ اعتراض کرتے تو ہمکو افسوس نہوتا مگر جہان انھون نے نسیم مرحوم کی حرف گیری کی ہے وہان برادری کا پاس بہت کچھ کیا ہے اور اسطرح گل فشانی فرمائی ہے - اس سلسلہ مین عرض کرنا مناسب ہے کہ اگر نسیم سے بھی تناسب الفاظ کے ساتھ لطافت سخن قائم نہین رہ سکی ناظرین انصاف فرمائین کہ امانت مرحوم کے لیئے جنون کا لفظ استعمال ہوا ہے اور نسیم مرحوم کیواسطے اسکے مقابلہ مین کوئی جنون خبط سودا کا لفظ نہین فرمایا حالانکہ آپ اسکے قائل ہین

کہ نسیم مرحوم نے بھی اکثر ایسی خطا کی ہے جو شخص کثرت سے ایک عیب کا خوگر ہو تو اُسکو مجنون کہنا اگر جائز ہے تو اُسکے مقابل کو بھی خطی کہنا مناسب ہے امانت مرحوم کے لیئے تو یہ کہا گیا کہ زبان پر قدرت کاملہ حاصل نہین ہے اور نسیم مرحوم کیواسطے یہ رعایت جائز رکھی گئی کہ لطافت سخن قائم نہ رہ سکی - ان خیالات کو دیکھکر اگر مسٹر چپ بست صاحب کی اصلاح پر قلم اُٹھایا گیا تو کوئی بیجا بات نہ تھی - اسپر ہمارے دوستونکو ناراض ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے خفگی اور غصّہ صرف کرنے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے مگر بات وہ کہنا چاہیئے جو سب پسند کرین نسیم مرحوم کی طرفداری اگر جائز ہے تو خواجہ وزیر اور رند اور صبا خلیل امانت شوق کی طرفداری کیون ناجائز ہے - نسیم پر اعتراض کیئے جائین تو غصہ صرف ہو اور مسٹر چپ بست نے تمام شعرا پر کُند چھری چلائی تو اُنسے باز پُرس نہو - مسٹر چپ بست اپنے دعوی کو بھی بھول جاتے ہین فرماتے ہین اکثر نسیم سے بھی تناسب الفاظ کی لطافت سخن قائم نہ رہ سکی - اکثر کا عکس خوب کیا ہے دونون باتون مین کونسی بات تسلیم کیجائے (قابل معافی) کا جملہ کہتا ہے کہ آپ کے نزدیک تناسب لفظی سخت جرم اور سخت گناہ ہے جسکا کفارہ ممکن نہین ہے یہ آپکی سخن سنجی پر ایک قطعی دلیل ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ فن شاعری مین آپکو کامل عبور ہے نسیم قابل معافی اسواسطے ہین کہ وہ برادری مین داخل ہین - اور رند خلیل امانت مرحوم شوق لیئے ملزم ہین کہ وہ مسلمان ہین - مقدمہ لکھتے وقت جسطرح جناب عالی صاحب کو اس بات کا خیال نہ تھا کہ کوئی اسپر نگاہ ڈالے گا اسیطرح مسٹر چپ بست صاحب بھی یہ سمجھے ہوے تھے کہ کون دیکھنے والا ہے اور کون خیال کرتا ہے نسیم کا مرتبہ اسقدر بلند کرنا چاہیئے کہ ناسخ اور آتش بھی لحد مین بیقرار ہو جائین افسوس ہے خلاف توقع ہر شخص کی نظر پڑ گئی اور وہ پردہ اُٹھ گیا جسمین تعصب کا خوفناک چہرہ نظر آرہا ہے

(از حکیم برہم صاحب)

از اخبار تقریج ۷ - نومبر ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم اور قلقل

اس بحث کے متعلق قلقل رقم طراز ہے - اس بے لطف جھگڑے کی ابتدا شرر صاحب نے کی ہے - نہین معلوم کیا ضرورت داعی ہوئی تھی کہ نسیم ایسے شاعر کا جنکی شاعری اپنا نقش جما چکی ہے آج یہ اعتراضات تذکرہ کیے جائین - جبکہ حضرت خواجہ حافظ علیہ الرحمہ یہ اصول روشن قائم فرما گئے ہین -

بہ مستان نوید سرودے فرست ۔۔۔ بہ یاران رفتہ درودے فرست

نسیم آج نہین ہین - انکی مثنوی زیر تصنیف یا ابتداً زیر طبع نہین ہے پھر شمار محترم اعتراضات سے وہ کیا اصلاح ہے جو منظور تھی

طبقۂ شعرا مین بحث مذہب و قومیت کبھی نہین ہوتی وہان صرف جبۂ سخن پر حریفان بزم پہچانے جاتے ہین پس جب نسیم ایک بڑے دورۂ شاعری کے تابان شخص تھے تو کیون انکی تابش کو دھندلا کرنے کی کوشش در کار ہے . . . . . .

کلام سلف مین سب سے پہلے دیکھے جانے کی بات جو ہے وہ یہ ہے کہ انکے عہد دورۂ خیالات اور معیار سخن کو کیا تھا اور ضرور ہے کہ پچھلے لوگو نکو ہم جب شاعری یا کسی علم وفن کی بحث مین دیکھین تو ہمین انھین کے دور مین استغراق خیال سے اپنے آپ کو موجود فرض کرنا چاہیئے

اور پھر ہم انکی بزم مذاق مین حاضر ہوکر نگاہ کرین تو دیکھین گے کہ انپر جرأت اعتراض ہوسکتی ہے یا نہین - یہ تو ٹھیک نہین ہے کہ ہم زمانۂ موجودہ کے خیالات پر گذشتہ اشخاص کی فروگذاشتین پکڑین

(از اودھ پنچ مطبوعہ ۲۸ ستمبر ۱۹۰۵ء جلد ۲۹ نمبر ۳۹)

اُردوئے مُعلّٰی کی رائے

ہمصرمذکور العنوان گلزار نسیم کے قضیئے سے متعلق جو لے اظہار فرماتے ہین اسکے چند فقرے حسب ذیل ہم درج کرتے ہین یقین ہے انکو شرر صاحب اپنے تخلص کیطرح لپس پشت نہ ڈالین گے بلکہ زیب ناصیہ فرمالینگے -

عنوان اول سے متعلق گلزار نسیم کی تصنیف کو خواجہ آتش کے ساتھ منسوب کرنا خطا ہے بلکہ ہمارے نزدیک اس قسم کی بے بنیاد روایتونکو درحقیقت صحیح سمجھنا اپنے تئین مذاق صحیح سے بیگانا ثابت کرنا ہے . . . . . .

شعرے لکھنؤ مین سے صرف خواجہ آتش ایک ایسے شاعر تھے جنکے کلام کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ اسمین آورد سے آمد زیادہ ہے - ایسی حالت مین انکو گلزار نسیم کا

مصنف ٹھہرانا جسکا ہر شعر اُردو تصنع کی گویا ایک مجسم صورت ہے - بہر کیف ناواجب ہے . . .
گلزار نسیم کی زبان بیشک لکھنؤ کی زبان ہے - اگر اسمین بعض غلطیاں بھی موجود ہین . . . .
لیکن ساتھ ہی اسکے ان چند غلطیون کی بنا پر یہ کہنا بھی غایت درجہ کی کوتاہ نظری ہے کہ نسیم کی
زبان لکھنؤ کی زبان نہین ہے - یا یہ کہ ان غلطیون نے گلزار نسیم کو مٹا دیا -

(از حسرت موہانی)

از اتحاد جلد ۴ نمبر ۱۳ یکم جولائی ۱۹۰۵ء

(از مولوی عبد الحلیم صاحب شرر)

گلزار نسیم پر دلگداز مین جو اعتراضات کیئے گئے اُنکی تائید اور معترضون کی تردید کے
لئے ہم سے کئی صاحب اصرار فرما رہے ہین - افسوس وہ اسبات کو نہین خیال فرماتے
کہ اب اس بارے مین کچھ لکھنا دلگداز کی شان وضع کے بالکل خلاف ہے دلگداز نے
اپنا کام پورا کر دیا - اعتراضون کے جواب مین اودھ پنچ کے صفحون پر جو کچھ لکھا گیا وہ خود بتائے
دیتا ہے کہ اُن اعتراضون کے اُٹھانے کی کوشش کہانتک کامیاب ہوئی ہے اور اگر کسی
صاحب کے دل مین کچھ شبہ رہ گیا ہو تو اُسکا فیصلہ ریاض الاخبار کے سخن سنج و مستند
اُڈیٹر اور جناب بدر نے کر دیا - اتحاد ایسی تنگ خیالی کو نہ اور بیہودہ خیال کرتا ہے کہ گلزار نسیم پر
اعتراض کرنے سے اتحاد کی پالیسی پر کوئی اثر پڑیگا اس لیئے اگر ضرورت ہوئی تو اس بحث کے متعلق
اتحاد کے صفحۂ مراسلات مین اُن حضرات کے مضامین شائع کر دیے جائینگے جو دلگداز سے یہ
کام لینا چاہتے ہین -

اس بارۂ خاص مین کشمیر درپن کی باتون پر عصر جدید کو اور نیز ہمین بُرا نہ ماننا چاہیئے

کیونکہ اُسے قدرتی طور پر ایسا لکھنے کا حق حاصل ہے - پنڈت دیا شنکر نسیم اور پنڈت رتن ناتھ سرشار کشمیری برادری کے ہیرو ہین اور وہ کشمیر درپن ہے یہ وہ جذبہ ہے جو تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ سب کو برابر کر دیا کرتا ہے -

(از شرر)

از اتحاد جلد ۲ نمبر ۱۵ یکم اگست ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم پر ہمنے ریویو کیا اور مہذب طریقے سے پبلک کو بتا دیا کہ اس مثنوی مین باوجود ہزار ہا خوبیونکے صدہا غلطیان ہین اور اسکی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین اس بحث کو اودھ پنچ نے نہایت ناپاک اور گندے طریقے سے اٹھالیا اور ہم نادم ہین کہ ہماری وجہ سے مہذب پبلک کو ایسے بیہودہ اور ناپاک الفاظ سُننے پڑتے ہین اسکے جواب مین ویسی ہی بدتمیزی خود بھی گوارا کر لینا ہمارا کام نہین - اور نہ ہمین اسکی لیاقت ہے - ہم اپنے کرم دوست حسن افضل صاحب بدر کی خدمت مین اُنکے شکر گزار ہوکے - عرض کرتے ہین کہ براہ کرم وہ اپنا قلم روکین - اور نہ مین یہ پسند کرتا ہون کہ منشی نثار حسین صاحب مہتمم پیام یار نے جس کام کو ایک دفعہ سر کوب نکال کے پورا کیا تھا پھر پورا کرین کسی کو بیچ مین دخل دینے کی ضرورت نہین - ہم اور منشی سجاد حسین صاحب خود ہی نپٹ لین گے - اس سے آپ یہ خیال نفرمائین کہ مین ویسی ہی گالیان بک کے اور اسی طرح کے ناپاک کلمات استعمال کر کے اتحاد یا دلگداز کے مہذب ناظرین کو تکلیف دونگا نہین مین اس معاملے کو منشی سجاد حسین صاحب کی جسمانی معذوری کے ساتھ ایک اخلاقی و روحانی معذوری خیال کر کے غیر قابل لحاظ سمجھتا ہون اور وہی کرونگا جو ایک شہدے کے مقابل مین ہر شریف آدمی کو کرنا چاہیئے - آپکے مکان کے سامنے ایک شہدا کھڑا ہو کے گالیان دیگا تو آپ اپنا دروازہ بند کر لین گے - اسی طرح مین اودھ پنچ پر اپنے دفتر کا

دروازہ بند کرتا ہون - جناب منشی سجاد حسین صاحب کی خدمت مین التماس ہے کہ آیندہ براہ مہربانی اپنا مہذب پرچہ میرے پاس نہ بھیجا کرین مین پڑھونگا نہ جواب دینے کو جی چاہے گا مجھے تبادلہ موقوف کرنا منظور نہین - اتحاد اور دلگداز اُنکی خدمت مین برابر حاضر ہوا کرینگے - مگر جبتک اس تہذیب سے وہ مضامین شایع کرتے ہین مجھے اپنا جمال جہان آراد کھانے سے معاف رکھین —

لیکن نسیم کے کلام پر ریویو کرنے کا جو سلسلہ دلگداز مین جاری کیا گیا ہے وہ برابر جاری رہے گا - ابھی تو مثنوی ہی پر ہمین بہت سے اعتراض کرنے ہین مگر اس سے فراغت حاصل کرکے ہم اُنکے دیوان پر بھی ریویو شروع کرینگے کسی اخبار یا رسالے مین اگر کوئی معقول بات کہی گئی یا معقول جواب دیا گیا تو اُس کا ضرور لحاظ کیا جائیگا ہم تسلیم کرینگے یا جواب دینگے -

(اودھ پنچ مطبوعہ ۱۰ - اگست سنہ ۱۹۰۵ع جلد ۲۹ نمبر ۳۶)

اودھ پنچ سے شترِ غمزہ

(از منشی سجاد حسین صاحب)

جو مُنھ مین یار کے آتا ہے بک جاتا ہے آتش نہ اُٹھی ہی سمجھتا ہے نہ وہ رشکِ قمر سیدھی

اس مرتبہ اتحاد مین جناب مولانا عبد الحلیم صاحب شرر خادم قوم ادیب نکتہ پرور

سابق اڈیٹر پردۂ عصمت واڈیٹر حال دلگداز واتحاد واڈیٹر مستقبل المرخ واڈیٹر مستور العرفان ومصنف (بدر النسا کی مصیبت) نے ہمکو شہدے کا خطاب دیا ہے - عمرت دراز باد-

اور یہ محض اس گناہ پر کہ ہم نے نسیم لکھنوی کی مشہور مثنوی گلزار نسیم پر ہٹ دھرمی تعصب ندہبی سے لبریز - مولوی شرر کے اعتراضات لایعنی کی منصفانہ تردید کی جسارت کی ہزار شکر کہ ہم نہ گندہ دہن مولوی ہین نہ سیہ مست بادہ ریاکاری ورنہ شرعی شہدے ہوتے - اب خوف ہے کہ کسی روز مولانا شرر وضو کرکے سہو وسکرین اللہ میان سے نہ مرافعہ کرین تو ہم کیا کرینگے - ہم تو سمجھے تھے اودھ پنچ مین جو مضامین نکل رہے ہین انکے جواب دینے کی اگر جرأت کیگئی تو ظرافت ولطافت کے پیرایے مین جودت دکھائی جائیگی - مگر مولانا نے اپنے خلقی بسورتے ہوے مذاق کے مطابق جواب دیا ع بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی --

مولانا شرر نے بھی پُر درد ہوکر پنچ کے تمام مضامین کا جواب گلزار نسیم کا ساختصار مدنظر رکھ کر ایک لفظ مین دیدیا ہے - مولانا کے اور بہت سے اوصاف تو معلوم تھے مگر یہ معلوم تھا کہ سلامتی سے مولانا لجالو سرشت معشوق مزاج بھی ہین اور ذرا سی چھیڑ مین بگڑکے روٹھ جاتے ہین اچھا ہوا کہ شاہی نہوئی ورنہ ہمین شہر چھوڑ دینا پڑتا - پھر اور تو ہم سے کچھ نہ بن پڑتا سیدھے حیدرآباد چلے جاتے کیا کہین مولانا کی یہ ادا ہمین رہ رہ کر یاد آتی ہے کہ ہاے کس انداز سے کہتے ہین کہ کوئی اور صاحب دخل دین ہم اور منشی سجاد حسین نپٹ لینگے (یہ ہم) تو دل مین کھب گیا واقعی اسمین بھی ایک ادا نکلتی ہے ؎

عرب کے ملک مین دیکھے بہت شتر غمزے پر ایک اونٹ مین پائی نہین ادا تیری

مولانا نے یہ بھی لکھا ہے کہ اب ہم اودھ پنچ نہ لینگے - صورت سے بیزار ہین بہت اچھا صاحب - آپ اودھ پنچ سے ناراض ہوجائیے مگر یاد رہے یون تو ممکن تھا

کہ اودھر بیخ آپ کی خدمت مین کوتاہی کر جاتا لیکن اب جبتک صفحۂ ہستی پر اسکا وجود قائم رہے گا اسوقت تک یہ برابر آپکی خاطر مین دخیل ہوتا رہے گا - آپ کو سنے گا لیان دیجئے مگر یہ بھی کہتا رہے گا ؎

لے بیخ بُرا مان نہ کچھ اسکے کہے کا معشوق کی گالی سے تو عزت نہین جاتی

اور اگر عشق کامل مین اثر ہے تو دکھاوے کو آپ اس سے طوطے کیطرح آنکھین پھیرلین لیکن از روے فطرت بغیر اسکے دیکھے آپکو تسکین نہوگی کم سے کم ہفتہ مین ایک بار چھپا کر آپ کے دست مبارک کو ضرور بوسہ دے ہی دیگا سچ کہنا کیسی کہی ہے ع

وہ لب پہ آئی ہنسی دیکھو مسکراتے ہو - آپ نے گو بیخ کے خلاف بہت سے سخت سست مضامین پر دے پر دست مین لکھے ہین مگر چونکہ وہ اپنے نام سے نہین شایع کیے اور آپ یہ کہتے ہین کہ (ہم اُنکے لئے ذمہ دار نہین) اسلئے ہمکو بھی آپ سے شکایت نہین ؎

اس شوخ کی گالی کا بُرا مانئے کیونکر جو ہنس کے یہ کہتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

اب بیخ ہمیشہ کے لئے آپ سے ظاہر طور پر یہ کہتا ہوا رخصت ہوتا ہے ؎

ہم تو تجھے بنا ہین تو دے گا لیان نہین اپنی زبان دیکھ ہماری زبان دیکھ

کشمیری درپن بابت ماہ اگست ۱۹۰۵ء نمبر ۸ جلد ۳

(اڈیٹر کشمیری درپن)

دلگداز مین گلزار نسیم کے متعلق ابھی تک بحث جاری ہے یہ بحث زیادہ تر لفظی ہی اسوجہ سے ہم اسکے نسبت کچھ عرض کرنا نہین چاہتے ہان مثنوی مذکور کے متعلق مولوی عبدالحلیم صاحب شرر کے دو متضاد بیانات ناظرین کی دلبستگی کے لیئے پیش کرتے ہین مارچ کے پرچہ مین مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے اگر آتش نے اس دلبستگی کی بنیاد پر جو انھین نوعمر شاگردون سے تھی اسی کی تحریک سے یا اسکی مشق اولین دیکھ کے اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر کہا ہو پھر اس مین متعدد لغزشین دیکھ کے اسے بجاے اپنے اسی کی طرف منسوب کر دیا ہو جن دنون یہ مثنوی کہی گئی ہے ان دنون شاعری کا یہ رنگ تھا کہ معائب محاسن پر غالب خیال کیئے جاتے تھے۔ اور شعرا کو کلام مین خوبیان پیدا کرنے سے زیادہ فکر اسبات کی ہوتی تھی کہ کلام عیوب سے پاک ہو لہذا یہ خیال اس بات کا پورا اک محرک ہو سکتا تھا کہ آتش اس مثنوی کو کہین اور اپنے کم سن شاگرد کو دیدین۔ اگر ہمارا حافظہ غلطی نہین کرتا تو مولوی عبدالحلیم صاحب کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مثنوی مین آتش کے بہت شاگردون کا کچھ نہ کچھ حصہ ہے۔ اب جولائی کے دلگداز مین آپ کہتے ہین کہ اعتراضون کے تسلیم کرنے کے ساتھ انکے (اڈیٹر ریاض الاخبار کے) اس ارشاد کی نسبت کہ (جو اعتراضات شرر نے کئے ہین گو موجودہ زمانہ مین انکا حرف حرف صحیح ہے مگر جس زمانہ مین نسیم تھے اُسوقت کی زبان اور طرز کلام اور تصرفات لو دیکھتے ہوے ہم نسیم کی کوئی خطا نہین دیکھتے) ہم کچھ کہنا چاہتے ہین نسیم کو اتنا زمانہ نہین گذرا کہ انکی طرف سے ایسی عذر داری جائز سمجھی جائے + + + + + + ایسے تصرفات اور ایسی لغزشین اگر اُس زمانہ مین جائز تھین تو ضرور تھا کہ ان کے معاصرین اور دیگر شاگردان ناسخ و آتش کے کلام مین بھی پائی جاتین) ۔ اب ذرا غور طلب یہ امر ہے

کہ مولوی عبدالحلیم صاحب کے یہ دونون بیانات کہانتک ایک دوسرے کی تنسیخ کرتے ہین - اگر مذہبی آتش کی تصنیف ہو یا اگر اسمین صبا - رند خلیل کی شرکت ہو تو اسکے معائب کے ذمہ دار یہ سب شعرا ہین اور اگر نسیم کے معاصرین کا کلام ایسے تصرفات اور ایسی لغزشون سے پاک ہے تو گلزار نسیم مین انکی شرکت تسلیم نہین کیجاسکتی معلوم ہوتا ہے کہ جولائی مین مضمون لکھتے ہوے ارج والے مضمون کا مولانا کو خیال نہین رہا کیا ہوا ؟ غلبۂ ذکاوت سے کبھی کبھی ایسا ہوجاتا ہے مگر ہمکو خوشی یہ ہے کہ اس بحث مین اودھ پنچ نے نہایت ہی بے تعصبی سے کام لیا ہے منشی سجاد حسین صاحب ایسے منصف مزاج انشا پرداز سے امید بھی ایسی ہی تھی گو کہ منشی صاحب موصوف کی صحت مین فرق آگیا ہے مگر خلقی ذہانت اور طبیعت داری مین فرق نہین آیا ہے اور جس زور کے مضامین آپ کے قلم سے اس بحث مین نکلے ہین اسسے ثابت ہوتا ہے کہ علمی و محققانہ لیاقت کے ساتھ آپکا آئینۂ دل مذہبی تعصب کے زنگ سے صاف ہے یکم اگست ۱۹۰۵ء کے اتحاد مین جو بیہودہ گستاخی مولوی عبدالحلیم شرر نے منشی صاحب کی خدمت مین کی ہے اسکا جواب بس یہی ہے کہ ؎ اللہ رے گمہان لغلے کی آبرو کا + مٹھ پر پڑا اسی کے جسنے فلک پہ تھوکا

علاوہ اڈیٹوریل مضامین کے - اودھ پنچ مین ایک ایسے شخص کا مراسلہ شائع ہوا ہے جسکی علمی لیاقت ذہانت اور قابلیت سے حضرت شرر اور انکے ساتھیونکو بھی انکار نہو گا - ہماری مراد منشی احمد علیصاحب شوق سے ہے آپ اُن چند بزرگون مین سے ہین جنکی ذات پر لکھنؤ کو ناز ہے - آپ مدت تک اخبار آرا کے اڈیٹر نامور کے ساتھ رہے ہین اور پنچ مین جو آپ کے مضامین نکلے ہین انکا شمار ہر صورت سے اردو کے اعلیٰ لٹریچر مین کیا جاتا ہے - علاوہ برین آپ ایک کہنہ مشق اور مشہور شاعر بھی ہین - چنانچہ مثنوی ترانۂ شوق آپ سے یادگار رہا اور یہ مثنوی گلزار نسیم کے طرز مین آپنے تحریر فرمائی ہے لکھنؤ مین یہ مشہور ہے کہ ترانۂ شوق گلزار نسیم کے جواب مین لکھی تھی اور اسلئے شاید مولوی عبدالحلیم صاحب شرر کو حضرت شوق سے حمایت کی امید تھی آپ نے جو مراسلہ پنچ مین اس بحث کے متعلق بھیجا ہے اور جسکو منشی سجاد حسین صاحب نے قول فیصل مانا ہے ہم بجنسہٖ درج ذیل کرتے ہین -

حصۂ دوم

ظریفانہ مضامین

پنڈت حیدر شنکر نیتیش

اور خواجہ دیا علے آسم

(از منشی سجاد حسین صاحب)

دنیا میں کسی مشہور ہر دلعزیز تصنیف اور کام کے واسطے احمد کی پگڑی محمود کے سر کرنے کی بہار دیکھنے کا لطف تو عموماً ہر ملک کے لوگوں کو ہوتا ہی ہے۔ چنانچہ انگریزی خطاے سخن کا مسئلہ مشہور ہی ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں ایک کم علم ہرن چرانے والا اور

یہ شاعری - ہو نہو یہ اسکے دوست کی فلسفی دماغی قابلیت ہے جسنے اس کلام کو اس درجہ پہونچایا کہ وہ کندن و الون نے مختلف تاویلون ترکیبون سے یورپ سے لیکے امریکہ تک بال کی کھال مُوشکافیون جدل اور زبر و بیّنات واہیات خُرافات جھگڑا نکال کے سر سے زمین کھود ڈالی اسیطرح اُردو مین بھی گلزار نسیم کی تصنیف کا جھگڑا بعض لوگون نے اس مدت دراز کے بعد جب مثنوی کو شائع ہوے اسکی تقلید کیے ہوے اسکے جواب لکھے ہوے زمانہ گذر چکا اور کسی کو اس خیال کے اظہار مین بوجہ بازاریت اور ناواقفیت طرز سخن مجال نہین ہوئی کہ اس فرسودہ بے حقیقت بات کو مرد میدان بنکے زبان پر لائے یا سمجھدارونکے سامنے پیش کرسکے - بیٹھے بٹھاے بیکاری کا مشغلہ فضول جھگڑا نکالا ہے یا سیر رہی مین اُبال آیا - جب غلط نویسون اور ارزان چھاپنے والے مطبعون کی مہربانی سے مثنوی بہت کچھ مسخ ہو چکی اور زمانے نے بھی مصنف کے عقیدے کے مطابق مسئلہ تناسخ کا کامل ثبوت دیدیا تو بعض لوگون کی طبیعتون کو اتحاد کے کچے گھڑے کی بدکیفی سے جیکو مین اُلو ہو جانے کی کچی دی - یعنی شاگرد نسیم اور اُستاد آتش کی تصنیف کو قیاس اور بدگمانی کی کونڈی مین تعصب کے بھنگ گھوٹنے سے اس مثنوی کی مہادیو بوٹی کو ایسا پیسا چھانا کہ اب ایک مُصنّف کا نام دیا شنکر نسیم نہ رہا بلکہ اُستاد حیدر علی آتش کی شرکت غالب مثل ڈبل پیسونکے نشہ دُھوان دھار کرنے کی غرض سے طرفہ معجون -

حیدر شنکر نتیش - دیا صلے آتم - نامے تیار ہو گئی جیسے انگریزی مین شکسپیر اور بیکن کے امتزاج سے شیکن اور پیکسپیر کا ولایتی نسخہ دلگی بازونکی زبان پر ہے - اُسیطرح یہ بھی بن گیا اب اگر کوئی - اسکے -

ہر شاخ مین ہے شگوفہ کاری لمشرہ ہے قلم کا حمد باری

اسکے ابتدائی شعر سے ثابت کرے کہ اسکے ہر ہر لفظ سے پیدا ہے کہ یہ مثنوی ہندو پیدائش کی کہی ہوئی ہے - اور اس مین وہ مذہبی لطافتین نزاکتین بھری ہین کہ

خواجہ صاحب بوجہ مسلمان ہونے کے انکی جانب خیال ہی نہین کرسکے اور وہ لوگ جو اسکو آتش کا کلام کہتے ہین خود جان ہی نہین سکے تو محض آئینہ فروش شہر کوران گشتن ہے اور اگر ہماہمی کی بحثی ہٹ دھرمی سے چند جہلا کے سامنے کسی نے کہدیا کہ یہ بھی مسلمان آتش کی طبیعت داری تھی کہ بطور تفنن (بخاطر ہندو شاگرد) ابتداے مثنوی مین تبرکاً لفظ لائے ورنہ شگوفہ کاری بجاے گل کاری محض غلطی سے باندھ دیا تو ایسی خاک بیزی ہے جس سے گڑے مُردے اُکھاڑنے والی بناشی اور بیکنٹھ باش پنڈت کی خاکستر لاش کو بربادی کے سوا کچھ نتیجہ نہین۔ اگر نسیم مسلمان ہوتے تو بوسیدہ کفن ہی پلے پڑتا تابوت بجز خاک بدہان دشمنان کے سوا اللہ کا نام ہے —

ازاودھ پنچ مطبوعہ ۱۳- جولائی ۱۹۰۳ء

جانصاحب کی فریاد جنت کی ڈاک

کل بارہ بجے شب کو ایک فرشتہ ایک لفافہ دیگیا جسمین بجاے مُہر کے چشم حُور لگی ہوئی تھی۔ اس لفافہ کے اندر ایک غزل رکھی ہوئی تھی جو لکھنؤ کے مشہور ریختی گو جانصاحب کی زور فکر کا نتیجہ تھی چونکہ اس غزل کے شروع مین برائے (اشاعت در اودھ پنچ) لکھا تھا اسلیئے ہمارا فرض ہے کہ بجنسہ اسکو شائع کردین پیشتر دلگداز مین بھیجی گئی تھی مگر وہان سے واپس آئی۔ اب غزل ملاحظہ ہو —

بنی زبان دان ایرے غیرے تمام اس لکھنؤ مین آکر
دوگانا جانی یہ وہ مثل ہی ملے شہید و نہین خون لگا کر

خدا ہی سمجھگا اس سے باجی حمل بگاڑا ہی جسنے میرا
کرونگی سُوا مین سارے عالم مین خوب نکوا سے سنا کر

نہ جانا پیری رحم کھایا نہ اپنی ذلت کا دھیان آیا
گرایا سیری زبان کا پایہ حمل مین بیکار یہ بڑھا کر

ہین طرفہ معجون یہ دھاتی سمجھ پہ انکی پڑی ہی ٹٹکی
جہان ہوئی بحث شاعری کی چلے بغل مین لغت دبا کر

(حمل) فصاحت ہی شاعرونکی لغت ہو مُلّاؤنکو مبارک
جو (حمل) سُننے کی آرزو ہی رہین فرنگی محل مین جاکر

مین صاف ڈنکے کی چوٹ کہتی ہون نظم مینے حمل کیا ہی
اگر نہ مانو اُٹھاؤن تیسون کلام صاحب ابھی منگا کر

ہزار کوشش کرین یہ نجی یہ حمل قائم نہین رہیگا
ہین جنکی آنکھین وہ خود ہی دیکھین ہمارا دیوان نو اُٹھا کر

خراب مٹی ہی شاعرونکی اُجڑ گیا شہر لکھنؤ کا
زبان تھی مستند جہانکی وہان دھاتی بسے ہین آکر

مواتصرف یہ کیا بلا ہی یہ وہ زمانہ ہی باجی امان
گواہیان دیتے ہین مُسلمان جو جھوٹے قرآن اُٹھا اُٹھا کر

سزا ہی اُنکی دیا تو نکو جنھون نے بیکار سر چڑھایا
یہ تال بے تال کیون ناچین کیا خراب انکو مُنھ لگا کر

زبان سے خاک انکو مس نہین ہی حسد کی ہی لیں آگ روشن
ہوائین اپنی آپ باندھتی ہین نسیم کا مضحکہ اُڑا کر

جو یہ تعصب کھلا کھلا ہی چلیگا ڈھنگ اتحاد کا کیا
یہ کچی دیوار بیٹھ جائیگی ایکدن آپ پھس پھسا کر

جو ایک مجکو کوئی کہے گا میری زبان سے وہ دن سُنے گا
سُل کی لونڈی نہین ہی سیندی جو مُنھ مین جائے گرگرا کر

یہ کچی مضمون نگاریان ہین کہ غیر کی آڑھ مین ہین لکھتے
چلے تو ہین ناچنے کو صاحب مگر ہین گھونگھٹ مین مُنھ چھپا کر

وسیل بندی نہین کسیکی اڑا کے رکھدونگی بجہان مین
نہ جانا نصاف پہ مُنھ کی آئین پہنچ مرزا سے مُنھ کی کھا کر

(جانصاحب جنتی)

ازاودھ پنچ مطبوعہ ۲۰-جولائی ۱۹۰۵ء

جنّت کی ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۱

مولانا (۹) شرر۔ عشق اللہ۔ مجھکو آپ سے نہ تعارف حاصل ہے نہ آجتک آپ کا نام سُنا تھا۔ کل شب کو زمردین محل مین جلسہ تھا اور وہ بھی واجد علیشاہ کی طرف سے کیا کیا سامان تھے قدم قدم پہ ناز و انداز جتاتی ہوئی حورین پرا باندھے ہوے کھڑی تھین غلمان شراب طہور کے جام تقسیم کر رہے تھے۔ سامنے نہر کوثر موجین مار رہی تھی گلہاے فردوس سے دماغ معطر تھا۔ ایک قتالۂ عالم حور۔ قلق لکھنوی کا یہ شعر گا رہی تھی ؎

نکتہ چینونکے سوا کوئی نہین قدر شناس آپ بربادی ارباب ہنر دیکھین تو

غرضکہ عجب سماں تھا واللہ مجھکو تو رنگیلے پیا جانعالم کے وقت کا لکھنؤ یاد آگیا (ہاے یہ لکھنؤ نہین جسکی آپ لوگون نے مٹی تباہ کر رکھی ہے) ہان یہ کیفیت دلونکو گرما رہی تھی کہ اتنے مین دور سے شور و غل کی آواز آئی اور اُسکے دو چار منٹ بعد جانصاحب لکھنؤ کے مشہور ریختی گو سر پیٹتے داخل محفل ہوے۔ انکا اس صورت مین داخلہ کہ گانا وغیرہ سب غارت رہو اور کل حاضرین محفل پر ایک سکوت کا عالم طاری (کیا ہے کیا) کی چارون طرف سے صدا بلند ہوئی مگر جانصاحب ہین کہ کسی کی سُنتے ہی نہین اور آنچل پھیلا پھیلا کے کوستے جاتے ہین کہ یا خُدا جسنے میرا حمل بگاڑا ہو اُس سے تو ہی سمجھ) اور جس شخص کو بُرا بھلا کہ رہے ہین کسی کا نام تو سمجھ مین نہین آتا ہی (دبرا نشتر) سا سُنائی دیتا ہی۔ خیر وہ جلسہ بقص و سرود تو برخاست کیا گیا پوچھا گیا کہ آخر کون ہی اور حمل کسنے بگاڑا

تب اُنھون نے سب کچا کچا حال کہ سُنایا کہ میان شرر نے نسیم لکھنوی پر اعتراض کیئے ہین
اُنکا مضحکہ اودھ پنچ مین اُڑایا گیا تو شرر نے ایک مضمون بدر کے نام سے ریاض الاخبار مین نکالا
اُسمین اپنی بہت کچھ تعریف کی اور بہت کچھ جلی کٹی بھی سُنائی اور میرے شعر مین تصرف کرکے
حمل کو بگاڑ کر یہ (حمل) بنا دیا - اودھ پنچ نے اس فی بطن القائل کی خوب دھجیان اڑائین
اور لکھنے والے کو بدر الشرر کا خطاب دیا - یعنی جسطرح اکثر بڑے کنکوے مین جھلجھل
لٹکا دیجاتی ہے اسطرح حضرت شرر کے پیچھے (بدر) کا دُم چھلا باندھ دیا دے لگی بارون نے
دلگی کے طور پر مجھے اودھ پنچ دکھایا - بس آگ ہی تو لگ گئی غصّے مین سر پیٹتے تم لوگونکے
پاس آیا ہون - چونکہ اپنے اپنے مکان مین کوئی نہین تھا لہذا یہ پتہ لگاتے لگاتے
اُس جلسہ مین پہونچا یہان سب ہی جمع تھے - غالب - ذوق - رند - صبا - نسیم
ناسخ - قلق - اسیر وغیرہ محض تخلص کے شاعر نہین تمام شعراے دہلی و لکھنؤ کا جمگھٹا تھا
(کیونکہ شاعر ہمیشہ جنت بھیجے جاتے ہین) خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا جانصاحب کی تسکین کردی
گئی کہ (یہ) کا لفظ خود ہی حمل کا ذب کا پتہ دیتا اور اناڑی یعنی غیر شاعر کا پھوہڑپن ظاہر
کرتا ہے آپ کیون بگڑتے ہین خاص اہل شہر تو آپ کے کلام کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے
ہین - مگر اسپر بھی انکا غصّہ فرو نہوا اُنھون نے رسختی کہکر اودھ پنچ مین بھیجدی غالباً وہ
چھپ گئی ہو - اب یہان ہم لوگونکو یہ شوق پیدا ہوا کہ بھئی دیکھین یہ میان شرر کون ہین
جنھونے نسیم لکھنوی پر اعتراض کرنے کی جرأت کی - فرشتے بُلائے گئے تحقیقات کا حکم
دیا گیا وہ گھنٹے بھر کے اندر دلگداز کے وہ پرچے لے آئے جسمین اعتراضات شائع ہوئے
ہین - اعتراض پڑھے گئے اور سخن فہمی اور زبان دانی پر خوب یارون نے قہقہے لگائے
خصوصاً رند - وصبا وغیرہ تو بہت چین بجبین ہوے اور اُن لوگون نے کہا کہ ہمکو جنت مین
یہ کہتے ہوے شرم آتی ہی کہ ہم لکھنؤ سے آئے ہین - افسوس لکھنؤ کی یہ حالت ہو گئی
کہ وہان کے باشندے گلزار نسیم کے معمولی شعر نہین سمجھ سکتے - مگر سب اس فکر مین تھے

کہ آخر یہ حضرت شرر کون بزرگوار ہین کہ اتنے مین سید محمود جو شراب طہور کے نشے سے چونکے تو پوچھا گیا کہ حضرت آپ کو تو آئے ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہین گذرا آپ بتائیے کہ میان شرر کون ہین آپ کا نام سُنا تھا کہ سید محمود نے ایک فرمائشی قہقہہ لگایا اور آپ کا حال اسطرح بیان فرمایا - مین اپنی طرف سے کچھ تصرف نہین کرتا جو اُنھون نے کہا صاف صاف لکھے دیتا ہون سید محمود نے کہا کہ جس زمانے مین پنڈت رتن ناتھ سرشار فسانۂ آزاد لکھ رہے تھے اُسوقت ایک خاص طبقے مین انکی بہت شہرت ہو گئی تھی اور کوئی ناول لکھنے والا اُسوقت نظر نہین آتا تھا - اتنے مین ایک صاحب کہین باہر سے لکھنؤ مین وارد ہوئے عبد الحلیم صاحب نام اور شرر تخلص اور کچھ دنون کے بعد اپنے نام کے آگے مولوی لکھنے لگے اور آخر مین مولنا ہو گئے - گو کہ ان صاحب کا کبھی کوئی شعر نہ سُنا تھا مگر آپ کے پیکر شہرت پر تخلص ہمیشہ بدگوشت کیطرح نظر آتا رہا غرض کہ شرر صاحب نے تاریخی ناول لکھنا شروع کئے اور اُن ناولون مین فتوحات اسلام کے افسانے لکھے - صلیبی لڑائیون کی روئیدادین لکھین مسلمانون کو عیسائیون کے خلاف جوش دلایا - محمود غزنوی کے حملون کے قصہ لکھکر ہندو مسلمانون مین تعصب کی آگ بھڑکائی اسیطرح اکثر ناول ایسے لکھے کہ جنمین شیعہ سنیونکے جذبات مخالفت مین لانے کی کوشش کی گئی تھی ان شرر افسانیون نے آتش بغض وحسد کو خوب تیز کیا اور ایک متعصب فرقے مین آپکی خوب شہرت ہو گئی تو اور لوگ کہنے لگی کہ ابھی تک تو سرشار ہی فن ناول نویسی مین یکتا سمجھے جاتے تھے اب حضرت شرر بھی برابر کے بہت پیدا ہو گئے - مگر اس لکھنؤ کی بے تعصبی تو مشہور ہے - انھون نے کہین شرر صاحب کو نہین مانا کیونکہ نہ انکو تحریرین پسند تھین نہ آپکی زبان جو کہ خاص دیہات کی گڑھیا سے دھوئی ہوئی ہے مگر دیہات مین آپ کے بہت سے مرید ہو گئے اور آپ کے کھانچیون قدردان پیدا ہو گئے ہر طرف سے یہ آوازین آنے لگین کہ (شرر بھئے ناولسٹ اب ڈر کاہے کا) اس کے بعد آپ نے ایک اور رنگ بدلا یعنی پردہ کے خلاف ہو گئے - ایک پرچہ پردہ عصمت کے نام سے

نکالا جسمین پردہ کے خلاف مضامین لکھنے لگے کسی کی دیوار گر پڑی اور کوئی آدمی کچل کر
مرگیا آپنے فوراً پردۂ عصمت مین لکھدیا کہ پردہ کیسی خراب چیز ہے جو دیوار گری وہ پردہ کی
دیوار تھی اگر پردہ کی رسم نہوتی تو یہ دیوار بھی نہوتی اور ایک آدمی کی جان نفت مین نہ جاتی
کسی کو برسات مین اِسکے پر پردہ ڈالے ہوے جاتے دیکھا اور آپ بگڑ گئے یہ کہنے لگے
کہ انیسوین صدی مین بھی پردہ سے ہاتھ نہین اُٹھاتے اور ہاتھ سے پردہ نہین ہٹاتے
کبھی کسی کو آم کی کیری خریدتے دیکھا آپ ٹھہر گئے اور وعظ دینے لگے کہ دیکھو آم کی کیری
تو تم یہ دیکھکر خریدتے ہو کہ اسمین پردہ تو نہین پڑ گیا ہے - مگر بڑے افسوس کی بات ہے
کہ اپنے خاص گھر کا پردہ نہین دور کرتے افسوس افسوس - کہین کسی رئیس کی ڈیوڑھی پر
ٹاٹ کا پردہ پڑا دیکھا وہان جم گئے اور دربان سے کہنے لگے کہ دیکھو ہندوستان مین
تو چین سے پردہ آیا ہے - عرب مین کبھی پردہ نہین تھا وہ پردہ جسکو انگریزی مین
سکلپوژن کہتے ہین - تم کیسے مسلمان ہو کہ پردہ کے خلاف نہین اگر تم مین ذرا بھی
جوش مذہبی ہے تو اس ٹاٹ کے پردہ کو نوچ کر پھینک دو اسکو پھونک دو اسکو نیست و نابود
کردو - غرضکہ اسیطرح آپ پردۂ عصمت کی آڑ مین خوب اس قدیم رسم کی پردہ دری کیا کیے
مگر تھوڑے ہی دن مین (پردۂ عصمت) سے آپکو شرم آنے لگی اور اسکو چاک کرکے ردیو نہین
پردہ کیطرح پھینک دیا - کچھ روز خاموش رہے - اسکے بعد دم چورانے کی طرح پھر شر فشانی
شروع کی - یعنی اتحاد جاری کیا اب صلح کل بنگئے - کہین لڑائی ہو آپ اتحاد کی قرولی لیئے ہوئے
موجود اور فریقین کو گالیان دے رہے ہین کوئی مانے نہ مانے آپ یہان فیصلے کو جھگڑا مٹانے کے
لیے تیار - ہان ان انقلابات کے زمانے مین دلگداز کی باسی کڑھی مین وقتاً فوقتاً اُبال آتا رہا جنانچہ
اتحاد کے ساتھ ساتھ دلگداز کا جھگڑا بھی چرچون کرتا ہوا میدان سخن مین لایا گیا مختصراً یہ کہ شرر نے
نے خوب خوب ظاہری رنگ بدلے مگر وہ اپنا باطنی رنگ کبھی نہ چھوڑا اور کسطرح اسکو چھوڑ سکتے
ہین - اسپر توانکی شہرت کا دارو مدار ہے - فارسی کا اُستاد انھین کے لیئے کہ گیا ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ۔۔۔ مے انداز قدت می شناسم

جبکہ سید محمود نے یہ دلچسپ داستان ختم کی تو اُسوقت سب حاضرین کو معلوم ہوا کہ آپ کون بزرگوار ہین اور آپکا کام کیا ہے —

مگر کسی پر یہ راز نہین کھُلتا تھا کہ باوجود حامی اتحاد بننے کے آپ نے پنڈت دیا شنکر نسیم کی روح کو اسقدر کیون صدمہ پہونچایا اور ایسے اعتراضات کیون کیئے جن سے تعصب کو ڑھ کیطرح ٹپکتا ہے - اور پھر شروع مین آپکا یہ اعلان کہ آپ کا مقصد اعتراض کرنا نہین ہے بلکہ ایک منصفانہ ریویو لکھنا - آپ کی تحریر کے بالکل خلاف پڑتا تھا - یا ریاض الاخبار مین جو مضمون لکھا تھا اور جو جانصاحب یہان اُٹھالائے تھے اُسمین تو آپ نے بالکل پردہ تہذیب اُٹھا دیا تھا اور ہندوؤن کو عموماً اور کشمیری پنڈتونکو خصوصاً - الو لوکے میلے کی وضع تہذیب کی ساری کو اُٹھاکے اُنگلیان مٹکا مٹکا کے فحش بکا ہے - کجا اتحاد کی میٹھی میٹھی باتین اور کجا یہ زہر اُگلنا - یہ عقدہ نہین کھُلتا تھا اسکی تفتیش کے لیے اعمال لکھنے والے فرشتے بُلائے گئے اور اُن سے کہا گیا کہ تم اپنا دفتر یہان کھول کر بتاؤ کہ یہ دلگداز مین جو تحریر نکلی ہو اسکا اصلی سبب کیا ہے اور لکھنے والے کا اصلی منشا کیا ہے یہ کہنے کی دیر تھی کہ انھون نے ایک بیاض نکالی اور کل کچا چٹھا اسیطرح بیان کیا کہ سال دو سال سے لکھنؤ مین ایک نئے فتنہ کے انشا پرداز حضرت چکبست پیدا ہو گئے ہین - انھون نے حالی اور شرر کی چھاڑ کرنے کا بیڑا اُٹھا لیا ہے - حالی تو ایک متین آدمی ہین - وہ خود تو جناب چکبست کے اعتراضات کا جواب دیتے نہین اپنے مریدونسے لکھواتے ہین - مگر شرر صاحب تو ریگستان سخن مین اعتراضات کی گرما گرمی سے بلبلا اُٹھتے ہین - چنانچہ جناب چکبست نے ایک مضمون کشمیری ورپن مین پنڈت رتن ناتھ سرشار پر بھی لکھا تھا اور سرشار کے جوہر خوب خوب چمکائے تھے اور ایک موقع پر سرشار صاحب کی لیاقت و شہرت کا پردہ اچھی طرح فاش کر دیا تھا - یہ مضمون شرر صاحب کے دل مین

تیرِ نیمکش کیطرح کھٹکتا رہا اس فکر مین تھے کہ چک بست کی ایسی گرفت کرون کہ عمر بھر تو یاد کرین - غرضکہ حال مین جناب چک بست نے گلزارِ نسیم کا شگوفہ چھوڑ دیا - پھر کیا تھا پھر تو شرر صاحب کو اچھی طرح سے بخ بخی چھوٹی اور انھین بند کرکے اور کچکچا کے آپ نے گلزارِ نسیم پر چالیس پچاس اعتراض جڑ ہی تو دیے اور کہا کہ تو سہی حضرت چک بست کی محنت خاک مین ملادون اور نسیم کا نام سخنورونکے دائرے سے خارج کرادون اور آخر مین دس پانچ اعتراض تصرف بیجا کے جناب چک بست پر جڑ دیے اور یہ تو ظاہر ہے کہ بدحواسی مین جو اعتراضات کیے جاتے ہین وہ کس رنگ کے ہوتے ہین وہی رنگ ان اعتراضات کا ہے - کہین کچھ کہتے ہین پھر اسکے تردید کرتے ہین کبھی کسی شاعر کو لے مرتے ہین مگر ہمیشہ بے سُرا لاپتے ہین - جب اعمال بد کے فرشتون نے رپورٹ پیش کی اعتراضات کی تمام قلعی کھُل گئی - اور اصلی کیفیت معلوم ہوگئی خیر یہ تو تمہید ہے آپ اصل مطلب سُنئے جسکے لیئے مین نے یہ طولانی خط لکھا ہے یعنے اگر دیا شنکر نسیم پر اعتراض کیئے تھے تو آپ کی شرر ریزی انھین تک محدود رہتی آپ نے میری شہرت مین داغ لگانے کی کیون فکر کی ہے اور میرے شاگردون کا نام کیون بدنام کیا ہے باقی آیندہ

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس بریں)

از اودھ پنچ مطبوعہ ۲۷ جولائی ۱۹۰۵ء جلد ۲۹

جنّت کی ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۲

آخر بیٹھے بیٹھے یہ آپکو سوجھی کیا یہ قبر کے مُردے اکھیڑنے کیون شروع کیئے اور پھر اگر ایسی حرکت کی بھی تھی تو سلیقہ کے ساتھ کی ہوتی - زبان لکھنؤ پر آپ کی جان جاتی ہو - اہل لکھنؤ چاہے آپ کو مُنھ لگائین یا نہین - مگر آپ - ع لے دیکے اپنے یا رونکو) انکی طرف سے لڑنے کو موجود - خیر اگر آپکو لہو لگا کر شہیدون مین ملنا ہی منظور تھا تو اسی رنگ پر قائم رہے ہوتے - نسیم ہندو تھے انکی مخالفت آپکے مسلک کا جزو اعظم تھی انکو خوب جی کھول کے گالیان دی ہوتین - مگر کسی کے تو ہو کے رہے ہوتے واللہ غضب کیا کہ مجھکو اور میرے تمام سربرآوردہ شاگردونکو ذلیل کرنے مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا آپکی طبیعت کا اونٹ تو کسی کل بیٹھتا ہی نہین - بندہ نواز آپکی شوخی بھی ابلق لیل و نہار کی شوخی سے کم نہین - آپ کسی شہسوار سخن کی ران جمنے نہین دیتے - نسیم بھی برطرف تین بھی برطرف رند بھی برطرف خلیل بھی برطرف صبا بھی برطرف بس اک آپ ہر طرف آپ نے اپنے بزرگون سے سُنا ہوگا کہ مین نے اور میرے شفیق شیخ ناسخ نے لکھنؤ کی زبان کو دہلی کی غلامی سے آزاد کیا جو کچھ میری زبان سے نکل گیا اُسپر اہل لکھنؤ ہمیشہ ناز کرتے رہے مگر آپ کس ڈھٹائی سے فرماتے ہین کہ کوئی تعجب کی بات نہین کہ آتش نے . . . . . اس مثنوی کو تفنن طبع کے

طور پر کہا ہو پھر اسمین متعدد لغزشین دیکھ کے اُسنے بجائے اپنے اسی کی طرف منسوب کر دیا ہو
کیون حضرت منطقی تو آپ بڑے ہونگے - فرنگی محل مین نہ سہی دہلی ہی مین سہی - آپکو
یہ ثابت کرنے مین تکلف نہین ہوتا کہ چین سے ہندوستان مین پردہ اڑ آیا - مگر یہ جو کچھ
آپ نے میری شان مین فرمایا ہے - اسکے معنے بھی آپ سمجھے کہ نہین اسکے معنے یہ ہوے
کہ اپنی لغزشونکا مجکو علم ہو گیا تھا انکو دور نکر سکا اور مجبوراً مین نے - مثنوی نسیم کے مرتبہی
یہ تو آپ نے میری بڑی قدردانی کی اور لکھنؤ پر بڑا احسان کیا - ہاے مین وہ ہون کہ مجھکو
میرے معاصرین خدائے سخن کہتے ہین - میرے تیز نشتر وں کی چار دانگ ہند مین شہرت تھی
مگر آپ نے خوب داد دی کہ مجھ سے سہواً نہین غلطیان رہ گئین بلکہ غلطیون اور لغزشون کا
علم ہونے پر بھی مین اُنکو دور نہ کر سکا ع اس فہم کے اس سمجھ کے قربان - اور پھر
لغزشین جیسی ہین وہ آپ کے مضامین سے ظاہر ہین مثلاً گلزار نسیم کا مصرع ہے - ع
بجلی سے لہر سے تھا ہم آغوش - آپ فرماتے ہین کہ لہر کی جگہ (لہر یعنی ہاے متحرک
ساتھ اُردو مین غلط ہے) (اُردو مین غلط ہے اور انگریزی مین جائز ہے) کیون صاحب
جسوقت مجھکو (اس غلطی) کا علم ہو گیا تھا تو مین اسکو یون نہین بدل سکتا تھا کہ - ع
تھا بجلی سے لہر سے ہم آغوش - یا دوسرا مصرع ہوا کہ ع بیجا وہ ہوا کہ سا کہ جا جا -
آپ فرماتے ہین کہ برہم - ہوا کی جگہ پر (بیجا ہوا کہنا بت ہی مبتذل بازاری زبان ہے
اور بازار بھی لکھنؤ نہین کہین اور کا) (یہ لکھنؤ نہین) بھی کیا خوب ہمارے وقت مین تو
یہ کہا جاتا کہ لکھنؤ کا نہین - اب آپ ہی (پردہ عصمت) پر ہاتھ رکھکر فرمائیے کہ مین کہ
(مین بیجا ہوا) (کو برہم ہوا) نہین بنا سکتا تھا اور وہ کونسا اعتراض ہے جسکو مین تو مین
آپکی لیاقت کا شخص بھی - دم زدن مین دو چار لفظ بدل دینے سے دور نہین کر سکتا -
مگر آپکو یہ لکھنے مین ذرا تکلف نہ ہوا کہ مجھکو اپنی لغزشون کا علم بھی ہوا اسپر بھی مین اُنکو دور نہ
کر سکا اس حماقت کی اور تو کوئی وجہ ہو نہین سکتی یا تو آپ یہ کہئے کہ مجھکو نسیم سے دشمنی تھی

مگر آپ ایسا کہ نہین سکتے کیونکہ آپ قبول چکے ہین کہ مجھکو اس مہنہار شاگرد سے خاص دلبستگی تھی
یہ مین نے انکو فریب دیا یا مخصص لغزشین اسلیئے رہنے دین کہ جب لکھنؤ مین جہل کی تاریکی
پھیلے تو میان تسران آتشی لغزشون سے فائدہ اُٹھاکر جگنو کی دُم کیطرح چمکین - لیکن
ایسا ہو نہین سکتا صاحب اتحاد بنکر ہندوؤنکی در پردہ جڑ کاٹنا لنکے قابل فخر بزرگون کو
بڑا بھلا کہنا آپ کے وقت کے مسلمانونکو مبارک ہو -

اگر طریقت اسلام درجہان اینست ہزار خندۂ کفر است بر مسلمانی

ہمارے وقت مین ہندو مسلمان شیر وشکر کی طرح ایک دوسرے سے ملے جلے رہتے
تھے - اگر کوئی ہندو صاحب کمال ہوتا تو اہل اسلام اسکی قدردانی کرتے تھے - اور اب بھی
شرفاء لکھنؤ کا یہی دستور ہے - کم نظری اور تنگ خیالی اورونکو مبارک رہے - یہ جملۂ
معترضہ تھا بازآمدم بر سر مطلب پس جس حالت مین آپ اسبات پر قرآن اُٹھانے کو
تیار ہین کہ گلزار نسیم میری تصنیف ہے تو کس پہلو سے فرماتے ہین کہ اسکی زبان لکھنؤ کی
مستند زبان نہین ہے تو پھر کسکی زبان مستند ہو سکتی ہے آخر کس دن مین آپ نے یہ
مضمون لکھا - چک بست بیچارے سے آپکو بغض نکالنا تھا تو مین نے کیا کیا تھا
آپ تو آپ مجھ سے میرے شاگردونسے اور آپ کے بزرگون تک سے علیک سلیک نہ تھی
پھر اس گھبراہٹ کے کیا معنے - اعمال بد کے فرشتے کہتے ہین کہ آپ حیدرآباد سے
حضرت سکینہ والے قصئے مین بہت تحمیل کے ساتھ بھاگے معلوم ہوتا ہے کہ ہوش وحواس کی
بقچی وہین چھوٹ گئی یا اسٹیشن پر رہ گئی آپ نے طب کانرز ولیوشن تو کانفرنس مین
بڑے جوش وخروش سے پیش کیا تھا - بہتر ہے کہ تھوڑے روز تک شیرۂ بادام چاٹیے
ورنہ یہ اسہال دماغی کی شکایت رفع نہوگی مانا کہ آپ شاعر ہین - ناولسٹ ہین - مولانا
ہین مگر دوا دارو کرنا عیب نہین ہے - اگر آپکی عنایت میری ہی ذات تک محدود رہتی
تب بھی چندان ہرج نہ تھا مگر آپ نے تو غضب کیا کہ لکھنؤ کے تمام سر برآوردہ شعراپر

گلوخ اندازی شروع کردی مجھ سے تو آپ اس امر سے انکار کر ہی نہین سکتے کہ ریاض الاخبار مین جو مضمون نکلا تھا اور جسکے آخر مین کسی صاحبزادے کا نام لکھا ہوا تھا، وہ آپ ہی کا تھا۔ آپ لاکھ چھپائین مگر ہم تو بیابانی کے تکیے کی صدا پہچانتے ہین آپ نے اسمین اپنی بڑی تعریف کی تھی اور دلگداز مین بھی کھُلم کھُلا آپ نے اپنی تعریف کی کہ ہمارا گلزار نسیم والا مضمون لوگونکو پسند آیا مگر مین اسکا قائل نہین اپنے مُنھ میان مٹھو بننے مین کیا مزا ملتا ہے۔ ع

حظوظ نفس کے یا بد چو زن پستان خود مالد۔ بات تو یہ ہے کہ جب کوئی دوسرا بھی تعریف کرے خیر اصل مطلب یہ ہے آپنے ریاض الاخبار والے مضمون مین لکھا ہے کہ گلزار نسیم مین آتش کے تمام شاگردونکا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہے اور نسیم کا بہت ہی کم حصہ اسمین باقی ہے۔ یک نشد دو شد۔ آپ خود ہی غور فرمائین کہ اس سے بڑھکر میرے شاگردونکی اور میری کیا ذلت ہو سکتی ہے کہ جس مثنوی کی تصنیف مین وہ سب شریک ہون اسمین اسقدر غلطیان نکالی جائین اگر آپ ایسے خاکہ اڑانے پر تیار ہو جائین اور اسی مثنوی کی نسبت یہ کہا جائے کہ جتنی غلطیان اسمین ہین اُتنی کسی اُردو نظم مین نہ ملین گی۔ آخر اسکا جواب آپ کے پاس کیا ہے۔ مین تو یہی کہونگا کہ آپ نے اب دلگداز کو بھی۔ اتحاد کی پالسی پر لانا چاہا ہے۔ یعنی ظاہر مین تو آپنے لکھنؤ کی زبان کی طرفداری کی ہے لیکن باطن مین شعرا ر لکھنؤ کا خاکہ اُڑایا ہے واہ حضت واہ بنتے تو ہین آپ لکھنؤ کے اور اہل لکھنؤ کی مذمت مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھتے۔ اور کیا کہون آپ اچھے شہسوار سخن ہین کہ اپنی ہی فوج کو مارتے ہین ——

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

اودھ پنچ مطبوعہ ۳- اگست ۱۹۰۵ء

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۳

ہان صاحب آپ کے خیالات کا گورکھ دھندا تو کسیطرح سمجھ ہی مین نہین آتا کبھی آپ نسیم کی روح کو صدمہ پہونچانے اور کبھی آپ میری اُستادی مین داغ لگانے کی فکر کرتے اور کبھی میرے تمام شاگردون کی شہرت خاک مین ملاتے ہین اسکی وجہ سمجھ مین نہین آتی - سُنتا ہون کہ آپکی تصنیفات دو گدھونکے بوجھ سے کم نہین - اسلیئے یہ نہین کہہ سکتا کہ آپ کو زبان پر اتنی قدرت نہین حاصل ہے کہ اپنے خیالات صاف طور سے ظاہر کرسکین - بیشک آپکی انشاپردازی کا رنگ طرفہ معجون ہے کیا کہون مجبوراً آپ کے یہ مضامین پڑھتے پڑھتے زبان خراب ہوئی جاتی ہے - مجھکو ہنسی بھی آتی ہے - اور رقت بھی افسوس لکھنؤ کی یہ حالت ہوگئی کہ آپ سے انشاپرداز گلزار نسیم کی زبان پر اعتراض کرنے کی جرأت کرین خدا نخواستہ اور تصانیف تو آپ کے میری نظر سے گذرے نہین ان دو مضامین مین آپنے ایسی غلطیان کین ہین کہ ہمارے وقت کے لکھنؤ کا طفل مکتب بھی نکرتا اوّل تو مین یہ دیکھتا ہون کہ آپ نے موقع بموقع انگریزی الفاظ بے ڈھڑک استعمال کیئے ہین شاید اس سے آپ کا یہ مطلب ہو کہ مین انگریزی بھی جانتا ہون مگر آپ کے اظہار لیاقت کے پھیر مین زبان کا خون ہوا جاتا ہے بیشک وسعت زبان کے لحاظ سے انگریزی الفاظ کا استعمال کرنا جائز ہے مگر ایسے الفاظ استعمال کرنا جنکے مترادف الفاظ اُردو مین موجود ہین بعید از دانشمندی ہے - میرے شفیق غالب اسوقت میرے پاس تشریف رکھتے ہین انھون نے ایکمرتبہ اپنے سہرے مین نمبر کا لفظ استعمال کیا تھا اس اختراع مین تمام اساتذۂ دہلی مین تہلکہ

مچگیا تھا کہ انگریزی لفظ کا استعمال کرنا کیا معنی مگر آپ کے زمانہ مین ہر شخص شستر بے مہار ہے
مطلب تو صرف اسقدر ہے کہ عرب کا ناول لکھئے چاہے زبان کی لطافت مٹی مین ملجائے
آپ آپ ملاحظہ فرمائین کہ آپنے ساتھ سطر و نمبر جس جگہ انگریزی لفظ (ایڈٹ) استعمال کیا ہی
(دیکھو دلگداز بابت مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۱) تو لفظ ایڈٹ) تو یہ (ایڈیٹ کے معنی جانتا نہین
سید محمود صاحب سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ (ایڈٹ) کرنیکے معنی ترتیب دینے کے
ہین آپ آسانی سے اس غیر مانوس اور غیر فصیح انگریزی لفظ کے استعمال سے پرہیز کر سکتے تھے
اسیطرح آپنے دس گیارہ جگہ مسٹر چکبست لکھا ہے کیونکہ بندہ نواز یہ کس لکھنؤ کی
اُردو ہے (آپ چکبست صاحب) لکھ سکتے تھے (جناب چکبست) لکھ سکتے تھے
غرض کہ یہ مفہوم آپ بہتیرے طرح اُردو الفاظ کی مدد سے ادا کر سکتے تھے آپنے مفت مین
انگریزی زبان کے آگے کاسہ گدائی لیکر اُردو کی آبروریزی کی۔ یہ گنگا جمنی اردو لکھنے سے
آپکا کیا مقصد ہے اگر آپکی زبان کسی موقع پر کوتاہی کرے تو انگریزی لفظ استعمال کرنا مجبوری
مین داخل ہے مگر اس ڈھٹائی سے انگریزی الفاظ ٹھونس دینا آپ ہی کا کام ہے۔ یہ تو
وہی ہوا کہ جیسے کوئی شخص غرارہ دار پائجامہ پہنے اور ہاکٹ پر پہن لے۔ اور طرہ یہ کہ
انگریزی الفاظ استعمال کرنے کا تو آپ کو اسقدر شوق ہے مگر انگریزی الفاظ کے مفہوم سے
بوجہ کم علمی آپ واقف نہین سید محمود نے جب آپکا مضمون پڑھا تو اکثر جگہ مسکرانے لگے
مین نے پوچھا اس کے متعلق کیا تو کہنے لگے کہ ہمارے مولانا انگریزی الفاظ تو بے تکان
استعمال کرتے ہین مگر انکا مفہوم نہین سمجھتے چنانچہ انھون نے تمثیلاً دو اعتراض کیئے۔ اعتراض
نمبر (۱) آپ نے ایک مقام پر (مسٹر چکبست صاحب تحریر فرماتے ہین (دلگداز ماہ اپریل
صفحہ ۲۰) واقعی ایجاد بندہ اسی کا نام ہی سید محمود فرماتے ہین کہ ہر انگریزی خوان طفل مکتب
بھی جانتا ہے کہ (مسٹر) کے بعد صاحب یا (اسکوائر) کا لفظ نہین استعمال کیا جاتا یا آپ کو
چکبست لکھنا تھا یا محض مسٹر چکبست) مسٹر چکبست صاحب تو کوئی معنی بھی نہین رکھتا

دخل درمعقولات اسیکا نام ہی یہ جانصاحب کا شعر نہین ہی کہ آپ (حل) کو بگاڑکر یہ (حل) بنادیجیے - یہ غیر زبان ہی اسکا جواب دیجیئے ورنہ آج سے اُردو لکھنا چھوڑ دیجیئے اور اگر یہ نہ کیجیئے تو کم سے کم انگریزی الفاظ کے استعمال سے تو کنارہ کشی کیجیئے —

اعتراض نمبر ۲) آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ (عام پبلک پر ظاہر کردیا جائے) یہ عام[1] پبلک بالکل غلط ہے - پبلک کے معنی خود عوام الناس کے ہین پھر عام پبلک کہنا) بالکل مہمل و بے معنی ہے —

خیر یہ تو سید محمود کے اعتراض تھے انکی عذرخواہی تو آپ اسطرح کرسکتے ہین کہ بغیر کسی انگریزی دان کے دکھائے ہوے مضامین شائع کردیے گئے مگر آپ نے اُردو کی غلطیان ایسی کی ہین کہ معاذ اللہ قدم قدم پر ٹھوکرین کھائی ہین مجھکو تو آپ کے یہ دو مضمون پڑھتے ہوئے اُلجھن پیدا ہونے لگی میرا مقصد آپ پر اعتراض کرنا نہین ہی مین صرف آپ ہی کے بھلے کے لیئے آپکی لغزشین پیش کیئے دیتا ہون کہ آیندہ ایسی غلطی نہ کیجیئے گا آگے آپکو اختیار ہے

فہمائش نمبر (۱) آپ تحریر فرماتے ہین کہ قابل غور ۳۱ صفحہ کا وہ دیباچہ ہے - جو شائع کرنے والے کی لیاقت و قابلیت کو ظاہر کرتا ہے (بندہ نواز قابلیت و لیاقت) کے بعد کو محض آپکی عدم قابلیت ظاہر کرتا ہے فصاحت زبان کے لحاظ سے تو یہ فقرہ یون ہونا چاہیئے تھا کہ جس سے لکھنے والے کی قابلیت اور لیاقت کا اظہار ہوتا ہے) لیکن اگر آپکی بندش الفاظ قائم رکھی جائے تب بھی (کو) آپ کے تخلص کیطرح بالکل حشو معلوم ہوتا ہے بس اسقدر کافی تھا کہ قابل غور وہ دیباچہ ہے جو شائع کرنے والے کی لیاقت قابلیت ظاہر کرتا ہی یہ (کو) کا اور (کی) بھرتی کے لیئے استعمال کرنا خاص ایسے دیہات کے

[1] اودھ پنچ - خواجہ صاحب آپ سے پیشتر اس دنیا کے لوگ اس بے تکی گراہت پر اعتراض کرچکے ہین - کشمیری درپن مین ڈاکٹر پنچ بہادر سپر دنے بھی یہی اعتراض کیا ہے - حالانکہ ابھی تک اسکا جواب نہ خود حضرت شرر نے لکھا نہ کسی صاحبزادے کے نام سے لکھوایا ہے —

زبان دانون کا حصہ ہے۔

فہمائش نمبر (۲) آپ لکھتے ہین تعجب کی بات نہین اگر آتش اس دلبستگی کی بنیاد جو انھین نوعمر شاگرد سے تھی اُسی کی تحریک سے یا اُسکی مشق اولین دیکھ کے اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر کہا ہو۔ پھر اسمین متعدد لغزشین دیکھ کے اسے بجائے اپنے اسی کی طرف منسوب کردیا ہو یون تو ماشاءاللہ یہ تمام فقرہ اسلوب بیان کے لحاظ سے نور کے سانچے مین ڈھلا ہوا معلوم ہوتا ہو۔ مگر آخری فقرہ مین یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ (اسے) اور (اُسی) کی ضمیرین کس طرف پھرتی ہین۔ خدا جانے آپکا یہ مطلب ہے کہ مثنوی کو بجاے اپنے (نسیم) کیطرف منسوب کردیا یا نسیم کو بجاے اپنے مثنوی کیطرف منسوب کردیا کیون صاحب اسی کا نام زباندانی ہے معمولی خیال بھی آپ نثر مین اچھی طرح نہین ادا کرسکتے دیکھئے اگر کوئی لکھنؤ والا یہ مطلب ادا کرنا چاہتا تو وہ اسیطرح لکھتا (کہ چونکہ آتش کو نسیم سے خاص دلبستگی تھی لہذا تعجب نہین کہ انھون نے اس نوعمر شاگرد کی تحریک سے یا اُسکی مشق اولین دیکھ کر یہ مثنوی تفنن طبع کے طور پر کہدی ہو لیکن اپنی اس تصنیف مین متعدد لغزشین دیکھ کر اُسے بجاے اپنے نسیم کیطرف منسوب کردیا ہو) (سمجھے مولانا۔

فہمائش نمبر (۳) آپ فرماتے ہین (جن دنون) یہ مثنوی کہی گئی اُن دنون شاعری کا یہ رنگ تھا الخ (یہ محض جن دنون) یہ کہانی زبان ہو۔ اگر فصاحت کا خیال ہے تو یہ لکھئے کہ جس زمانے مین یہ مثنوی کہی گئی الخ اور اگر یہ منظور ہے کہ آپ کا طرز تحریر کسی قدر بیہاتی زباندانی کا پہلو مارتا ہے تو یہ کہئے کہ (جن دنون مین یہ مثنوی کہی گئی) محض جن دنون تو نہ صرف ونحو کے قاعدے سے ٹھیک ہے نہ لغت کی رو سے جائز ہے نہ روزمرے محاورے کے لحاظ سے غالباً آپ نے (مین) اس لیئے زبان سے نہ نکالا کہ کوئی بکری نہ کہے مگر یہ بھی بزدلی ہے للہ ان روباہ بازیون سے باز آیئے۔

فہمائش نمبر (۴) آپ لکھتے ہین کہ موازنے سے پیشتر ضرورت تھی کہ گلزار نسیم پر

ایک .... معقول ریو یوکیا جائے) حضت یہ جملہ یون ہونا چاہیئے - موازنے سے پیشتر یہ ضرورت تھی کہ الخ معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام سے آپ یہ) اُٹھاکر (حمل) کے پہلے بقول نسیم پیش خیمے آئے شاباش کیا ہو نہار ہو

فہمائش نمبر (۵) اسکے بعد آپ تحریر فرماتے ہین (ہر قسم کی خوبیان اسمین سے نکال کے دکھائی جائین) گیون صاحب یہ (نکال کے) کا یہان کیا تک ہے - مثنوی گلزار نسیم بھی کوئی ہانڈی ہو اور اسکی خوبیان اردیان ہین کہ آپ کے سامنے نکال کے) پیش کی جائین سلاستی سے اختصار بھی آپ کے مزاج مین بہت ہے کہ ضروری الفاظ چھوڑ جاتے ہین اور طوالت سے بھی اسقدر عشق ہے کہ موقع بموقع کل طویل ہوتے جاتے ہین اگر آپ صرف اسقدر تحریر فرماتے کہ ہر قسم کی خوبیان اسمین دکھائی جائین تو کیا قباحت تھی -

فہمائش نمبر (۶) پھر آپ قمطراز ہوتے ہین (کہ اس کام کو مسٹر چک بست نے کیا ہی مگر بہت ہی ناقص الخ (پھر وہی) (کو) (آپکا) عبارت مین خواہ مخواہ دھنسا پڑتا ہے - لکھنؤ والے یون لکھتے - یہ کام مسٹر چک بست نے کیا الخ))

فہمائش نمبر (۷) ایک اور جملہ ملاحظہ ہو (سچ یہ ہے کہ امانت نے تناسب الفاظ کی فکر مین اپنے تئین بدنام بہت کیا اور اس صفت کے پیچھے پڑکے ٹھوکرین بہت کھائین مگر تو کامیاب بھی سب سے زیادہ وہی ہوے ہین) آپ ہی ایمان سے فرمائیے کہ اس جملہ مین (تو) (مگر) اور (ہین) کا استعمال کس قدر بے موقع ہوا ہے - دیکھیے اس جملے کو اہل زبان یون ترتیب دیتے ہین (یہ سچ ہے کہ امانت نے تناسب لفظی کی فکر مین اپنے تئین بدنام بہت کیا اور اس صفت کے پیچھے پڑکے ٹھوکرین بہت کھائین مگر کامیاب بھی سب سے زیادہ وہی ہوے) حضت آپ مضمون لکھتے ہین تو کسی شہر والے کو دکھا لیا کیجئے ورنہ ایسے اُلجھے ہوے فقرے لکھنے سے فائدہ - افسوس ہے کہ اگر آپ مشورہ بھی لیتے ہین تو اُجڈ دہاتیون سے اور یہ نہین جانتے - ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند -

فہمائش نمبر (۸) آپ لکھتے ہین کہ (افسوس اسبات کا ہی کہ اسکے دوسرے رُخ یعنی مثنوی گلزار نسیم کے عیوب کی طرف سے . . . . چشم پوشی کی ہی) یہ ہر طفل مکتب جانتا ہے کہ پہلے (اسم) لایا جاتا ہے اسکے بعد اسکی ضمیر مگر آپ نے اس قاعدہ کو بالکل تہ و بالا کردیا ہی۔ واہ مولانا وا ۔ یہ جملہ یون ہونا چاہیئے (افسوس بات کا ہے کہ گلزار نسیم کے دوسرے رُخ یعنی اسکے عیوب کیطرف سے آنکھ)

فہمائش نمبر (۹) آپ پھر توسن خامہ کو یون جولانگاہ سخن مین لاتے ہین کہ جسقدر یہ مثنوی ایک عمدہ ریویو کی محتاج ہی اُردو کی اور کوئی نظم نہین) کیون صاحب اس جملے مین (ایک) کی کیا ضرورت تھی ۔ کیا اور مثنویان (دو عُمدہ ریویو کی محتاج ہین اور یہ مثنوی ایک عمدہ ریویو کی محتاج ہے معلوم ہوتا ہے علم ریاضی مین بھی آپکو کچھ دخل ہے (جبھی) (ایک) (اور دو) آپکو یاد آجاتے ہین مگر یاد رکھیئے گا کہ جہانتک زبانداني تعلق ہی آپکی ایک نہ چلے گی ۔

فہمائش نمبر (۱۰) آگے چلکر آپ نے اپنے پیشرو کی قلم کو یون اُڑایا ہے کہ (اپنی قوم و گروہ مین ہیرو پیدا کرنے کی ایسی ہوس ہوتی ہی کہ انصاف کو بالکل ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتے ہین) یہاپر حسب معمول (کو) صاحب خواہ مخواہ ڈٹے بیٹھے ہین ۔

فہمائش نمبر (۱۱) پھر آپ یون گلفشانی کرتے ہین کہ اُس سلسلے کو ہم نے ابھی ختم نہین کیا ہی) بندہ پرور اگر پھر اس فقرے کو لکھئے گا تو اسطرح لکھیئے گا ۔ یہ سلسلہ ہم نے ابھی ختم نہین کیا ہی

فہمائش نمبر (۱۲) پھر آپ کسٹ ھٹائی سے فرماتے ہین کہ ہم گلزار نسیم کے محاسن کو نہین بتائینگے اگر آپ موقع بموقع (کو) ضرور لائینگے ۔ حضت یون کہنے مین کیا ہرج ہے (کہ ہم گلزار نسیم کے محاسن نہین بتائین گے ۔

فہمائش نمبر (۱۳) اسی طرح آپ تحریر فرماتے ہین ۔ کیا اچھا ہوتا کہ مسٹر چک بست . . . . ان عیوب کے مٹانے کی کوشش کرتے)

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

اودھ پنچ مطبوعہ ۱۰ اگست ۱۹۰۵ء

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۴

فہمائش نمبر (۱۴) آپ فرماتے ہین کہ (انکے (یعنی محاسن کے) حیطۂ تحریر مین لانیکے لئے ضرور ہے کہ ایک ضخیم کتاب لکھی جائے) مین پوچھتا ہون کہ ضرور ہے) اس فقرے مین کس پہلو سے صحیح ہے ۔ یا تو آپ یہ لکھتے کہ انکے حیطۂ تحریر مین لانے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ ایک (الف) یا یہ لکھتے کہ انکے حیطۂ تحریر مین لانے کے لیئے اسبات کی ضرورت ہے کہ (الف) یہ آپ کس وقت کی اور کہانکی زبان لکھ رہے ہین ۔ اگر آپ کے نزدیک لکھنؤ کی یہی زبان ہے تو واقعی گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی زبان نہین ۔

فہمائش نمبر (۱۵) مارچ کے دلگداز مین جو مضمون گلزار نسیم مین آپ نے خاک اڑائی کی تھی اسکی کیفیت تو آپ دیکھ چکے کہ پانچ صفحون مین سترہ غلطیان ہین ۔ اب اپریل کے دلگداز مین جو کچھ آپ نے گلفشانی کی ہے اسکی حالت بھی دیکھیئے آپ فرماتے ہین کہ (اس بحث (کو) مکرر چھیڑ دیا ہے) مین دیکھتا ہون کہ (کو) سے بے طرح آپکو اُنس ہے ۔ کیون نہو وطن کی ہر ایک چیز عزیز ہوتی ہے آیندہ چاہے زبان ہو یا طرز بیان ۔ لیکن اگر قلمی لکھنوی بنے کا شوق ہے تو اس خلقی زبان کو ترک کیجیئے اور (کو) کو سلام کیجیئے ۔ اور جس فقرے کا مین نے اشارہ کیا وہ اگر پھر لکھئے گا تو اسطرح لکھئے گا کہ وہ بحث مکرر چھیڑ دی ہے

فہمائش نمبر (۱۶) آپ لکھتے ہین کہ ان اعتراضونکے اُٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے واقعی نسیم نے سچ کہا ہے ع جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے ۔

آپ لاکھ لکھنؤ کی زبان کے سر پرست بننے کی کوشش کرین اور اپنے تئین لکھنوی بتائین لیکن جہان آپ بولے کہ تمام حقیقت حال آئینہ ہوگئی ۔ اس فقرے مین (کوشش کرنی چاہیئے)

سے صاف دہات کی زبان کی بُو آتی ہی۔ اگر آپ کے زمانے کا کوئی لکھنؤ والا یہی مطلب ادا کرنا چاہتا تو وہ یون لکھتا کہ (کوشش کرنا چاہیئے) ہمارے وقت مین اکثر (کوشش کرنی) بھی زبان سے نکل جاتا تھا لیکن منشی امیر احمد صاحب مینائی سے معلوم ہوا کہ اب یہ محاورہ تمام فصحاے لکھنو نے ترک کر دیا ہے اب جو کہے گا وہ یہی کہے گا کہ (کوشش کرنا چاہیئے) منشی امیر احمد یہ بھی فرماتے ہین کہ کوئی صاحب جنکا نام **میان جلال ہی** اسوقت اساتذۂ لکھنؤ مین شمار کیے جاتے ہین اُنکے زیر اہتمام ایک رسالہ (دستور الفصحا) کے نام سے شائع ہوا ہے جسکے گیارھوین صفحے مین صاف الفاظ مین لکھا ہے کہ (در حالیکہ مفعول کسی فعل کا مؤنث ہو تو اس حالت مین جو بعضی علامت مصدری یعنی نا کے الف کو یاے معروف سے بدلکر بولتے ہین جیسے بات کرنی چاہیے۔ جان دینی دشوار ہو گئی۔ راہ چلنی آسان نہین نیند آنی مشکل ہے۔ یہ محاورہ خاص فصحاے دہلی یا متقدمین لکھنؤ کا ہے۔ فصحاے متاخرین لکھنؤ اسطرح نہین بولتے۔ **مفعول خواہ مؤنث ہو خواہ مذکر کسی حال مین یہ علامت مصدری کو تغیر نہین دیتے یعنی بات کرنا جان دینا راہ چلنا۔ نیند آنا ہی بولین گے۔ بات کرنی جان دینی۔ راہ چلنی۔ نیند آنی۔ نہ کہین گے**)

بندہ پرور ملاحظہ کیا آپ نے کہ فصحاے لکھنؤ کی زبان کا رنگ کیا ہے۔ اگر آپکو شرفاے لکھنؤ کی صحبت کا موقع نہین ملتا تو اس قسم کے رسالے ہی پڑھ لیا کیجیئے جو مبتدیونکے لئے اصلاح زبان کی غرض سے شائع کیے جاتے ہین۔ مانا کہ آپ کی (عمر عزیز) بہت گذر گئی ہی۔ اسوقت قدیمی اور خلقی طرز بیان کا ترک کرنا دشوار ہے لیکن آپکو کوشش کرنا چاہیئے۔

فہمائش نمبر (۱۷) آپ تحریر فرماتے ہین۔ دہلی والے گلزار نسیم پر اعتراض کرتے ہین اور سمجھتے ہین کہ وہ اعتراض عام اہل لکھنؤ اور لکھنؤ کی مستند زبان پر ہے۔ اسلیئے ضرورت بھی ہے کہ عام پبلک پر ظاہر کر دیا جائے کہ گلزار نسیم مین اہل لکھنؤ کے نزدیک صدہا غلطیان

ہین) خیر یہ تو سب صحیح مگر یہ فرمائیے کہ (ضرورت) کے بعد بھی) کی کیا ضرورت ہے۔ اسقدر لکھنا کافی تھا کہ (اسلئے ضرورت ہے کہ الخ) مین نے لکھتا ہون کہ آپ نثر مین تو اسقدر بھرتی کے الفاظ رکھدیتے ہین خدانخواستہ جب پاس تخلص سے کبھی نظم کہنے کا اتفاق ہوتا ہوگا تو قیامت ہی کرتے ہونگے۔ یہ تو زبان کے متعلق فہمائش تھی۔ میرا ایک سوال آپ سے اور ہے۔ وہ یہ کہ اگر آپ کا دعویٰ صحیح ہو تو مین آپکو خدا و رسول کا واسطہ دیکر کہتا ہون کہ مہربانی کرکے آپ یہ تحریر فرمائیے کہ کس لکھنؤ والے نے یہ لکھا ہے کہ گلزار نسیم مین صدہا زبان کی غلطیان ہین اور کس دلی والے نے گلزار نسیم پر اعتراض کیا ہے یون تو دلی والون نے اکثر لکھنؤ کی زبان پر اعتراض کیا ہے۔ مگر اُس دلی والے کا نام بتائیے جسنے محض گلزار نسیم پر اعتراض کیئے ہون اور وہ ایسے اعتراض ہون جو سوائے گلزار نسیم کے کسی اور لکھنؤ کے شاعر کے کلام پر عائد نہ ہوتے ہون منشی امیر احمد مینائی فرماتے ہین کہ شیخ ابراہیم ذوق کے قابل فخر شاگرد محمد حسین آزاد نے اپنی مشہور روزگار کتاب آبحیات مین گلزار نسیم کی تعریف کی ہے۔ اب آپ اُس دلی والے کا نام بتائیے جسنے اعتراض کیئے ہین۔ خیر کیا بود مرکب کجا ختم۔ اب اصل مطلب سُنیئے۔

فہمائش نمبر (۱۸) آپ فرماتے ہین کہ میرا مقصد اعتراض کرنا نہین ہے بلکہ صرف (دو مقصد ہین) حضرت جو مطلب آپ ادا کرنا چاہتے ہین وہ اس فقرے سے نہین ادا ہوتا آپکو یہ لکھنا تھا (میرا مقصد محض اعتراض کرنا نہین ہے الخ) نسیم تو زبان پر حکومت نہین رکھتے مگر آپ ماشاء اللہ (آپ کی) (حکومت) خوب بڑھی ہوئی ہے کہ نثر مین اپنا مطلب نہین ادا کر سکتے۔

فہمائش نمبر (۱۹) آپ تحریر فرماتے ہین کہ اب مین مثنوی کے اشعار نقل کرکے لوگونکے شبہات و اعتراضات پیش کیئے دیتا ہون) یہ آپ نے نہ تحریر فرمایا کہ

(لوگون) سے آپکی کیا مراد ہے۔ باہر کے لوگون سے مراد ہے یا کسی اور قسم کے (لوگونسے)
فہمائش نمبر (۲۰) آپ (پان کے بیڑے) والے اعتراض کے بارے مین فرماتے
ہین کہ (مسٹر چک بست نے آتش کی جو اصلاح نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ اُستاد نے یہ دونون غلطیان نکال دی تھین مگر نسیم نے . . . . . اپنا ناقص
مصرع قائم رکھا) سیاق کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ یہ مطلب ادا کرنا چاہتے ہین کہ
اُستاد نے یہ دونون غلطیان دور کردی تھین لہذا آپکو یہ لکھنا چاہیئے تھا کہ اُستاد نے
دونون غلطیان نکال ڈالی تھین) مگر آپکو اپنا خلقی طرز سخن یاد آگیا اسکا کیا علاج ہی
(غلطی نکالنے) کے معنی تو اعتراض کرنے کے ہین ۔ غلطی نکال ڈالنا ۔
بیشک غلطی (دور کرنے) کے معنون مین استعمال ہوتا ہے ۔ مین نسیم پر اعتراض
نہین کر رہا تھا بلکہ انکی غلطیان دور کر رہا تھا ۔ اس سلسلہ مین پھر آپسے پوچھونگا کہ جب مین نے
(خود تفنن طبع) کے طور پر مثنوی کہی تھی تو پھر نسیم کیونکر ۔ اسے اصلاح کے لیئے میرے پاس
لائے ۔
فہمائش نمبر (۲۱) آگے چل کے آپ لکھتے ہین کہ خیر انکی (نسیم کی) خوشی مگر خرابی
یہ کہ ذمہ دار لکھنؤ قرار دیا جاتا ہے ۔ کیون صاحب یہ محض (خرابی یہ) کے کیا معنی
ہین ۔ یہ کہانکی زبان ہے آپکو لکھنا تھا (مگر خرابی یہ ہے کہ الخ)
فہمائش نمبر (۲۲) ایک اعتراض سے متعلق آپ تحریر فرماتے ہین کہ ۔
قطع نظر اسکے پہلا مصرع بہت بھونڈا ہی (لکھر) کی جگہ (لکھر ۔ یعنی ہاے
متحرک کے ساتھ موزون کر دیا گیا ہے)
اب آپ ہی انصاف سے فرمایئے کہ یہ پورا جملہ کسقدر بھونڈا ہے اور کتنے لفظ ایسے
بے موقع اور بے محل استعمال ہوے ہین جس صورت پر اس جملے کے الفاظ ترتیب دیے
گئے ہین اسکے مطابق مین لفظ (یعنی) بالکل بے معنی نظر آتا ہے ۔ اور ہاے متحرک کے ساتھ

بھی بالکل بے محل استعمال ہوا ہے ۔ دیکھئے اہل زبان اس خیال کو یون ادا کرین گے قطع نظر اسکے کہ پہلا مصرع بہت بھونڈا ہی (لہر کی جگہ۔ کہر موزون کر دیا گیا ہی یعنے لہر) مین حرف ہا کو متحرک بنا دیا ہے)

فہمائش نمبر (۲۳) اب ایک اور جگہ ملاحظہ ہو آپ فرماتے ہین کہ رعایت لفظی کے الزام کو دور کرنے کے بعد بھی مسٹر چک بست نے تسلیم کر لیا ہے) اس موقع پر بھی آپ اپنا مطلب ظاہر نکر سکے جو الزام دور کر دیا گیا وہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے آپ کو کہنا یہ چاہتے تھے کہ مسٹر چک بست نے رعایت لفظی کا الزام دور بھی کرنا چاہا ہے لیکن ایک حد تک تسلیم بھی کر لیا ہے

فہمائش نمبر (۲۴) پھر آپ فرماتے ہین کہ اس رعایت کے شوق نے نسیم لکھنوی کے کلام مین بہت سے بد نما عیوب ہی نہین پیدا کیئے بلکہ بعض موقعون پر انھین ابتذال اور فحش گوئی پر بھی آمادہ کر دیا) بندہ نواز یہ لکھنؤ کی اردو نہین ہے جسے پرانے لوگ گڈا میر اردو کہتے تھے ۔ لکھنؤ والا یہ مطلب ادا کرے گا تو یون کہے گا) کہ اس رعایت کے شوق کی وجہ سے نسیم لکھنوی کے کلام مین بہت سے بد نما عیوب ہی نہین پیدا ہو گئے ہین بلکہ بعض موقعون پر ابتذال اور فحش گوئی کی بھی نوبت آگئی ہے ۔

فہمائش نمبر (۲۵) ایک موقع پر چند عبارتین پیش کرنے کے قبل آپ فرماتے ہین ۔ رعایت نے کیا کیا خرابیان پیدا کی ہین ۔ یہ محض لفظ (رعایت) آپ نے کس رعایت سے استعمال کیا ہے ۔ آپکا مطلب تو یہ ہے کہ رعایت لفظی کے شوق نے کیا کیا خرابیان پیدا کی ہین) واللہ آپکا یہ اختصار قیامت کرتا ہے ۔ اپنے نزدیک آپ گلزار نسیم کا جواب نثر مین لکھ رہے تھے ۔

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

(اودھ پنچ مطبوعہ ۲۴ - اگست ۱۹۰۵ء جلد ۲۹)

آتش کا خط شرر کے نام نمبر (۵)

(دلگداز ماہ اپریل ۱۹۰۵ء - گلزار نسیم)

فہمائش نمبر (۲۶) آپ فرماتے ہین (شاعر نے کسی مضمون کے ادا کرنیکی کوشش کی ہے - مگر ضروری الفاظ کے چھوڑ دینے سے مطلب خبط ہو گیا ہے (کیون صاحب الفاظ کے بعد کے کیا معنی رکھتا ہے - آپ یہ کہہ سکتے تھے - ضروری الفاظ چھوڑ دینے سے مطلب خبط ہو گیا ہے (غالباً یہ) (کے) بھی کو) کا بھائی ہے جبھی آپکو اس سے اسقدر اُنس ہے -

فہمائش نمبر (۲۷) آپ فرماتے ہین کہ جبتک کسی خاص نگین کو دکھا کے یہ نہ کہا جائے الخ اہل زبان یہ مطلب اسطرح ادا کرینگے جبتک کوئی خاص نگین دکھا کے یہ نہ کہا جائے -

فہمائش نمبر (۲۸) آپ لکھتے ہین کہ اسمین پری کی جگہ (پریان) چاہیئے جو نہایت ہی ذلیل قسم کی غلطی معلوم ہوتی ہے (کیون مولانا یہ جو) کی ضمیر کس رُخ پھرتی ہے اس جملہ کی ترتیب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ (جو) کی ضمیر اس پورے فقرے کی طرف پھرتی کہ (اسمین پری کی جگہ پریان چاہیئے) مگر اس سے آپکا مطلب خبط ہوا جاتا ہے - یعنی اس سے یہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ آپکا یہ تحریر فرمانا کہ (پری کی جگہ پریان چاہیئے) نہایت ہی ذلیل قسم کی غلطی ہو - گو یہ بہت درست ہے کہ آپکا ایسا لکھنا نہایت ذلیل قسم کی غلطی ہے مگر آپکا مطلوب تو کچھ اور ہے - سُنیے اگر پھر کبھی ایسا جملہ لکھنے کا اتفاق ہو تو یون لکھیے گا اسمین پری کی جگہ پریان چاہیئے (محض پری) لکھنا نہایت ذلیل قسم کی غلطی ہے -

فہمائش نمبر (۲۹) آپ برہم ہو کر فرماتے ہین کہ (برہم ہو کی جگہ پر) (بیجا)

مواکہنا میرے خیال مین بہت متبذل بازاری زبان ہو اور بازار بھی لکھنؤ نہین کہین اور کا — اس آخری فقرے کا اختصار غضب کا ہے خیر یہان بھی مختصراً یہ کہا جاتا ہے کہ اس فقرے کو یون لکھنا چاہیئے تھا کہ (بازار بھی لکھنؤ کا نہین کہین اور کا

فہمائش نمبر (۳۰) آپ کوک کر فرماتے ہین مگر (دست پانا) **قابو پانا** کی جگہ ہرگز نہین جائز ہے — مسٹر محمود لکھتے ہین کہ اس مصرع کی زبان صاحب لوگون کے بیرا اور خانسامان کی زبان ہے بندہ پرور اگر پیوند لکھنؤی بننے کا خیال ہے تو اس جملہ کو یون لکھنا چاہیئے — مگر دست پانا) **قابو پانے** کی جگہ پر ہرگز جائز نہین ہے —

فہمائش نمبر (۳۱) آپ کے دماغ کے کوہ آتش فشان سے ایک مقام پر یہ مادہ خارج ہوا ہے کہ اُردو مین صرف **مادی شینون** کی نسبت کل کا لفظ مستعمل ہے (یہ مادی مشین کیا بلا ہے — مسٹر محمود سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ (مشین) کا لفظ انگریزی زبان مین (کل) کے معنون مین استعمال ہوتا ہے آپ نے (مشین) کے قبل مادّہ کس لیئے جمع کر دیا ہے — کیا آپ نے روحانی مشین بھی دیکھی ہے بندہ نواز اگر اس موقع پر صرف (مشین) کہتے تو زبان کا کونسا پُرزا بگڑا جاتا تھا آپ کو انگریزی الفاظ کے ترجمے سے بہت اُنس ہے مگر اس موقع پر تو وہ یہ عیب انشا پردازی بھی آپکی پردہ پوشی نہین کر سکتا — کیونکہ انگریزی مین بقول سید محمود کے کوئی انگریز ہی ہے مگر بھونڈی —

(سٹیریل مشین) نہ کہیئے گا — یہ آخر آپ نے کونسا کارخانہ کھولا ہے جسمین ایسی مشین بندی اور ترکیبین ڈھل کر نکلتی ہین غالباً دلگداز پریس کی طرح یہ بھی انسانی نگاہون سے پنہان ہے —

فہمائش نمبر (۳۲) آپ ایک مقام پر نہایت وحشت کے لہجہ مین فرماتے ہین تفنگ کے چلنے سے انسان کی جان کو کیا علاقہ مگر صرف اسوجہ سے کہ بندوق بھی

چلا کرتی ہے اسے موزون کر دیا (مین پوچھتا ہون کہ یہ (اُسی) کی ضمیر کس لفظ کی طرف پھرتی ہے ۔ الفاظ کی ترتیب سے تو ظاہر ہے کہ (اُسے) بندوق کے لئے استعمال کیا گیا ہے لیکن یہ آپ کا مطلب نہین ہے بندہ نواز ایسی نحو و صرف کی جاہلانہ غلطیان کرنا شان مولویت کے خلاف ہے) دیکھئے اس آخری جملے کو یون لکھنا چاہیئے تھا مگر صرف اسوجہ سے کہ بندوق بھی چلا کرتی ہے ایسا موزون کر دیا گیا)

فہمائش نمبر (۳۳) ایک مقام پر آپکے شیشۂ فکر سے یون شراب سخن ٹپکتی ہے کہ اس کے معنے شاید یون کہے جائین کہ محل کے بنتے ہی جام شراب کا دور چلنے لگا) یہ (جام شراب کا دور چلنا) خاص دیہات کی فصاحت ہے اگر اہل لکھنؤ اس خیال کو ادا کرینگے تو یا یہ کہین گے کہ (محل کے بنتے ہی جام چلنے لگا) یا یہ کہین گے کہ شراب کا دور چلنے لگا آپ کو شاید یہ شعر یاد نہین ۔

ساقیا یان لگ رہا ہے چل چلاؤ جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

آپ کے نزدیک یہ کہنا چاہیئے تھا ۔ دور ساغر شراب چلے ۔

فہمائش نمبر (۳۴) آپ کے شتر و گربہ سے بہت بھڑکتے ہین مگر آپ کے ذیل کے فقرے مین دونون ساتھ ساتھ بلبلا رہے ہین) آپ فرماتے ہین) اگر درخت رز کا آنا محمود کا آنا نہین تھا تو پھر حملہ اس سے کیون ہی ۔ کیونکہ وہ تو کشتی مین ہے اور ابھی نہین آئی ہے) اول تو تمام جملہ اونٹ کے کو ہان کیطرح کا واک واقع ہوا ہے اسپر شتر گربہ سے نجات پانا منظور ہے ۔ تو اس جملے کو اسطرح لکھئے اگر درخت رز کا آنا محمود کا آنا نہین تھا تو پھر حملہ اس سے کیونکر ہی کیونکہ وہ تو کشتی مین تھی اور اسوقت تک نہین آئی تھی)

فہمائش نمبر (۳۵) (اب اس سے بڑھ کر شرمناک) غلطی ملاحظہ ہو آپ تحریر فرماتے ہین کہ خیر کاوی تو چونکہ آدھی پتھر کی ہو گئی تھی اسلیئے گران ہوئی الخ) کیون صاحب یہ (تو چونکہ) کس جانور کا نام ہے ۔ یہ تو شتر گربہ بھی نہین ہے یا (محض تو) لکھئے یا صرف

(چونکہ) لکھئے - یہ دونون کا اجماع کیا معنی رکھتا ہے - یہ تو وہی ہے کہ جیسے (چون چونکہ) لکھئے (دیکھئے) اہل زبان اس جملے کو اگر لکھین گے تو یا اسطرح لکھین گے کہ خیر بکاولی تو آدھی پتھر کی ہو گئی تھی الخ یا اسطرح کہ (خیر بکاولی چونکہ آدھی پتھر کی ہو گئی تھی الخ)

فرمائش نمبر (۳۶) شترگربہ پر اعتراض کرتے ہوئے آپ فرماتے ہین کہ (افسوس معلوم ہوتا ہے کہ اس نقصان نے کیسے اچھے شعر کو مٹا دیا -

علاوہ اسکے کہ اس جملے کے آخری فقرے مین حسب معمول آپ کے قدیم عنایت فرما (حضرت کو) تشریف رکھتے ہین اس موقع پر (نقصان) کا استعمال میری سمجھ مین نہ آیا - آپ کا مطلب تو یہ ہے کہ اس نقص) نے کیسے اچھے شعر کو مٹا دیا اور لکھتے ہین آپ (نقصان) کیا یہ آپ نے نقص کی جمع بنائی ہے یا کوئی نیا محاورہ ایجاد کیا ہے آخر آپ کو بے موقع لفظ نقصان استعمال کرنے سے کیا فائدہ ہوا اگر یہی حال ہے تو دعوے زبان دانی (بے سود ہے) دیکھئے اہل زبان یہ مطلب اسطرح ادا کرینگے (افسوس معلوم ہوتا ہے کہ اس نقص نے کیسا اچھا شعر مٹا دیا)

خواجہ حیدر علے آتش (حال وارد
فردوس برین)

(اودھ پنچ مطبوعہ ۳۱ - اگست ۱۹۰۵ء جلد ۲۹)

آتش کا خط شرر کے نام نمبر (۶)

فہمائش نمبر (۳۷) آپ فرماتے ہین کہ (صاف ظاہر ہے کہ یہ پیغام کی جگہ اصل مین (انعام) (کا لفظ ہوگا) افسوس کہ آپکو بھرتی کے الفاظ استعمال کرنے سے سیری ہی نہین ہوتی آپ یہ کہہ سکتے تھے کہ صاف ظاہر ہے کہ (پیغام) کی جگہ (انعام ہوگا) یہ کا (لفظ) کی کیا ضرورت تھی اگر آپ (انعام) کو لفظ نہ بتلا دیتے تو کیا کوئی اسے جملہ خیال کرسکتا - یہ طوالت پسندی کی وجہ ہے کہ آپکو گلزار نسیم کا اختصار کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے -

فہمائش نمبر (۳۸) ایک شعر کی نسبت آپ فرماتے ہین کہ اسمین - مین سمجھتا ہون دوستہ (کی جگہ) دو دستہ ہوگا یہ مین مین بھی کیا خوب ہے - جب کسی برخشش کی گردن پر چھری پھیری جاتی ہے تو وہ ایسی ہی آواز نکالتا ہے - میری تحقیق ذوق کا مصرع ہے

ع تو کہے مین - مین کہون مین کی چھری گردن پر -

غالبًا آپنے اسی مصرع کا تتبع کیا ہے - دیکھیے اک ذرا سی اصلاح مین آپکا یہ جملہ درست ہوجاتا ہے - یون تحریر کرسکتے تھے کہ مین سمجھتا ہون کہ اسمین دو دستہ کی جگہ دو دستہ ہوگا جائے استاد خالی است)

فہمائش نمبر (۳۹) آپ مادری لہجہ مین فرماتے ہین کہ اس انڈیشن مین جو اس اہتمام سے شائع کیا گیا ہے ایسی فروگذاشتین ہرگز قابل معافی نہین - مگر خیر بھلی تو یہ ہے کہ اصلاح درکنار اس انڈیشن مین جہان کہین تصرف کیا گیا ہے اور کسی قسم کی تصحیح و اصلاح

کی کوشش کی گئی ہے وہان بجائے بنانے کے شعر غارت کر دیا گیا ہے) -

جنابعالی آپ خود ہی انصاف کیجئے کہ اس جملہ کی ترکیب کسقدر کاواک واقع ہوئی ہے اول تو دو جگہ (اس انڈیشن مین) استعمال کیا گیا ہے - یہ کتنا بھونڈا معلوم ہوتا ہے دوسری مرتبہ (اس انڈیشن مین) بالکل بیکار ہے علاوہ برین پانچ سات لفظین اور آپ نے بیموقع اور فضول استعمال کی ہین اب فرماتے ہین مگر خرابی تو یہ ہے کہ اصلاح درکنار الخ) کیون صاحب یہان (مگر) کی کیا ضرورت ہی اور (مگر) کی دُم مین جو یہ پانچ سات الفاظ بندھے ہوے ہین انکی کیا ضرورت ہے کہانتک آپ کو سمجھایا جاے قدم قدم پر ٹھوکر کھائی ہے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اصلاح دیکر آپکا مطلب ظاہر کر دیا جاے - دیکھیے فصحاے لکھنؤ اس جملہ کو اسطرح ترتیب دینگے - اس انڈیشن مین جو اس اہتمام سے شائع کیا گیا ایسی فروگذاشتین ہرگز قابل معافی نہین ہین — اور لطف یہ ہے کہ جہان کہین اس قسم کی تصحیح یا اصلاح کی کوشش کیگئی ہی وہان بجائے بنانے کے شعر غارت کر دیا گیا ہے) تعجب ہے کہ اس موقع پر آپ نے یہ نہ کہا کہ شعر کو غارت کر دیا گیا ہے)

فرمائش نمبر (۴۰) آپ فرماتے ہین کہ مسٹر چک بست صاحب نے اس نئے انڈیشن کو خود مصنف صاحب کے اصلی انڈیشن کے مطابق درست کرکے شائع کیا ہی) مسٹر چک بست صاحب) کی ترکیب پر تو سید محمود صاحب بھی حسب معمول اس جملے مین جلوہ افروز ہین - مگر سب پر طرّہ یہ جملہ ہے کہ مصنف صاحب کے اصلی انڈیشن الخ) کیون حضت (یہ مصنف صاحب کا اصلی انڈیشن) کیا شئے ہے) یا تو کہیے کہ مصنف صاحب کا انڈیشن) یا یہ کہیے کہ (اصلی انڈیشن) دونون کے ایک ہی معنے ہین کیا مصنف صاحب کا کوئی نقلی انڈیشن بھی تھا جسکے مقابل مین آپ مصنف صاحب کا اصلی انڈیشن پیش کرتے ہین دیکھیے یہ جملہ اسطرح لکھنا چاہیئے کہ (چک بست صاحب نے

یہ نیا اڈیشن خود مصنف صاحب کے اڈیشن کے مطابق الخ —

فہمائش نمبر (۴۱) آپ فرماتے ہین مگر حالت یہ نظر آئی کہ جو غلطیان الخ (بندہ نواز یہ شرفار لکھنؤ کی زبان نہین ہی - سید محمود صاحب فرماتے ہین کہ یہ (میرا اور خانسامان لوگون) کی زبان ہے - شرفار لکھنؤ یون کہین گے کہ مگر یہ حالت نظر آئی —

فہمائش نمبر (۴۲) آپ فرماتے ہین کہ جو ٹنس پہلے مصرع مین ہے وہی دوسرے مین بھی رہنا چاہیئے (کیون مسٹر (یہ آپ ہی کی تقلید ہے) یہ ٹنس) کیا بلا ہے سید محمود صاحب فرماتے ہین کہ فارسی مین اسکا مترادف لفظ - (زمانہ) موجود ہے - پھر آپنے خواہ مخواہ انگریزی لفظ کیون استعمال کیا - کیا آپ سمجھتے ہین کہ موقع بموقع انگریزی الفاظ استعمال کرنے سے لوگ اس مغالطہ مین آجائینگے کہ آپ انگریزی زبان سے واقف ہین بندہ نواز آپکی انگریزی کی لیاقت کا پردہ تو سید محمود صاحب کے اعتراضات سے فاش ہوگیا - (ایک نو آموز انگریزی دان بھی (مسٹر چک بست صاحب) اور عام پبلک) نہ کہے گا آپنے وہ مثل سُنی ہو کہ ایک کوّا مور کے پر کھونس کر مورون مین جا ملا تھا اسیطرح آپ اپنے مضامین مین انگریزی الفاظ کھونس کر ثابت کرنا چاہتے ہین کہ آپ کو انگریزی زبان سے بھی مس ہے — مگر جو اس کوّے کا حشر ہوا اس سے آپکو عبرت حاصل کرنی چاہیئے —

فہمائش نمبر (۴۳) ایک مقام پر آپ فرماتے ہین کہ جبتک کوئی اور حرف ربط نہ ملایا جائے مطلب ہی نہین نکل سکتا - کیون صاحب (مطلب) کے بعد ہے) کی کیا ضرورت ہے - یہ تو (کو) سے بھی کوئی تعلق نہین رکھتا کہ آپکو اس سے اُنس ہو یون لکھنے مین کیا قباحت ہی کہ جبتک کوئی اور حرف ربط نہ ملایا جائے مطلب نہین نکل سکتا)

فہمائش نمبر (۴۴) آپ ایک مقام پر رقّت کے ساتھ فرماتے ہین کہ جس سے اس مصرع کی

فصاحت سے بے تکلفی و سادگی جاتی رہی ہے اس جملہ کی ترکیب میری سمجھ مین نہین آتی ۔ سید محمود کہتے ہین کہ انگریزی مین یہ قاعدہ ہے کہ جب دو چار برابر کے لفظ استعمال کیے جاتے ہین تو آخر مین حرف ربط (یعنی اینڈ) استعمال کرتے ہین اسی کا تتبع آپ نے اُردو مین کیا ہے کہ (فصاحت) کے بعد محض ایک خط کھینچ دیا ہے اور (بے تکلفی) کے بعد حرف عطف (یعنی و) ملایا گیا ہے ۔ انگریزی مین یہ ترکیب عام ہے مگر اُردو مین محض غلط ہے اُردو مین ایسے موقعون پر ہر لفظ کے بعد حرف ربط لانا واجب ہے ۔ یعنی آپ کو اسطرح لکھنا چاہیئے تھا کہ (فصاحت و بے تکلفی و سادگی جاتی رہی) اگر آپ کو یا آپ کے قدر دانون کو اسمین عذر ہو تو نثر اُردو مین یا نظم مین ایسی ترکیب دکھادین جیسی کہ آپ کے جملہ کی ہے بندہ نواز انگریزی کی تقلید فضول ہے ۔ انگریزی روش کی پیروی مین آپ اپنی چال بھی بھول جائیے گا ۔ ہائے اس موقع پر مجھے اپنا شعر یاد آتا ہے ؎

کسی کی جب کوئی تقلید کرتا ہون مین روتا ہون ہنسا گل کس طرح غنچہ جہان اُسکا دہن بگڑا

فہمائش نمبر (۴۵) گلزار نسیم کا ایک مصرع ہے کہ ع قسمت سے مفر ہو اب ممکن اسکے معنے آپ بتلاتے ہین کہ قسمت سے **بھاگ کے بھی کہین** پناہ نہین مل سکتی اور یہی اہل زبان کے محاورے **مین بھی ہی** اس فقرے میں دو جگہ آپنے (بھی) استعمال کیا ہے حالانکہ کوئی معنی نہین رکھتا اور اکثر (نو آموز شاعر) جب دیکھتے ہین کہ کسیطرح مصرعے کی چول بیٹھے تو (بھی) لے آتے ہین خیر وہان تو اتنا اطمینان ہو جاتا ہے کہ (بھی) کی بدولت مصرع موزون ہو گیا لیکن آپکا (بھی) کا ناموزون استعمال گناہ بے لذت سے کم نہین ۔

فہمائش نمبر (۴۶) گلزار نسیم کا ایک شعر ہے ۔

چلیئے گا تو ساتھ ہین بلا عذر رہیئے گا تو بندگی مین کیا عذر

اس نئے انڈیشن مین یہ مصرع اسطرح چھپ گیا ہے ؎

چلیئے گا تو ساتھ مین بلا عذر رہیئے گا تو بندگی مین کیا عذر

جسکی آنکھون پر تعصب کے پردے نہ پڑ گئے ہونگے وہ دیکھ سکتا ہے کہ (ہین) مین صرف ہا کا شوشہ (ہ) مٹ گیا ہے اسوجہ سے (مین) پڑہا جاتا ہے مگر آپ مولوی ہو کر اور مسلمان ہو کر حضرت چکبست کو اس تصرف بیجا کا ملزم قرار دیتے ہین کہ اُنھون نے (ساتھ ہین کو ساتھ مین) بنا دیا افسوس صد افسوس اڈیٹر اتحاد ہو کر ایسی نفاق پسند طبیعت رکھنا آپ ہی کا کام ہے۔ خیر اس قصے سے تو چنداں مجھے مطلب نہین۔ مین آپکو یہ دکھانا چاہتا ہون کہ آپنے اس مہمل الزام کو الفاظ کا کیسا بھونڈا لباس پہنایا ہے آپ فرماتے ہین کہ (ساتھ مین نے اُس بے تکلفی کو خاک مین ملانے کے بعد شعر کو کیسا غارت کر دیا) بندہ پرور یہ خیال اس سے بہتر الفاظ مین نہین ادا ہو سکتا تھا جیسا کہ مین پیشتر لکھ چکا ہون۔ گڈا میرا اُردو اسی کا نام ہے دیکھئے یہ خیال اسطرح ادا کرنا چاہیئے تھا کہ (ساتھ مین کی وجہ سے وہ بے تکلفی خاک مین مل گئی اور شعر غارت ہو گیا)

فہمائش نمبر (۴۷) گلزار نسیم کا شعر ہے ــــ

چلتے تھے اور سے دو جواری ایک ایک کی کر رہا تھا خواری

آپ فرماتے ہین کہ پہلے مصرع مین (جاتے تھے) کی جگہ (چلتے تھے) بنایا گیا ہے) خدا جانے کون فرشتہ آپ سے کہہ گیا کہ اصل مثنوی مین (جاتے تھے) تھا اور حضرت چکبست نے (چلتے تھے) بنا دیا نسیم خود مجھ سے کہتے تھے کہ اُنھون نے (چلتے تھے) نظم کیا ہے علاوہ بریں (چلتے تھے) مین کیا قباحت ہے کہ آپ اسقدر گرم ہو کر فرماتے ہین ایسی اصلاحون سے مثنوی کو بہت بڑے اور گہرے زخم لگے ہین) ماشاء اللہ آپکو دعوے زباندانی بھی ہے۔ اسلیئے شاید آپکا یہ خیال ہو کہ (جاتے تھے) کے بدلے (چلتے تھے) کہنا ان کی زبان ہے۔ مگر یہ خیال آپکا صحیح نہین ہے۔

ہمارے وقت کی زبان تو درکنار آپ کے وقت کے شعرا نے بھی جاتے کے بدلے (چلتے) استعمال کیا ہے تو اب مرزا داغ میرے سامنے اسوقت بیٹھے ہین وہ اپنا شعر سنذ پیش کرتے ہین ؎

حسرت ہین لیگئے اس بزم سے چلنے والے ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے

علاوہ بریں نسیم کے شعر مین (چلتے تھے) ہی زیادہ فصیح ہے

فہمائش نمبر (۸۴) آپ فرماتے ہین کہ (گو انکے علاوہ اس مثنوی مین اور بھی بہت سے شبہات ہین) مگر سیقدر **لغزشون کا** ظاہر کر دینا مین کافی سمجھتا ہون) کیون حضرت کیا شبہہ) اور لغزش) مترادف الفاظ ہین کہ آپ دونون کو ایک ہی معنون مین استعمال کرتے ہین (شبہہ) کے معنی تو یہ ہین کہ کسی شے کی نسبت یقین کا درجہ نہ ہوا ہو اور (لغزش) کے معنی یہ ہین کہ تسلیم کر لیا گیا کہ کسی شے مین عیب موجود ہے مگر آپنے دونون کو خلط ملط کر دیا ہے - واہ مولوی صاحب وا -

فہمائش نمبر (۸۵) آپ فرماتے ہین کہ انکا جوش ممکن ہے کہ اُن شبہات کو میرے دل سے مٹا دے) اب اس آخری (کو) کو بھی چھاتی پر تیر رکھکر سلام کیجئے اور اپنے جملے کو یون ترتیب دیجئے - انکا جوش ممکن ہے کہ وہ شبہات میرے دل سے مٹا دے الخ) بندہ نواز یہ دوسرا مضمون بھی آپکا خاتمہ پر آگیا - سرسری نظر سے دیکھنے سے جو لغزشین دکھائی دین اُنکے متعلق آپکو فہمائش کر دی گئی - اس سے آپکو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ زبان دانی کتنی مشکل چیز ہے - نسیم نے تقریباً پونے دو ہزار شعر کے مثنوی کہی ہے - اسمین آپ نے تیس چالیس غلطیان بڑی کوشش سے نکالی ہین - حالانکہ آپکا ایک اعتراض بھی صحیح نہین ہے اور جو کچھ آپنے لکھا ہے - اس سے آپکی لاعلمی کا اظہار ہوتا ہے مگر آپ کے واسطے یہ امر قابل غور ہے کہ ان دو مضامین جنکا حجم **۱۶ صفحون** سے زیادہ نہین ہے پچاس لغزشین موجود ہین افسوس افسوس باقی آیندہ -

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

اودھ پنچ مطبوعہ ۷ ستمبر ۱۹۰۵ء جلد ۲۹۔

جنت کی ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر (۷)

میان شرر۔ مارچ اور اپریل کے دلگداز مین جو مضمون آپ نے گلزار نسیم کی شہرت پر خاک ڈالنے کی غرض سے شائع کیئے تھے اور غلبۂ ذکاوت سے نسیم کی زبان پر بھی اعتراض کیئے تھے۔ اعتراض جس پایہ کے تھے انکی قلعی اچھی طرح کھل گئی ہوگی۔ میرا صرف منشا یہ تھا کہ آپ پر یہ ظاہر کر دون کہ آپ دو سطرین بھی صحیح نہین لکھ سکتے ہین چنانچہ آپ کے **دو مضمونون مین جنکا ذکر ابھی کر چکا ہون اور جنکا حجم ۶ صفحے سے زیادہ نہین ہے پچاس غلطیان زبان اور محاورے کی موجود ہین۔**

سبحان اللہ انشا پردازی کا یہ رنگ اور زبان دانی کا یہ دعوی کہ تمام اساتذہ لکھنؤ کے مرشد بنکر آپ نے نسیم پر اعتراض شائع کرنے کی جرأت فرمائی ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ مین تو اسی کو رو تا تھا کہ افسوس اب لکھنؤ کی یہ حالت ہوگئی کہ وہان آپ کے ایسے انشا پرداز دعوے زبانداني کرین۔ لیکن کل ایک اور تازہ گل کھلا اعمال بد کے فرشتے جولائی ۱۹۰۵ء کا دلگداز اتفاقیہ میرے پاس لے آئے اسمین بھی آپ نے۔ گلزار نسیم پر کچھ گلفشانی کی ہے اور تحسین اور ستائش ریویڑیان بانٹنے کے بعد آپ یہ تحریر فرماتے ہین تکلف مین کیا ہے کہ وزیر۔ رند۔ صبا۔ اور خلیل۔ وغیرہ کا جو دور تھا اسکے آخری شخص نسیم ہین)

بندہ نواز یہ آپ نے خوب کہی سید محمود فرماتے تھے کہ آپ تاریخی افسانہ لکھتے ہین مگر اس موقع پر تو آپ نے تاریخ کو افسانہ بنا دیا ہے۔ کیون حضت اسی کا نام تحقیق ہے جن لوگون نے آپکے کان مین یہ پھونک دیا تھا کہ گلزار نسیم مین نے تفنن طبع) کے طور پر لکھی ہے اور اسمین نسیم کا بہت کم حصہ ہے انھون نے آپ سے یہ نفرمایا کہ رند و صبا وغیرہ کے دور کے نسیم آخری شخص تھے کہ اولین شخص تھے ابھی تو لکھنؤ مین میرے بہت سے شناسا اور دوست موجود ہین جو میرے مشاعرون مین شریک ہوا کرتے تھے اور جنکو میرے شاگردونکی کیفیت اچھی طرح سے معلوم ہے آپ نے انھین سے اس امر کی نسبت مشورہ کر لیا ہوتا کہ نسیم کا میرے شاگردون مین کیا پایہ تھا اور آیا وہ میرے شاگردون کے دور کے آخری شخص تھے مجھکو اچھی طرح یاد ہے کہ نسیم و خلیل و صبا ایک ہی سال مین میرے شاگرد ہوے اور ان سب کے بعد رند نے مجھکو غزل دکھانی شروع کی رند تو اسوقت میرے شاگرد ہوے ہین جبکہ گلزار نسیم تصنیف ہو چکی تھی اور اگر کوئی شخص میرے شاگردون کے دور کا آخری یادگار ہے تو وہ رند ہے گلزار نسیم ۱۲۵۴ ہجری مین تصنیف ہوئی ہے۔ جیساکہ اسکی تاریخ تصنیف سے ظاہر ہے یعنی توقیع قبول روزیش باد۔

۱۲۵۴

اور ۱۲۵۸ھ مین رند میرے شاگرد ہوے ہین۔ رند بیشتر فیض آباد مین رہتے تھے اور میر خلیق کے شاگرد تھے میر خلیق کی شاگردگی کے زمانہ مین انکا تخلص وفا تھا جب فیض آباد مین بہو بیگم صاحبہ جنت نصیب ہوئین اور میر خلیق فرخ آباد چلے گئے تو یہ بھی لکھنؤ چلے آئے جسوقت یہ میرے شاگردون کے زمرے مین داخل ہوے تو ان کی عمر ۲۸ یا ۲۹ برس کی تھی میرے کہنے سے انھون نے تخلص بھی بدلا یعنی وفا سے اسم با مسمّے رند بن گئے۔ نیز اپنا پچھلا کلام انھون نے دریا برد کر دیا۔ بالفعل جو کچھ غزلین وغیرہ ان سے یادگار ہین وہ میری ہی شاگردی کے زمانہ کی کہی ہوئی ہین۔

سلہ اودھ پنچ۔ خواجہ صاحب نے جو کچھ حافظہ کی مدد سے تحریر فرمایا ہے اسکی تصدیق اس دیرینہ صفحہ کے مضمون سے ہوتی ہے جو کہ رند نے اپنے حالات زندگی کی نسبت اپنے دیوان اولین کے آخر مین لکھا ہے اور جو کہ ہر ایسے شخص کی نظر سے گذرتا رہتا ہے جسکو کہ سخنوری کا کچھ بھی مذاق ہے ۱۲

اس حالت مین اگر نسیم نے یہ کہا کہ ع تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی ۔
تو کیا غلط کہا ۔ تجھ پاس اور مجھ پاس کی ترکیب پر یہ سمجھکر حرف رکھنا کہ رند ۔ صبا وخلیل وغیرہ کے دور کے آخری شخص نسیم تھے لہذا وہ ایسا محاورہ نظم کرنے کے مجاز نہ تھے جو کہ رند وغیرہ نے ترک کر دیا تھا محض لاعلمی سے رند نے گلزار نسیم کے تصنیف ہونے کے چھ برس بعد جو غزل کہی ہے آمین یہ شعر موجود ہے ؎

پھر یہ منھ لیکے آئے ہو مجھ پاس دور ہو سامنے سے نفرت ہے

اسیطرح سب اعتراضون کا جواب ہو سکتا ہے ۔ اس داستان کے سننے کے بعد آپ پر اور آپ کے دریدہ دہن پردہ پوشون پر یہ ظاہر ہو گیا ہو گا کہ رند میرے شاگرد تھے دور کے آخری شخص تھے نہ کہ نسیم ہان آپ کے تجربہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نسیم کا انتقال رند ۔ صبا وخلیل وغیرہ کے بعد ہوا ۔ یہ بھی سراسر غلط ہے ۔ جب دنیا سے میرا سفر ہوا تو اسوقت رند صبا خلیل وغیرہ سب موجود تھے ۔ مگر نسیم میرے سامنے اُٹھ گئے تھے (ہاے وہ دن مجھے ابتک نہ بھولے گا جبکہ مین نے یہ خبر پائی کہ نسیم کو ہیضہ) ہو گیا سب جانتے ہین کہ سوائے مشاعرے مین جانے کے مین کبھی اپنے بوریے سے نہین ہلتا تھا بڑے بڑے رئیسون اور امیرون کو یہ حسرت رہ گئی کہ مین انکے یہان جاؤن حتی کہ امجد علیشاہ مجھے بلایا کئے ۔ مگر مین نہ گیا اور یہ کہلا بھیجا کہ اگر وہ بادشاہ ہین تو مین بھی فقیری مین مُلک سخن پر حکومت رکھتا ہون ۔ اگر انکو مجھ سے ملنے کی تمنا ہو تو میرے جھونپڑے تک آجائین اور جسدن سے شیخ ناسخ مرے تھے اُسدن سے مین نے مشاعرون مین بھی جانا ترک کر دیا تھا ۔ لیکن جب نسیم کے دفعتہً بیمار ہو جانے کی خبر سُنی تو مین اسکے مکان پر گیا اور خود اسکے بازو پر امام ضامن باندھا اور صحت کے لیئے دعا کی مگر ۔

کسی طرح سے نہ ٹوٹا طلسم حیرت و یاس در قبول سے ٹکرا کے سر دعا ۔ اُلٹی

ع۵ اودھ پنچ حضرت چکبست بھی یہ سند پیش کر چکے ہین ۱۲ +

دوسرے روز یہ خبر سُنی کہ نسیم نے جنت کی راہ لی۔ اس روز تمام شعرائے لکھنؤ میں ماتم تھا میرے اور میرے شاگردوں کے علاوہ لکھنؤ کے تمام سربرآوردہ شعرا جنازہ کے ساتھ تھے اور کہتے تھے کہ یہ جوانمرگ شاعر اگر زندہ رہتا تو خدا جانے شاعری کو کیا معراج دیتا بجز تاک سکنے کا عالم طاری تھا اور کبھی کبھی بیساختہ زبان سے نسیم کی غزل کا یہ شعر نکل جاتا تھا ؎ کچھ سوچ میں ہو نسیم بولو آنکھیں تو ملاؤ دل کہاں ہے

خیر کجا بود مرکب کجا تا ختم۔ اب تو آپ پر یہ روشن ہو گیا ہو گا کہ نسیم کا انتقال میرے سب شاگردوں کے پیشتر ہوا ہے لہٰذا وہ میرے دور کے شاگردوں کے اولین شخص تھے۔

میں آپ سے کہتا ہوں کہ جب آپ معمولی واقعات سے اسقدر بیخبر ہیں کہ آپ کو یہ نہیں معلوم کہ رند میرے شاگردوں کے دور کے آخری شخص تھے کہ نسیم۔ تو پھر آپ تنقید و تحقیق پر قلم کیوں اُٹھاتے ہیں کیا دلگداز کے پڑھنے والے بالکل سادہ لوح ہیں کہ وہ ایسے فقروں میں آجائیں گے آپ اپنے تئیں مولوی کہتے ہیں اور اسلام کی عظمت کا راگ گاتے ہیں آپ کے لئے ایسا دروغ مصلحت انگیز باعث شرم ہے۔ ابھی آپ شیخ ہیں اگر غلہ ارزاں ہوا تو امسال سید ہو جائیے گا۔ سید بنائے قوم کو کہتے ہیں کیا تب بھی آپ اسیطرح اُلٹے سیدھے تاریخی واقعات لکھکر لوگوں کو گمراہ کیجئے گا — استغفر اللہ استغفر اللہ —

یہ سلسلہ تو یہاں ختم ہوا اب میں پھر آپکو اُن لغزشوں کی طرف متوجہ کرتا ہوں جن سے کہ آپ کی تحریر مملو رہتی ہے پچاس فہمائشیں تو لکھ چکا ہوں۔ اب اس مضمون میں جسمیں کہ آپ نے تاریخ ماضیہ کی اصلاح فرمائی ہے) جو جو غلطیاں آپ کی ہیں ان کی نسبت فہمائش ضروری ہے۔ اس بات سے میں بہت خوش ہوں کہ پچھلی فہمائشوں کا اثر آپ پر اتنا ضرور ہوا کہ اس مضمون میں آپ نے بمقابلہ پیشتر کے کم غلطیاں کی ہیں

لیکن تاہم اب بھی بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے اسی خیال سے چند فہمائشیں (سلسلۂ قدیم قائم رکھتی ہوئی) درج ذیل ہیں ---

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

اودھ پنچ مطبوعہ ۱۴ ستمبر ۱۹۰۵ء

جنّت کی ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۸

(دیکھو دلگداز بابت ماہ جولائی ۱۹۰۵ء)

فہمائش نمبر (۵۱) آپ تحریر فرماتے ہین کہ بجائے اسکے کہ تہذیب و شائستگی سے جواب دیا جاتا یا کوئی بھی قابل لحاظ جواب دیا جا سکتا تھا نہایت بے عنوانی اور بدتہذیبی سے بحث ہونے لگی ۔ کیون صاحب (یہ دیا جا سکتا) کا اس مقام پر کیا تک ہے آپکی یہی انشا پردازی جو کہ آپ کے قدردانون کو سکتے مین ڈالدیتی ہو ۔ دیکھئے آخری جملہ اسطرح لکھنا چاہیئے تھا کہ یا کوئی بھی قابل لحاظ دیا جاتا الخ ۔

فہمائش نمبر (۵۲) آپ فرماتے ہین جنھون نے ہماری تحریر کو غور و انصاف کی نظر سے دیکھا (یہ) (کو) تو طاعون کے کیڑے کیطرح آپ کی سرزمین انشا پردازی سے نکلنے کا نام ہی نہین لیتا خیر ہم بھی ٹوکنے سے باز نہین رہین گے ۔ اس جملہ کو یون ترتیب دینا تھا کہ (جنھون نے ہماری تحریر پر غور و انصاف کی نظر سے دیکھی)

فہمائش نمبر (۵۳) کسی اخبار کے اڈیٹر کی نسبت آپ فرماتے ہین کہ ہمارے خیال مین انکا فیصلہ کافی ہے اس لیئے کہ شاعری کی دنیا مین کسی اخبار کو وہ وقعت و استناد

انہین نصیب ہے جو انھین حاصل ہی) کیون مولانا آپ ہی ایمان سے فرمائیے کہ ایسا جملہ کسی کہنہ مشق انشا پرداز کے قلم سے نکلے گا یہ (انھین) کی ضمیر کسکی طرف پھرتی ہے۔ سیاق کلام سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ (انھین) سے آپکی مُراد اڈیٹر صاحب) ہین مگر صرف ونحو کے قاعدے سے انھین کی ضمیر (اخبار) کی طرف گردن اُٹھائے ہوئے ہے آپکا مانی الضمیر کچھ ہے اور (انھین کی ضمیر) کچھ کہتی ہی دوملا مین مرغی حرام اسی کا نام ہے یہ آپکا قصور نہین ہے جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو خدا زبان مین لکنت پیدا کر دیتا ہے پس وہ کہتا کچھ ہے اور زبان سے کچھ نکلتا ہے۔ چونکہ یہان آپ زبان کے بدلے قلم کو گناہگار کر رہے ہین۔ اسلیئے زبان قلم مین لکنت پیدا ہوگئی ہے آپ لکھتے کچھ ہین اور قلم سے کچھ نکلتا ہے خیر یہ رونا کہانتک رویا جائے آپ اُستاد ونکی اصلاح پر غور کیجئے۔ یا تو اس جملہ کو اسطرح لکھیئے کہ شاعری کی دنیا مین کسی اخبار کو وہ وقعت واستناد نہین حاصل ہے (جو انکے اخبار کو حاصل ہے) یا اخبار کو ردی سمجھ کے الگ کیجئے اور یون لکھیئے کہ شاعری کی دنیا مین اور کسی کو وہ وقعت استناد نہین نصیب ہے جو کہ انھین حاصل ہے)

فہمائش نمبر (۴۵) آپ تحریر فرماتے ہین کہ **لیسے تصرفات**) اور ایسی نغزشین اگر اسی زمانے مین جائز تھین) تو ضرور تھا کہ انکے معاصرین . . . . کے کلام مین بھی (پائی جاتین) اول تو یہ **تصرفات**) کے لئے (جائز نہین) بھی کیا خوب ثانیاً (**معاصرون**) نے واقعی نے تمام فقرے مین جان ڈالدی ہی فصاحت اسیکا نام ہی اور جدت تو **معاصرون**) کے صاد چشم سے اشک ندامت کیطرح ٹپکی پڑتی ہے۔ آپکو یہ دعوے ہے کہ مین نئے الفاظ استعمال کرتا ہون۔ پھر آپ معمولی لفظ (معاصرین) کا ہے کو استعمال کرتے۔ مگر پابندی وضع کے معنے یہ ہین کہ آج سے (**حاضرین**) کے بدلے **حاضرون**) اور (**سامعین**) کے بدلے (**سامعون**) اور **شائقین**) کے بدلے (**شائقون**) ہی استعمال کیا کیجئے۔

فہمائش نمبر (۵۵) آپ نہایت غیظ مین فرماتے ہین کہ پھر نسیم کو جو۔ ان غلطیون مین منفرد ہین معذور کیونکر رکھا جا سکتا ہے سبحان اللہ کیا اسلوب بیان ہو۔ یہ (کو جو) بھی تو چونکہ) سے کم نہین ۔ بندہ نواز یہ خیال اسطرح ادا کرنا چاہئے تھا کہ (پھر نسیم) جو کہ ان غلطیون مین منفرد ہین کیونکر معذور رکھے جا سکتے ہین) مگر آپ کو تو (کو) جان سے زیادہ عزیز ہے عبارت کی شان بگڑ جاے مگر کو) ضرور آئے ۔ جب آپ کوئی مضمون لکھنے بیٹھا کیجئے تو قبل مضمون شروع کرنے کے کسی کاغذ پر کو کو کو کو کو کو کو کو الخ دس بیس تبہ لکھ لیا کیجئے تاکہ آپ کی تسکین ہو جاے مگر عبارت کمبخت کا تو خون نہونے پائے ۔

فہمائش نمبر (۵۶) آپ فرماتے ہین کہ معروض کیا) غلط ہے ۔ عرض کیا چاہیئے ۔ اسمین محاورہ ہی نہین غلط ہے بلکہ نحو و صرف کی جاہلانہ غلطی ہے ۔ کیون صاحب یہ اسمین کیا معنی سمجھتا ہے ۔ مین دیکھتا ہون کہ (کو) کی طرح کچھ (مین) سے بھی آپ کی اُلفت بڑھ چلی ہو خدا خیر کرے آپکو یہ لکھنا تھا کہ اس مقام پر محاورہ ہی نہین غلط ہے الخ ۔

(یہان پر خط جنّی مین کچھ لکھا تھا جو سمجھ مین نہ آیا) ۔

فہمائش نمبر (۵۷) پھر آپ ٹھوکر کھاتے ہین یعنی آپ لکھتے ہین کہ کلام بولنا شاید آجکل صاحب لوگونکے بنگلونکے آس پاس بیرا اور خانسامان لوگونکی زبان ہو) بندہ پرور ذرا زبان سنبھالکر بولیئے یہ شرفا کا انداز گفتگو نہین خیر مجھکو اس سے زیادہ مطلب نہین مین آپ سے پہلے تو یہ پوچھتا ہون کہ محض آس پاس کے کیا معنی ہین جبتک آپ یہ نہ کہین کہ بنگلون کے آس پاس (رہنے والے الخ) اُسوقت تک تمام جملہ بے معنی رہے گا ۔ آپ ہی ایمان سے فرمائیے کہ یہ بے معنی جملے لکھنا کہانکی شان فصاحت ہے ثانیاً مین آپسے پوچھتا ہون کہ نسیم کی شان مین تو آپ ایسے تہذیب سے خالی کلمے استعمال کرتے ہین اور اپنی زبان پر غور نہین کرتے کیون صاحب آپ (جو بیرا اور خانسامان لوگون) تحریر فرماتے ہین یہ تو (بیرا لوگ) (خانسامان لوگ) (عورت لوگ) (مرد لوگ) کسکی زبان ہے) کیا یہی اہل لکھنؤ کی

زبان ہی جسکے آپ سرپرست بنتے ہین لکھنؤ کا کنجڑا کبڑا بھی بیرا لوگ) اور خانساماں لوگ) اپنی زبان سے نہ کہے گا - یہ واقعی بیراؤن اور خانساماؤن کی زبان ہے -

فہمائش نمبر (۵۸) (کہئے تو) کے محاورے کے استعمال پر آپ حرف دھرتے ہین اور اس مطلب کو اسطرح ادا کرتے ہین کہ آتش و ناسخ کے وقت سے یہ الفاظ متروک ہین ؟ کیون حضت یہ (الفاظ) ہمان کن معنون مین استعمال ہوے ہین - ظاہر ہے کہ (کہے تو) دو لفظون سے مرکب ہے - (نہ کہے) کا استعمال آتش و ناسخ کے وقت سے متروک ہے - نہ (تو) کا کہنا آپکو یہ چاہیئے تھا کہ آتش و ناسخ کے وقت سے یہ محاورہ متروک ہے مگر غلبۂ زکادت سے کہہ گئے کہ یہ الفاظ متروک ہین ع ماشاء اللہ چشم بد دور —

فہمائش نمبر (۵۹) آپ فرماتے ہین کہ (ضدانس و جان) کی جگہ پر (ضدانس و جانی) جاہل کے سوا کسی پڑھے لکھے کی زبان سے نہ نکلے گا - یہ جہالت کی گفتگو تو آپ کو مبارک رہے ہین اسقدر عرض کرونگا کہ جگہ کے بعد پر) لانا محض پر کٹی اوڑانا ہے - محض اسقدر لکھنا کافی تھا کہ ممکن نہین - کہ ضدانس و جان کی جگہ ضدانس و جانی کسی پڑھے لکھے کی زبان سے نکلے)

فہمائش نمبر (۶۰) افسوس آپ فرماتے ہین کہ خواب کردن فارسی کا محاورہ ہے اُردو مین سونے کے محل پر خواب کرنا - کہنا غلط ہے - تحقیقات کا یہ حال اور نسیم پر اعتراض جڑنے مین آندھی - بندہ پرور میرا یہ شعر آپ نے شاید نہین دیکھا ؎

انتظار ملک الموت مین بیدار ہون مین بیخبت خفتہ کو میرے خواب گران کرتے دو ؎

آپ نسیم پر کیا اعتراض کرتے ہین کہ میری زبان پر اعتراض کرتے ہین)

فہمائش نمبر (۶۱) آپ بدنما مسکراہٹ کے ساتھ فرماتے ہین کہ لیکن خیر اگر خلاف محاورہ زبان اختیار کی تھی تو تذکیر و تانیث کا لحاظ رکھتے - کیون صاحب - یہ لیکن خیر - کیا بلا ہے

ع۵ اودھ پنچ - خواجہ صاحب - مدت موئی حضرت چکبست آپکا یہ اعتراض کی تردید مین پیش کر چکے ہین - ہم نے سنا ہے کہ اسکے جواب مین حضرت مضمون لکھنے والے ہین کہ آتش کا کلام مستند نہین ہے ۱۲

اس مقام پر جو۔ لیکن) کے معنی ہین وہی خیر) کے ہین پھر یہ (لیکن لیکن اور خیر خیر) سے کیا مُراد ہے یہ بھی تو چونکہ کا جواب ہے ۔ یا یون کہئے کہ خیر اگر خلاف محاورہ زبان اختیار کی تھی الخ ۔ یا یون کہئے کہ (لیکن اگر خلاف محاورہ زبان اختیار کی تھی الخ (لیکن خیر) تو کوئی چیز نہین ۔

فہمائش نمبر (۶۲) آپ فرماتے ہین کہ بکاولی کو قرار تو دیا نقش اور پھر اسکے ساتھ فرماتے ہین) (پائی) زبان کو یہ کسقدر ناگوار گذرتا ہے ۔ کیون صاحب آپ کیا زبان سے سُنتے ہین؟ تو پھر یقینی طور پر آپ کان سے گفتگو کرتے ہونگے ۔ اہل لکھنؤ تو جب کسی ترکیب کی عدم فصاحت کا ذکر کرینگے تو یہ کہین گے کہ کانون کو کسقدر ناگوار گذرتا ہے مگر آپ کے انشا پردازی کا باوا آدم ہی نرالا ہے ۔

فہمائش نمبر (۶۳) آپ فرماتے ہین کہ مطلب چاہے خبط ہو جائے کوئی مضائقہ نہین) بندہ نواز اہل لکھنؤ کہین گے کہ مطلب چاہے خبط ہو جائے کچھ مضائقہ نہین غالباً (کوئی) آپ نے اس لیئے استعمال کیا کہ اسے (کو) سے صوری تعلق ہے ۔ دیکھئے بندہ پرور آپ کے ان تین صفحے کے مضمون مین بھی ۱۳ غلطیان موجود ہین خوب آپ نے خانۂ سخن کو تین تیرہ کیا مین فہمائش کرتے کرتے تھک گیا ۔ مگر آپ کی نیت غلطیون سے نہین سیر ہوتی ۔ اس موقع پر مجھے اپنا شعر یاد آتا ہے ؎

اُدھر تُم ہو جفا کرنے پہ اُدھر ہی ضد ہے ۔ اثر کرتی نہین تعلیم تیرہ روز گارون کو

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

لہ اودھ پنچ حضرت چکبست بھی اپنے دندان شکن ۔ مگر دلاویز لہجے مین اس نوکھی گڑھنت پر اعتراض کر چکے ہین ۱۲

لہ اودھ پنچ دیکھئے یہ اعضا کا انقلاب کہانتک ترقی کرتا ہے ۱۲

لہ اودھ پنچ بجاہے یہ (کو) کی مادہ ہے ۱۲

اودھ پنچ مطبوعہ ۲۸ - ستمبر ۱۹۰۵ء

تیسری ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۹

میان شرر - کل میری نظر سے اُردوے معلےٰ کا وہ پرچہ گذرا جسمین کہ آپ نے حضرت چکبست کے مضمون کے جواب مین جواب الجواب شائع کیا ہے اس مضمون کی دو تین باتین مجھے بہت پسند آئین اولاً یہ کہ اس مرتبہ آپ نے بہت کم غلطیان کی ہین (مثلاً کہین مسٹر چکبست صاحب) نہین لکھا ہے نہ) عام پبلک لکھا ہے بلکہ میری فہمائش کے مطابق آپ نے مسٹر چکبست لکھا ہے انگریزی الفاظ بھی بہت کم استعمال کیے ہین - اور بہت کم کیا معنی صرف ایک مقام پر (الیوسج) کا لفظ استعمال کیا ہے حالانکہ بقول سید محمود اس بد نما انگریزی لفظ کا مترادف لفظ اُردو مین (اوسط) موجود ہی خیر عادت چھوٹتے چھوٹتے چھوٹتی ہے یہ کیا کم ہے کہ آپ نے اپنی غلطیون کا اعتراف تو کیا - مین یہ دیکھ کر بھی بہت خوش ہوا کہ اس مضمون مین (کو) بھی بہت کم بے موقع استعمال ہوا ہے - شاباش سیطرح میری فہمائشون پر عمل کیجئے گا تو اچھے اُردو لکھنے والون مین آپکا بھی شمار ہونے لگے گا - حضرت داغ کہتے ہین کہ اس مضمون مین غلطیان کم ہونے کا ممکن ہے یہ سبب ہو کہ اُردوے معلےٰ کو جو صاحب ترتیب دیتے ہین اُنھون نے جا بجا اصلاح فرادی ہو کیونکہ اُردوے معلےٰ اصلاح زبان مین خاص طور سے سرگرم ہے مگر مین یہ نہ کہونگا - آخر آپ انسان ہین - حیوان نہین - اگر نصیحت آپ پر کارگر ہوئی تو کوئی تعجب کی بات نہین ہے بزرگون کی نصیحت پر عمل کرنا عیب مین

نہین داخل ہے - ہان سب سے زیادہ مستحسن آپکا یہ فعل ہے کہ آپ نے اس مضمون مین صاف طور سے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ گلزار نسیم پنڈت دیا شنکر ہی کی تصنیف ہی کیونکہ آپ نے یہ لکھدیا ہی کہ اگر یہ رائے (یعنے یہ رائے کہ یہ مثنوی یا تو آتش کی کہی ہوئی ہی یا یہ کہ آتش کی اصلاح کی بدولت یہ ایک قابل قدر مثنوی ہوگئی) بھی مسٹر چک بست کے خلاف ہے تو مین اسکے واپس لینے کو تیار ہون) یہ ضرور ہے کہ دنیا والے آپکو اس غلطی کے تسلیم کرنے پر بہت چھیڑینگے - کیونکہ آپ نے اپنے مارچ والے دلگداز مین اس دعوے کی تائید مین بہت کچھ خامہ فرسائی کی تھی کہ یہ مثنوی نسیم کی نہین ہے - اور اپنے بزرگون کا قدم بھی درمیان مین ڈالا تھا بیچارے منشی اشرف علی کی روح کو بھی بیقرار کیا تھا مگر دنیا والون سے آپ یہ کہہ سکتے ہین کہ مین نے چک بست کی خاطر سے ایسا لکھدیا ورنہ میرا دلی عقیدہ ابھی نہین بدلا ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ آپ یہ کہہ سکتے ہین کہ مین نے کرسی کی وضع نباہی وہان کے باشندے اکثر ایسی باتین کرتے ہین کہ (باز آید پشیمانی) مجھکو اس موقع پر ایک روایت یاد آئی جو کہ خالی از دلچسپی نہین ہے -

نواب سعادت علیخان کے دربار مین کسی ظریف الطبع شخص نے کہا کہ کرسی کے لوگ سب احمق ہوتے ہین - اس موقع پر ایک کرسی کے بزرگ بھی موجود تھے وہ بہت گرم ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ جھوٹ کہتے ہین ہم اپنے بزرگون سے سنتے آئے ہین کہ کرسی کے لوگ بڑے عقلمند ہوتے ہین اور ایک صاحب جنکے کہ عقلمندونکے آخری دور کے یادگارون مین تھے وہ بھی کہتے تھے کہ کرسی کے لوگ بڑے عاقل ہوتے ہین جن صاحب نے یہ بحث چھیڑی تھی انھون نے اس دعوی کی تردید کی - آخر کار سعادت علیخان نے کہا کہ اچھا ہم اسبات کا امتحان کرینگے کہ کرسی کے لوگ آیا عقلمند ہوتے ہین کہ بیوقوف - چنانچہ ہفتہ عشرہ بعد نواب موصوف نے کرسی کا دورہ کیا کرسی کے اُمرانے نواب کو بڑی دھوم دھام سے دعوت دی اور انواع اقسام کی چیزین تیار کین - مگر ایک اُستاد باورچی لکھنؤ سے بلائے گئے تھے اُسی کی زیرنگرانی کرسی کے باورچیون نے کھانا تیار کیا تھا جب نواب دعوت سے محظوظ ہوکر رخصت ہوے تو انھون نے دل مین کہا

کہ یہ لوگ تو بڑے سلیقے سے پیش آئے انکو احمق کہنا صحیح نہین ہے - مگر نواب نے ایک ہی منزل طے کی ہوگی کہ باورچی خانہ کے مہتمم صاحب جو کہ کرسی کے خاک پاک سے تعلق رکھتے تھے ایک مرتبہ ایک طاق کی طرف گئے اور اُسمین سے ایک پڑیا اُٹھاکر سر پیٹنے لگے - لوگون نے پوچھا - کیا ہے کیا کہنے لگے کہ یہ مصالحہ پلاؤ مین ڈالنے کے لئے رکھا گیا تھا مگر کمبخت باورچی یہ خاص مصالحہ ڈالنا بھول گئے - نواب کو پلاؤ ہرگز نہ پسند آیا ہوگا - افسوس ہماری محنت پر پانی پھر گیا - یہ سُننا تھا کہ کرسی کے تمام بزرگ تاسف کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم لوگون کی قسمت ہی مین بیوقوف بنا لکھا ہے - مگر یہ بزم تاسف پر یا تھی کہ مہتمم صاحب یکبارگی بول اُٹھے کہ مار لیا ہے مار لیا ہے ! واللہ کیا سوجھی ہے - دیکھو تو اس حماقت کی نالائقی کیسی خوبصورتی سے کرتا ہون - یہ کہکر وہ اُٹھ کھڑے ہوے اور نواب سعادت علیخان جسطرف گئے تھے اُسی طرف روانہ ہوے جب نواب کے خیمہ تک پہونچے تو حضور مین رسائی کی درخواست کی درخواست منظور ہوگئی اور مہتمم صاحب نواب کے روبرو حاضر ہوے اور کہنے لگے کہ خداوند نعمت اگر یہ مصالحہ کی پڑیا پھانک لیجئے تو ہمارے حال پر بڑے عنایت ہوگی کمبخت باورچی اسے پلاؤ مین ڈالنا بھول گیا - اب بھی پھانک لیجئے تو مزا آجائیگا کیونکہ کھانا ابھی ہضم نہوا ہوگا نواب یہ درخواست سُنکر مسکرائے اور کہنے لگے کہ واقعی تمنے ثابت کردیا کہ کرسی کے لوگ کس قسم کے ہوتے ہین - اس روایت کے بیان کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ نے اپنا دعوی واپس لیا ہے تو چکبست صاحب اسے اعتراضات کے مصالحہ کی باقیماندہ پڑیا سمجھین اور اسکے قبول کرنے مین تکلف نکرین -

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (وارد حال فردوس برین)

اودھ پنچ مطبوعہ ۲ - نومبر ۱۹۰۵ء

جنت کی ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۱

سبحان شرر کسی نے سچ کہا ہے - ع ما در چہ خیالیم فلک در چہ خیال - انسان سوچتا کچھ ہے ہوتا کچھ ہے اور انسان پر کیا موقوف ہے ہر مخلوق کا یہی حال ہے شیطان علیہ اللعن کو دیکھو - جب اسنے حضرت آدم کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا تو اسکا خیال تھا کہ میرا کیا کوئی بنا سکتا ہے - اور اسکا خیال ایک معنی مین بجا بھی نہ تھا کیونکہ تھوڑی وقت تک اسے اسوقت ضرور حاصل تھی - اسی عارضی وقت کی بنا پر اُسنے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ گلزار ہشت کو پامال کر دالونگا - مگر مزاج معشوق کیطرح زمانہ کا رنگ بدلتا رہتا ہے - وہی شیطان اک دم زدن مین مردود خلائق ہوگیا - نہ وہ وقعت رہی نہ وہ مرتبہ - بلکہ جتنے عیوب تھے وہ طشت از بام ہوگئے - بالکل رنگ ہی بدل گیا - اور شیطان پر کیا موقوف ہے - جو کوئی اپنی حد سے بڑھکر بات کرتا ہے اُسے خدا ذلیل کرتا ہے جب کوئی ٹڈی کسی گھاگر پر بڑھ کر لات مارتا ہے تو مُنھ کی کھاتا ہے سوائے بھاگنے کے کچھ نہین بن پڑتا - اور جہان بھگا مشہور ہوا وہان پھر مُنھ دکھلانے کے قابل نہین رہتا -

یہی کیفیت شیطان کی ہوئی اب کہین مُنھ دکھلانے کے قابل نہین رہا اس ذلت کے بعد اگر اُس نے تہیہ کر لیا ہے کہ مین خصائل حسنہ کی ہمیشہ بیخ کنی کیا کرونگا اور نیک نیت اور انصاف پسند لوگون کے خلاف ہمیشہ شورش برپا کرتا رہونگا تو کیا بُرا کیا آخر غصہ بھی تو

کوئی چیز ہے - اور خصوصاً ذلت کے بعد جو غصہ آتا ہے وہ بیڈھب ہوتا ہے - وہ جامہ سے باہر کر دیتا ہے مجھکو اپنا شعر یاد آگیا ؎

خوشی سے اپنی رسوائی گوارا ہو نہین سکتی گریبان پھاڑتا ہے تنگ جب دیوانہ آتا ہے

غرضکہ اس عالم نیرنگ ساز کا یہی وتیرہ ہے کہ دل کے ارادے نہین پورے ہونے دیتا مجھکو وہ زمانہ یاد آتا ہے جبکہ تمنے بڑے زور کے ساتھ مارچ اور اپریل کے دلگداز مین گلزار نسیم پر اعتراضات شائع کئے تھے اور یہ لکھا تھا کہ گلزار نسیم مین صدہا غلطیان ہین اور ۳۷ - اعتراضات پیش بھی کئے تھے اور چونکہ اُس زمانہ تک لوگ تمھین کسیقدر وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے - لہذا تمھارے اعتراضات غور کی نگاہ سے دیکھے بھی گئے اور تمھارا بھی یہ خیال تھا کہ ہمچو من دیگرے نیست) بھلا ان اعتراضات کی تردید مین کون قلم اُٹھا سکتا ہے - اور بہتوں کا یہی خیال ہوگا - مگر تم بھی وہی مثل صادق آئی ع ما در چہ خیالیم فلک در چہ خیال اور وہ پنچ نے تمھین ٹوکا - اور اودھ پنچ کیا معنی کل اساتذۂ لکھنؤ کو تمھاری یہ حرکت ناگوار گذری اور تمکو صلاح دیگئی کہ تم اپنا دعویٰ واپس لیلو - اور نہایت تہذیب کے ساتھ تمھین یہ صلاح دیگئی - مگر تمنے یہ صلاح نہ مانی اور اودھ پنچ کے اڈیٹر کو شہدا کہا حالانکہ جبتک اسقدر غصہ کی وجہ نہ تھی ہندوستانی کے نامور اڈیٹر بابو گنگا پرشاد صاحب ورما نے اس نازیبا حرکت پر تمھین سرزنش کی تو انکو بھی تم گالیان دینے لگے مگر ہی یکم اگست اتحاد مین (جسمین تمنے اڈیٹر اودھ پنچ کو شہدا کہا تھا) تمنے یہ اعلان بھی شائع کیا تھا کہ) نسیم کے کلام پر ریویو کرنے کا سلسلہ جو دلگداز مین شروع کیا گیا ہے وہ برابر جاری رہیگا ابھی تو مثنوی پر تمھین بہت سے اعتراض کرنے ہین مگر اس سے فراغت حاصل کر کے ہم انکے دیوان پر ریویو شروع کرینگے) (اتحاد یکم اگست ۱۹۰۵ء صفحہ ۲) اور ایک حد تک اس اعلان کی پابندی بھی کی گئی -

کہ دلگداز مین اوّل اوّل بیس اعتراضات شائع بھی کئے گئے - چنانچہ کل پچاس ساٹھ

اعتراضات شائع کئے گئے۔ مگر (ایسی صدہا غلطیونکی تصدیق تو ناممکن ہے کیونکہ اس شرط کے پورا کرنے کے لیئے کم سے کم (دو تین سو) اعتراضات کی ضرورت ہے مگر باوجود اس زبردست اعلان کے تم ستمبر کے دلگداز مین (جو کہ آخر اکتوبر مین شائع ہوا ہے) لکھتے ہو کہ (دلگداز اپنے صفحات کو اس لغو بحث سے علیحدہ کئے لیتا ہے آیندہ وہ جدید اعتراضات نہ شائع کریگا) آخر اس وعدہ خلافی کے کیا معنے۔ مرد تو اپنی بات کے لیے جان دے دیتے ہین۔ تم سے اعتراضات بھی گئے نہین جاتے سنا ہے ایک کہار تمہارا دوست ہے اُسی سے کچھ اعتراضات (بنوالو) اعتراضات بند کرنیکے لیئے تم یہ عذر پیش کرتے ہو کہ اب بحث کا رنگ لغو) ہو گیا ہے اسلئے تم اپنا دامن آلودگی سے پاک رکھنا چاہتے ہو۔ مگر دیکھو تو یم اگست کے اتحاد مین تم اس بحث کو (لغو) قرار دے چکے ہو (کیونکہ اتحاد کے اسی نمبر مین تمنے اڈیٹر اودھ پنچ کو گالیان دی ہین) اور اسی نمبر مین یہ اعلان بھی شائع کیا ہے کہ اعتراضات کا سلسلہ برابر جاری رہیگا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ باوجود اس بحث کو لغو سمجھنے کے تمنے اعتراضات کا سلسلہ جاری رکھنا مناسب سمجھا۔ پھر اب یہ عذر لنگ پیش کرنا چہ معنی دارد۔ مرزا ستم ظریف مجھ سے کہتے ہین کہ تم نے شیطان کی صلاح کے مطابق جدید اعتراضات کا سلسلہ بند کیا ہے اور غالباً صحیح وجہ یہی معلوم ہوتی ہے۔ مگر بچتے پھرو گے۔ شیطان نے تمہارے جدامجد کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہی سلوک تمہارے ساتھ بھی کیا یعنی پیشتر شیطان ہی نے حضرت آدم کو گیہون کا دانہ کھانے کی صلاح دی تھی۔ اور پھر شیطان ہی نے بہشت سے نکلوایا بھی اسیطرح شیطان ہی نے تمھین اُنکی دکھائی تھی کہ تمنے گلزار نسیم پر اعتراضات کئے اور اب اس مردود خلائق نے تمھین یہ صلاح دی کہ اعتراضات بند کردو۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تم علمی وقعت کے بہشت سے نکالے گئے اور سب کی نظر وہین ذلیل ہو گئے۔ اور جسطرح حضرت آدم کے زوال کی داستان ابھی تک نہین فراموش ہوئی ہے اسیطرح تمہاری ذلت بھی دائمی ہو

تمنے ستمبر کے دلگداز مین یہ بھی لکھا ہے کہ جوابات مین حامیان مثنوی سے سوائے لاطائل تاویلون جاہلانہ سخن پروریون اور شہدون کے ایسے گالی گلوچ کے کچھ کرتے دھرتے نہین بن پڑا - مردخدا ایکدن خدا کو مُنھ دکھانا ہے - آخر اس جھوٹ کی کوئی انتہا بھی ہے - چک بست کا جواب جو جولائی کے اُردوے معلے مین شائع ہوا تھا اس پر لاطائل تاویلون جاہلانہ سخن پروریون اور شہدون کی ایسی گالی گلوچ کا الزام لگانا تمھارا ہی کام ہے —

چک بست کے مضمون کے علاوہ منشی احمد علی شوق کا مراسلہ اودھ پنچ مین شائع ہوا تھا اسمین نہایت تہذیب و متانت کے ساتھ تمھارے مہمل دعوون کی تردید کی گئی تھی - اردوے معلے کے اڈیٹر نے بھی تمھاری بے تکی ہانک کی اصلاح فرمائی ہے - آخر ان حضرات مین سے کسنے شہدپن کیا ہے جسکا شکوہ تم دلگداز مین کرتے ہو ناچ نہ آئے آنگن ٹیڑھا تمھارے ہی لئے کہا گیا ہے بیشک بحث کی ابتدا سے تمھاری تائید مین جو مضامین نکلے ہین اُنمین جاہلانہ سخن پروری اور لاطائل تاویلونکو عموماً دخل ہے اور مضامین جو تمنے ایک صاحبزادے کے نام سے خود اپنی تعریف مین شائع کیئے تھے اُنمین پورا (شہدپن) اور (شہدپن) بھی دیہات کا لکھنؤ کا انہین - اور مین دیکھتا ہون کہ اس بحث مین ایک مستند شخص بھی تمھارا حامی نہین ہے - تم اپنی تعریف اپنے مُنھ سے کیا کرو یہ اور بات ہے - شہدپن کا شکوہ تو محض ادائے معشوقانہ ہے - اصل بات یہ ہے کہ تم سمجھتے تھے کہ تمھارے اعتراضات کا کوئی جواب نہ دیگا تم تمام مسلمانون کو اپنا ایسا متعصب سمجھتے تھے کہ وہ اس علمی مباحثے کو بھی مذہبی جھگڑے کی نظر سے دیکھین گے - اور ہندوؤنکی ہستی تو محض تم اسلئے ضروری سمجھتے ہو کہ اُن سے اتحاد کے چندہ کے پیرایہ مین روپیہ وصول کرو تم نے اپنی شرافت کے ثبوت مین یہ بھی لکھا ہے کہ جب کوئی بحث بازاری لوگون اور عوالانعام مین پہونچ جاتا ہے تو پھر گرفت سے باہر ہو جاتا ہے اور سوا اسکے کہ شرفا ان بازاری شہدونکی

ہاتھ سے اپنا دامن چھڑا کے الگ ہو جائین - کوئی چارہ نہین بن پڑتا) دیکھو ونکی سند نہین بھولے پن کی باتین کرتے ہو - تم ان بازاری شہدونکے ہاتھ سے اپنا دامن چھٹالو مگر اس دامن پر جو رسوائی کا داغ لگ گیا ہے اُسے کیونکر چھٹاؤگے یہ دیہات کی بیچر کا دھبا نہین کہ دو چار روز مین چھٹ جائے بلا کسی شخص خاص کا نام ظاہر کیے ہوے تم نہایت بیکسی کے لہجہ مین لکھتے ہو کہ دھمکی دیجاتی ہے کہ وہ شخص لکھنؤ کا پاک شہدا ہے لہذا فحش گوئی مین اسکی کوئی تاویل نہین کیسکتا آخر وہ شخص کس سے مراد ہے - تم نے کسی کا نام تو لکھا نہین - لکھنؤ مین تو اکثر عصمت مآب بیویان اپنے جنت نصیب شوہر کا ذکر (وہ شخص) کہکر کرتے ہین - مگر تمہارا تمیز تو یہ گمان ہو نہین سکتا - پھر یہ وہ شخص کون ہے - تمھاری تائید مین جو مہذب مضامین نکل رہے ہین اور جنمین (شہدین) نہین ہوتا انمین سے ایک کا ذکر خیر تم اسطرح کرتے ہو کہ فتنہ نے . . . . ایک مختصر نوٹ لکھا ہے جنمین کہتے ہین کہ لکھنے والے صاحب کی ذہانت پر تعجب ہے کہ وہ (ب) سے بے عقل وغیرہ سمجھے مگر حرف باسے وہ باپ کو نہ پہچان سکے) اس جملے کے بعد نہایت جوش سے تم لکھتے ہو کہ کیون منشی ریاض احمد صاحب کو لوگ پہچانتے ہین یہ لکھ تو گئے مگر تم نے اس پہلو پر نہ غور کیا کہ اگر کوئی کہے کہ فتنہ کے مضمون نگار کی شکایت بجا ہے آپنے تو خوب پہچان لیا) افسوس تمھین زبان سے کہنا نہین ہے -

راقم خواجہ حیدر علے آتش (از فردوس بریں)

اودھ پنچ مطبوعہ ۹ - نومبر سنہ ۱۹۰۵ء

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۱۱

دیکھو دلگداز ستمبر سنہ ۱۹۰۵ء

تم نے لکھا ہے کہ جوابات مین حامیان مثنوی سے سوا لاطائل تاویلون جاہلانہ سخن پروریون اور شہد و نکے ایسے گالی گلوچ کے کچھ کرتے دھرتے بن نہین پڑتا - لہذا اب دلگداز اپنے صفحات کو اس لغو بحث سے علیحدہ کیے لیتا ہے - آیندہ وہ جدید اعتراضات نہ کرے گا -

یہ تو نیر عبوث اور (بہانہ بسیار) مین سے ایک بہانہ ہے مگر اس دامن سمیٹنے کے بعد تم نے یہ کیا لکھا کہ اس کام کو (اعتراضات جڑنے کے کام کو) ان لائق و سخن فہم کاملان فن کے لیئے چھوڑے دیتا ہے جنھون نے اسے اپنے ذمہ لیا ہے - یہ خوشامدانہ فقرہ لکھ تو گئے مگر اس پہلو پر نہ غور کیا کہ تم تو اپنی شرافت کا ثبوت دینے کے لیئے اس (لغو بحث) سے الگ ہوئے جاتے ہو مگر صاف طور پر یہ ہوے کہ اب یہ بحث اس قابل نہین رہی کہ کوئی مرد شریف اسمین حصہ لے - مگر اپنے احباب یعنی لائق و سخن فہم کاملان فن کو یہ صلاح دیتے ہو کہ اس (لغو بحث) مین برابر حصہ لیتے رہین - جیسا کہ اہلی مضمون مین در پردہ خوشامد کے بعد تم نگر نگر آکر صاف الفاظ مین کہتے ہو کہ ہم دکن ریویو کے فاضل نامہ نگار پروفیسر نقاد - بی - اے) کی متین التماس کرتے ہین کہ وہ اپنی تنقید کا سلسلہ برابر جاری رکھین ؎

جسکے سننے یہ ہوے کہ اک تم تو شریف ہو اور باقی تمھارے لائق سخن فہم اور کاملان فن)

اسی قابل ہین کہ وہ اس (لغو بحث) کا سلسلہ جاری رکھین۔ آخر اسکا جواب تمھارے پاس کیا ہے جو وجہ تمھارے لئے کنارہ کشی کی ہوسکتی ہو۔ وہ انکے لئے بھی ہوسکتی ہو۔ اگر تمھین شرافت مانع ہے (تو اگر تم انکو شریف سمجھتے ہو) تو انکو بھی شرافت مانع ہوسکتی ہے۔ افسوس ہو تمھاری عمر عزیز کے چالیس سال گذر گئے مگر بات کرنے کا سلیقہ نہ آیا۔

خیر اس بحث سے کنارہ کشی کی وجہ تو اور ہی کچھ ہے اُسکو تو باخدا جانتا ہے یا تمھارا دل جانتا ہے۔ اب رہی یہ شہدون کی ایسی (گالی گلوچ) یہ ہمیشہ تمھارے اظہار شرافت) کے لیئے مانع ہوتی ہے (اور پردۂ عصمت) بھی تمھین اسلیئے بند کرنا پڑا کہ تمھاری پردہ دری کی کوشش سے جو اظہار شرافت ہوتا تھا اسکے خلاف) شہدون کی ایسی گالی گلوچ) شروع ہوگئی۔ یا حضرت سکینہ کی شان مین جو تمنے گستاخانہ اور بیہودہ مضامین لکھے تھے اور جنکو پڑھ کر سچے مسلمان کا خون اُبلنے لگتا ہوگا۔ ان مضامین کی تردید مین بھی تمھارے خیال کے مطابق شہدونکی ایسی گالی گلوچ ہوتی اور اسکا اثر حیدرآباد مین عربون کے رسالے تک پہونچا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تم سمجھے کہ یہ (گالی گلوچ) کوئی عملی صورت نہ اختیار کرے لہذا تم اپنی شرافت کے ٹٹو پر سوار ہوکر لکھنؤ چلے آئے۔ غرضکہ جو بات تم کہتے ہو اُسپر شہدونکی ایسی گالی گلوچ ہونے لگتی ہو اور تم ٹھہرے مہذب اسلیئے اس سے کنارہ کشی کرلیتے ہو اور بڑی بات تو یہ ہے کہ تمھارا اصول ہمیشہ (اتحاد) بلکہ . . . رہا ہے اسلیئے جہان نفاق کی شکل پیدا ہوئی اور تمنے شرافت کا بوریا بدھنا سنبھالا اور رفو چکر ہوئے۔ مگر تمھین لوگونکی خوشامد کرتے ہوئے شرم نہین آتی۔ اس مضمون مین تم نے منشی ریاض احمد صاحب اور پروفیسر نقاد کی کتنی خوشامد کی کہ لٹدسیری آبرو بچایئے) (یا پہلے اتحاد مین حافظ جمیل حسن صاحب کی خوشامد کرچکے ہو اور در پردہ جو خطوط تمنے بھیجے ہین اور اساتذہ لکھنؤ کے قدمون پر ٹوپی رکھی ہے اسکا حال تو اعمال بد کے فرشتون سے معلوم ہوتا رہتا ہو۔ جب تمنے اعتراض کیئے تھے تو کیا انھین لوگون کے برتے پر کیئے تھے جنکی آج اس بھونڈے طریقے سے خوشامد کر رہے ہو۔ ایسا کرنا اہل آبرو کی وضع کے

خلاف بھلا تمنے اودھ پنچ کو بھی کسی کی خوشامد کرتے سُنا یا دیکھا ہمارے وقت مین اکثر جعلیے فقیر یہ صدا لگایا کرتے تھے کہ مسافر ہین بیکس ہین لاوارث ہین یتیم ہین ہماری مدد کرنا ثواب مین داخل ہے (یہی کیفیت ایک حد تک تمھاری ہے کہ اس علمی مباحثہ کو مذہبی جھگڑا بنا کر اپنی بیکسی ظاہر کر بدر مدد کے خواہان ہوتے ہو۔

دیکھو کچھ کھو کے سیکھتا ہے۔ مگر تمکو کبھی عبرت نہ حاصل ہوئی۔ خبردار بھی ہوش مین آؤ (سکینہ بنت حسینؑ) (اور پردۂ عصمت) والے مضامین لکھنے کی بدولت جو کچھ تمھاری ذلت ہوئی ؛ ؛ بھی حیادار کے لیئے اس امر کی محرک ہو سکتی تھی کہ گھر بار چھوڑ کر حج کو چلا جائے۔ لیکن اس ذلت کا نتیجہ صرف اسقدر ہوا کہ تمھین لوگ بے شرم اور متعصب سمجھنے لگے۔ اس تہ بُرے پھنسے ہو یعنی تمھاری شاری اور زباندانی کا پردہ فاش ہوگیا۔ اور یہ پردہ کیا فاش ہوا کہ روزی کے ٹھیکرے مین ٹھیس لگی۔ تم کبتک گھر پھونک تماشا دیکھوگے۔ افسوس ہے کہ تمنے اپنی ہستی پر نہ غور کیا اور اپنی بساط سے بڑھ کر حملے شروع کردیے۔ اگر اپنے گوشۂ عافیت مین بیٹھے ہوے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ کیا کرتے تو کوئی تمسے مخاطب بھی نہوتا مزے سے بیایانی کے تکیے پر دنڑ پیلا کرتے۔ کُنج غربت سے نکلنا تمھارے لیئے قیامت ہوگیا۔ ہاے مجھے اپنی جوانی کا شعر یاد آگیا ؎

نکلکر کُنج غربت سے نہ کر ہنگامہ افروزی
شرر یاقوت کا ہمسنگ ہو جبتک ہے پتھر مین

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

از اودھ پنچ مطبوعہ ۱۶ - نومبر سنہ ۱۹۰۵ء

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۱۲

(دیکھو دلگداز ماہ ستمبر سنہ ۱۹۰۵ء

اب تمھارے اس آخری مضمون کے متعلق چند فہمائشین درج ہین - پیشتر کے دو تین مضامین مین جنکا حجم ۹ صفحون سے زیادہ نہ تھا ۳۶ لغزشین شمار کرا چکا ہون - اس مرتبہ جو ایک صفحہ دلگداز کا تمنے گلزار نسیم کے متعلق سیاہ کیا ہے اسکی لغزشین بھی قدیم فہمائشون کے سلسلے مین ظاہر کیے دیتا ہون -

فہمائش نمبر ۶۴) اس مثنوی پر اعتراض کرنے اور اسکی تنقید کرنے کا سلسلہ دلگداز نے چھیڑا تھا) اس جملہ میں اسکی کا کیا تک ہے - اسکے معنی تو یہ ہوے کہ اعتراض کی (تنقید) بھی تم ہی کرتے تھے جو بقول ازلی (ب) تمھارا شریک ہے اس سے اس امر کے متعلق مشورہ کر لیتا -

فہمائش نمبر ۶۵) جسکے ساتھ ہی اُردو کی لٹریری دنیا مین تحریک ہوگئی) تحریک تو ضرور ہوگئی مگر نزلہ تم ہی پر گرا - مگر یہ نہ سمجھے کہ محض تحریک ہوگئی) اس موقعے پر یہ کہنا چاہیئے تھا کہ (تحریک پیدا ہوگئی)

فہمائش نمبر ۶۶) لہذا اب دلگداز اپنے صفحات کو اس لغو بحث سے علحدہ کیے لیتا ہے)

واہ رے (کو) اسی کی بدولت لوگ تمھین (شرر اینڈ کو) کہنے لگے ہین -

مین تو صرف) (کو) سے واقف ہون ۔ مسٹر محمود (شرر ایڈیٹر کو) کے فقرہ پر خوب قہقہے لگاتے ہین اگر یہ لکھتے کہ اپنے صفحات اس لغو بحث سے الخ) تو مفت مین روشنائی بچتی اور بیکار قلم نہ گھستا مگر تمھارا تو یہ اصول ہے کہ جان جاے مگر (کو) نہ جائے)

فہمائش نمبر ۶۷) بلکہ اس کلام (کو) اُن لائق سخن فہم کاملان فن کے لیے چھوڑے دیتا ہون)

اس مرتبہ حضرت (کو) کی شان نزول اور ہے مگر ہو (کو) اس (کو) کے کاف کی کشش تمھین اپنی طرف اسی طرح کھینچتی ہو جیسے تنکے کو کہربا ۔ دیکھو یہ فقرہ یون لکھنا تھا کہ (یہ کلام اُن لائق و سخن فہم وغیرہ وغیرہ اب (کو) تمھارے اس فقرے سے اسطرح اُڑ گیا ۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ ۔

فہمائش نمبر ۶۸) مگر سچ یہ ہے کہ جب کوئی مبحث بازاری لوگون مین . . . . پہونچ جاتا ہے تو پھر گرفت سے باہر ہو جاتا ہے)

یہ فقرہ قابل گرفت ہے ۔ مبحث کا گرفت سے باہر ہونا چہ معنی دارد ۔ بیشک ایک معنی اس جملے کے ہو سکتے ہین وہ یہ ہین کہ (وہ مبحث قابل گرفت نہین رہتا) مگر تمھارا مطلب کچھ اور ہے وہ مطلب اُن الفاظ سے ادا نہین ہوتا (مبحث) کچھ کرسی کا ڈنڈا تو ہو نہین کہ تمھاری گرفت مین رہے ۔ خدا جانے تم کس دھن مین گرفتار ہو ۔ اور لکھتے کیا ہو ذرا قلم پکڑنا سیکھو یہ ہر مقام پر تمھاری گرفت سے باہر ہوا جاتا ہے ۔

فہمائش نمبر ۶۹) بلکہ یہی دھمکی نہین دیجاتی ہے کہ وہ شخص لکھنؤ کا پاک شہدا ہے ۔ لہذا فحش گوئی گالیان بکنے اور نقالی مین اسکا کوئی مقابلہ نہین کر سکتا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دلگداز اور دکن ریویو . . . . نے اپنی وضع کو نہین چھوڑا) یہ (بلکہ یہی نہین) کی خبر دوسرے جملہ مین نکلنی چاہئے ۔ یہی ۔ یعنی یہ دھمکی ہی نہین دیجاتی بلکہ کچھ اور بھی کیا جاتا ہے ۔ مگر خیر مذکور ہے ۔ اور دوسرا جملہ نتیجہ یہ ہوا سے شروع ہوتا ہے ۔ غرضکہ کل جملہ دیہات کی سڑک کی طرح

ناہموار ہے - اسی سڑک پر تمھارا قلم بہٹیارے کے ٹٹو کی طرح چلا ہے - یہ حرف اسی کے نقش پا ہین جنکو تمھارے مُرید آنکھون سے لگاتے ہین - ہان یہ (وہ شخص) کس سے مُراد ہے اتنا اطمینان تو ضرور ہے کہ شخص مذکور مولوی نہین ہین ورنہ پاک شہدے کے بدلے تم اسے شرعی شُہدا لکھتے)

فہمائش نمبر ۷۰ (کن ریویو نے تو اپنی وضع (کو نہ چھوڑا) یہ بات وہ بات (کو) صاحب پھر موجود ہین - آخر یہ کیا بات ہے کہ (کو) تمھین اسقدر غیر یہ ہے - مین دیکھتا ہون کہ تمنے اپنی نثر مین (کو) جا بجا اس شدت کے ساتھ گھسیایا ہے کہ ہر اک جملہ - کو کاہیلی کا ہار معلوم ہوتا ہے - یہ کہنے مین کیا ہرج تھا کہ دکن ریویو نے اپنی وضع نہین چھوڑی -

فہمائش نمبر ۷۱ (جنھون نے . . . خیر آباد والے کارٹون دیکھا ہوگا یہ آخری (کو) ہے - مگر ہے (کو) اچھا اب اسے یون بدلو (جنھون نے . . خیر آباد . . . والا کارٹون دیکھا ہوگا - تمھین ایمان سے کہو کہ اب یہ فقرہ کتنا چست ہوگیا - خیر یہ تو پُرانا رونا ہے - اب یہ دریافت کرنا ہے کہ آخر (کو) سے تمھین اُنس کیون ہے - بعض حضرات کہتے ہین کہ دیہات مین (کو) کا استعمال بہت ہوتا ہے - مثلاً **کو آوت ہے کو جاوت ہے** اسوجہ سے تمھاری زبان پر یہ اسقدر جاری ہے - مگر یہ خیال آتا ہے کہ اپنے نام کے آگے مولوی لکھتے ہو تو شاید کسی اور پہلو سے تمھاری مولویانہ نگاہ مین (کو) کا حُسن سما گیا ہو مولویانہ نگاہ سے دیکھئے (کو) نہ صوری حیثیت سے قابل عشق ہے نہ معنوی حیثیت سے - یعنی صرف وضع کے لحاظ سے اور کو علامت مفعول ہے)

کیا اسکے کثرت استعمال سے تمھاری یہ مُراد ہے کہ یہ **علامت مفعول کے بدلے علامت شرر** کہلائے صوری حیثیت سے (کو) عظیم اللہ خانی حقے کے نیچے سے مشابہ ہے - نیچے سے عشق ہوگا - تو نیچہ بندون کو تم کو اس سے کیا غرض عظیم اللہ خان کی نسبت مشہور ہے کہ ذات کے نائی تھے - ممکن ہے تمھارے (معتبر نائی) (نے) کو کی تم سے

اس پہلو سے سفارش کی ہو۔ مگر کوئی وجہ معقول ابتک نہ سمجھ مین آئی ۔ مگر یہ دیکھکر افسوس ہوا کہ اس صفحہ بھر کے مضمون مین یہی ساٹھ لغزشین موجود ہین گویا اسوقت تک چوبیس صفحے گلزار نسیم کے متعلق تمنے دلگداز مین لکھے ہین اُن مین ۱۷ لغزشین ہین افسوس صد افسوس

راقم خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس بریں)

از اودھ پنچ مطبوعہ یکم فروری سنہ ۱۹۰۶ء

سال نو کا انوکھا خطاب

(از منشی سجاد حسین)

ہر سال مختلف حضرات کو مختلف خدمات کے صلہ مین مختلف خطابات ملتے رہتے ہین ۔ کوئی اپنی علمی خدمات کی بدولت شمس العلما ہو جاتا ہے ۔ کوئی پولیٹیکل خدمات کے صلہ مین خان بہادر ۔ سی ۔ آئی ۔ اے وغیرہ ہو جاتا ہے ۔ مگر کیا افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے شرر صاحب جو کہ اپنے تئین ہر فن مین کامل اور ہر کمال مین مرد کیفن) کہلواتے ہین ابتک خطابات سے محروم رہے ۔ اور کسی قسم کے اعزاز کا (طوق زرین) آپ کی گوتہ گردن مین نہ ڈالا گیا ۔ اس کمی کے پورا کرنے کے لیئے اودھ پنچ کی سرکار سے شرر صاحب کو سال نو کی تہنیت مین ذیل کا اعزاز بخشا جاتا ہے ۔ چونکہ آپ کے خدمات اور کمالات گوناگون ہین

لہذا ایک خطاب سے آپکی تسکین نہین ہوسکتی تھی اسی خیال سے متعدد پیرایون مین آپ کے سر پر اعزاز کا جوتا لا بجایا جاتا ہے - (الف) - کہ پہلی جنوری ۱۹۰۶ء سے آپکو ذیل کے خطابات عطا ہوے - فضیلۃ العلما - فصیح الکرسی - ٹینی آنریبر - خفاش الملک - طبلہ نواز جنگ - نائٹ کمانڈر آف دی آرڈر آف - پردۂ عصمت - (ب) ثانیاً یہ کہ اکیس ضرب گوز شتر آپکی سلامی لیگئی -

(۱) فضیلۃ العلماء - یہ خطاب آپکو اس غرض سے دیگیا ہے کہ باوجودیکہ آپ اپنے تئین عربی و فارسی کا عالم سمجھتے ہین - مگر آپکی لیاقت کا یہ حال ہے کہ آپ (قطرہ زن سیل) کی ترکیب کو غلط بتاتے ہین - آپ (قطرہ زن) سے قطرہ بارد لیتے ہین - اور آپ کو اسکی خبر نہین کہ فارسی مین (قطرہ زن شتابندہ کے معنون مین استعمال ہوتا ہے - عربی کی آپکی قابلیت جسقدر بڑھی ہوئی ہے اسکا ثبوت آپکے اس مضمون مین ملتا ہے جو کہ آپ نے (سکینہ بنت حسینؑ) کے عنوان سے لکھا تھا اور جسمین آپنے اُن عربی کی کتابون کی شہادت دی تھی - جنکی علما کی نگاہ مین کوئی وقعت نہین - تاریخ مین آپکو اس قدر دخل ہے کہ آپ یہ ثابت کرچکے ہین - کہ ہندوستان مین چین سے پردہ آیا اور مسلمانون نے ہندوؤن سے پردہ کی رسم سیکھی - حالانکہ انگریزی فارسی یا عربی وغیرہ کی کسی تاریخ سے اس امر کی شہادت نہین ملتی کہ ہندوستان مین چین سے پردہ آیا - نیز چین مین نہ کبھی پردہ کی رسم تھی نہ اب ہے - غرضکہ اسی قسم کے علمی خدمات کے صلہ مین آپکو فضیلۃ العلماء کا خطاب دیا گیا

(۲) فصیح الکرسی - یہ خطاب آپکو اسلیئے دیا گیا کہ آپ فخر کرسی ہین اس سے تو آپ کو انکار ہے کہ آپ کرسی مین پیدا ہوے مگر آپ یہ اعلان شائع کرا چکے ہین کہ آپکا خاندان کرسی کا خاندان ہی - اور ابتک اپنی دہاتی وضع پر قائم ہے) بہرصورت کرسی کی خاک سے آپکا تعلق ثابت ہے - اور کرسی کی زبان پر جسقدر آپکو قدرت حاصل ہے اسکا ثبوت (بدر النسا کی مصیبت) (اور میوۂ قلم) کے مطالعہ سے مل سکتا ہے)

(۳) ٹینی الینچر یہ خطاب آپکو اس غرض سے دیا گیا ہے کہ آپ پست خیال اور پستہ قد ہین چنانچہ (ٹینی مرغی) کرسی کی گانٹھ گوبھی) دلگداز پریس کے شیخ وغیرہ کی پھبتیان آپ پر عموماً ہوا کرتی ہین - اور اسمین ایک رعایت یہ بھی ہے - کہ آپ بیرسٹر کے بھی کبھی مُرید جاتے ہین

(۴) خفاش الملک اس خطاب مین کئی رعایتین ہین اول یہ کہ جسطرح خفاش کو روز روشن سے وحشت ہوتی ہے اسیطرح آپ روشن خیال حضرات کے دشمن ہین - ثانیاً یہ کہ آپکا (اتحاد) بھی خفاشانہ ہے - تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کہتے ہین ایک مرتبہ چرندون اور پرندون مین لڑائی ہوئی دونون طرف سے خوب خوب معرکہ آرائیان ہوئین - چمگادڑ نے یہ ترکیب سوچی کہ جب چرندونکی فتح ہو تو وہ اپنے تئین چرندون مین شامل کرے اور اپنے دانتون کو چرند ہونے کے ثبوت مین پیش کرے - اور جب پرندونکو فتح ہو تو اُن مین شامل ہو جائے اور اپنے پرونکو پرند ہونے کے ثبوت مین پیش کرے - یہی کیفیت شرر صاحب کی ہے ایک زمانہ وہ تھا کہ آپ نے منصور موہنا لکھکر اور ہندو ونکو گالیان دیکر مسلمانون مین رسوخ پیدا کرنا چاہا اور اپنے تعصب مذہب کو استواری ایمان کی شکل مین پیش کیا - ایک زمانہ پھر وہ آیا کہ آپ نے (سکینہ بنت حسینؑ) محل اور کتاخانہ مضمون لکھکر ایک خاص فرقہ مین اپنا وقار بڑھانا چاہا - اب جب آپنے دیکھا کہ آپکی اصل حقیقت پبلک پر ظاہر ہو گئی اور آپکے مذہبی جوش کا پردہ پردۂ عصمت کے ساتھ فاش ہو گیا - اور یہ دیکھا کہ دکن مین مولوی عزیز اللہ صاحب آپکے مزنی) ہندو مسلمانونکے اتحاد کے حامی ہین تو آپ نے بھی روٹی کمانے کی غرض سے اتحاد نکالا اور ہندو مسلمانون شیعہ سنیونکے میل جول کی ظاہراً کوشش کرنے لگے - غرضکہ جسطرف ہوا کا رُخ دیکھا اُسطرف آپ بھی چمگادڑ کی طرح اڑے پس خفاش کی حکایت آپ پر صادق آتی ہے اور (خفاش الملک) آپ کا مناسب خطاب ہے (طبلہ نواز جنگ) چونکہ بیابانی کے تکیے کے آپ پیشتینی رئیس ہین اور طبیعت بھی آپکی جنگجو واقع ہوئی ہے لہذا آپ (طبلہ نواز جنگ) آپکے لئے ایک موزون

خطاب ہے (نائٹ کمانڈر آف دی آرڈر آف پردۂ عصمت) کا خطاب آپکو اُن خدمات کے صلہ مین ملا ہے جو آپ پردہ دری کی کوشش مین بجالائے ہین۔

(ب) اکیس ضرب گوز شتر کی سلامی اس غرض سے آپ کے لئے تجویز کی گئی ہے۔ کہ آپ نے عرب کے متعلق بہت سے ناول لکھے ہین۔

(مہر عدالت اودھ پنچ)

(از اودھ پنچ مطبوعہ ۹ - نومبر ۱۹۰۵ء جلد ۲۹ نمبر ۱۸)

گلزار نسیم پر تازہ اعتراضات

(شگوفہ رقم شاگرد شرر)

(منشی شجاد حسین شاحب)

جناب مستطاب بعد تسلیم بشد تعزیم گذارش ہے کہ کش آپ نے شنا۔ آجکل ایک بڑے شاعر غرا اُستاد مسلم الثبوت کے شاگرد اور شرکائے نشین بوم شوم سے برساتی مینڈکون کی طرح شور شر مچانا شروع کیا ہے یہ شوخ و شنگ وشاہی کا شیرہ پیتے ہین اشفار (کوشش و کاوش) کر رہے ہین کہ مجھے اندیشہ ہے اگر اسطرح شور و تشغب رہا تو جسطرح مشہور شخص شیخ علی بخش کے ایڈیشن کمیاب ہو گئے

کہین کوئی شاحب شکار شاہین شامت اعمال نہ جاوین - خیر تو ہے کہین شراب یا منشی شربت تو نہین نوش کرگئے کہ اسقدر شین کے خرچ کرنے کا شوق پیدا ہوا -

آپ شہر مین رہکر شون کھنچے کہان پڑے رہتے ہین - آجکل تو جشنکو دیکھئے شین کا استعمال کرتا ہے - کیونکہ آجکل شعر شاعری کا بڑا زور شور ہے - اور کیون نہو آتش ایسے باشان و شوکت اوستاد کے شاگرد رشید کشمیری پنڈت دیا شنکر نسیم کی مشہور شش جہت مثنوی کی شہرت کا شیر دہاڑ رہا ہے جسکی آواز شنکر کے آجکل کے شغال شتر بے مہار کیطرح شہر ابار یگستان یعنی ریگزار کیطرف بھاگے جاتے ہین - شرابیون کیطرح یہ کیا بے تکی ہانک لگانی شروع کردی -

ارے شاحب کش مین ہی اکیلا نہین جو اش شین کے مرض مین مبتلا ہون - انشاء اللہ خان نے بھی سیان مشفی کی بجو مین شین کا بڑا خرچ کیا ہے - اب بتائے اگر مینے شین کا خرچ زیادہ کیا تو کیا کشی شریر کے زخم شکم پر آب شور چھڑکا شینے اگر آپنے کبھی زیادہ شکایت کی تو مین نالش کرکے کشتی کو بعبور دریائے شور کی سزا دونگا - جسکا آپکو شان و گمان بھی نہوگا خوب یاد آیا شیخ کہنے پر تو آپ شاکی ہوتے ہین - کیون شاحب یہ (شام اودھ) نولکشور پریش) گنگا پرشاد ورما پریش) کشمیری (پرین) وغیرہ وغیرہ مین کیون شین شامل کیا گیا کوئی شبب تو ہے کہ جشنکو دیکھو شین کی چاشنی شتر یاد آتا ہے -

یہ بھی جانے دیجیے اب مجھکو تو کہتے ہین نسیم کو کش نہین کہتے اُنکی کل مثنوی اسی شین کی نقرشون سے بھری پڑی ہے شنیے بیت

مہر ب شہ ہوئی خموش کی نور بشر سے چشم پوشی
دی آنکھ جو شہ نے رونمائی چشمک سے نہ بھائیونکو بھائی
لشکر کش و تاجدار تھا وہ دشمن کش و شہریار تھا وہ

کہانتک تقطیع کرون اور شنیئے - ہرچند کہ بادشاہ نے ٹالا + اُس ماہ کو شہر سے نکالا

ایشی ہزارون لغزشین نشیم مین ہین جسکو دعویٰ ہوا پکا ثواب دے۔
اخاہ تو آپنے گلزار نسیم پر اعتراض کیئے ہین۔ ثری ہان اور کیا آپ سمجھے نہین۔
پنچ شاباش

(راقم شگرف رقم شاگرد شرر)

شریف کے جو مقابل زذیل ہوتے ہین وہی لڑائی مین اکثر ذلیل ہوتے ہین

(از اودھ پنچ مطبوعہ ۹ نومبر سنہ ۱۹۰۵ء جلد بست و نہم نمبر ۴۲)

شرر کی شاعری

مولانا اودھ پنچ

واللہ آپ کے نامہ نگار بھی عجب عالم بیخبری مین بسر کرتے ہین جسکو دیکھیئے وہ لکھ رہا ہے کہ مولانا شرر محض تخلص کے شاعر ہین کوئی کہتا ہے کہ تخلص کا بیدگشت محض برائے وزن بیت ہے۔ یا تخلص کا کھینگا بیکار لٹکائے ہوئے ہین یا تخلص کی بھریری کان مین بے فائدہ کھونسے ہوئے ہین۔ یہ خدا کے بندے یہ نہ سمجھے کہ ع تا نباشد چیزکے مردم نہ گویند چیزہا۔ ذرا سا گگر موتا برسات مین اگتا ہی۔ اسکا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہی ہے پھر سیان عبدالحلیم خجو تخلص کا لٹھ

ع اودھ پنچ۔ یہ دیہات کا تلازمہ ہے ۱۲۔

باندھے ہوے اُردو شاعری کے پیچھے گھوم رہے ہین تو اسکی کوئی وجہ ضرور ہوگی آپ جانتے ہین کہ بندہ درگاہ تو اللہ میان کے بیان سے فلسفی کا دماغ لیکے آئے ہین - اور ذرا فن تاریخ سے بھی شوق رکھتے ہین لہذا یہان فکر الحق ہوئی کہ ناولسٹی کے دریاؤ کے دریتیم میان عبد الحلیم کے تخلص کی ماہیت دریافت کیجائے - چنانچہ اس فکر مین غلطان پیچان رہا - تمام باوقعت گلدستے اور رسالے دیکھ ڈالے مگر کسی مین اس دُریتیم کی شاعری کی آب و تاب نہ دکھائی دی ایک روز اتفاقیہ ردیون مین ایک پرچہ ملگیا جسپر گلدستۂ سخن لکھا ہوا تھا یہ ایک گلدستہ کا نام ہے جو کہ لکھنؤ مین (اخبار قتنائی) کے ساتھ شامل ہوتا تھا - غرضکہ اسی گلدستہ کے ایک پرچہ مین شرر کی ایک غزل نظر سے گذری جسکے شروع مین لکھا ہوا تھا غزل طرحی جناب ابو نعیم محمد عبد الحلیم صاحب شرر - شرر کا نام دیکھنا تھا کہ باچھین کھل گئین اور دل مین یہ خیال گذرا کہ میان عبد الحلیم کا تخلص محض اتفاقیہ ہے کا نقطہ نہین ہے - بلکہ یہ شرر - شرر سخن کی بھٹی سے نکلا ہے - اب غزل ملاحظہ ہو

بعد مدت کے لکھا یار نے لوگر کا غذ بھول آیا ہے وہین ہاے پیمبر کا غذ

پہلا حسن تو اس شعر کا یہ ہے کہ مصرع اولی پڑھا نہین کہ یہ مصرع یاد آگیا ع -

بعد مدت کے بھنسا ہے یہ پرانا چنڈول - علاوہ اسکے بندش الفاظ اور پاکیزگی زبان کا یہ عالم ہے تو سبحان اللہ فصوصًا (لوگر) ترکیب نے تو شعر مین جان ڈالدی - سفید کاغذ - سیاہ کاغذ - نہین کاغذ - دبیز کاغذ آجتک سُنا تھا یہ (لوگر کاغذ) شرر کے دماغ کی پیداوار ہے یا کہین سے نکلا ہے - ہو نہو (لوگر) فرانسیسی زبان کا کوئی لفظ ہے جو بغیر فرانسیسی زبان کی ڈکشنری دیکھے ہوے سمجھ مین نہین آسکتا - اور نہ بغیر خط کے معنون مین کاغذ کا استعمال کسقدر مناسب ہے یہ خاص لکھنؤ کی مستند زبان ہے - جسکا پتہ گلزار نسیم مین نہین ملتا - اتنا ہم کہین گے کہ اگر (کاغذ) کے بدلے (کاگد) کہا جائے تو شرر کی مادری زبان کا جلوہ نظر آجائے - نیز - پیامبر (اور قاصد) کے بدلے پیمبر کتنا فصاحت مین شرابور ہے - مولانا تو لغوی معنون پر مٹے ہوے ہین جسطرح (لہجہ) کے معنی صرف مین بانکے ہین اسیطرح (پیمبر) معنی لغت مین قاصد کے ہین -

سب پر طرہ یہ ہے کہ دونوں مصرعوں میں ربط کسقدر ہے اگر ایک گندھی ہے تو دوسرا مولوی دوسرا مطلع ملاحظہ ہو ؎

وصف تنگی دہن کا جو لکھا بر کاغذ ہو گیا غنچۂ وابستہ سمٹکر کاغذ

اول تو (تنگی) (دہن) میں (ی) کا ذور ملاحظہ ہو پس کپی کی طرح ٹکی پڑتی ہے۔ اور (بر کاغذ) کی ترکیب تو (لوگر کاغذ) سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ آخر (بر کاغذ) کیا بلا ہے۔ مولوی صاحب نے تو غالباً (بر) کے معنے (اوپر) کے لیے ہیں جس سے کل مصرع کے معنی یوں ادا کیئے جا سکتے ہیں کہ (وصف دہن کا جو لکھا اوپر کاغذ کے) مگر مولانا کی طبع بکر کا منشاء یہ ہو کہ (بر) میں حرف با پر بجائے (زبر) کے کوئی اور علامت رہے۔ لیکن قافیہ سے مجبور ہو گئے۔ چنانچہ تنگی دہن (غنچہ وابستہ) (اور سمٹ کر) کی رعایت بھی موجود ہے۔

واہ مولانا واہ (قابو پانے) کے بدلے (دست پانا) تو جاہلانہ غلطی ہو (اور بر کاغذ) عالمانہ خوش فعلی ہے۔

اور سینے کاغذ کا سمٹکر غنچہ ہو جانا بھی کیا خوب شاید مولانا کا مطلب ہو کہ کاغذ سمٹ کر گندھی کی کپی کی ڈانٹ بنگیا۔ تشبیہ تو اچھی ہے مگر اس خاص صورت کے علاوہ یہ کہنا کہ کاغذ سمٹکر غنچہ ہو گیا ویسا ہی ہے جیسا کوئی شخص کہے کہ پیپر مل سمٹ کے گولر کا درخت بنگئی۔ یا بیابانی کا تکیہ سمٹ کے گھنٹا گھر بنگیا۔

ہاں ایک رعایت اس شعر میں خوب ہے (یعنی کاغذ بھی ہے) اور بستہ بھی موجود ہے مگر (بر کاغذ) کی ترکیب کا جواب ناممکن ہے۔ یہ خاص کرسی کے) براعظم) کی زبان ہو۔

تیسرا شعر ملاحظہ ہو ؎

دل پہ جھرمٹ دم تحریر کیا شوق نے کیا لکھا کچھ بھی نہیں جسپر لکھا دن بھر کاغذ

دیکھیئے اس شعر میں (کاغذ) کسقدر ضروری ہے ابن استاد کا مصرع یاد آجاتا ہے

ع ہے سپستان فارسی ہندی بسوڑا سانپ کا - دوسرے مصرع مین دونون جگہ لکھا کا الف) گندھی کی ٹانگ کیطرح کمزوری) کے مرض مین مبتلا ہے بس دبا جاتا ہے) (شوق کا جھرمٹ) بھی ملاحظہ طلب ہے - نیز آخر مین (کیا) کتنا فصیح معلوم ہوتا ہے - یہ نزاکتین (اور بندشین) نسیم مرحوم کے کلام مین آتش کی اصلاح سے بھی نہ پیدا ہوسکین - یہ تو سب کچھ سُنا آخر اس کمبخت کے شعر کے معنے کیا ہین اگر موجودہ زمانہ مین مولانا نے یہ شعر کہا ہوتا تو ایک معنے پیدا بھی ہوسکتے تھے کہ حضرت شوق نے اودھ پنچ مین ایسا قول فیصل لکھا کہ شرر نے جو چھ صفحے اعتراضات سے سیاہ کئے تھے وہ بے لکھے کے برابر ہوگئے - چوتھا شعر ملاحظہ ہو ؎

آپ دو بول ہمین لکھتے تو ہم رکھ لیتے سر پہ سینہ پہ دل و دیدۂ تر پر کاغذ

سبحان اللہ و بحمدہٖ ہم رکھ لیتے) کتنا طرف ظاہر کرتا ہے اور (بول لکھنا) تو خاص لکھنؤ کا سکہ ہے - نسیم نے (کلام بولنا) واقعی غلط نظم کیا ہے) (بول لکھنا) صحیح اس اصول کے مطابق (خط لکھنا) غلط ہے - خط بولنا صحیح ہے -

نیز ترکیب الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی مرتبہ آپ - سر پہ سینہ پہ دل و دیدۂ تر پر کاغذ رکھ لیتے) معلوم ہوتا ہے کہ آپکا مشوق گو کہ (دو بول) لکھتا ہے مگر پورے تاؤ پر لکھتا ہے کہ آپ اُسے ایک ہی مرتبہ آدھے دھڑ پر رکھ لیتے ہین غالباً یہ (دو بول) بڑے جلی قلم سے لکھے جاتے ہونگے - پانچوان شعر ملاحظہ ہو ؎

نامہ بر قتل کیئے نوچے کبوتر کے پر ع اب بھلا بھیجین گے بولو تمھین کیونکر کاغذ

واللہ مولانا نے اپنے پنجۂ فکر سے کیا شاعری کو نوچا کھسوٹا ہے (بولو) دوسرے مصرع مین خواہ مخواہ دھنسا پڑتا ہے - اور (کاغذ) تو حسب معمول (خط) کے معنون مین اس شعر مین بھی استعمال ہوا ہے - نسیم کے اس مصرع پر (خاتم کے نگین بنائے ہوتے) تو شرر کا یہ اعتراض تھا کہ نیر (انھون نے) کے مصرع نامکمل ہے

ع اودھ پنچ گردم پھڑدی کردہ بھٹی کی ٹوپی کے پھندے کے پردے مین نمایان ہے ۱۲ + + + + + + + +

مگر اس شعر کے دوسرے مصرع مین یہ سوجھا کہ (بغیر ہم) کے مطلب خبط رہتا ہے ۔
چھٹا شعر ملاحظہ ہو ؎

ولسنے پھر آیا تو پھر بھیجا پھرا پھر بھیجا یون ہی کتنے دنون کھایا کیا چکر کاغذ

واللہ پہلے مصرع کے (پھر پھر) سے شعر پھر کی بنگیا جیسے دوسرے مصرع مین یہ ارشاد ہوتا ہے (کہ کھایا کیا چکر کاغذ) مگر اس (پھر اپھر) سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ جس دماغ سے یہ شعر نکلا ہے وہ زمانہ کی اُلٹ پلٹ سے گھنچکر بنکر رہگیا ہے ۔

اس شعر مین ایک اور حُسن ہے کہ مصرع اولی موزون پڑھا نہین کہ (بھیجا) کا الف ٹوٹی زیر پائی کے تلے کی طرف سٹ سے نکل گیا) مقطع ملاحظہ ہو ۔ ؎

خود شرر آؤ چلین بیٹھین در جانان پر فائدہ کیا جو سیہ کرتے ہین لکھکر کاغذ

بسم اللہ کہین کھنؤ سے تشریف تو لیجائیے ۔ در جانان پر جائیے کہ کہین اور جائیے ۔ یہان بیٹھکر تو اپنے نامۂ اعمال کا دفتر نہ سیاہ کیجئے ۔ ناظرین اودھ پنچ[1] شرر کی شاعری کا رنگ دیکھ چکے خدا کی عنایت سے ان چھ شعرون مین تمام معائب شاعری موجود ہین ۔

مولانا نے یہ اعلان شائع کیا ہے کہ گلزار نسیم مین جتنی غلطیان ہین اتنی کسی شاعر کے کلام مین نہ ملین گی ۔ مولانا کا یہ دعوی صحیح ہو کہ نہو لیکن یہ ضرور صحیح ہو کہ جتنی غلطیان مولانا کے ان چھ شعرون مین ہین اتنی غلطیان کسی شاعر کے چھ سو اشعار مین بھی نہ ملین گی شاعر اور زباندانی کا یہ رنگ اور نسیم کی زبان پر اعتراض کرنے کے لیئے یہ آندھی ۔ بس جی چاہتا ہے کہ ایسے کو کانجی حاوس بھجوا دیجئے ۔

(راقم دندان شکن ۔)

---

[1] پنچ ۔ اس شعر مین اور رعایت ہے (یعنی بھیجا) دماغ کے اندر ہوتا ہے اور (چکر) بھی موجود ہے اسی بھی دماغ سے تعلق ہے ۱۲ + + + + +

اودھ پنچ مطبوعہ ۱۹- اکتوبر سنہ ۱۹۰۵ء

نکلا جو زمین پنچ کا خنجر غلاف سے
اُڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

بدر النسا اور اُسکی مصیبت نمبر ۱

کسی اُستاد کا مصرع ہے ع قضا آتی ہے چیونٹی کی جب اُسکے پر نکلتے ہین۔ یہی حالت آجکل شرر کی ہے ابھی کل کی بات ہے کہ حضرت کرسی سے رینگتے رینگتے لکھنؤ پہونچے۔ یہان کچھ روز تک بیابانی کے تیلئے کی خاک چھانی رفتہ رفتہ ایسے پر پُرزے نکالے کہ ناولسٹ ہوگئے مگر خیریہ تھی کہ ابھی تک قبر کے مُردے اُکھاڑنے مین مصروف رہتے تھے اور عروس سخن کے لئے مبالغہ و تحریف کے کفن کھسوٹ کھسوٹ کے پشواز تیار کرتے رہتے تھے۔ غرضکہ یہان کوڑی کیطرح گوشۂ عافیت مین پڑے رہتے تھے۔ نہ انسے کوئی مخاطب ہوتا تھا نہ یہ کسی سے بھڑنے کی جرأت کرتے تھے مگر گذشتہ مئی مین گرمی کی شدت نے جہان اور اثر پیدا کئے وہان یہ تازہ گل کھلا یا کہ شرر کے دماغ کی بھٹی کا ٹمپریچر بڑہا دیا پھر کیا تھا شراب سخن اُبلنے لگی ایسی اُبلی کہ آخر کار ٹوٹنے سے ٹپک پڑی اس شراب کا ٹپکنا تھا کہ چارون طرف تعصب کی بُو اڑی کرسی کی ہوا نے اس بُو کو دُور دُور پہونچایا حتیٰ کہ حضرت پنچ کے بھی آرام مین خلل پڑا ایکبار چونک پڑے

اب دیکھتے کیا ہین کہ مارے بو کے دماغ پریشان ہوا جاتا ہے گندھی کے یہان سے عطر منگایا عطر ایسا ملا کہ مٹی کے تیل سے بدتر پھر پری پر غور کیا تو دیکھا کہ کسی چور کی داڑھی کے تنکے پر پنبہ مینا لپٹا ہوا ہے اور پنبہ بھی کس مینا کا وہی شرر کی شراب سخن کے مینا کا پھر تو حضرت پنچ نے ایک تحفہ تیار کیا اور گلزارِ نسیم کے پھولون سے ایک گلدستہ بنا کر سامنے رکھا - یہ تحفہ عجب جادو کا تحفہ تھا اور یہ گلدستہ عجب طلسمی گلدستہ تھا کہ اسکی بو دماغ جنت تک پہونچی اور شرر کی شراب سخن سے جو تعصب کی بو چارون طرف پھیلی ہوئی تھی وہ کافور ہوگئی - شرر کی نجاست پسند طبیعت کو یہ بہت ناگوار گذرا اور کہنے لگے کہ اب آتش نفاق کی آنچ خوب تیز کرونگا اور دماغ کے دیگ بھبکے سے شراب خوش گوئی کے خم کے خم نکالکر سربازار لنڈھاؤنگا اور ایسی تعصب کی بو اڑاؤنگا کہ نفاست پسند حضرات کو راستہ چلنا دشوار ہو جائے حضرت پنچ کے شاہانہ مزاج کو یہ ضد بہت ناگوار گذری اور رنگین بیانیون کے ایسے چمن کہلائے کہ ہر ہفتہ پھولون کے ٹوکرے کے ٹوکرے اترنے لگے جنکی خوشبو سے دماغ معطر ہوگئے - مگر اسپر شرر کے دماغ کی گرمی کم نہوئی اور کہنے لگے کہ مین ایسی بولی بولونگا کہ اودھ پنچ کا ہر ابھرا چمن ویران ہو جائیگا یہ خبر بندۂ درگاہ کی کانون تک پہونچ گئی پھر کیا تھا حضرت پنچ کی قدیمی رفاقت کا خیال آگیا شمشیر آبدار میان سے نکل پڑی ہمت نے کہا پنچ کی تلوار کا لوہا بڑے بڑے مانے ہوے ہین اسکی چمک سے حالی کی آنکھون مین اب تک چکا چوند کا عالم ہے - سرشار بھی اسکی کاٹ کے قائل تھے - داغ اسی کا داغ دلپر لیگئے - پھر شرر کا کیا دم ہے - اک ذرا سی چنگاری کی ہستی کیا ہے - اسی تلوار کا پانی اسے بجھائیگا - ہمت پرواز کا تقاضہ ہوا کہ ہم بھی اپنی شمشیر سخن کے جوہر دکھائین پہلے تو خیال ہوا کہ شرر نے بہت عرب کے متعلق ناول لکھے ہین - ذرا انکی خوبیون کا پردہ فاش کردین - مگر عرب کے ناولونکو گور شتر خیال کرکے چھوڑ دیا - شدیشی تحریک کے اصول پر یہ دل مین آئی کہ شرر کا کوئی ایسا ناول چنا جائے جسمین ہندوستان کے متعلق شرر فشانی کی گئی ہو

یہ فکر ہوئی کہ ایسا ناول کہان سے لے اسی فکر مین غرق تھا اور عالم خیال مین خدا جانے کیا تماشہ دیکھ رہا تھا کہ (بدر النسا) کی آواز آئی کہ للہ میری مصیبت پر نظر ڈالیئے۔ یہ آواز آتے ہی کہ جھٹ آنکھ کھل گئی اور آنکھ کھلتے ہی کہا ع مجموعۂ خیال یہان فرد فرد تھا باقی آیندہ۔

راقم در ہر جگر ہے ہست خراش سخن ما
الماس تراش است تراش سخن ما

اودھ پنچ مطبوعہ ۲۶ - اکتوبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو رنمین پنچ کا خنجر غلاف سے
اڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

(بدر النسا اور اسکی مصیبت)

نمبر ۲

بدر النسا۔ یعنی بدر اور النسا۔ یعنی وہ بدر جس مین (نسائیت) کا مادہ موجود ہے یہ تو بدر النسا کی تشریح ہے۔ اب اور اسکی (مصیبت) کے کیا معنی۔ (مصیبت) تو خیر اعمال بد کا نتیجہ ہے۔ بیچارے (اور) نے کیا گناہ کیا ہے کہ وہ بھی بدر النسا کی مصیبت مین گرفتار اردو کی تو یہ ترکیب نہین فارسی کی یہ ترکیب نہین۔ ہو نہو فرانسیسی ڈکشنری کے

دسترخوان سے یہ ریزہ چنا گیا ہے (بدرالنسا اور اُسکی مصیبت) چہ خوش! یہ وہی مثل ہوئی کہ جیسے کوئی کہے کرسی اور اُسکے احمق) آخر اس (اور) کی علت غائی کیا ہے یہ تو حضرت عبدلئیم کے تخلص کیطرح بالکل بیکار ہے (خیر) اور پر غور کرنا فضول ہے۔

اب (بدرالنسا) کی وقت پیدا کرنے والی داستان ملاحظہ ہو ہی تو مصیبت کی داستان مگر شر نے واقعات کا تانا بانا اسطرح کھتیایا ہے کہ جسکے دیکھنے سے بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ یہ تو غالباً ناظرین اودھ پنچ کو معلوم ہو گا کہ حضرت عبدلئیم شرر نے یہ (مصیبت) اُس زمانہ مین آپنے سر لی تھی جس زمانہ مین کہ آپ اپنے تیشۂ قلم کے زور سے پردہ کی دیوار گرا رہے تھے اس خلاف قدرت قصے کے لکھنے سے آپ کی مراد یہ تھی کہ پردے کی خرابیان (عام سیلک) پر ظاہر ہو جائین مگر جہالت کی تاریکی مین سبھی دور کی جسطرح اونٹ ہمیشہ بغداد کی طرف بھاگتا ہی اسیطرح اس قصہ کے ترکیب دینے کے وقت آپ کی کینہ پسند طبیعت کا شتر بے مہار حیدرآباد کیطرف بھاگا چنانچہ اس قصہ کا حاصل یہ قرار دیا گیا کہ ایک صاحب (شوکت حسین) اپنی بہو کو لیئے ہوے حیدرآباد سے آرہے تھے۔ آٹارسی کے اسٹیشن پر ایک دوسرے بزرگ انکو ملے جو اپنی بھاوج کو ساتھ لا رہے تھے کانپور تک دونون نے ساتھ سفر کیا کانپور سے ایک صاحب فرخ آباد چلے گئے۔ دوسرے صاحب لکھنؤ چلے آئے۔ مگر کانپور کے اسٹیشن پر ایسا بھیڑ بھڑکا کہ حیدرآباد سے جو صاحب آرہے تھے انکی بہو کی ڈولی ان صاحب کی بھاوج کی ڈولی سے بدل گئی جو کہ آٹارسی سے ساتھ ہوئیے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ جس ڈولی کی سوار کو لکھنؤ کی گاڑی پر سوار ہونا تھا وہ فرخ آباد کی گاڑی پر سوار ہو گئی اور فرخ آباد والی سواری لکھنؤ کی گاڑی پر سوار ہو گئی (بدرالنسا اُس حرمان نصیب کا نام ہے جو حیدرآباد سے آرہی تھی اور لکھنؤ جا رہی تھی۔ مگر غلطی سے فرخ آباد پہونچ گئی) اس سے حضرت عبدلئیم شرر یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ پردہ بڑی خراب چیز ہے۔ اور اپنی منطق یون سمجھاتے ہین کہ اگر پردہ

لہ پہنچ۔ غلطی ہین کیا ہو۔ بدایون فرخ آباد ہی کے ضلع مین ہو۔ پھر جہان کی مٹی تھی وہان پہونچ گئی ۱۲

نہوتا تو ڈولی نہوتی اور اگر ڈولی نہوتی تو بدرالنسا پیدل ہوتی اور پیدل ہوتی تو اسکی کوئی پہچان ہوتی اور پہچان ہوتی تو وہ اسطرح گمراہ نہوتی یعنی جو صاحب اسے حیدرآباد سے لارہے تھے وہ اسکو لکھنؤ کی گاڑی میں بٹھلاتے - مگر ہم اس قصہ سے دو سرا نتیجہ کالتے ہین یعنی ریل کا سفر بڑی خراب چیز ہے اب اسکا سطحی پہلو ملاحظہ ہو یعنی ریل گاڑی نہوتی تو اسٹیشن ہوتا تو ہم بھڑ کا نہوتا - بھیڑ بھڑکا نہ ہوتا تو ڈولی نہ بدلتی اور بدرالنسا بیچاری پر مصیبت نہ پڑتی شاہی مین کوئی اسطرح گمراہ نہین ہوسکتا تھا انھین باتونکے لئے تو شاہی کرتے ہین -

یہ تو عام سچ ہے اگر اسنی سطح نے ترقی کی تو ایک روز مصنف کے دماغ مین انجن گھس جائیگا - اب خاص واقعات ملاحظہ ہون - بدرالنسا کے سسرے شوکت حسین جو کہ اسے حیدرآباد سے لارہے تھے سکنڈ کلاس مین بیٹھے تھے مگر کوئی ہمسفر ساتھ نہ تھا اسلئے جسوقت سے ایک ماما لیگئے تھے کہ نئی نویلی دلہن (بدرالنسا) کے ساتھ زنانی گاڑی مین بیٹھی - بدرالنسا کے باپ اکبر علی حیدرآباد مین اول درجہ کے وکیل تھے اور لیڈنگ مالدار تھے کرایہ کے لئے ساٹھ روپیہ مہینہ کا بنگلہ ٹھہرایا تھا مگر انھون نے بھی حضرت شتر کی مہار لڑکی کے ساتھ ایک ماما تک نکی بلکہ صدقے کی کبوتری کیطرح بدرالنسا کو اکیلا چھوڑ دیا

کیا شریفونکی بہوبیٹیان اسیطرح سفر کرتی ہین ؟ اور خصوصاً کاج کے بعد حیدرآباد سے لکھنؤ تک نہ کیا سسرے کے ساتھ روانہ کردیجاتی ہین - حضرت شتر کو تو دیہات کا خیال دماغ مین سمایا ہوا ہے کہ باڑی سے کرسی یا کرسی سے مہوبے جب گنوار اپنی ہوا بھاوج کو لینے جاتے ہین تو لڈا ڈوری لیکے جاتے ہین اور عورتوں کو تنہا لیکر چلے آتے ہین افسوس ہے تو صرف اسقدر کہ اگر حضرت شتر ایسے خلاف قدرت واقعات نہ لکھتے تو بیچاری بدرالنسا پر یہ مصیبت نہ پڑتی یعنی اگر ایک ماما پوچھوا سکے ساتھ ہوتی تو ڈولی نہ بدلنے دیتی -

علاوہ بریں اس کل رقت خیز داستان سے صرف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ڈولی کی سواری خراب چیز ہے پردہ سے اس سے کوئی تعلق نہین پردہ تو برقعے سے ہوسکتا ہے اور برقع

اڑنے کی وجہ سے ایسی باتیں نہیں پیش آسکتیں ہیں مگر حضرت شرر کو ان باتوں سے کیا مطلب انکو تو غریب بدرالنسا کو جھنڈے پر چڑھانا منظور تھا اصل داستان کی تو یہ کیفیت ہے۔ علاوہ اسکے مختلف واقعات ایک دوسرے کے متضاد وسج ہیں جنکی وجہ سے مولانا شرر پر حافظ نباشد کی مثل صادق آتی ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ شوکت حسین (بدرالنسا کے باپ) سکنڈ کلاس میں سفر کرتے تھے۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ حیدرآباد کے اسٹیشن پر بوریا بدھنا بغل میں دبائے گاڑی سے اُتر پڑے۔

یہ قطع تو اُن گنوار دنکی ہوتی ہے جو تیسرے درجہ سے جھولا سنبھالتے ہوئے اترتے ہیں دوسرے درجہ کے مسافر کو تو کسی نے نہ دیکھا ہوگا کہ بیگ بغل میں دبا کے یا صندوق سر پر رکھکے چلتا بنے۔ مولانا شرر نا دل لکھنا کا رہے دار دناحق اپنے تئیں ہنسواتے ہو پیشتر تو شوکت کو عام ہندوستانی مذاق کا شخص اور سیدھا سادھا آدمی کہا گیا۔ نیز یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ اُسپر انگریزی تہذیب کا اثر پڑا تھا اور سیدھے سادے خوش عقیدہ بزرگ تھے) مگر کھٹی (اکبر علی) سے شادی کے قدیم رسوم کی نسبت وہ ایک آزاد خیال اور تعلیم یافتہ نوجوان کے لہجہ میں فرماتے ہیں کہ (ابتو دنیا سے یہ رسمیں اٹھتی جاتی ہیں اور سچ یہ ہے کہ میں ان باتوں (کہ بیاہنے کو آنا لڑکے والوں کا کام ہے) میں بھی کسی بات کا پابند نہیں ہوں پھر بھی سیدھے سادھے خوش عقیدہ بزرگ فرماتے ہیں (مجھے تعلیم کا خیال سب باتوں پر مقدم رہتا ہے .... لڑکی کا آرام و آسائش سے رہنا اور سب طرح کی راحت بس اسی پر منحصر ہے کہ لڑکے کی لیاقت اچھی اور پوری ہو

واہ مولانا واہ (زور قلم) اسیکا نام ہے اگر یہی عالم کچھ روز اور رہا تو عرب کے ریگستانوں میں اگن بوٹ چلا دوگے اور پیرس میں چکی باندھ کے ہمالیہ کی چوٹی پہنچ جاؤگے

مرد خُدا ذرا تناسب الفاظ کا تو خیال رکھا کرو - کجا وہ سیدھے سادھے شوکت علے جنکی نسبت تم خود لکھ چکے ہو کہ وہ اسٹیشن کے شور غل سے گھبرا جاتے تھے اور بالکل پُرانے فشن کے آدمی تھے اور کجا اُنکے خیالات جو کہ خاص اونیسوین صدی کے طبلے کی تال مین جب بدرالنسا لکھنؤ کے بدلے فرخ آباد پہونچی تو اُسکے باپ نے فرخ آباد مین اُن صاحب (قاسم علیخان) کے نام تار دیا جنکے یہان وہ دھوکے سے چلی آئی تھی - اور کل واقعہ لکھا کہ ڈولی بدل جانے سے ایسا واقعہ پیش آیا - اب سنئے کہ تار کسطرح پڑھوایا گیا - قاسم علیخان پہلے تو ایک بڑھئی کے لونڈے سے تار پڑھوانے گئے جو کہ پڑوس مین رہتا تھا اور کچھ انگریزی جانتا تھا -

کیون صاحب کیا فرخ آباد کے شہر مین انھین کوئی شریف شخص ملا جس سے تار پڑھواتے آخر بڑھیئے کے لونڈے کا یہان کیا تک ہے - یہ محض دہات کی بود و باش کا اثر ہے ناول لکھنے چلے اور کوئی چول نہین بیٹھتی - اور چول بیٹھے تو کسطرح ناول لکھنا کار دارد ع کار بوزینہ نیست نجاری -

خیر بڑھیے کے لڑکے سے مطلب نہ نکلا تو اسٹیشن ماسٹر کے پاس دوڑے گئے اسٹیشن ماسٹر نے تار تو پڑھ دیا مگر اُسکے ساتھ یہ رائے بھی ظاہر فرمائی کہ (واہ پردے سے یہ نیا گل کھلا - اس اندیشہ کی طرف شاید کبھی کسی کا خیال بھی نہ گیا ہوگا) واہ مولا تیرا واہ - معلوم ہوتا ہے کہ اسٹیشن ماسٹر بھی کرسی کا رہنے والا تھا ورنہ ایسا نک برجراحت) فقرہ نہ کہتا -

شروع مین بدرالنسا کے خاوند (عسکری) کی نسبت یہ لکھا گیا ہے کہ (عسکری) کی عمر اٹھارہ سال کی ہے . . . . انٹرنس پاس کر چکا اور اف اے کے فرسٹ ایر مین ہے) آخری صفحہ پر یہ تحریر ہے کہ عسکری کو جبکہ وہ اسکول سے گھر کی طرف آرہا تھا ایک شخص نے چُھریان بھونک بھونک کر مار ڈالا -

کیون مولانا عسکری ایف اے کے فرسٹ ایر مین تعلیم پانے کے بعد اسکول مین کسطرح آگیا - انگریزی کی لیاقت تو مولانا کی ماشاءاللہ بہت سے ڈگری یافتہ حضرات سے بڑھی ہوئی ہے مگر اسکول اور کالج کا فرق نہین معلوم ہے کرسی کی ہوا کا خدا بھلا کرے جب یہ دماغ مین سماتی ہے تو پھر حافظہ مین بھی فتور آجاتا ہے - باقی آیندہ

راقم
در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراش ست تراش سخن ما

اودھ پنچ مطبوعہ ۲- نوبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو رنمین پنچ کا خنجر غلاف سے
اُڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

بدرالنسا اور اُسکی مصیبت نمبر ۳

تناسب واقعات کے گڑبڑ سے جو بھول بھلیان حضرت شرر نے بنائی ہے اسکے ایک ادھ گوشہ کی سیر تو پچھلے نمبر مین ہو چکی - اس تمام بھول بھلیونکی سیر کا اندازہ ہو سکتا ہے - اب حضرت شرر کی زباندانی کا رنگ ملاحظہ ہو - سُنتا ہون حضرت شرر کو بدرالنسا کی مصیبت پر جہان اور نازہین و بان ایک یہ بھی فخر ہے اس ناول مین لکھنؤ کی شریف زادیون کی زبان لکھی گئی ہے اور فصیح ابیانی کا کیا کہنا

وہ تو (بدرالنسا کی صحبت) سے کسی طرح ماتم خانہ سے کم نہیں۔ اس شمع سے پھول
الفسوین اُن سے ایک ہار تیار کرنے کا ارادہ ہے جب یہ ہار تیار ہو جائیگا تو حضرت
شمر کی زیب گردن ہو گا اور پونکہ شمع کے پھول کھا رہے لہذا طوق زرین سے کم نہ ہو گا
یہ جلتے بلتے پھول (مقدمات) مین اور ہار انھین کا سلسلہ ہے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا
آمدم برسر مطلب۔ اس آل مالی کا اصل ہے جسکو آپنے اول ہی قدم قدم پر
ٹھوکرین کھائی ہین۔ انکا حال سنسل درج ہے **پہلی ٹھوکر** کبری بیگم کے مزاج کی کیفیت
بیان کرتے ہوئے فرماتے ہین (قاعدہ تھا کہ جہان کسی بات کو ایکدفعہ کہا ہین رٹ لگجاتی ہے)
کیون صاحب یہ کیسی قاعدہ ہے (بیر) اڑا دیا کہنا چاہیے تھا (یہ قاعدہ تھا)
دوسری ٹھوکر پر ارشاد ہوتا ہے کہ جہان کسی بات (کو) ایکدفعہ کہا) کیون نہ یہ
(کو) تو آپکا بڑا زانیق دہ ہے بس (بدرالنسا کی صحبت) مین ساتھ نہ دے گی ایسی لکھنؤ
نہ کہین گے کہ (جہان کوئی بات ایکدفعہ کہی) انھین (کو) سے زیادہ رغبت نہین یہ
(کو) (شرانڈ کو) ہی کو مبارک رہے۔ **تیسری ٹھوکر** (بس رٹ لگجاتی)
کیا سننے یون لکھا ہوتا کہ (بس اسی کی رٹ لگجاتی) آپکا اختصار بھی قیامت کا اختصار ہے
اکثر حضرات سطر گفتگو کرتے ہین کہ آدھی بات سُنائی دیتی ہے اور آدھی رئیس مبارک کے
جھاگ جیسا دیتے بیٹھ کر رہجاتی ہے مگر حضرت شمر کے لئے تو یہ عذر نہین پیش کیا جا سکتا
کیونکہ زبان تو اُنکی داڑھی سے دور رہتی ہے **چوتھی ٹھوکر** فرماتے ہین گھر سے خوش حال تھین۔
(خوشحال) تو اکثر کہا دن کا نام ہوا کرتا ہے لکھنؤ کا محاورہ تو یہ ہے کہ (گھر سے خوش تھین) خوش کے
بعد (حال) پر حضرت شروعد کرین مگر فصاحت کا اشارہ کچھ اور ہے **پانچوین ٹھوکر** اب اور
سنیے۔ زبانداني کی چول اسطرح بیٹھا لیجاتی ہے کہ (خدمت گار تو دروازے کے باہر رہتے اور خوش

لہ اوڈھ پیچ کمن ہے سیاہی پوچھنے کے لئے داڑھی تک پہونچ گئی ہو ۱۲ سے ۵۲ انکا اور خدمتگار کا اکٹھا کر دینا
صحیح ہے۔ گر یہ غلطی کاتب کے سر تھوپی جائیگی ۱۲ + + +

اس لیئے کہ اُن کا سابقہ میان سے تھا . . . . شامت تھی تو) ماماؤنکی) سبحان اللہ کیا پاکیزہ بندش ہے خصوصًا دور دار سے) کا ذکر کسقدر بر محل ہے اگر یہ کہا جاتا کہ خدمتگار تو باہر رہتے ہیں) تو شاید لوگ یہ سمجھتے کہ بی بیگم کے مکان میں (دروازہ نہ تھا) اسلئے حضرت نے نے صاف الفاظ میں بیان کر دیا کہ (دروازہ) بھی تھا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت تیر کے نشیمان سے ہوئے ہیں ۔ پہلی ٹھوکر ہی ٹھکانے پر (پہنچ) گئی) تعجب ہے معلوم ہوتا ہے کہ (کی چوٹ میں (ہار بیٹھا) سا قوسین ٹھوکر اور خوش تھے اسلئے کہ انکا سابقہ میان سے تھا) اس قید کی انگریزی ترکیب خاص اُس زمانے کی یاد دلاتی ہے جبکہ مولانا انگلستان میں تشریف لیگئے تھے ۔ کیونکہ سنتے ہیں اس زمانے میں ہمارے علم دوست مولانا نے جہاز پر لاہور سے انگریزی زبان سیکھی تھی) وہی اثر اب تک دماغ میں باقی ہے ورنہ اردو میں تو خیال اسطرح ادا کیا جاتا کہ (اور اس سے خوش تھے) یا یوں کہیں گے کہ (اور خوش تھے کہ انکا) آٹھویں ٹھوکر (انکا سابقہ میان سے تھا) ہے بھی کیا خوب اس جملہ کو یوں ترتیب دینا چاہیئے کہ (انکو میان سے سابقہ تھا) اس اصلاح سے تو مولانا خوش ہو گئے ہونگے کہ (کو) (انکا) نویں ٹھوکر اس بدنصیب بچہ کی نسبت ایک اور بات دریافت طلب ہے کہ دو جگہ (تو) کا استعمال کس غرض سے کیا گیا ہے اور سوائے اسکے کہ (تو) (کو) کا ہم وزن ہے اور کوئی وجہ اس سے اس کی معلوم نہیں ہوتی ۔ (یا خدمتگار) کے بعد جو (تو) صاحب دو زانو بیٹھتے ہیں انھیں رخصت کیجئے یا ماماؤں کے پیچھے جو (تو) صاحب پیش خدمت نے دے جلوہ گر ہیں انھیں بس بیٹھنے دیجئے مختصر یہ کہ پورا جملہ قابل اصلاح ہے ذیل کی صورت پر اسے ترتیب دینا چاہیئے (خدمتگار باہر رہتے تھے اور خوش تھے کہ انکو میانسے سابقہ تھا . . . . شامت تھی تو ماماؤں کی ۔

(سونین ٹھوکر ماؤن کی نسبت فرماتے ہین کہ اسلیئے بیچاریون سے نوکری چھوڑتے بھی نہ بن پڑتی - مین دیکھتا ہون کہ جسطرح حضرت شر کو (کو سے اُنس ہے اسیطرح تھی اور تھا وغیرہ سے نفرت ہے (نہ بن پڑتی) کے کوئی معنی نہین ہین کہنا چاہیئے تھا کہ نوکری چھوڑتے بھی نہ بن پڑتی تھی) گیارھوین ٹھوکر ارشاد ہوتا ہے کہ (عسکری) ... ان کے بکنے جھکنے کے ڈر سے ہمیشہ باہر رہتا اور گھر مین آتا بھی تو ڈرتا ڈرتا اور سہما ہوا — عسکری بہت پیارا بچہ تھا گو اچانک سُک سے درست اور سوچ اس مین ایک اور اب پڑھنے لکھنے مین جی لگانے لگا تھا - اس جملہ مین (اور) کا استعمال غور طلب ہے اب ہم سمجھے اس نادل کا نام (بدر النسا اور اُسکی مصیبت) اس لیے رکھا گیا ہے کہ (اور) کا استعمال کثرت کے ساتھ کیا جائیگا ایک صاحب بات بات پر (گویا کہ) کہا کرتے تھے ہمارے حضرت شر (اور) سے مانوس ہین - ابھی تک تو (کو) اس شرف سے بہرہ ور تھا اب (اور) اسکا رقیب پیدا ہوا اور ایسا ہونا جائے حیرت نہین ع (کو) نہین (اور) سہی اور نہین اور سہی - بارھوین ٹھوکر بہرحال کبریٰ بیگم اکثر یکہ و تنہا ہی رہتی تھین (یکہ و تنہا) تو سُنا تھا - مگر یکہ تنہا ہی خاص شرر ایند کو کے کارخانے کی کسی مادی مشین سے ڈھلکر نکلا ہے ایسی خانہ ساز یکہ بین کسے نصیب ہین —

راقم
در ہر جگرے ہست خراشش سخن ما
الماس تراش ست تراش سخن ما

اودھ پنچ مطبوعہ ۹ نومبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو رنگین پنچ کا خنجر غلاف سے
اُڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

بدر النسا اور اسکی مصیبت نمبر ۴

تیرھویں[۱۳] ٹھوکر بہر حال کبریٰ بیگم اکثر یکہ و تنہائی رہتی تھیں کہ اے سبحان اللہ (یکہ و تنہا) کے بدلے (یکہ و تنہائی) بھی کیا خوب ہے اگر یکائی لکھا جاتا تو زیادہ مناسب ہوتا اور نہ کچھ سہی (اکائی دہائی) کا وزن پورا ہو جاتا اور اس سے ریاضی کی قابلیت کا سکہ جم جاتا

چودھویں[۱۴] ٹھوکر اب یہاں کوئی بڑے بہلے کا تو ذکر نہیں لیکن ہاں اتنا ضرور کہونگا کہ تم نہ الٹی سمجھو نہ سیدھی یہ (لیکن ہاں) کسقدر فصاحت کے رنگ میں شرابور ہے بلکہ تر بتر ہے غالباً یہ کسی انگریزی کی (خوشنما ترکیب) کا ترجمہ ہے۔ مرد خدا یا تو صرف (لیکن) لکھو یا (ہاں) لکھو[۱] (لیکن ہاں) تو کوئی معنی نہیں رکھتا (ہاں) کے معنے اس موقع پر خود لیکن کے ہیں اگر تنہا استعمال کیا جائے تو بیشک صحیح ہے ورنہ (لیکن) کے ساتھ بے تکی ہانک سے کم نہیں۔ یا یہ کہو کہ (لیکن اتنا تو ضرور کہونگا) (یا ہاں اتنا ضرور کہونگا) افسوس مولانا کو اردو ٹھاری کا پیشہ اختیار کئے ہوئے عمر گذری

---

[۱] پنچ کہو ہاں ۱۲ + + + + + + +

مگر ایک جملہ صحیح نہ آیا افسوس صد افسوس ع شتر شد پیر و شاشیدن نیاموخت ۔
پندرھویں ٹھوکر "تم تو نہ اُلٹی سمجھتے ہو اور نہ سیدھی" محاورہ ہے کہ فلان شخص نہ اُلٹی ہی سمجھتا ہے نہ سیدھی مگر آپ محاورے مین تصرف نکرین تو آپکے وطن کی آبرو کیونکر قائم رہے ۔ اور تو اور یہ اُلٹی سمجھتے ہو (کے بعد) اور کسقدر بھلا معلوم ہوتا ہے ۔ بس بعینہ یہ نظر آتا ہے کہ اونٹ کے گلے مین بلی لٹکا دیگئی ہو تخلص کی پھریری تو کانون مین کھُبی ہوئی ہے ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاعری کی بُو بھی دماغ مین سرایت کر گئی ہوگی ۔ اس خیال سے آتش کا مصرع سنداً پیش ہے ع ۔
نہ اُلٹی ہی سمجھتا ہو نہ وہ رشک قمر سیدھی ۔ دیکھئے اسمین (اور) کو دخل نہین ہے لیکن آپکا اصول تو بقول قدر بلگرامی یہ ہے ۔ اور چلے اور چلے سا تیا ۔
سولھویں ٹھوکر بی بی کی یہ بدمزاجی دیکھ کے شوکت حسین نے ایک لاپروائی سے کچھ کہتے ہوے باہر چلے گئے "
قسم خدا کی یہ جملہ دیکھکر تو حضرت شرر کی شان مین سید انشا کا یہ مصرع پڑھنے کو دل چاہتا ہے ع ۔ روئی جو کھانی ہوئے تو پنجاب جائیے ۔ پنجاب مین اس نے کی بڑی قدر ہے واللہ ہمارے حضرت کی زبان بھی طرفہ معجون ہے کرسی کے محاورے اسمین پنجاب کے محاورے اسمین بلیدن کن کے محاورے ع پھل یک سے اتنی بیندرت ہو خدا کی مکن ہے کہ (صرح) یا بہار عجم) یا مصطلحات مین اس (نے) کی سند ملجاے ۔ بہتر ہے اس معاملہ مین بھی اُسی بغلول قدیم سے رجوع لائیے جو اپنی ذات بابرکات سے آپکو فیض پہونچانے کے لئے تیار ہو ۔ سترھویں ٹھوکر بی بی کی بدمزاجی دیکھ کے شوکت حسین نے (لکھنا تھا (بیوی) اور لکھ گئے بی بی کیون نہو مصیبت کے وقت مُنھ سے کچھ کا کچھ نکل جاتا ہے اٹھارھویں ٹھوکر بی بی بیگم اس بے پروائی پر

لہ پنج کرسی ۱۲ + + + + + + + + +

اور برہم ہوئین میان پر تو کچھ زور نہ چلا غریب ماما پر برس پڑین چلا کے کہا اے عباسی یہ تھا کیا یہ تیرے پاس کیون آئے تھے۔

پہلا حسن تو اس جملہ کا یہ ہے کہ چار جگہ (یر) کتنا مناسب و موزون معلوم ہوتا ہے یہی (پر) مولانا کے طائر شہرت کے پر ہین۔ اگر اسطرح نہ لکھتے تو لوگ کہتے کہ بے پر کی اُڑائی ہے۔ مگر ہم اتنا ضرور کہین گے کہ ناول لکھنے کا تو حضرت کو اختیار ہے۔ لیکن اس (پر پر) کی سند نہین ہے۔ علاوہ اسکے انیسوین ٹھوکر اس جملہ مین (چلا کے کہا) اتنا ہی بے ربط ہے۔ جیسا کہ لکھنؤ مین کرسی کا باشندہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ افیون کی پینک مین لکھا گیا ہے یعنی یہ لکھا کہ غریب ماما پر برس پڑین اور اونگھ گئے اور پھر دو گھڑی بعد چونکے تو ایکبار گھبرا کر لکھدیا کہ چلا کے کہا) پھر غین ہو گئے۔ اتنے مین صبح کی نوبت کی آواز جو کانین گئی تو ایکبار آنکھین ملتے ہوے اُٹھے اور حقے کا ایک کش کھینچکر یہ لکھدیا کہ (اے عباسی یہ تھا کیا الخ) ورنہ حواس خمسہ کی درستی کے عالم مین جو شخص اس جملے کو لکھے گا وہ اسطرح لکھے گا کہ (کبریٰ بیگم بے پروائی دیکھکر اور برہم ہوئین میان سے تو کچھ زور چل نہ سکا غریب ماما پر برس پڑین۔ اُس سے چلا کے کہنے لگین کہ سُن تو سہی عباسی یہ تھا کیا۔ آخر یہ تیرے پاس کیون آئے تھے الخ۔ کبریٰ بیگم کی کوئی اپیچ نہین دے رہی تھی کہ وہ (اے عباسی) کہتی۔ ایسے موقع پر سُن تو سہی کہا جاتا ہے انیسوین ٹھوکر عباسی جوان تھی چہرے پر جوانی کا نمک ابھی برقرار تھا۔ وہ نوکری نہ کرتی۔ مگر میانکی تنخواہ کے چھ روپیون مین اس مہنگی سمین مین پوری نہ پڑتی مجبوراً گھر چھوڑ کر نوکری کو نکلنا پڑا۔ لیکن اپنے میانکی صورت کی عاشق تھی اور وہ بھی روز شام کو آکے دو باتین ضرور کر جاتا۔

اس جملہ کا کہا کہنا کیا بلحاظ ترتیب الفاظ اور کیا بلحاظ تسلسل خیالات یہ اپنے رنگ مین جواب نہین رکھتا بس بجینہ یہ سمان آنکھونکے سامنے پھر جاتا ہے کہ طبلہ الگ جا رہا ہے

اور سارنگی الگ جا رہی ہے اور گانے والا اپنی آلاپ رہا ہے - انیسوین صدی کی آزادی کے تمام اصول اس مطلع میں سما گئے ہیں یعنی ایک فقرہ دوسرے فقرہ کا دہیل نہیں ہے بلکہ خود شتر بے مہار کی طرح جس رُخ چاہتا ہے بھاگا جا رہا ہے - اب اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو -

جس حالت میں یہ کہدیا کہ (عباسی جوان عورت تھی) تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی - چہرے پر جوانی کا نمک ابھی برقرار تھا - ابھی کا استعمال تو اُسوقت مناسب معلوم ہوتا اگر یہ کہا جاتا کہ (عباسی کی جوانی کا عالم گذر گیا تھا مگر چہرے پر جوانی کا نمک ابھی برقرار تھا - یوں تو سیکڑوں) ابھی بڑھا دیے جا سکتے ہیں کہ عباسی جوان عورت تھی چہرے پر جوانی کا نمک ابھی برقرار تھا - بال ابھی سیاہ تھے دانت ابھی مضبوط تھے آنکھ میں ابھی روشنی تھی وغیرہ وغیرہ انیسوین ٹھوکر علاوہ بریں جوانی کا نمک بمعنی دار و گیر بڑھاپے کا بھی نمک ہوتا ہے - اسقدر کہنا کافی تھا کہ چہرے پر نمک ابھی برقرار تھا - جوانی کا نمک شاید کرسی کے پنساریوں کے یہاں ملتا ہوگا - بائیسوین ٹھوکر (جوانی کے نمک) کا ذکر کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ وہ نوکری نہ کرتی مگر میاں . . . . . چھ روپیہ میں پوری پڑتی) کیوں صاحب یہ جوانی کے نمک اور نوکری کرنے یا نہ کرنے سے کیا تعلق ہے - آخر آپکا اُن دو جملوں کے ایک جا کرنے سے کیا منشا ہے - کیا آپکا مطلب یہ ہے کہ وہ جوانی کے نمک کی تجارت کرتی اور نوکری نہ کرتی علاوہ اسکے تیئیسوین ٹھوکر - پوری پڑتی کے بعد (تھی) ہونا لازمی ہے مگر جیسا کہ بیشتر لکھا گیا ہے کچھ (تھی) اور (تھا) سے حضرت کو ایسی نفرت ہے کہ انھیں خواہ مخواہ حذف کر جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کیلیں پرانی ہوگئی ہیں اور انمیں جوانی کے نمک) کی پٹ نہیں باقی رہی ہے - اسلئے آپکی جدت پسند طبیعت انسے بیزار رہتی ہے - اسیطرح - چوبیسوین ٹھوکر - دو باتیں ضرور کر جاتا کے بعد (تھا) غائب ہے - گو کہ یہ تمام جملہ لدھڑ کنکوے سے کم نہیں اور اسکی درستی ناممکن ہے

تاہم کوشش شرط ہے معنوی حیثیت سے تو اسکی اصلاح اُسیوقت ہوسکتی ہے جبکہ اس دماغ کی فکر کیجائے جس سے کہ یہ جملہ (صادر) ہوا ہے لیکن ترتیب الفاظ کی اصلاح ایک حد تک ممکن ہے۔ یعنے جملہ کو یون لکھنا چاہتے تھا کہ (عباسی جوان عورت تھی) چہرہ پر نمک ہوتا وہ نوکری نکرتی لیکن چونکہ اس مہنگی سمین مین میان کی تنخواہ کے چھ روپیون مین پوری نہ پڑتی تھی اسلیئے اسے گھر چھوڑ کر نوکری کو نکلنا پڑا تھا۔ مگر وہ اپنے میان کی صورت کی عاشق تھی۔ اور وہ بھی روز شام کو آکر اس سے دو باتین کر جاتا تھا۔

راقم در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراش ست تراشِ سخن ما

اودھ پنچ مطبوعہ ۱۶۔ نومبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو زمین پنچ کا خنجر غلاف سے
اُڑنے لگے شرر دمِ خارا شگاف سے

بدر النسا اور اُسکی مصیبت نمبر ۵

ٹھوکر نمبر ۲۵ میان بس اتنا کہنے کو آئے تھے کہ اسے کھانا دلوا دو۔ آخر (کو) کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت آتش نے اپنے خطوط مین اسکی خوب دھجیان اڑائی ہین۔ بدر النسا کی مصیبت مین (کو) کا زور کم ہے۔ مگر تب بھی کہین کہین اس

جھاڑ جھنکاڑ مین بھی یہ حشرات الارض کسطرح رینگتا نظر آتا ہے۔

ٹھوکر نمبر ۲۶ کبریٰ بیگم خاص الخاص (لکھنؤ کی شریف زادیون کے لہجہ مین عباسی ماما سے کہتے ہین (اُنھون نے (یعنی کبریٰ بیگم کے شوہر شوکت حسین نے) اسی لیئے تو لاکے گھر مین بٹھایا ہے کہ تجھ سے ہنس بول کے مجھے کڑھائین۔ مین حضرت شر سے پوچھتا ہون کہ ماما نوکر رکھی جاتی ہے کہ گھر مین بٹھائی جاتی ہے اگر نوکر رکھنے کے لیئے (گھر مین بٹھانا) کہہ سکتے ہین تو برخاست کرنے کے لیئے گھر سے اُٹھانا کہنے مین کیا ہرج ہے۔ مثلاً اگر کوئی یہ مفہوم ادا کرنا چاہے کہ فلان شخص مفسدہ پردازی کیوجہ سے دکن سے نکالا گیا" تو کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ فلان شخص دکن سے اُٹھا دیا گیا" کچھ روز عروس سخن کے گھر بیٹھین تب کچھ سلیقہ آئیگا ورنہ یہ تال بے تال بکر کود ہمیشہ ہنسوائے گی ٹھوکر نمبر ۲۷ عباسی ماما شوکت حسین سے کہتی ہے مگر میان آپ مجھ سے بات نکیا کیجئے۔ آپ تو ہر طرح اچھے رہین گے مگر مین گھر بار سے گذری ہونگی تمھین اپنے قدردانون کے سر کی قسم انصاف سے کہدو کہ اس جملے کے معنے کیا ہین گھر بار سے گذری ہونگی" چہ معنی دارد۔ یا تو ایک لغت بناؤ جسمین اپنی خانہ ساز ترکیبون کی تشریح کر دیا کرو (اُس لغت کا نام کرسی اللغات رکھو) ورنہ شاری سے ہاتھ اٹھاؤ اس پیشہ مین تمھارے لیئے ذلت کے سوا کچھ نہین دھرا ہے میان سردی کی فصل آئی ہے ماش کی کچھری کھاؤ اور لحاف تان کر سو رہو کیسی شاری اور کہان کا زور قلم۔

مذکورۂ بالا جملہ مین دونون (مگر) گرکسقدر زیب دیتے ہین شاری کو شر نے

لہ حضرت شر کو یہ ناز ہے کہ بد انشا کی مصیبت مین لکھنؤ کی شریف زادیونکی زبان لکھی گئی ہے۔ حالانکہ شریف زادیان تو درکنار لکھنؤ کی ڈومنیون کی بھی زبان شر کو نصیب نہین۔ بیشک آپنے کرسی کی (شریف زادیون کی) زبان لکھی ہو تو عجب نہین۔ کیونکہ شر وہین کے شریف زادے ہین ۱۲ لہ پنج پھر خوب ہوا بندر رہیگی ۱۲ + + +

(علم دریاؤ) بنادیا ہے - اسی دریاؤ مین یہ دونون (مگر) کروٹین لے رہے ہین - مگر ہمارے اعتراضات کے ایک ہی فیر مین دونون اُڑے جاتے ہین دیکھو اِس مفہوم کو یون ادا کرتے ہین - میان آپ مجھ سے بات نکیا کیجئے آپکا تو کچھ بگڑے گا نہین مین گھر بار سے نکالی جاؤنگی" ٹھوکر نمبر ۲۸ ایک اور لطیفہ ملاحظہ ہو - مندرجۂ ذیل مکالمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کبریٰ بیگم اور شوکت حسینؑ مین در پردہ مادر و پدر کا مذاق بھی ہوا کرتا تھا ؟ شوکت حسینؑ یہان تو خود اُنکا خط موجود ہے - کبریٰ بیگم - اب یہ خبر کہ کسکا ہے ؟ ہم پوچھتے ہین کہ (کسکا ہو ؟) اس موقع پر کسقدر بھلا معلوم ہوتا ہے - معترض کہتے ہین کہ حضرت بالکل عنب الثعلب خشک ہین اور مذاق سے مس نہین رکھتے ہین وہ دیکھین کہ اس مکالمہ مین کیا در پردہ مذاق موجود ہے -

ہمکو اس موقع پر ایک روایت یاد آگئی ایک کُرسی کے مولویصاحب لکھنؤ کے کسی گندھی کی دُکان پر عطر خریدنے گئے - گندھی نے کہا کہ عطر حاضر ہے مولویصاحب نے کہا کہ کسکا ہے ؟ گندھی نے جواب دیا کہ کُرسی کی مٹی کا" عطر بھی مٹی کا ہوتا ہے اور آدمی بھی ٹھوکر نمبر ۲۹ شوکت حسینؑ اپنی بیوی سے سالی صاحب کی نسبت کہتے ہین کہ کل دوپہر کو یہان لکھنؤ کے اسٹیشن پر آپہونچین گے - چہ خوش ! (آدھمکین گے) لکھا ہوتا تو کچھ معنی بھی پیدا ہوجاتے (آپہونچین گے) تو محض مہمل ہے ٹھوکر نمبر ۳۰ (مین نے) جو کچھ کہنا تھا کہدیا اب تمھین اختیار ہے" اس موقع پر (مین نے) کسقدر بے محل استعمال ہوا ہے یہ (نے) خاص پنجاب کا سکہ ہے - کیون نہو حضرت پنجاب کی ہوا بھی کھا آئے ہین - معلوم ہوتا ہے کہ وہی ہوا پیٹ مین بھری تھی - بدرالنسا کی مصیبت لکھتے وقت لکھنؤ مین چھوڑ دی - مگر افسوس ہے کہ تب بھی حضرت شرر کی تاریخ کی ہوا نہ بندھی -

ٹھوکر نمبر ۳۱ بڑی بیگم لکھنؤ کی شریف زادیون کی زبان مین فرماتی ہین کہ (مجھے تو جب یقین آئے کہ وہ اصل خیر سے یہان آکے پہونچ جائین) واقعی (آکے پہونچ جائین) خاص لکھنؤ (یعنی دار السلطنت اودھ) کی فصاحت ہے۔ افسوس باوجود عیش کے شر کو یہ نظر نہ آیا کہ (آکے) اس موقع پر لنگڑی کرسی کے پشتیبان کیطرح بالکل بیکار ہے۔ محض (پہونچ جائین کافی ہے۔

ٹھوکر نمبر ۳۲ حضرت شر فرماتے ہین کہ (اکبر علی کچھ دنون وطن مین تلاش معاش کرتے رہے جب کچھ کام نہ چلا تو بی بی کو ساتھ لیکر غریب الوطنی اختیار کی اور حیدر آباد دکن کو روانہ ہوئے) کسی نے سچ کہا ہے کہ آپ بیتی کہون کہ جگ بیتی۔ اسیطرح حضرت جب دیکھتے ہین کہ لکھنؤ مین کچھ کام نہین چلتا) تو حیدر آباد دکن روانہ ہو جاتے ہین اسیطرح اکبر علی بھی تو کدم حیدر آباد ہی بھاگے۔ خیر ہمکو اس جھگڑے سے مطلب نہین امر ضروری یہ ہے کہ (کام چلنا) اس موقع پر بالکل بے محل استعمال ہوا ہے۔ کہنا چاہئے تھا کہ جب کوئی تدبیر کارگر نہوئی) اور غلبۂ ذکاوت سے لکھ گئے کہ جب کچھ کام نہ چلا۔ اگر کسی شخص کو تجارت مین یا اور کسی پیشہ مین کامیابی نہین ہوتی ہے تو اُس خاص موقع پر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ فلان شخص کا کام نہین چلا۔ نہ کہ تلاش معاش مین ناکامیاب رہنے کا مفہوم ان الفاظ مین ادا کیا جاتا ہے۔ یا مثلاً کسی شخص پر مصیبت پڑے اور وہ گھر کا زیور گرو رکھ کر اپنا کام نکالنا چاہے اور پھر بھی شامت اعمال سے ناکامیاب رہے۔ تو یہ کہا جائیگا کہ فلان شخص نے اپنے گھر کا زیور گرو رکھنے مین بھی تکلف نہ کیا لیکن تب بھی کمبخت کا کام نہ چلا۔ یہی دو اک مفہوم کا کام چلنے کے ہین۔ زیادہ تشریح کی ضرورت نہین۔ عقلمند را اشارہ کافی است۔

حضرت شر کو لکھنؤ کے سیدھے سیدھے محاورون کے مفہوم سے واقفیت نہین اور اساتذہ لکھنؤ کے مرشد و پشت پناہ بننے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہین اور کیا لکھون۔

ع شیخ صاحب پکارتے پھریئے ہر گلی کوچے کام ناول کا۔

ٹھوکر نمبر ۳۳ کبریٰ بیگم کو نکاح کے دن سے کبھی میکے کا مزہ نہین نصیب ہوا تھا جسکا اکثر صدمہ رہتا تھا۔ سبحان اللہ کیا زبان ہے۔ میکے کا مزہ بھی کیا خوب واللہ پیاری بدرالنسا کی داستان لکھتے لکھتے حضرت مزے مین آگئے اگر سسرال کا مزہ کہا جائے تو چنداں ہرج نہین کیونکہ لڑکیان اپنے شوہرونکی چاشنی محبت سے حظ اُٹھاتی ہین۔ یہی سسرال کا مزہ کہا جا سکتا ہے لیکن حضرت سے کوئی پوچھے کہ میکے کا مزہ کیا بلا ہے اور کسطرح حاصل ہوتا ہے ممکن ہے کہ کسی مین میکے کے مزے کا چٹخارہ بھی ہوتا ہو لہذا حضرت نے اپنے وطن کی رسم لکھدی۔

راقم در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراش ست تراش سخن ما

از اودھ پنچ مطبوعہ ۱۴ نومبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو مین پنچ کا خنجر غلاف سے
اُٹھنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

بدرالنسا اور اُسکی مصیبت نمبر ۶

ٹھوکر نمبر ۳۴ ارشاد ہوتا ہے کہ (اکبر علی کو زیادہ ٹھہرنے کی فرصت نہ تھی

. . . . بہن نے زیادہ ٹھہرنے پر اصرار کیا" سبحان اللہ ٹھہرنے) پر کیا انکار ہے اور کیا اصرار ہے۔ لکھنؤ کا تو ایک بازاری شخص بھی گفتگو میں اس لفظ سے پرہیز کرتا ہے مگر مولانا اگر ایسی حماقتیں نکریں تو کرسی کی آبرو کسطرح قائم رہے۔ مرد خدا ایسی موقع پر (ٹھہرنے) کے بدلے قیام کرنا استعمال کیا جاتا ہے۔

ٹھوکر نمبر ۳۵ اُن دنوں مقدمات کا زیادہ ہجوم تھا اور زبردستی موکلونکو دم دلاسا دیکے (اکبر علی) نے صرف پندرہ روز کا زمانہ اس سفر کے لئے نکال لیا تھا" (زبردستی دم دلاسا دینا) بھی کیا خوب۔ یہ ویسا ہے جیسا کوئی شخص کہے کہ فلان شخص نے زبردستی کے ساتھ انھین دھمکی دی) افسوس زبانکی دعویٰ اور اتنی خبر نہین کہ (زبردستی) کے معنی ہی یہ ہین کہ (دم دلاسا) کی گنجائش باقی نہین رہی۔ ٹھوکر نمبر ۳۶ اب ذرا لکھنؤ کی شریف زادیون فرماتے ہین (بلقیس نے کہا بہن اب تم لیٹ کے سو رہو۔ تین دن کی تھکی ہو۔ قسم خدا کی لیٹ کے سو رہو) کی ترکیب کسقدر بانکی ہے۔ (لیٹی ہوئی شر) اسی کا نام ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کھڑے کھڑے بھی سو جاتے ہین کہ جا بیجا سو رہنے کے لیئے لیٹنے کے لئے یہی ارشاد ہوتا ہے۔ چنانچہ (بدر النسا کی مصیبت مین متعدد جگہ فقرہ ملے گا صفحہ ۱۸ پر یہ لکھا ہے الغرض باتین کرتے کرتے دونون لیٹ کے سو گئے۔ صفحہ ۲۰ پر یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ایک لڑکی نے چپکے سے عسکری کو وہان پہونچا دیا اور سب لیٹ کے سو رہے) آخر اسکی وجہ کیا ہے؟ یا تو مولانا اکثر رات کو ناول لکھتے لکھتے کرسی کے ڈنڈے پر ہاتھ رکھ کے بیٹھے بیٹھے اونگھ جاتے ہین اسی لیئے ذاتی تجربہ کے لحاظ سے ہر مقام پر تشریح کر دیجاتی ہے کہ لیٹ کے سو رہے مگر اتنا خیال نکیا کہ آدمی نہوے لینڈی گئے ہوے کہ لیٹے جاتے ہین۔ اگر لیٹ کے سو رہے یہ صحیح ہے تو پھر پاس وضع کے معنی یہ ہین کہ یہ بھی لکھا کرین کہ ——

منھ کھول کے کھانا کھایا - کھڑے ہو کر چلے -

ٹھوکر نمبر ۳۷ فرماتے ہین کہ (بدرالنسا جو بدرو کہلاتی تھی ابھی پانچ برس کی بچی تھی) بچہ کی مادہ بچی" بھی کیا خوب - واقعی سچی امنشا پردازی امیکا نام ہے - کہنا یہ چاہیئے تھا کہ (پانچ برس کی بچی تھی" اور غلبۂ ذکاوت سے کہہ گئے (بچی) غالبًا یہ بھی بیرونی بول چال ہے ٹھوکر نمبر ۳۸ ذرا مکالمہ ملاحظہ ہو - کبریٰ بیگم اے بیٹا بدرو یہان اندر آ کے کھیلو بلقیس بیگم بہن بدرو کو دھوپ مین نہ کھیلنے دیا کرو پھول سی لڑکی دھوپ مین کالی ہوئی جاتی ہے بدرو - واہ اسکی (گڑیا کے) بچے نے پنجانہ پھیر دیا ہے پوتڑے نہ دھوؤن کبریٰ بیگم بہن تم اسے بدرو کیون کہتی ہو بندریا کہا کرو لو لڑکی بندریا ہے بلقیس بیگم - اچھا بیٹا بدرو اندر چلی آؤ" ناظرین پر واضح ہو گیا ہو گا بدرالنسا کے دُلار کے نام کیا کیا ہین یعنی بدرو یا بیٹا بدرو پسند ہے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا - اب اعتراضات ملاحظہ ہون کہنا چاہیئے تھا (پھول سی لڑکی دھوپ مین کملائی جاتی ہے" اور لکھ گئے کہ کالی ہوتی جاتی ہے" اس فقرے سے بدرالنسا کی روسیاہی کا پردہ رہجائے مگر خلاف محاورہ ضرور ہے - علاوہ اسکے گلاب کے پھول سی لڑکی" لکھنا تھا محض پھول تو کوئی چیز نہین ہے -

راقم
در ہر جگرے است خراشِ سخن ما
الماس تراشِ است تراشِ سخن ما

---

[1] پنج آنکہ بدرالنسا کی روسیاہی کا سبب آج معلوم ہوا غالبًا جس دھوپ مین بدرالنسا کالی ہوئی ہے اسمین حلیمن کے بال سفید ہوئے ہین ۱۲ + + + +

اودھ پنچ مطبوعہ ۱۴ - دسمبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو رنمین پنچ کا خنجر غلاف سے
اُڑنے لگے شرر دمِ خارا شگاف سے

بدر النسا اور اُسکی مصیبت نمبر ۷

ٹھوکر نمبر ۳۹ کبریٰ بیگم خاص الخاص لکھنؤ کی شریف زادیونکے لہجہ مین فرماتی ہین کہ (توبہ کرو بہن) غیرون مین شادی بیاہ کرکے کہین بھی پوری اُترتی ہے - پوری اُترنا) بھی کیا خوب - اس جملہ سے تو کچوری کی بو آتی ہے - حسین کی مسجد کے نیچے کے جو حلوائی رہتے ہین وہ اس فقرہ کو سُن لین تو شرر کی زباندانی پر ایمان لے آئین - (پوری پڑنا) تو سُنا تھا مگر پوری اُترنا) شرر نے کُرسی کے حلوائیونسے سنا ہوگا - خیر شکر پارہ اگرچہ گندہ - لیکن ایجاد بندہ - ٹھوکر نمبر ۴۰ کبریٰ بیگم اپنے بھائی اکبر علی سے (بیٹا بدرو) کی نسبت کہتی ہین کہ آخر اسکی بات چیت شادی کے متعلق ہونی چاہیئے اسکے جواب مین اکبر علی لکھنؤ کی شریف زادیونکے لہجہ مین کہتے ہین کہ (میرا تو ارادہ ہے کہ یہین کہین مناسب دیکھکے کردونگا آہاہا کردونگا کس قدر

لہ پنچ سبحان اللہ کیا گرما گرم تنقید ہے ۱۲ ۲ (بدر النسا کی مصیبت) صفحہ ۶ سطر ۲۳ بلقیس بیگم فرماتی ہین - (اے بیٹا بدرو اندر چلی آؤ) مطلب یہ ہے کہ شرر نے خود بدر النسا کو بیٹا بدرو کا خطاب دیا ہے ۱۲ + + + +

تہذیب و لطافت مین غوطے کھا رہا ہے ۔ افسوس ہے کہ (مناسب) کے بعد موقع کا لفظ چھوٹ گیا ورنہ پورا نلازمہ ہو جاتا ۔ میان شرر لکھنؤ کا تو ایک بازاری شخص بھی اپنی بہن سے جب گفتگو کرے گا تو ایسا بیہودہ لفظ مُنھ سے نہ نکالے گا ۔

ٹھوکر نمبر ۴۱ یہ ٹھوکر مذہبی تعصب کی ٹھوکر ہے یعنے چونکہ (بیٹا بدرو) اور عسکری کی عمر کم تھی اور کبرا بیگم کہتی تھین کہ ابھی نکاح ہو جائے تو اکبر علی نہایت تضحیک کے ساتھ کہتے تھے کہ یہ تو ہندوون کی سی شادی ہو گئی" اس جملے کے معنے کیا ہین اس سے صرف ہندوون کا دل دکھانا مقصود ہے[1] ۔ افسوس کہ بدر النسا کی مصیبت کے صفحون سے بھی شرر کا دلی تعصب پھیکی روشنائی کیطرح پھوٹ نکلا مگر اتحوذ اتحوذ" کی بانگ چلی جاتی ہے

ٹھوکر نمبر ۴۲ ذرا ذیل کا جملہ ملاحظہ ہو ۔ شوکت حسین نے (بیٹا بدرو کی شادی سی) انکار تو نہین کیا تھا مگر ٹالا تھا کہ ابھی بالکل قبل از وقت ہے ۔ مگر کبریٰ بیگم کی ضد اور پھر میان (شوکت حسین) کے مقابلہ مین تابڑ توڑ خط جانا شروع ہوے یہانتک کہ انھون نے مجبور ہو کر لکھدیا تمھین اختیار ہے" اس جملہ مین یون تو تمام الفاظ نگینون کی طرح جڑے ہوے ہین مگر درمیان کا یہ فقرہ کہ" اور پھر میان کے مقابلہ مین تابڑ توڑ خط جانا شروع ہوے" لاوارث کی لاش کیطرح شرر کی زماندانی کی کچی سڑک پر پڑا ہوا ہی نہ یہ اپنے پیشتر کے فقرونسے چسپان ہے نہ بعد کے فقرون سے ۔ تسلسل عبارت بالکل غت ربود ہے اور پھر) کی کیا ضرورت ہے ۔ نیز میان کے مقابلہ مین) خط جانا چہ معنی دارد ۔ آخر شرر یہ کو کہنے جبر کیا تھا کہ اس موقع پر مقابلہ کا لفظ کھونسدین یہ لکھ سکتے تھے کہ میان کے پاس تابڑ توڑ خط جانے لگے"

ٹھوکر نمبر ۴۳ جب عسکری ساتھ (بیٹا بدرو) کی شادی ہو گئی تو اس واقعہ کو

[1] پیچ پھر اسمین گناہ کیا ہے ۔ جسوقت شرر نے بدر النسا کی مصیبت لکھی تھی اسوقت وہ اتحاد کے اڈیٹر نہین بنے تھے اور یہ خوف نہ تھا کہ ہندو چندہ نہ دینگے ۱۲

شرر صاحب یون خرسناک لہجہ مین تحریر فرماتے ہین کہ گڑیا گڈے کی سی شادی تو کیا نکاح ہو گیا اور قاضی کو بلوا کے دو بول پڑھوا دیے گئے ۔
واللہ کیا شرر کے قلم نے اس موقع پر بھوکے چوہے[1] کیطرح قلانبازی کھائی ہے لکھنا تھا کہ (نکاح تو کیا ہوا گڑیا گڈے کی سی شادی ہو گئی) اور لکھ گئے کہ گڑیا گڈے کی سی شادی تو کیا نکاح ہو گیا" اوندھی عقل اسیکا نام ہے ٹھوکر نمبر ۴۴ لکھنؤ کے خانہ سازز باندان حضرت شرر فرماتے ہین کہ (سسرال کی آب وہوا[2] انکے مزاج کے بہت ناموافق تھی اور خدا ہی ہے جو بھائی کا گھر بھی آیندہ ایسا صحت بخش رہے اسلئے کہ وہانسے سمدھیانہ ہو گیا" کیون صاحب یہ (وہان سے کیا بلا ہے (وہان سمدھیانہ ہو گیا) تو درست ہے یہ (سے) اس جملہ مین گندھی کیطرح اپنی ٹانگ آڑائے دیتا ہے ۔

راقم
در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراش است تراش سخن ما

اودھ پنچ مطبوعہ ۲۸ دسمبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو رنمین پنچ کا خنجر غلاف سے
اُڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

بدر النسا اور اُسکی مصیبت نمبر ۸

ٹھوکر نمبر ۴۵ حضرت شرر فرماتے ہین (لڑکی کو بھی اکبر علی نے حیدر آباد کے

[1] پنچ دیکھا قاضی کے گھر کا چوہا تو نہین ہے ۱۲ [2] جیسے کرسی کی آب ہوا انسان کے دافع میں مشیخ و نماکے لئے مضر ہے ۱۲

مدرسۂ نسوان مین داخل کر دیا تھا جسمین پانچ چار سال (حاضری کرنا) کس زبان کے کھیت کی مولی ہے (حاضری کرنا) تو صاحب لوگون کے بیرا یا خانسامان بھی نہین بولتے نہ یہ کسی انگریزی محاورہ کا ترجمہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ چونکہ شرر کی لیاقت انگریزی مین اکثر دگری یافتہ لوگون سے بڑھی ہوئی ہے اس لئے انھون نے ایک انگریزی محاورہ کا ترجمہ کر دیا - اسکول یا کالج مین حاضری دینا عام محاورہ ہے اس موقع پر یہ لکھنا تھا کہ چار پانچ سال حاضر رہکر پڑھنا لکھنا تو کیا آیا الخ"

ٹھوکر نمبر ۴۶ مسئلہ (غث ربود) کے وزن پر لکھا گیا ہے کہ سب سے زیادہ قابل لحاظ یہ ہے کہ کبریٰ بیگم کے مزاج مین تھوڑا بہت اعتدال پیدا ہو گیا" افسوس کبریٰ بیگم کے مزاج مین تو اعتدال پیدا ہو گیا شرر کی زباندانی کی دُم گندھی کی ٹانگ کیطرح سیدھی نہوئی - لکھنا چاہیئے تھا کہ سب سے زیادہ قابل لحاظ یہ بات ہے " کہ کبریٰ بیگم کے مزاج مین الخ اور لکھ گئے کہ سب سے زیادہ قابل لحاظ یہ ہے الخ کیون کیسی کہی - بات بات مین فرق ہے -

ٹھوکر نمبر ۴۷ فرماتے ہین کہ (کبریٰ بیگم) . . . گھر مین رہتے رہتے پرانی ہو گئین کئی اور بچے گود مین پلکے پیون پیون چلے اور اب انگنائی مین دوڑے دوڑے پھرتے ہین"

سبحان اللہ وبحمدہ - شرر خالی زباندان ہی نہین ہین بلکہ سلاستی سے مصور بھی ہین کیا بچون کے پلنے کی اور انگنائی مین دوڑنے کی تصویر کھینچی ہے آہا ہا اُستاد کا شعر یاد آگیا

؎ چشمان تو زیر ابرو انند دندان تو جملہ در دہانند

مگر ابھی تصویر ناتمام ہے - یون لکھتے کہ گود مین پلکے پیون پیون چلے - اب انگنائی مین دوڑے دوڑے پھرتے ہین اور آیندہ سڑک پر آہستہ آہستہ چلین گے اور اپنے پانون سے) مطلب یہ ہے کہ تینون صیغے ماضی حال مستقبل

آجاتے ہین غالبًا حضرت شرر صرف ونحو کا یہ باریک و نازک مسئلہ سمجھ گئے ہونگے"
یہ گھٹنون کی جگہ پیٹون خاص کر کسی کی زبان ہے" افسوس کہ کبری بیگم تو گھر مین رہتے رہتے
پرانی ہوگئین - مگر حضرت شرر لکھنؤ مین پرانے نہوے -

ٹھوکر نمبر ۴۸ کبری بیگم کو یہ سارٹیفکٹ دیا جاتا ہے کہ اب وہ پہلی سی بات بات پر
بدگمانی نہین ہی چہ خوش جراناشد و دو لفظ کا جملہ بھی سیدھی طرح نہین لکھ سکے
اور زمانہ بھر سے جم ٹھونک کر لڑنے کو تیار لکھنا تھا کہ اب وہ پہلی سی بدگمانی بات
بات پر نہین ہی" اور لکھ گئے اُلٹا نظم مین تو تعقید سُنی تھی مگر نثر کی تعقید ایجاد کرنے کا
سہرا آخر شرر کے سر ہے - مگر ہم بھی اصلاح دینے پر تلے ہوے ہین اگر گندھی کی ٹانگ کی
طرح شرر کی نثر کا بل نہ نکال دیا ہو تو نام نہین -

ٹھوکر نمبر ۴۹ - کبری بیگم خاص لکھنؤ کی شریف زادیونکے لہجہ مین اپنے میان سے فرماتی ہین
کہ دم تو بیفکر بنے بیٹھے ہو اور میری جان پر بنی ہوئی ہے - اے سبحان اللہ اس
چھوٹے سے جملہ مین کیا (بنے بنی) کا جوڑا موجود ہے کیون نہو یہ امانت مرحوم کا رنگ
اُڑا یا ہے اور تناسب لفظی مین جیسی کامیابی اُنھین نظم مین ہوئی ویسی شرر کو نثر مین ہوتی
نظر آتی ہے - اگر ایسا نہین ہی تو محض اسقدر لکھنا چاہئے تھا کہ (تم تو بیفکر بیٹھے ہو میری جان
پر بنی ہے)" شرر نے جو (بنی) کے لیئے خواہ مخواہ اور بے موقع (بنا) تجویز کیا تو یہ تناسب
لفظی کا خبط ہے ٹھوکر نمبر ۵۰ ذیل کے جملہ سے شرر کی حساب کی قابلیت کا پتہ چلتا ہی
فرماتے ہین کہ (کوئی ہفتہ نہ گذرتا جسمین دس بارہ خط نہ لکھکر روانہ کرنا پڑتے ہون
اس نہیں نہین پر بھی اتنے خط لکھے گئے کہ دو مہینے مین ڈیڑسو سے زیادہ
خط علی اکبر کے پاس پہونچے) دو سطرون مین (حافظہ نا شد) اسیکا نام ہے - دو مہینے
مین ڈیڑ سو خط اسی حالت مین روانہ ہو سکتے ہین جبکہ ہر ہفتہ اٹھارہ اُنیس خط روانہ کئے
جائین - مگر شرر صاحب یہ فرما چکے ہین کہ ہر ہفتہ میں دس بارہ خط جاتے تھے خیر جو کچھ ہو

شرر کی غلطی سہی - مگر پوسٹ آفس کا فائدہ ضرور ہوا ہوگا - ایک نزاکت اور اس جملہ مین ہی یعنی شرر صاحب نے اسبات کی تشریح کردی ہی کہ (خط لکھ کر روانہ کیئے جاتے تھے معلوم ہوتا ہی کہ کسی مین بے لکھے خط بھی روانہ کیئے جاتے ہین - واللہ شرر نے بھی عجب طبیعت پائی ہے - کہین تو پورا اڑا جاتے ہین جملہ کا جملہ اور کہین بھرتی کے الفاظ بھر دیتے ہین" ٹھوکر نمبر ۱۵ - حضرت شرر یعنی سرپرست زبان لکھنؤ" فرماتے ہین کہ (ڈیڑھ سو سے زیادہ خط اکبر علی کے پاس پہونچے اور ہر ایک مین یہی تھا کہ بیٹی کو کب بھیجو گے" دوسری جگہ فرماتے ہین کہ (ڈاکیہ نے شوکت حسین کو خط دیا . . مضمون یہ تھا کہ بیٹی بھیجنے پر تو راضی ہین" افسوس صد افسوس! بھلا لکھنؤ کا کوئی شریف اپنے کسی عزیز کو مخاطب کرکے یہ کلمہ زبان سے نکالے گا کہ (بیٹی کو کب بھیجو گے) لکھنا چاہیئے تھا کہ بیٹی کو کب روانہ کرو گے - اور لکھ گئے ایسا لفظ جسمین صاف ذم کا پہلو موجود ہے - شرر کو یاد رکھنا چاہیئے کہ شرفائے لکھنؤ کی یہ زبان نہین ہی - یہ پیام یار کی زبان ہو تو ہو بھیجو گے - یا بھیجنے پر راضی اس موقع پر نہایت خراب معنی پیدا کرتے ہین عقلمند را اشارہ کافیست" وہ صاف صاف کیا کہون ع ہوتا ہے دوات مین قلم مست - عسکری کی دھوم دھام کرنے کی نسبت شوکت حسین کبریٰ بیگم سے لکھنؤ کی زبان مین فرماتے ہین تو میرے پاس اندون روپیہ نہین اور اگر قرض وام کرکے بندوبست بھی ہوا تو لکھنؤ مین خاص اپنے عزیزون اور دوستونکے سامنے کرونگا" کیون نہو - کیون نہو - واقعی پردہ کی مخالفت کے یہی معنی ہین جب پردہ اٹھانا ہی ہو تو عزیزون اور دوستونسے کیا پردہ افسوس ہے تو اس قدر کہ لکھنؤ کا نام کیون بدنام کیا گیا اگر یہ لکھتے کہ (کرسی مین خاص اپنے عزیزون اور دوستونکے سامنے کرونگا" تو چنداں ہرج نہ تھا - اور دلگی سنیئے جب شوکت حسین نے کہا کہ خاص اپنے عزیزون اور دوستونکے

لہ اس جملہ کی تنقید شرر کی تنقید مین ہی ۱۲ لہ پنچ یہ آپ بیتی ہے کہ جگ بیتی ۱۲

11 FEB 1966

سامنے کرونگا، تو شرر صاحب فرماتے ہین کہ یہ ایک ایسی بات تھی کہ کبریٰ بیگم کے دل پر بھی جم گئی"۔ مناسب بھی یہی تھا۔

راقم
در ہر جگرے ہست خراشِ سخنِ ما
الماس تراشش است تراشِ سخنِ ما

از اودھ پنچ مطبوعہ ۱۴ اگست ۱۹۰۵ء

رباعیات انیس و دبیر و سودا از جنت

بُت کی وقعت نہین خدا کے آگے
کیا زاغ کا رتبہ ہے ہما کے آگے
بیکار نسیم سے بگڑتے ہین شرر
چنگاری ہے کیا چیز ہوا کے آگے
(انیس از جنت)

جب غیظ سے گرما کے بگڑتے ہین شرر
پھولونکے عیوض دہن سے جھڑتے ہین شرر
لیکن یہ نسیم سے بگڑنا کیا خوب
سُبحان اللہ ہوا سے لڑتے ہین شرر
(دبیر از جنت)

سودا کی رباعی شرر کے نام

مطبوعہ اودھ پنچ ۱۹ - اکتوبر ۱۹۰۵ء

تو فخرِ آغانی خُدو فا ساقط آزو
آتش زن اتحاد باہم ہستی
تو ماہرِ دین ہستی و ہا ساقط آزو
نامِ تو شرر ہست و را ساقط آزو
(رفع السودا از خلد بریں)

لہ یہ مصنف آغانی کا سرمایۂ افتخار جسنے حضرت سکینہؓ بنت الحسینؓ کا غلط قصہ لکھا ہے ۱۲ + + + +

11 FEB 1966

انتخاب دیوان نسیم

جب ہو چکی شراب تو مین مست ہو گیا
شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا

نے قاصد خیال نہ پیک نظر گیا
اُن تک مین اپنی آپ ہی لیکر خبر گیا

روح روان و جسم کی صورت مین کیا کہون
بھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا اُدھر گیا

بھاتا ہی حق کو اپنے ہی جانب ہر ایک شخص
یہ چاند اُسکے ساتھ چلا جو جدھر گیا

طوفان نوح اسمین ہو یا شور حشر ہو
ہونا جو کچھ ہے ہو گا جو گذرا گذر گیا

شور یدگی سے سیری بیتابی و تنگ تھے
رو ٹھا جو مین تو خیر منائی کہ مر گیا

مینے بھی آنکھین دیکھی ہین پریونکی جادو بھی
تمنے دکھائی آنکھ مجھے اور مین ڈر گیا

گذرا جہانسے مین تو کہا اُسنے یار نے
قصہ گیا فساد گیا دردِ سر گیا

کاغذ سیاہ کرتے ہو کسکے لیے نسیم
آیا جواب خط تمھین اور نامہ بر گیا

عشق مین دل بن کے دیوانہ چلا
آشنا سے ہو کے بیگانہ چلا

قلقل مینا سے آتی ہے صدا
بھر چکا جسوقت پیمانہ چلا

بے زبانون کو بھی آئی ہے زبان
بیڑی غل کرتی ہے دیوانہ چلا

عشقبازی بازئ شطرنج ہے
چال ناداں رہ گیا دانہ چلا

شب جو آیا بزم مین وہ شعلہ رو
شمع گل کرنے کو پروانہ چلا

بوسے گل غنچہ سے کہتی ہے نسیم
بات نکلی مُنھ سے افسانہ چلا

چمن مین دھر کے آگر مین کیا نہال ہوا
برنگ سبزۂ بیگانہ پائمال ہوا

کہانی کہکے سلاتے تھے یار کو سو اب
فسانۂ عمر ہوئی خواب وہ خیال ہوا

جنون کی چاک زنی نے اثر کیا وان بھی
جو خط مین حال لکھا تھا وہ خط کا حال ہوا

نسیم وزدی مضمون چھوڑینگے شعرا
اگرچہ شہر کا تبدیل کو نوال ہوا

وہ مار زلف کہ تک اگر چلا چلتا
یقین ہے نہ عدم کا بھی راستا چلتا

اگر نہ ہوتی مسلسل وہ زلف عمر دراز
جنونکے نامورون کا نہ سلسلہ چلتا

جنون مین گرچہ ہون بیوند دامن صحرا
برنگ چاک ہون لیسے پھٹا پھٹا چلتا

طریق شعر و سخن مین جو کچھ نہین اعجاز
قلم کی طرح سے ہر ایک شکستہ پا چلتا

شریک بزم ہوے ہو تو دور کیجے حجاب
جو نکلے ناچنے پھر کیا لحاظ گھونگھٹ کا

عجیب محفل رندان مین کل تھی کیفیت
پیالہ بزم مین ناچا سبوے مے مٹکا

جو خط ہو رشتہ تو آنکھون مین سرمہ کی تحریر
وہی رکھائی کا نقرہ یہ ہی لگاوٹ کا

وہ گلعذار جو یاد آگیا چمن مین نسیم
تو آنکھ مین گل تر خار خشک سا کھٹکا

بحر گو رغربیان نقش پا تھے پھر نہین آگے
یہین تک ہر مسافر نے پتا پایا ہی منزل کا

زبان موج نے طوفان جو اٹھاؤن پر
حباب بحر تو بھی توڑا اپنا آبلہ دل کا

نسیم اپنے ہی عمامو نسے گردش ہے ذرا مینکی
روان کشتی پہ آتا ہے نظر ہر نخل ساحل کا

جوش مین آئے بہار چمستان یارب
ابر ہو کف کی طرح موج ہوا سے پیدا

صدف وابر گہربار کو دیکھا تو کھلا
عالم آب مین بھی موتے ہین پیاسے پیدا

کوچۂ جانان کی ملتی تھی نہ راہ
بند کین آنکھین تو رستا کھل گیا
آج کیونکر ہو خبر اسکو نسیم
شعر پڑھنے کا بھی فقرا کھل گیا

بلبل کے منھ سے اڑنے لگی ہین ہوائیان
صیاد کو بتا کہین او باغبان ہوا
ہر شب آہی کچھ تو بگڑتا ہے اسکا ئیل
ہر روز باندھتا ہے نئی آسمان ہوا

بتونکو جو دیکھا گنہ کیا ہمارا
خدائی خدا کی تماشا ہمارا
بتون کی گلی چھوڑ کر کون جائے
یہین سے ہے کعبہ کو سجدہ ہمارا

یہ تصویر چہرہ او تر کیون گیا ہے
کھنچے کس سے ہو کیا ہے نقشہ تمھارا
نسیم اس چمن مین گل تر کی صورت
پھٹے کپڑے رکھتے ہین پردا تمھارا

جلد او ماہ تو گھر سے نکلا
شکر ہے چاند کدھر سے نکلا
سیر گلرویون کی کرتا ہوگا
ہے نسیم آج سحر سے نکلا

اسکی درگاہ کا راندہ تھا نہ جانے پایا
تا در خلد کس ارمان سے شتاد آیا
عشرت آباد چمن سے تجھے کیا تو تو نسیم
نکہت گل کی طرح ہونے کو برباد آیا

ہو رنج عشق میرے لیے مین برائے رنج
خود بھی مٹی یقین ہی جو مجھکو مٹائے رنج
ہم شیشۂ شکستہ ہین تم کیف موجۂ
بنیاد عیش تمسے ہو ہمسے بنائے رنج
یا تنگی کنار تھی یا اب فشار قبر
وہ ابتدائے عیش تھی یہ انتہائے رنج

قرص خور کو دیکھ کر مسکین رکھا ہی مہمان صبح
تا دمِ شام پہنچاتا ہے رزاق نان صبح

معنیٔ روشن جو ہوں تو سو سے بہتر ایک شعر
مطلع خورشید کافی ہے پئے دیوان صبح

سیر شبنم دید کے بھوکو نکی دیکھو کہتی ہے
سہ پہر شام ہو خورشید تابان نان صبح

صد قے اُس پروردگار پاک کے جسنے کیا
ہر طفل غنچہ پیدا شیر بے پستان صبح

صبحدم غائب ہوئے انجم تو ثابت ہو گیا
خندۂ بیہودہ پر توڑے گئے دندان صبح

وصل کی شب آنکھ کھلا کر یہ انجم کہتے ہین
تو قیامت آئی مشرق سے اُٹھا طوفان صبح

دیکھے وہ گلشن جو دن دو سون سے ریان گل گل
ہم تو شبنم سان نسیم اکدم کے ہین مہمان صبح

زاہد نہ ڈر بے بھوسے زیر زبر زور پر
کیجے نگاہ حال سلیمان و مور پر

ایک عمر سے وظیفہ ہو صاحب کے نام کا
تا حشر کھٹ ہین انگلیون کی پور پور پر

کل تک جو شمع محفل عیش و نشاط تھی
جلتا نہین چراغ بھی آج اُن کی گور پر

بلبل سے لڑ کے ہمنے کیا سر عشق فاش
واقف نہ اب تھے تو کھلا اب کرور پر

دل بدل آئینہ ہے دیر و حرم
حق جو پوچھو ایک ہے دو طرف

خواہ کعبہ خواہ بتخانہ کو جا
دشت دل کا رہگذر ہے دو طرف

کفر و ایمان دونون جانب کی سُنے
اسلئے گوش بشر ہے دو طرف

رخنہ انداز دونکی کب چھپتی ہے آنکھ
چشم روزن کی نظر ہے دو طرف

باغ ہو یا دشت ہو قسمت نسیم
کوچ کی اپنے خبر ہے دو طرف

شاخ سے چھو جو گیا باد سحر کا دامن
صبح شبنم نے بھگویا گل تر کا دامن

بے حجابی پہ وہ در پردہ جو آجاتے ہین
شرم رکھ لیتی ہی آنکھون پہ نظر کا دامن

آئے بہار زاہد ہشیار مست ہو — شیشہ کی فتح توبۂ مے کی شکست ہو
قلقل سنا کے چھیڑتے ہین مے پرست کو — شیشے سرو دیا دلاتے ہین مست کو

ذلت ہی جو پھیلائے بشر پیش بشر ہاتھ — یارب نہ کبھی ہاتھ کا ہو دست نگر ہاتھ
خورشید کے پنجہ سے اشارہ ہی کہ غافل — اللہ کی جانب کو اٹھا وقت سحر ہاتھ

ساغر بکف جہان کوئی مست الست ہی — بیضائے موسوی بھی وہان داغ دست ہی
دیوانہ باش تا غم تو دیگران خورند — واللہ ہوشیار ہی وہ جو کہ مست ہی
باغ جہان مین خاک کوئی فیضیاب ہو — غنچہ کی مٹھی بند ہی گل باد دست ہی
یا ہاتھ توڑ ہی جائینگے یا کھو لینگے نقاب — سلطان عشق کی یہی فتح و شکست ہی
پاؤنگے بیڑیان ہین تو ہاتھونمین ہتھکڑی — کیا کشور جنون مین مرا بندوبست ہی
تھے محو زلف دیدۂ تر دل بھی آ پھنسا — مچھلی کو کیا خبر ہی کہ پانی مین شست ہی
تیرے کنار لطف مین اے دایۂ بہار — ہر صبح طفل غنچۂ گل شیر مست ہی
اے مرغ دل تو شاخ نشیمن سے گر پڑا — حیف آشیان بلند ہی پرواز پست ہی
جب سے ہم آکے بیٹھے ہین جا گیر دشت مین — بھنونکے وقت سے کہین افزون نشست ہی
شاگرد خواجہ آتش ہندی جو ہی نسیم — کہتے ہین پارسی کہ یہ آتش پرست ہی

جب نہ جیتے جی مرے کام آئیگی — کیا یہ دنیا عاقبت بخشائیگی
جب سے دو دل محفل پھر کون ہے — بیٹھ جاؤ خود حیا اٹھ جائیگی
گر یہی ہے اس گلستان کی ہوا — شاخ گل اک روز جھونکا کھائیگی
داغ سودا ایک دن دے گا بہار — فصل اس گل کی شگوفہ لائیگی

کچھ تو ہو گا ہجر مین انجام کار — بیقراری کچھ نہ کچھ ٹھہرائیگی
صندلی رنگون سے مانا دل ملا — درد سر کی کس کے ماتھے جائیگی
خاکساروں سے جو رکھے گا غبار — او فلک بدلی تری ہو جائیگی
جب کرے گا گریان وہ شعلہ رو — شمع محفل دیکھکر جل جائیگی
جان مکل جائیگی تن سے اے نسیم — گل کو بوے گل ہوا بتلائیگی

خم نہ بن کر خود غرض ہو جائیے — مثل ساغر اور کے کام آئیے
ابر رحمت سنتے ہین نام آپ کا — خاکساروں پر کرم فرمائیے
آپ آہو چشم ہین آہو نہین — ہم سے وحشت کی نہ لیجے آئیے
صبر رخصت ہو تو جانے دیجئے — بیقراری آئے تو ٹھہرائیے
جو ہر تیغ نگہ کھل جائیگا — ٹھہر نہ میرے زخم کا کھلوائیے
دل مین ہو درد دکھلائے تاثیر عشق — ٹھنڈی سانسون سے انھین گرمائیے
سرد آہین بھرتے ہین جب ہم نسیم — کہتے ہین وہ ٹھنڈے ٹھنڈے جائیے

منت دلاکسی کی نہ اصلا اٹھائیے — مر جائیے نہ ناز مسیحا اٹھائیے
جیسے مگر چنار کے پنجہ کی طرح سے — بہر دعا نہ دست تمنا اٹھائیے
سیلی موج حادثہ پڑتی ہو لے حباب — اس بحر بے کنار مین سر کیا اٹھائیے
کیا کیا حسین چہرے ہوئے مٹی مین مل گئے — افشان سمجھ کے خاک سے ذرہ اٹھائیے
چاہ اپنی مانتا نہین وہ بے یقین اگر — قرآن کا جامہ پہنیے گنگا اٹھائیے

دل سے بزم مین آواز بکا آتی ہے — بند کانون کو بھی گریہ کی صدا آتی ہے

دل سے ہر نکتہ تک آئی اثر گرمیٔ شوق — اشک حسرت سے نگہ آبلہ پا آتی ہے
گل ہوا کوئی چراغ سحری او بلبل — ہاتھ ملتی ہوئی پتو نسے صبا آتی ہے
آئینہ صاف سکندر کو دکھایا تو نے — خوب اے خضر تجھے راہ بتا آتی ہے
چھو لیا دھوکے سے دامان صبا نے تو کیا — غنچۂ گل کہیں مٹھی میں ہوا آتی ہے
جسقدر وصل بتاتا تھا تمہیں ہتا ہو فراق — اے نسیم اتنی کبھی یاد خدا آتی ہے

کیوں نہ خار شک حور ہوتا ہے — آدمی سے قصور ہوتا ہے
مے الفت سے بھر گیا جو دل — صورت شیشہ چور ہوتا ہے
خاک عاشق سے جو درخت اگا — طور ہوتا ہے نور ہوتا ہے
جسکو دیکھا وہ اس زمانے میں — اپنے نزدیک دور ہوتا ہے
خاکساری وہ ہے کہ ذرون پر — روز باران نور ہوتا ہے

ساقی قدح شراب دیدے — مہتاب میں آفتاب دیدے
ساقی باقی جو کچھ ہو لیلے — باقی ساقی شراب دیدے
لیلیٰ امین نے تجھے بنایا — مجنون مجھکو خطاب دیدے
پیاسا جاتا ہے نشتر یار — اور رگ کچھ خون ناب دیدے
اس رب سے نسیم زر نہ تو مانگ — جو چاہے وہ بیحساب دیدے

فراق دیدہ ہون مین وصل یار باقی ہے — خزان رسیدہ چمن کی بہار باقی ہے
وہ فصل گل نہین پر عندلیب کے لبمین — گلون کا داغ ہے گلچین کا خار باقی ہے
ہوا تو کہتی ہے صاف آمد بہار چمن — صدائے غنچہ و صوت ہزار باقی ہے

غبار راہ ہون پر خاکساری کہتی ہے ہوائے اوج و دماغ وقار باقی ہے
بتون کے قہر سے ہمکو مقام یاس نہین امید رحمت پروردگار باقی ہے

بے رخ ہے وہ پری دل دیوانہ کیا کرے رو رو کے آنکھ بھرتی ہے پیمانہ کیا کرے
دست و زبان و دیدہ و دل تینون ہین دعا کرتے ہین وہ یگانے کہ بیگانہ کیا کرے
عاشق سے گرم ہو کے نہ پوچھو جلن کا حال افروختہ ہو شمع تو پروانہ کیا کرے
بے بس کیا ہے مجھکو سر زلف یار نے زنجیر پانون مین ہو تو دیوانہ کیا کرے
کہتا ہے مرغ دل سے وہ خال میان خط سبزہ جو دام ہو تو اُسے دانہ کیا کرے

کان مین بسکے اپنی بات نہ ڈال آبرو مثل آب گوہر ہے
کیا مخالف ہے اس چمن کی ہوا خار دیتا ہے جو گل تر ہے
نوک رکھ لو برہنہ پائی کی آبلو خار دشت نشتر ہے
ابتو جاتے ہین اُس گلی مین نسیم ہو رہے گا جو کچھ مقدر ہے

پھنس کے دل مت دے بل سمجھ لینگے زلف کرتی ہے بل سمجھ لینگے
ہم سپاہی ہین وہ کمان ابرو تیغ پکڑے اجل سمجھ لینگے
نیت شب حرام اے ساقی آج تو سوئین کل سمجھ لینگے
آج بمثل موسخن مین نسیم چار دن مین مثل سمجھ لینگے

خیر ہے او شب دراز فراق چاک پیراہن سحر کیون ہے
چشم پوشی نہین تو رخ پہ ترے پردۂ دامن نظر کیون ہے

دانہ کے دام مین ہی طائر دل — کچھ نہ پوچھو شکستہ پر کیون ہی
عکس و آئینہ کسکے دھیان مین ہی — رخ اُدھر کیون ہی دل اُدھر کیون ہی
غنچے ہنستے یہ ہین کہ گلچین کو — خار ہے گل کے پاس سر کیون ہی

مین بوسہ تو نگا بہانے بتائیے نہ مجھے — جو دل لیا ہے تو قیمت دلائیے نہ مجھے
دمون مین ٹالتے ہو دم نکل ہی جاوے گا — مین ناتوان ہون بہت آزمائیے نہ مجھے
تمھین رقیب کی خاطر ہی تو مین جاتا ہون — اُٹھائیے نہ حیا کو بٹھائیے نہ مجھے

کسیکے دل سے نہ یارب کوئی خراب گرے — نہ شیشہ طاق سے نے شیشے سی شراب گرے
کہو نہین اپنی جو اُفتاد بزم ساقی مین — سُبو سے بادہ گرے سیخ سے کباب گرے
جو دنکو نکلو تو خورشید گرد سر گھومے — چلو جو شب کو تو قدمون پہ ماہتاب گرے

ہم تم مین جو ایک پھر جُدائی کیسی — دل ہی نہ ملا تو آشنائی کیسی
کافر نہ گھمنڈ رکھ خود آرائی کا — سب کچھ ہون جو بُت تو پھر خُدائی کیسی
نیت مین تو ہے کہ پانون سہلائے ملہور — اے شیخ یہ تیری پارسائی کیسی

ہمت پیر مغان دیکھ لے زاہد چلکر — کوئی میخانہ سے پھرتا نہین سائل خالی
عہد پیری مین روانہ ہوئے کون ہوش حواس — صبح کو جیسے مسافر سے ہو منزل خالی

عشق کے زینے کے آگے آسمان بھی پست ہی — سر جھکایا ہی فرشتون نے بشر کے سامنے
خاک دیکھا کچھ شبستان جہانین اے نسیم — ڈھیر پروانون کا تھا شمع سحر کے سامنے

لائے اُس بت کو التجا کرکے کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے
لب نازک کے پاس رہنے دو تل برابر ہے دل مساکر کے

ہر اک مژہ کی محبت مین ہم سنا نہ چڑھے سر ایک شمع کے پروانہ سان زبان پہ چڑھے
بلند مرتبہ اپنا ہے چشم تر کے سبب زمین سے ابر کے مانند آسمان پہ چڑھے

جو چپ رہون تو جنون دلمین جوش کھاتا ہے فغان کرون تو گریبان گلا دباتا ہی
مکان سینہ کا پاتا ہون دمبدم خالی نظر بچاکے تو ایدل کدھر کو جاتا ہی

متفرقات

پیری مین طرز عشق جوانی وہی رہا صورت کے ساتھ دل کا بدلنا محال تھا

دھرمین کباب کیا نایاب ہین کیمیا درویش سچا آشنا

صہبا کشون کی خاک ہی ہر اک مقام پر ساقی لنڈھا شراب کو مستون کے نام پر

دارم ز دین و کفر ہر یک قدم دو سیر من میروم بکعبہ و دل مسرود بدیر

بل پڑنے لگا ابرو ے خدا کے اوپر آجاے نہ آفت کہین دو جا کے اوپر

نسیم اس چمن کے جو کانٹو نسے اُلجھون مین اُس گل کی رنگین ادائی نہ دیکھون

تیرہ دل کی بزم مین جام شراب آتا نہین جانب ظلمات ہرگز آفتاب آتا نہین

قرار پر نہ ہو اضطراب ہو کہ نہو شراب غیر کو دو دل کباب ہو کہ نہو

گلابی آنکھونسے ساقی کے دل بچے کیونکر شرابون مین جو مٹھے خراب ہو کہ نہو

چلا دخترِ رز کو لیکر جو ساقی فرشتہ ہوے ساتھ گھر دیکھنے کو

بل بے پھنسائیگی یہ کسی بیگناہ کو چوٹی کے پیچ یاد ہین زلفِ سیاہ کو

اشارہ مین ادا ہوتا ہو حرفِ مدعا گوئی بیانِ زبان چتون زبانِ بے بیان ابرو

نرخ طلاے رنگِ حسینان گران سمجھ آنکھونکی پتلیان محک امتحان سمجھ

ایدل نہ چھوڑ دامنِ طفلِ سرشک کو رہجائیگا برنگ مژہ ہاتھ ملکے دیکھ

خود چلا ہر قدم پہ کہتے نسیم ٹھہر تو نامہ بر کہونگا کچھ

محتسب کی آنکھ پر جب سے چڑھی دخترِ رز شیشہ کے دل سے گرگئی

ہم تو مژگان کی نمط ہم چشمون — خالی ہاتھ آئے ہین ارمان بھرے

آن مین فرق نہ آنے دیجئے — جان اگر جائے تو جانے دیجئے

آنکھ نرگس سے جو اسکی لڑ گئی — صبح دم کیا اوس گل پر پڑ گئی

واحسرتا کہ لخت جگر تھے جو طفل اشک — آنکھونکے سامنے سے ہمارے نکل گئے

دنیا مین عیش و غم سے ہین یکسر بھرے ہوے — شیشونکے دل ہین خالی تو ساغر بھرے ہوے

گذرے ای پیک صبا تو تو دعا کہہ دینا — کوچۂ زلف مین دل نام جوان رہتا ہی

دونو خ و جنت ہین اب میری نظر کے سامنے — گھر رقیبون نے بنایا اسکے گھر کے سامنے

پہونچی نہ راحت ہمسے کسیکو اور اذیت کیوں ہوئے — جان پڑی تب تا رشکم مجھکے وبال دوش ہوئے

مخمس

کس مین ایجان نہین مہر و محبت کا اثر — مہر و مہ داغ ہی دکھلاتے ہین ہر شام و سحر

دھویا جنمسے کہین جاتا ہی داغ گل تر — یک بیک دلسے مٹے حرف محبت کیونکر

لالہ رو داغ ترا جائیگا جاتے جاتے

وصل انسان کو پر یزاد و نکا ہو ہے دشوار | خانۂ کچھ نہین تم مفت مین کیون ہوتے ہو خوار
کہنے کہتے تو ہو ی تمکو نسیم اب ناچار | عشق کو ترک کرو یا نہ کرو ہو مختار
نیک و بد رند تمھین ہم ہین جتاتے جاتے

مخمس دیگر

زمانہ مین ہین نکتہ دان کیسے کیسے | خط و خال کے ہین بیان کیسے کیسے
زبان زد ہین وصف بتان کیسے کیسے | دہن پر ہین اُنکے گمان کیسے کیسے
کلام آتے ہین درمیان کیسے کیسے

وہ خونخوار عاشق کشی پر جو آیا | کوئی دم کے دم بیقرار و نہین ٹھہرا
روان جب ہوا تیغ سے تیز تر تھا | نہ مڑکر بھی بیدرد قاتل نے دیکھا
تڑپتے رہے نیم جان کیسے کیسے

قضا جسدم آجاتی ہے جان کی دشمن | کسی کی نہین چلتی ہے مشفق مَن
اجل ہے گذرگاہ ہستی مین رہزن | عجب کیا چھٹے روح سے جامۂ تن
سفر راہ مین کاروان کیسے کیسے

خزان حال اپنے دکھاتی ہے کیا کیا | بہار اپنے پھل پھول پاتی ہے کیا کیا
شگوفہ ہر اک فصل لاتی ہے کیا کیا | زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہی رنگ آسمان کیسے کیسے

نہ زخمی بدن ہین نہ گھائل ہوئے ہین | نہ خونی کفن ہین نہ بسمل ہوئے ہین
لہو مل کے کشتون مین داخل ہوئے ہین | تمھارے شہید و نہین شامل ہوئے ہین
گل و لالہ و ارغوان کیسے کیسے

وجود بستر کیا عدم ہی عدم ہے | کہ ہے آدمی جب تلک دم مین دم ہے

شکم پہ درحرص ناز و نعم ہے | کرے جسقدر شکر نعمت وہ کم ہی
ہمارے لوشی ہی زبان کیسے کیسے

جو دلسوز فرقت ہین ہین داغ سوزان | تو دمساز ہین نالہ و آہ و افغان
بنے رہتے ہین روز ناخواندہ مہمان | غم و غصہ و رنج واندوہ وحرمان
ہمارے بھی ہین مہربان کیسے کیسے

کوئی جانتا ہے کسی کو خبر ہے | کہ پردہ مین کون ایضم جلوہ گر ہی
کہین کچھ خیال اور کہین کچھ نظر ہے | دل و دیدۂ اہل عالم مین گھر ہے
تمھارے لیئے ہین مکان کیسے کیسے

جو مے نوش ہین رنگ انکے جمے ہین | پے پھول بدمستیان کر رہے ہین
قدم لڑکھڑاتے ہین ساغر لیئے ہین | ہمارا بھی ہے نشہ مین جھومتے ہین
مریدان پیر مغان کیسے کیسے

ہر اک درد کا کرسکے لوگ چارا | اجل سے نہ پایا کسی نے گذارا
ملے خاک مین سیکڑون سند آرا | نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا
مٹے نامیونکے نشان کیسے کیسے

فسانے جو کچھ حسن اور عشق کے ہین | لب نے سے سب لوگ سنتے ہین
جو مغز سخن سمجھے ہین جانتے ہین | تب ہجر کی کاہشون نے کئے ہین
جدا پوست سے استخوان کیسے کیسے

نسیم آج کیونکر نہو مست دل خوش | کہ سبزہ چمن کی روش پر ہی دلکش
خزان باغ سے بھاگتی ہی مشوش | بہار گلستان کی آمد ہے آتش
خوشی پھرتے ہین باغبان کیسے کیسے

ترجیع بند

دیو تابع ہوتے ہین تسخیر سے
پھنستے ہین جن سحر کی تاثیر سے
مس کر کرتے ہین طلا اکسیر سے
چوکتا غافل نہین تدبیر سے
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

رعم تھا فرعون کو مین ہون کردگار
بارش باران ہوئی جب بے شمار
آبگینہ کا بنایا تھا حصار
قدرت حق سے ہوا وہ سنگسار
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

وہ سلیمان جنکے پریان بسمین تھین
اسم اعظم سے جہان زیر نگین
اہرمن جب لے گیا خاتم وہین
پانوؤن کے نیچے نہ ٹھہری پھر زمین
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

وہ کلیم اللہ جو ہر صبح و شام
طور پر ہوتے تھے حق سے ہمکلام
کیا غضب تھا لن ترانی کا مقام
لے سکے پھر رب ارنی کا نہ نام
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

وہ امام دوجہان حضرت حسینؑ
فاطمہؑ کے اور علیؑ کے نور عین
دودمان مصطفےٰؐ کے زیب و زین
زیر خنجر بس یہی کرتے تھے بین
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

تھا جو افلاطون حکیم ذوفنون
خم نشین ہو کر ہوا اک لخت خون
چاہا حکمت سے مجسم پھر مین ہون
عقل و دانش ہو گئی جہل و جنون
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

قیس لیلےٰ پر جو مفتون ہو گیا
دھر مین مشہور مجنون ہو گیا

شہر چھوٹا وقف نامون ہوگیا | ناقہ اگر بخت واژون ہوگیا
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

کوہ کن شیرین کا عاشق پیشہ گیر | لے گیا تھا پیش خسرو سے فقیر
پیرزن کا حرف سنکر ناگزیر | جانِ شیرین کھوئی لاکر جوئے شیر
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

مین کہ ہون گلزار سخن مین نسیم | حرف میرے رکھتے ہین گل کی شمیم
بلبل آسا گو ہزارون ہین فہیم | ایک سے حاصل ہوا نے زر نہ سیم
آدمی مجبور ہے تقدیر سے

مخمس دیگر

لینا اسی جسکا نام تراوان نشان کہان | کیا تاب تیری چاند کہان اور کتان کہان
ذرہ اور آفتاب کا ممکن قران کہان | دل تو کہان وہ مہوش نامہربان کہان
نادان ہی زمین کہان آسمان کہان

اپنے ہی دن برے تھے تجھے کیا بھلا کہین | پھر اپنی ہی سمجھ کا رہا دلکو کیا کہین
سرگشتگی کے شوق کا کیا ماجرا کہین | کعبہ کہین کنشت کہین میکدہ کہین
تیرے لیے خراب ہوے ہم کہان کہان

حاصل کسی سے تھا نہ جواہر نہ زر نہ سیم | ایک واہ واہ فقط سو ہوا ہوگئی فہیم
وہ وقت ہی کہ کہتے ہین خاقانی و کلیم | کیا کیے شعر خون جگر کھاکے اے نسیم
جوہر شناس کوئی کہان قدردان کہان

تمام شد

قطعۂ تاریخ طبع از شاعر شیرین مقال ناظم نازکخیال منشی بھگوندیال صاحب عاقل

ایجنٹ مطبع ہذا

گلزار نسیم در لطافت عاقل گل سال عیسوی چید		گلدستۂ گلشن طرب ہست باغ شاداب این عجب ہست ۱۹۱۲ء
	ولہ	
بلا تشبیہ گلزار نسیم است ز کلکِ شاخ گل عاقل بہجری		تر و تازہ عجب پر آب باغے رقم کردم چہا شاداب باغے ۱۳۳۰ھ

خاتمۃ الطبع مباحثۂ گلزار نسیم

از فخر الاطبا ابو المعالی ظہیر الدین حکیم سید حسین صاحب گریان زیدی لکھنوی

ہزار ہزار شکر ہے اُس خدا کے لیے کہ جس نے انسان کو قوت گویائی عطا فرمائی کہ جو اُسکے اظہار فضل و کمال کا ذریعہ قرار پائی۔ بنا بر مذاق حکماء یہی قوت مابین انسان و دیگر حیوانات حد فاصل ہوئی گویا انسان جامۂ انسانیت مین اسی کے زیب دہن ہونے سے ہوا۔ صحن عالم زمانہ کے طویل ہونے اور مخلوق کے کثیر ہونے سے جون جون وسیع و کشادہ ہوتا گیا شعر و سخن و فصاحت و بلاغت کی طرف ہر ہر شخص فطرتاً اُسی قدر زیادہ متوجہ ہوتا گیا۔ عرب کے آخر زمانہ کی حالت اس امر سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے کہ ہمارے پیغمبر آخر الزمان کو معجزہ مین بھی ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہوئی کہ جو تمام فصاحت و بلاغت کا دعوی کرنے والون کے دم بند کر کے سب کے سر ایسے واحد یکتا کی طرف جھکا دے کہ جسنے اس قوت کو کوہ طور پر ایک درخت مین بھی ظاہر فرما کر حضرت موسیٰ سے باتین کرادین۔ اور یہ امر خلاف فطرت دکھا کر اپنی قدرت کاملہ کو ثابت فرما دیا۔ زمانۂ سابق مین جس نبی کو جس معجزہ کی ضرورت تھی وہ اُسے عطا ہوا چنانچہ ہمارے نبی کو ایسے زمانہ مین مبعوث ہوے کہ اُس زمانہ مین عرب کا بچہ بچہ بھی شاعر فصیح و بلیغ تھا لہذا اُسی فن مین کہ جسمین انکو بڑے بڑے دعوے تھے اور یہان تک نوبت پہونچی تھی کہ اشعار کی فصاحت پر سجدے کیے جاتے تھے۔ ایسی کتاب حضرت کا اعجاز قرار دیگئی کہ جسکی ایک آیت کا بھی بڑے سے بڑے فصیح و بلیغ جواب نہ دیسکے اور اپنا سا منھ لیکر رہگئے اور بالآخر کہدینا پڑا کہ انسان کا تو کیا

کلام ہو ہی نہیں سکتا یہ خداوند عالم کا خوان نعمت فصاحت و بلاغت عرب ہی کیلیے مخصوص نہ تھا بلکہ ہمارے ہندمین بھی ایسے ایسے شاعران نازکخیال شیرین مقال پیدا ہوے کہ جنھون نے اپنی خداداد ذہانت و ذکاوت سے ہمارے ہند کی زبان کو دوسری زبانون کے مقابلہ مین دلہن کی طرح سج دیا۔ اور کلام مین ایسی ملاحت و دلبری پیدا کی کہ بیساختہ دلدادگان سخن کی رال ٹپک پڑے۔ نہ معلوم لفظون مین کچھ ایسی ادائین پیدا ہوئین کہ جو دلون کو اپنا کیے لیتی ہین کلمات ایسا چلتا ہوا جادو بن گئے کہ جو کبھی خطا ہی نہین کرتا چنانچہ کتاب مباحثۂ گلزار نسیم مین کسی کو اختلاف نہین ہو سکتا کہ اسکے سلسلۂ مضامین کے روبرو اچھی خاصی مونچون کی لڑی بھی مات ہے۔ ایسی ایسی دلربائیان اور دلچسپیان کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہین کہ اگر ہزار ہا مرتبہ دیکھیے تو تسکین و سیری نہو بلکہ ہر مرتبہ شوق بڑھتا جائیگا کیونکہ اسکے مضمون کی آمد ہے کہ ایک موسلا دھار مینھ کی بوچھار یا یہ کہیے کہ ایک دریا امڈا چلا آتا ہے۔ گویا وہ منظر کہ جسکو ابھرتی ہوئی نوجوان طبیعتین ہر جہا طرف ڈھونڈتی تھین جن جن کر اسمین جمع کیے گئے ہین۔ ہر تصنیف مصنف کی بقدر حیثیت دلچسپی اور خوبی مین حصہ لیتی ہے اسمین جو کچھ بھی خوبیان ہون کم ہین کیونکہ وہ کونسا شخص ہوگا کہ جو شاعر خوش مقال عدیم المثال پنڈت دیا شنکر صاحب نسیم لکھنوی سے یا انکی مثنوی موسوم بہ گلزار نسیم سے بیخبر ہوگا کہ جسکو آپنے بہت سا اپنا وقت عزیز صرف کر کے صرف پبلک کی دلچسپی اور تفریح طبع کی جہت سے قصۂ گل بکاؤلی کو اسطرح سے نظم مین ادا فرمایا تھا کہ جسکے حسن و خوبی کا تمام اہل ہند نے باتفاق اعتراف و اقرار کر لیا۔ اور یہ امر کیا اس کتاب کی بلندی قدر کے لیے کم ہے کہ شعرائے نامدار اور نکتہ چینان دیار و امصار نے گویا اسپر اعتراض کرنا اپنا فخر سمجھا ہے اسی وجہ سے کتاب مباحثۂ گلزار نسیم کا مطالعہ علاوہ ان تمام خوبیون کے پبلک کے لیے نور علی نور سے بھی بڑھکر سچند لطف زائد کرنے والا ہے کہ یہ جہان اور دلچسپیان بخشے گی دہان پر بطور ایک کامل استاد مناظر کے ثابت ہو کر مناظرہ اور مباحثہ کا بھی سبق پڑھائے گی۔ کیونکہ یہ اس تمام شعرائے نامدار و یاندانان روزگار کے اعتراضات و جوابات کا مجموعہ بھی ہے کہ جو نسیم سے شخص کے کلام پر کیے گئے۔ کتاب کیا ہے گویا عطر مجموعہ ہے کہ جسمین ہر ہر قسم کے پھول کی مہک آرہی ہے ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است بنابرین یہ کتاب لاجواب بسرپرستی عالیجناب مستغنی عن الالقاب رائے بہادر منشی پراگ نرائن صاحب بہادر بھارگو دام اقبالہ و زاد اجلالہ مالک مطبع منشی نولکشور حصۂ اول و حصۂ دوم کیجائی بحسن اہتمام پنڈت منوہر لال صاحب بھارگو سپرنٹنڈنٹ مطبع موصوف بماہ مارچ سنہ ۱۹۱۳ء مطابق ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۱ھ تصحیح تمام و تنقیح مالا کلام حلیۂ طبع سے مزین ہو کر کحل الابصار ناظرین و مرئہ چشم شائقین ہوئی حق تعالی مقبول عالم فرمائے بمنہ و کرمہ۔ آمین

ٹینی مرغی کے خاکی انڈے

گلزار نسیم اور معترض

شطرنج اجڑا ہے بسا بسا کے بازی

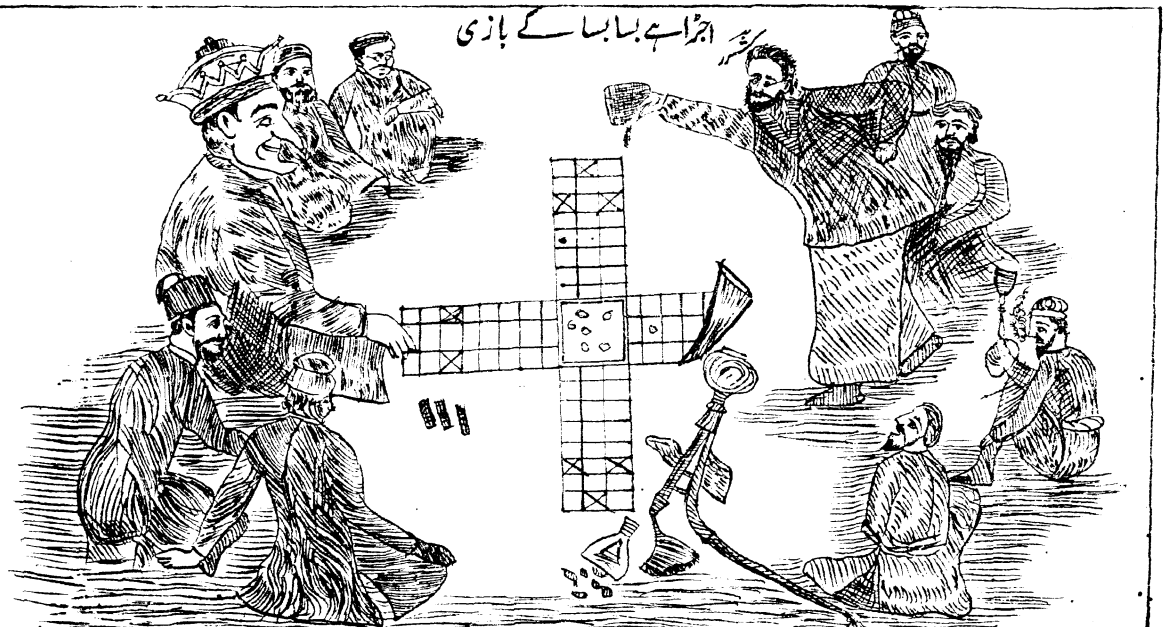

ہاراجواری - دفعہ جائیے... میں ایسے شہدوں سے نہیں کھیلتا..... میری سب نردیں پیٹ لیں..... بڑے چتیے ہو..... سب بتائی ہوئی چالیں ہیں..... چکبست اشارے کرتا جاتا تھا -
پنچ - واہ راجہ ل - ہارے تو لگے گا لیان دینے - روئے کی نہیں بدی ہے - یہ کھیل نہیں ہے چوسر کی بازی ہے -

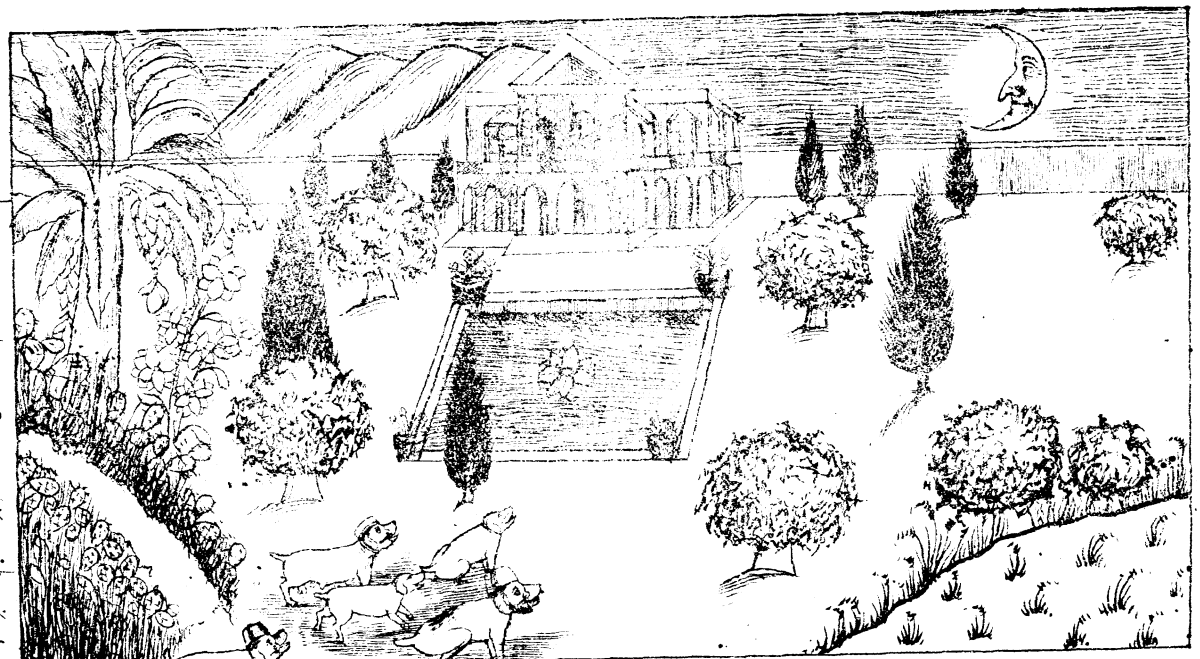

مه نورنے فشاند مرد سگ بانگ ہے زنند

فٹ بال

لکھنؤ اور کرسی کا علمی ٹورنامنٹ

گلچھرّے اور کرسی کا علمی مباحثہ بالمقابل

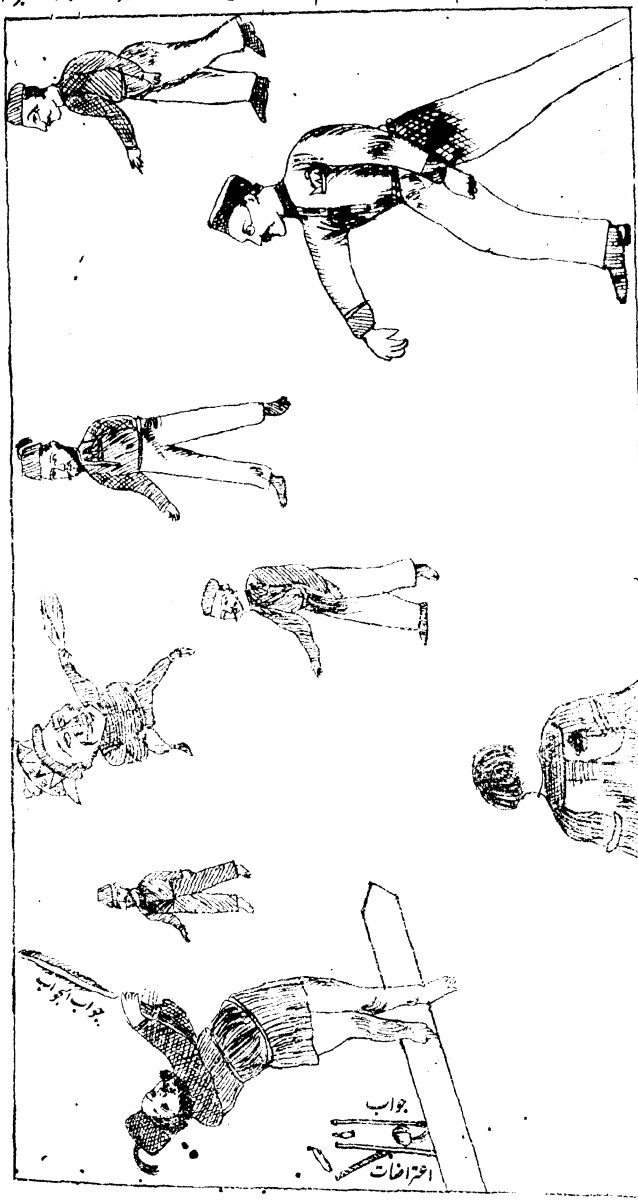

کھڑکی اور دروازے کی طرح کا ہوا دار مضمون ۔ ۔ ۔

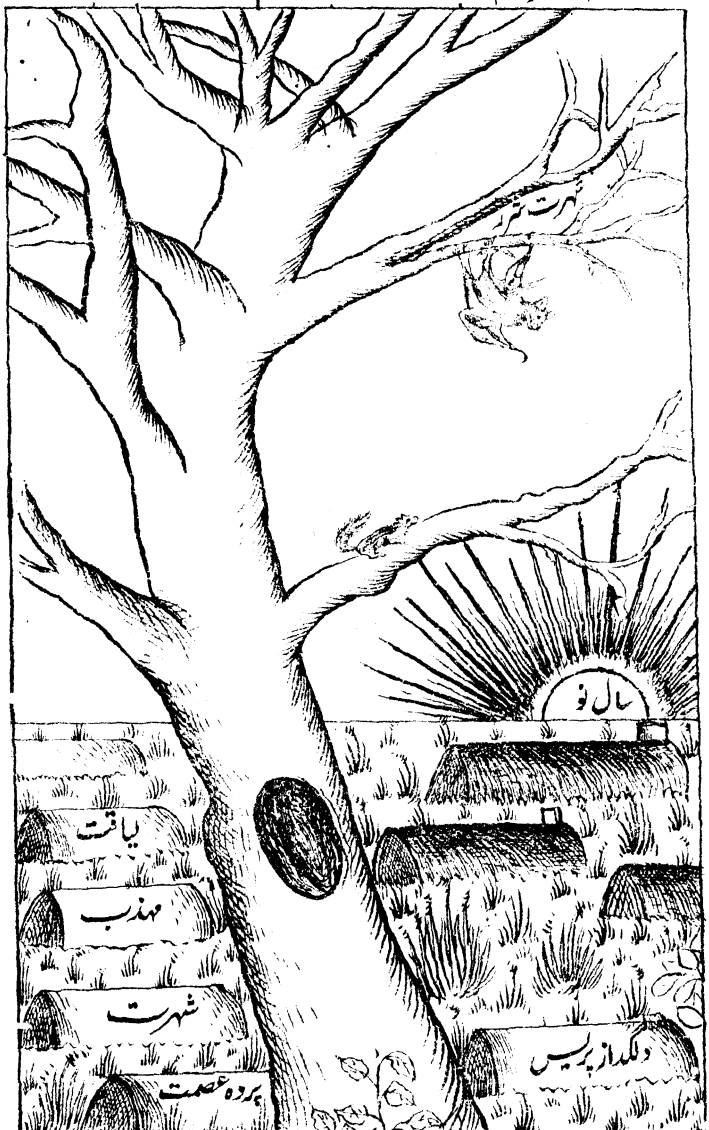

بیابانی کا تکمیہ